اَنَا وَلِیُّ مَنْ لَا وَلِیَّ لَہٗ
(اعلانِ نبوی ﷺ)

غریبوں کے والی ﷺ

غریب ماتحت اور بیکس لوگوں پر نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم
کی کمال شفقتوں مہربانیوں اور ہمدردیوں کا ایمان افروز مجموعہ

تالیف

حافظ محمد سعد اللہ

DATA ENTERED
22731

مرکزِ تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری
نسبت روڈ ۰ لاہور

Marfat.com

أَنَا وَلِيُّ مَنْ لَا وَلِيَّ لَهُ

(اعلانِ نبوی ﷺ)

غریبوں کے والی صلی اللہ علیہ وسلم

غریب ماتحت اور بیکس لوگوں پر نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم
کی کمال شفقتوں مہربانیوں اور ہمدردیوں کا ایمان افروز مجموعہ

تالیف

حافظ محمد سعد اللہ

مرکزِ تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری
نسبت روڈ ○ لاہور

DATA ENTERED

Marfat.com

۲۹۷،۹۹۳۱
س
ع 70 ۱۲۷۱۱۷

جملہ حقوق بحق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری' لاہور محفوظ

نام کتاب : غریبوں کے والی ﷺ

نام مؤلف : حافظ محمد سعد اللہ

ناشر : ثناء اللہ ڈائریکٹر دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری لاہور

باہتمام : انچارج شعبہ مطبوعات دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری لاہور

طابع : ھتف آرٹ پریس 17 وحدت روڈ' لاہور

اشاعت دوئم : جنوری 1999ء

تعداد : 1100

قیمت : -/۴۰ روپے

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ

کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاہِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاہِیْمَ

اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ

کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاہِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاہِیْمَ

اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

Marfat.com

انتساب

اپنے محسن و مربی صوفی باصفا ہمدرد قوم اور مجاہدِ ملت
سیدی حضرت **مولانا محمد ذاکر** رحمۃ اللہ علیہ
(بانی جامعہ محمدی شریف ضلع جھنگ)

کے نام

جو انسانی تکریم، ہمدردی اور خیر خواہی میں سنت نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے متبع تھے اور جو مجھ جیسے ہزاروں غریبوں اور بیکسوں کی تعلیم و تربیت کا وسیلہ بنے

جزاھم اللہ خیرا واحسن الجزاء

(مؤلف)

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حکومتِ پاکستان
وزارتِ مذہبی امور
اسلام آباد

سندِ امتیاز

نہایت مسرت سے تصدیق کی جاتی ہے کہ محترم / محترمہ [illegible]

کی تالیف کردہ کتاب غریبوں کے والی ﷺ بزبان اردو مقابلہ کتب سیرت

برائے سال [illegible] میں [illegible] انعام کی مستحق قرار پائی اور مؤلف موصوف / مؤلفہ موصوفہ کو

حکومتِ پاکستان کی طرف سے مبلغ [illegible] ڈالر / روپے بطور انعام دیئے گئے۔

نمبر ۱۱۱۲/ا/ اسیرت/ ۹۰

تاریخ: ۱۲ ربیع الاول ۱۴۱۱ھ
۲۱ جولائی ۱۹۹۰ء

سیکرٹری
وزارتِ مذہبی امور حکومتِ پاکستان
اسلام آباد

Marfat.com

فہرست مندرجات

دیباچہ (طبع ثانی) ۱۵

پیش لفظ (طبع اول) ۱[illegible]

تقریظ مولانا مفتی غلام سرور قادری مدظلہ ۱۹

حرف دل از مؤلف ۲۱

باب اول ۲۶

بعثتِ نبوی سے قبل غرباء و مساکین کی حالت

تقدیم ۲۷

فصل انبیاءِ کرامؑ پر امراء کے ایمان نہ لانے کی بڑی وجہ ۳۲

حضرت نوح علیہ السلام اور امراء ۳۵

حضرت شعیب علیہ السلام کے ساتھ امراء کا رویہ ۳۶

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور سرکش فرعون ۳۸

فصل سابقہ امتوں میں غریب مؤمنین کی بے قدری ۴۰

غریبوں کا کمزور سمجھا جانا ۴۱

غریب آدمی اور کوئی عہدہ و منصب ۴۳

Marfat.com

فصل	ایران میں سلاطین و امراء کی عیاشیاں اور غرباء کی زبوں حالی	۴۵
	نوشیروان عادل کا ایک "عدل"	۴۷
	نوشیروان اور ایک غریب جوتا ساز	۴۸
	حضرت مغیرہ بن شعبہؓ اور رستم کا دربار	۵۰
فصل	یورپ میں غریب غلاموں کا حال	۵۲
فصل	ہندوستان میں غریب شودروں کا حال	۵۵
فصل	عرب میں طبقاتی تقسیم اور غریبوں پر مظالم	۵۷
	غریب کاریگروں اور دستکاروں کی بے وقعتی	۶۰
	ایک ڈوری کی خاطر مزدور کو مار دینا	۶۱
	بے چاری بچیوں کا زندہ دفن کر دیا جانا	۶۳
	بیٹی کو زندہ دفن کر دینے کا رقت آمیز واقعہ	۶۵
	کمزوروں پر ظلم کی ایک عینی شہادت	۶۶
	غریبوں پر مظالم کا خلاصہ	۶۷
	غریبوں اور بے سہاروں کے لئے ابر رحمت کا ظہور	۶۹

باب دوم ۷۵

ولادت تا اعلانِ نبوت

فصل	آباؤ اجداد	۷۷
	نیرنگیٔ قدرت	۷۷
	آباؤ اجداد اور اخلاق کی بلندی	۷۸
	آباؤ اجداد اور غم انسانیت	۸۱
	حضرت ہاشم اور فقراء کے لئے تدبیر معاش	۸۴
	حضرت عبدالمطلب اور غریب یہودی پڑوسی	۸۴
	حضرت عبداللہ اور پاکیزگیٔ اخلاق	۸۷

Marfat.com

حضرت عبداللہ کی وفات اور ترکہ	۹۰
فصل بوقتِ ولادت حضورﷺ کی مالی حالت اور رضاعت	۹۴
دودھ پلانے والیوں کا نادار آمنہ کے لال سے گریز	۹۶
حضورﷺ کی رضاعت کے بہانے غریب حلیمہ کی اپنی پرورش	۹۹
رضاعی ماں باپ کا احترام	۱۰۵
رضاعی ماں کی مالی خدمت	۱۰۵
ایک ایمان افروز واقعہ	۱۰۶
فصل کفالت	۱۰۸
سیدہ آمنہ کا انتقال پر ملال	۱۰۸
حضورﷺ کا ماں کی قبر پر رونا	۱۱۲
حضورﷺ کے یتیم ہونے میں پنہاں حکمتیں	۱۱۳
دادا جان کی وفات۔ غم بالائے غم	۱۱۵
یتیم بھتیجا کی پرورش کے طفیل غریب چچا کی اپنی پرورش	۱۱۷
قحط سالی میں محمدی برکت	۱۲۰
ابولہب کے مقابلے میں ابوطالب کا ساتھ دینا	۱۲۱
فصل غریبوں کا درد اور فکر	۱۲۲
غریب چچا کے لیے اُجرت پر بکریاں چرانا	۱۲۲
حقوق مظلوماں کے معاہدہ میں شمولیت	۱۲۶
مغویہ لڑکی کا برآمد کرنا	۱۲۹
ایک پردیسی کو ابوجہل سے سامان کی قیمت دلوانا	۱۳۱
منفرد نوجوان	۱۳۲
غریب چچا کے لئے تجارتی سفر	۱۳۷
ضرورت مندوں کا احساس	۱۴۱
مالی آسودگی کا خدائی انتظام اور خدمتِ خلق	۱۴۲
چچا کا مالی بوجھ ہلکا کرنے کے لئے حضرت علیؓ کو ساتھ ملا لینا	۱۴۶

Marfat.com

زید کا آزادی پر غلامیٔ محمدؐ کو ترجیح دینا ۱۴۷
غمخواریٔ بیکساں ۱۵۰
غمخواریٔ بے کساں پر ایک اہم گواہی ۱۵۴

باب سوم ۱۶۵

بعثت تا ہجرتِ مدینہ
(مکی دور)

فصل اعلانِ نبوت اور دعوتِ توحید ۱۶۷
غریب لوگوں کا ایمان لے آنا اور اس کی وجوہات ۱۶۹
پہلی وجہ ۱۷۰
دوسری وجہ ۱۷۲
پیغمبروں کے ابتدائی پیروکار۔ غریب اور کمزور لوگ ۱۷۴
غریب آدمی کے نبی ہونے پر رؤساءِ مکہ کا تعجب ۱۷۶
طائف کے وڈیرے اور غریب مکہ ۱۷۹
ابوجہل کے انکار کی کہانی۔ خود اس کی اپنی زبانی ۱۸۱
فصل رؤساءِ مکہ کا استہزاء ۱۸۴
حضور کی غربت کا مذاق ۱۸۴
غریب مومنین کے ساتھ مذاق ۱۸۶
اللہ کے ہاں ان غرباء کا مقام ۱۸۸
ایک نابینا کی خاطر پیغمبر اکرمؐ کو تنبیہ الٰہی ۱۹۴
ابنِ اُمِّ مکتومؓ کے لئے حضورؐ کا چادر بچھا دینا ۱۹۷
ابنِ اُمِّ مکتومؓ کی خاطر تواضع ۱۹۷
فصل ۱۹۹

Marfat.com

عزت و فضیلت کا اسلامی معیار ۱۹۹
نسلی اور خاندانی برتری کی حیثیت ۲۰۵
امیروں اور غریبوں کو لڑایا نہیں گیا ۲۰۰
فصل غرباء کو کھانا کھلانے اور ان کے ساتھ ہمدردی کی تعلیمات ۲۰۹
کسی بھوکے کو کھلانا پلانا گویا اللہ کو کھلانا پلانا ۲۱۸
اپنی پسند - غریب کی پسند ۲۱۹
فصل غرباء و مساکین کے ساتھ حضورؐ کا عملی رویہ ۲۲۲
ایک بچے کو قمیص اتار کر دے دینا ۱۲۳
ایک ضرورت مند کو چادر دے دینا ۲۲۵
غریب اراشی کو ابوجہل سے اونٹ کی قیمت دلوانا ۲۲۵
ایک زبیدی کو ابوجہل کے ظلم سے بچانا ۲۲۷
ابوجہل سے ایک یتیم کو مال دلوانا ۲۲۹
ایک غریب نصرانی کی مدد ۲۲۹
اپنے غلاموں سے کمال وفا ۲۳۱
۲۴۳

باب چہارم

آمد مدینہ منورہ تا وصال

(مدنی دور)

فصل غرباء کی تسکین کے لیے فقیرانہ زندگی ۲۴۵
بادشاہی میں فقیری ۲۴۵
حضورﷺ کے گھروں میں فاقے کی وجہ ۲۴۸
دیا ندارد ۲۵۰
ازواج مطہرات کے حجرے ۲۵۱
پیغمبرﷺ سے "بادشاہ" کے طعن کا جائزہ ۲۵۵
اختیاری فقر ۲۵۷

Marfat.com

سونے کے پہاڑوں کی پیشکش ۲۶۰
ازواج مطہرات اور زیادتی نفقہ کا مطالبہ ۲۶۳
بصیرت کا ایک نکتہ ۲۶۴
غرباء کی تسکین کا سامان ۲۶۵
فصل ذاتی غلاموں اور خدّام کے ساتھ حُسنِ سلوک ۲۷۴
غلام اور خادم۔ تمہارے بھائی ۲۷۶
خادم کو ساتھ بٹھا کر کھلاؤ ۲۷۸
غلام۔ آل محمدؐ میں داخل ۲۷۹
زیدؓ ہمارا بھائی اور مولی ۲۸۰
غلام زید کا استقبال معانقہ اوز بوسہ ۲۸۱
عبدی کہنے سے ممانعت ۲۸۲
غلام زادہ اسامہ بن زیدؓ سے پیار ۲۸۴
اگر اسامہؓ لڑکی ہوتی؟ اسامہ کو قیمتی حُلّہ پہنانا ۲۸۵
ثوبانؓ نامی غلام کی بیقراری ۲۸۷
کسی خادم کو کبھی نہ مارنا ۲۸۹
خادم کے ساتھ نرمی کی عینی گواہی ۲۹۰
خادم انسؓ کی ناز برداری ۲۹۱
خادم انسؓ کے گھر جانا اور دعا کرنا ۲۹۲
اپنے درزی غلام کی دعوت قبول کرنا ۲۹۳
یہودی خادم کی عیادت ۲۹۳
ایک خادم کی قبر پر نماز جنازہ ۲۹۴
خادم عقبہ بن عامرؓ کو اپنی سواری پر سوار کرنا ۲۹۵
خادم ربیعہ بن کعبؓ کی ایک ہی تمنا ۲۹۵
خادم ربیعہ بن کعبؓ کی شادی کا انتظام کرنا ۲۹۶
خادمہ ام ایمنؓ کی دلجوئی ۲۹۷

Marfat.com

دم واپسیں زیر دستوں کی فکر ۲۹۸

فصل غریب لوگوں کی عزت افزائی دلجوئی اور ہمدردی ۳۰۵

عام مساویانہ برتاؤ ۳۰۶

غرباء و ضعفاء کی قدر و منزلت ۳۱۱

امیر اور غریب میں اخوت و مساوات کا مثالی معاشرہ ۳۱۴

فقراء کی رفعت شان ۳۱۶

بارگاہ نبوی میں حضرت عمارؓ اور خالد بن ولیدؓ کا مقدمہ ۳۱۸

فقراء کی ناراضگی۔ رب کی ناراضگی ۳۱۹

حضرت بلالؓ اور کعبہ کی چھت پر اذان کا شرف ۳۲۰

ابن ام مکتومؓ اور امامت نبوی کی نیابت ۳۲۱

اخروی بشارتیں اور نفسیاتی تسکین ۳۲۲

فقر و غنا کے متعلق ایک اصولی بات ۳۲۵

خدام مدینہ کا پانی کو متبرک کرانا ۳۲۶

ایک پگلی عورت کی حاجت براری ۳۲۷

غریب لوہار کے ہاں صاحبزادہ ابراہیمؓ کی رضاعت ۳۲۹

غریب مزدور کا ہاتھ چوم لینا ۳۳۰

مزدور کی خیر خواہی کی تعلیم ۳۳۱

خستہ حال جماعت کو دیکھ کر پریشان ہو جانا ۳۳۲

اغنیاء کے اموال میں فقراء کا حق ۳۳۴

قحط سالی میں مکہ کے غرباء کی امداد ۳۳۶

فاقہ کش چور کی رعایت، کفارۂ صوم میں غریب آدمی کی رعایت ۳۳۷

ایک غریب آدمی کے لئے حق مہر میں رعایت ۳۳۹

غریب مقروض کی سفارش میں منصب کا خیال نہ فرمانا ۳۴۱

غریب مقروض کے قرض اتارنے کا انتظام ۳۴۳

مقروض کے ساتھ نرمی کا عظیم صلہ ۳۴۴

Marfat.com

ضرورت مندوں کی خاطر قرض اٹھاتے رہنا ۳۴۵
میرے نام پر قرض اٹھالو ۳۴۸
فاقہ کشوں کی مہمان نوازی ۳۴۸
حضرت ابو ہریرہؓ اور چند دیگر بھوکوں کو کھانا کھلانا ۳۵۰
حضرت ابو ہریرہؓ کو سوار کراتے ہوئے گر پڑنا ۳۵۱
حضرت سلمان فارسیؓ کو آزاد کرانا ۳۵۲
غریب ابو ایوبؓ اور شرف مہمانداری ۳۵۴
ایک سائل کے لئے عطائے کثیر ۳۵۶
قیمت اور اونٹ دونوں تیرے لیے ۳۵۷
ایک انصاری کو اپنا قمیص دینا اور ۳۵۹
ایک لونڈی کی سفارش فرمانا ۳۵۹
فصل اصحابِ صُفہ کا خیال اور خبر گیری ۳۶۸
اصحابِ صفہ کا تعارف ۳۶۸
اہلِ صفہ کو ترجیح ۳۶۹
اصحابِ صفہ کا بچا کچھا دودھ پینا ۳۷۰
اصحابِ صفہ - سیدہ فاطمۃ الزہراءؓ سے مقدم ۳۷۱
اصحابِ صفہ کی دلداری ۳۷۳
فصل یتیموں پر شفقت ۳۷۷
یتیم پروری کی نفسیاتی ترغیب ۳۸۰
کفالت یتیم پر معیت نبوی کی عظیم بشارت اور اس کی توجیہ ۳۸۱
امام غزالی کی ایک زبردست تنبیہ ۳۸۲
بشیر بن عقبہؓ کی یتیمی اور حضورؐ کا باپ بننا ۳۸۴
عید کے دن ایک یتیم کی عجیب خاطرداری ۳۸۵
ایک یتیم بچہ کا بارگاہ نبوی میں سوال ۳۸۶
ایک یتیم کو باغ دلوانا ۳۸۷

Marfat.com

فصل غریب جانوروں پر رحم ۳۹۰

چیونٹیاں جلانے پر ایک پیغمبر کو تنبیہ ۳۹۳
باندھ کر نشانہ بازی کی ممانعت ۳۹۴
زندہ جانور کا گوشت کاٹنے کی ممانعت ۳۹۵
گالی گلوچ سے ممانعت ۳۹۶
منہ پر مارنے اور داغ دینے سے ممانعت ۳۹۸
بے ضرر جانوروں کو مارنے سے ممانعت ۳۹۹
بے جا استعمال کی ممانعت ۴۰۰
پریشان کرنے سے ممانعت ۴۰۰
طاقت سے زیادہ کام نہ لینے کی ہدایت ۴۰۳
بارگاہ نبوی میں ایک اونٹ کی شکایت ۴۰۴
بھوکا پیاسا نہ رکھنے کا حکم ۴۰۵
بلی کو بھوکا رکھنے پر عذاب ۴۰۷
سارا دودھ نہ دوھ لیا جائے ۴۰۷
ذبح کرنے میں نرمی کی ہدایت ۴۰۸
ایک شبہ کا ازالہ ۴۱۰
دوران سفر سواری کے جانور کی رعایت ۴۱۱
باہم لڑانے سے ممانعت ۴۱۳
جانوروں کے ساتھ نیکی کا صلہ ۴۱۳
کتے کو پانی پلانے پر بخشش ۴۱۴
نبی رحمت ﷺ اور ایک ہرنی ۴۱۴
بارگاہ نبوی میں ایک اونٹ کا استغاثہ ۴۱۵
ایک محدث کا عجیب قصہ ۴۱۶
ماخذ و مراجع ۴۲۳

Marfat.com

دیباچہ طبع ثانی

نحمده تبارک وتعالیٰ ونصلی علی رسوله الکریم. امابعد!

"غریبوں کے والی ﷺ" کی تالیف کا محرک نہ تو بحمد اللہ مؤلف کہلانے کا شوق تھا اور نہ ہی کوئی علمی تصنیفی تالیفی تحقیقی قابلیت کے اظہار کا بھوت ذہن پر سوار تھا بلکہ اس کا داعیہ صرف اور صرف یہ جذبہ، شوق اور تمنا تھی کہ حضور نبی کریم رؤف رحیم رحمۃ للعالمین انیس الغریبین محب الفقراء والمساکین ﷺ کی سیرت طیبہ کے اس خاص پہلو کے حوالے سے اپنی بساط کے مطابق سیرت نبوی کے بحر ذخار میں سے چند آبدار موتی جمع کردوں۔ کیونکہ سیرت نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے اس پہلو کو سامنے لانے کی ہمارے معاشرے میں بطور خاص ضرورت تھی جس کی وجہ طبع اول کے پیش لفظ "حرفِ دل" میں لکھ دی گئی تھی۔

اپنی بے بساطی، کم علمی، تصنیف و تالیف اور تحریر کا کوئی خاص تجربہ نہ ہونے اور سیرت طیبہ پر لکھنے کیلئے مطلوبہ زہد و تقویٰ کی عدم موجودگی میں بہت کم توقع تھی کہ کہ اس چھوٹی سی تالیف کو اہل علم کے نزدیک کوئی خاص پذیرائی ملے گی۔ مگر صاحب سیرت ﷺ کے نام نامی اور ذکر خیر کی برکت سے اللہ کریم نے اس تالیف کو اہل علم کی نظروں میں قابل قدر ٹھہرایا۔ کئی جرائد ورسائل مین شائع شدہ تبصروں کے اندر کتاب کی تحسین اور راقم کی حوصلہ افزائی کی گئی۔ ان تبصروں کو اس دوسرے ایڈیشن میں کتاب کے آخر میں شامل کردیا گیا ہے۔

پھر بالکل غیر متوقع طور پر اللہ کریم جل وعلاشانہ نے مزید کرم فرمایا کہ وزارت مذہبی امور حکومت پاکستان کے زیر اہتمام سالانہ قومی سیرت کانفرنس ۱۹۹۶ء کے موقع پر انعامی مقابلہ اردو کتب سیرت میں کتاب ہذا کو دوسرے انعام کا مستحق قرار دیتے ہوئے صدر مملکت نے مؤلف کو صدارتی ایواڈ سے نوازا۔ (اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِيْنُ)

میں سمجھتا ہوں کہ یہ محض رب کریم کا فضل اور غریبوں کے والی ﷺ کی نظر کرم تھی ورنہ من آنم کہ من دانم۔ کتاب کو یہ اعزاز ملنے پر اس کا پہلا ایڈیشن جلد ختم ہوگیا مگر اس کی مانگ بدستور باقی تھی۔ دفتر کی ضروری کاروائی کے بعد یہ دوسرا ایڈیشن پنجاب پبلک لائبریری فاونڈیشن کے خصوصی مالی تعاون سے چھپ رہا ہے۔

Marfat.com

اس ایڈیشن میں درج ذیل باتوں کا اہتمام کیا گیا ہے جن کا پہلے ایڈیشن میں بوجوہ نہیں کیا جاسکا تھا۔

۱۔ کتاب کا عنوان "غریبوں کا والی ﷺ" مولانا الطاف حسین حالی مرحوم کی مشہور نعت، جس کا مطلع ہے "وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا" سے ماخوذ تھا اور اس کو بہت سے قارئین نے پسند بھی کیا تاہم بارگاہ نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام چونکہ وہ عظیم بارگاہ ہے جہاں "نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید اینجا" کا معاملہ ہے۔ لہٰذا اب کتاب کا عنوان "غریبوں کے والی ﷺ" بنادیا گیا ہے۔

کتاب کے اندر بھی بعض مقامات پر نبی اکرم ﷺ کیلئے واحد کے صیغے استعمال ہوئے تھے مگر ان میں ردوبدل نہیں کیا گیا کیونکہ میرے ناقص خیال میں ایسا ادبی اور جذباتی انداز تاثیر کے اعتبار سے زیادہ موزوں ہے۔ اور یہ انداز کئی اردو سیرت نگاروں نے اپنایا بھی ہے۔ اور جہاں واقعی اصلاح ضروری تھی، کردی گئی ہے۔

۲۔ پہلے ایڈیشن میں کمپیوٹر اپریٹر کی ناسمجھی کی وجہ سے متعدد مقامات پر اسماء النبی ﷺ کے ساتھ پورے درود شریف کی بجائے " ﷺ " لکھا گیا تھا۔ اب عبارت میں جہاں جہاں ممکن تھا پورا درود شریف لکھ دیا گیا ہے۔

۳۔ کمپیوٹر کمپوزنگ کی وجہ سے طبع اول میں قرآنی آیات پر اعراب نہیں لگائے جاسکے تھے۔ اب کمپیوٹر کے ہی خوبصورت فونٹ پر عربی عبارات کمپوز کرکے قرآنی آیات پر ہاتھ سے اعراب لگادیے گئے ہیں۔

۴۔ طبع اول میں بہت سی پروف کی غلطیاں رہ گئی تھیں۔ اب مقدور بھر اصلاح کردی گئی ہے تاہم پروف کی غلطیوں سے بالکل پاک ہونے کا دعویٰ کرنا بہت مشکل ہے۔

آخر میں میں علم دوست اور علم پرور محترم جناب پروفیسر عبدالجبار شاکر ڈائریکٹر پنجاب پبلک لائبریری فاؤنڈیشن، جناب ثناء اللہ ڈائریکٹر دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری، جناب نعیم احمد ملک اکاؤنٹنٹ، لائبریری اور اپنے دوساتھیوں برادرم حافظ احمد یار اور شان محمد کا شکریہ ادا کرنا بھی ضروری خیال کرتا ہوں کہ انہی کے خصوصی تعاون اور محنت سے یہ دوسرا ایڈیشن طبع ہوسکا۔ جزاھم اللہ خیراً۔ اللہ کریم اس سعی کو قبول فرمائے اور ذریعہ نجات بنائے۔ آمین بجاہ النبی الامین ﷺ

حافظ محمد سعد اللہ

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

(طبع اوّل)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ، وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ، اَمَّا بَعْدُ

سیرۃ النبی ﷺ ایک ایسا وسیع موضوع ہے کہ اس پر پچھلی چودہ صدیوں سے مسلمان کیا غیر مسلم بھی بہت کچھ تحریر کرتے چلے آئے ہیں لیکن ابھی تک اس ایک ذات والاصفات کا تذکرہ تکمیل پذیر نہیں ہوسکا اور ہو بھی کیسے وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ کا اعلان تو قیامت تک کیلئے ہے۔ جس کا ظہور یہ ہے کہ ہر زمانے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرۃ پاک کے مختلف گوشوں پر مختلف انداز میں آپ کے شیدائی اور نقطہ چین قلم اٹھاتے رہتے ہیں اور ابدالاباد تک یہ سلسلہ جاری رہنا ہے۔ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ اس تکرار ذکر کی ضمانت ہے۔

کتاب ”غریبوں کا والی ﷺ“ بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات مقدسہ کے ایسے واقعات جمع کیے گئے ہیں جن میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غریبوں اور بے کسوں سے محبت ان کیلئے ہمدردی اور ان کی کارسازی کیلئے آپ کی بے قراری کا تذکرہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معاشرے کے گرے پڑے لوگوں کو جس طرح دیگر سوسائٹی کے برابر کرنے پر زور دیا ہے اور اس مسئلہ میں جو تعلیمات اپنی امت کو دی ہیں ان کا اطلاق آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود کیسے کیا۔ یہ ”غریبوں کا والی“ کا موضوع خاص ہے۔

اس کتاب میں بھی ادارہ کی دیگر کتب کی طرح ایک بات خاص یہ ہے کہ کوئی بات حوالے کے بغیر محض حظ نفس کیلئے بیان نہیں ہوئی۔

جس دلسوزی اور والہانہ انداز میں یہ مجموعہ تیار کیا گیا ہے اس سے جناب حافظ محمد سعد اللہ صاحب کے جذب باطن پر خاصی روشنی پڑتی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تعلق خاص کا اندازہ ہوتا ہے۔

حافظ محمد سعد اللہ صاحب اگرچہ علمی اور ادبی حلقوں میں چنداں معروف شخصیت نہیں ہیں لیکن ریسرچ سیل میں ان کی تحقیقاتی اور پیشہ ورانہ اہلیت مسلم ہے۔ البتہ میں پورے وثوق سے یہ کہہ سکتا ہوں کہ اس تالیف کے بعد بمصداق قول

Marfat.com

شاعر

تیری دوستی سے پہلے مجھے کون جانتا تھا
تیری ذات نے بنادی میری زندگی فسانہ

وہ ثنا نگاراں مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ضرور شمار کئے جائیں گے۔ اگرچہ یہ حقیقت اپنی جگہ مسلم ہے کہ

غالب ثنائے خواجہ بیزداں گذاشتیم
کاں ذات پاک مرتبہ دان محمد ﷺ است

اور انسان اس پردہ انسانی میں مخفی حقیقت کی تعریف و توصیف کرے۔

لَا یُمْکِنُ الثَّنَاءُ کَمَا کَانَ حَقُّہٗ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

اس ذات قدسی صفات کی کوئی انسان کیسے تعریف کر سکتا ہے۔

واحسن منک لم ترقط عینی واجمل منک لم تلد النساء
خلقت مبرأ من کل عیب کانک قدخلقت کما تشاء

اس کتاب کا محور ترمذی شریف (ابواب الزہد) کی یہ حدیث مبارک ہے جسے حضور ﷺ کے خادم خاص حضرت انس رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے۔ "اَللّٰھُمَّ اَحْیِنِی مِسْکِیْنًا وَ اَمِتْنِی مِسْکِیْنًا، وَ احْشُرْنِیْ فِی زُمْرَۃِ الْمَسَاکِیْنِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ" آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس دعا سے ہی پتہ چلتا ہے کہ آپ کو فقراء اور مساکین سے کس قدر محبت تھی۔

ادارہ نے سیرۃ کی اس منفرد کتاب کو آپ تک پہنچانے اور خوب سے خوب تر بنانے میں اپنی بساط بھر مساعی صرف کی ہیں تاہم اگر کوئی کمی نظر آئے تو اسے بشری کوتاہی پر محمول کرتے ہوئے مطلع کیا جائے، جسے بنظر استحسان دیکھا جائے گا۔

میں جناب عبدالحفیظ صاحب اور جناب حافظ محمد سعد اللہ صاحب کا ممنون ہوں جنہوں نے کتاب کی اشاعت میں میری بھرپور مدد کی اور میں یہ مفید کتاب قارئین تک پہنچانے میں کامیاب ہوا۔

حافظ غلام حسین
(قائم مقام ڈائریکٹر)

Marfat.com

تقریظ

حضرت العلامہ مولانا الشاہ مفتی غلام سرور قادری مدظلہ

بانی و مہتمم جامعہ رضویہ ٹرسٹ' ماڈل ٹاؤن لاہور
مشیر وفاقی شرعی عدالت پاکستان

نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ وَ نُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الرَّؤُوْفِ الرَّحِیْمِ الْکَرِیْمِ اَمَّا بَعْدُ

نبی اکرم شفیع معظم رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے قبل چہار سو جو ایک ہمہ جہتی خرابی اور ہمہ پہلو فساد برپا تھا۔ ان میں ایک فساد یہ بھی تھا کہ دنیا میں غریب اور بیکس لوگ بڑے لوگوں کے ہاتھوں ظلم کی چکی میں پس رہے تھے۔ معاشی اور معاشرتی ہر دو اعتبار سے ان کی حالت ناگفتہ بہ تھی۔ معاشی وسائل پر قابض بڑے لوگ انہیں عام انسانی حقوق بھی دینے کے روادار نہ تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جو رحمۃ للعالمین بن کر تشریف لائے تھے' نے اس غریب اور مظلوم طبقہ کو معاشی ظلم سے نجات دلاتے ہوئے معاشرے میں انہیں ایک باعزت مقام عنایت فرمایا انہیں شرفاء و رؤساء کے برابر لا کھڑا کیا' طبقاتی اونچ نیچ کو ختم کرتے ہوئے عزت کا معیار تقویٰ قرار دیا۔ اور خود عملی طور ان غرباء و فقراء کے ساتھ ایسا محبت بھرا اور شفقت بھرا سلوک فرمایا اور انہیں وہ عزت بخشی جس کی نظیر پوری تاریخ انسانیت میں نہیں ملتی۔

پاکستان میں اسلام کے بابرکت نظام کو چھوڑ کر جمہوری سرمایہ دارانہ اور جاگیردارانہ نظام اپنانے کے نتیجے میں وہی دور جاہلیت عود کر آیا ہے۔ غریب آدمی کا کوئی پرسان حال نہیں۔ سرمایہ داروں' جاگیرداروں' اور دین سے بے خبر سیاستدانوں نے سارے ملکی معاشی وسائل پر قبضہ کر رکھا ہے۔ دولت کو ہی عزت و بڑائی کا معیار سمجھ لیا گیا ہے۔ غریب آدمی جہاں معاشی اعتبار سے ان بڑے لوگوں کا دست نگر بن کر رہ گیا ہے وہاں معاشرتی اور سماجی اعتبار سے بھی اس کی کوئی حیثیت نہیں' اس کی کوئی عزت نہیں اور اس کے جائز حقوق بھی بڑی بے دردی سے پامال کیے جا رہے

Marfat.com

ہیں ایسے حالات میں اس بات کی سخت ضرورت تھی کہ غرباء و مساکین کے معاملے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ کو سامنے لایا جائے۔

اللہ کریم جزائے خیر عطا فرمائے عزیزم حافظ محمد سعد اللہ ریسرچ آفیسر دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری لاہور' کو کہ انہوں نے اس ضرورت کو کافی حد تک پورا کر دیا ہے۔

میری معلومات کی حد تک اس موضوع پر عربی و اردو میں یکجا اتنا مواد اب تک منظر عام پر نہیں آیا ہے انداز تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ

مؤلف نے ذوق شوق اور محبت سے کتاب لکھی ہے کیونکہ عبارت میں محبت نبوی کی جھلک صاف نظر آتی ہے

دوسرے عبارت بڑی سلیس آسان اور عام فہم ہے

تیسرے سیرت کے حوالے سے بڑے خوبصورت پیرائے میں غرباء و مساکین ماتحت اور چھوٹے لوگوں کی عزت افزائی اور ہمدردی پر ابھار گیا ہے۔

اور چوتھے معتبر حوالے کے بغیر کوئی بات نہیں لکھی گئی۔

میری دعا ہے کہ اللہ کریم مؤلف کی اس سعی کو قبول فرمائے اور ہم سب کو اس کتاب کے مندرجات کے مطابق عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(دستخط)

ڈاکٹر مفتی غلام سرور قادری

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرف دل

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○ مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ ○ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ رَحْمَۃٍ لِّلْعٰلَمِیْنَ اَنِیْسِ الْغَرِیْبِیْنَ مُحِبِّ الْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاکِیْنِ سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِہٖ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاھِرِیْنَ وَاَصْحَابِہٖ الْبَاھِرِیْنَ الْکَامِلِیْنَ وَخُدَّامِ سِیْرَتِہٖ اَجْمَعِیْنَ اَمَّا بَعْدُ

یہ بات ہوش کے ایام سے سمجھ نہیں آتی تھی کہ ہمارے پاکستانی معاشرے میں غریب' ماتحت' محنت مزدوری کرنے والوں' اپنے ہاتھ سے کما کر کھانے والوں اور ذریعہ معاش کے طور پر کوئی پیشہ اختیار کرنے والوں کو بڑے' صاحب منصب' سرمایہ دار اور جاگیردار لوگ (الا ماشاءاللہ) عموما" حقارت کی نظروں سے کیوں دیکھتے ہیں؟ چھوٹے اور کمزور لوگوں کا طرح طرح استیصال کیوں کیا جاتا ہے؟ معاشرے میں کسی غریب آدمی کی خواہ وہ کتنا ہی صاحب علم و فضل ہو' آخر کیوں عزت نہیں؟ اگر کوئی آدمی نادار ہے یا اللہ نے اپنی کسی حکمت کے ماتحت اسے چھوٹے خاندان میں پیدا کیا ہے تو اس میں اس کا کیا قصور ہے؟ اس کے مقابلے میں محض بڑے خاندان سے تعلق رکھنے یا سرمایہ دار اور جاگیردار ہونے کی بنا پر ایک آدمی کو خواہ مخواہ معظم و محترم کیوں گردانا جاتا ہے؟ اور معاشرے میں امیر و غریب کے درمیان اس قدر معاشی و معاشرتی تفاوت کی وجہ کیا ہے؟ وغیرہ وغیرہ

یہ وہ چند باتیں تھیں یا سوالات تھے جو ہمیشہ ذہن میں کھٹکتے رہتے تھے۔ پھر اللہ کریم نے جب تھوڑی بہت تعلیمی شدبد عنایت فرمائی اور اس سلسلے میں کتابیں دیکھنے کا موقعہ ملا تو یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ خَیْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِیْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ اَوْ کَمَا قَالَ کے مبارک زمانہ کو چھوڑ کر دنیا میں ہر جگہ غریب مسکین ماتحت اور کمزور لوگوں کے ساتھ عموما" اسی طرح زیادتیاں ہوتی رہی ہیں۔

Marfat.com

... یا زیادہ تر پیغمبرانہ تعلیمات اور اسوہ رسول ﷺ سے ناواقفیت اور ناسمجھی کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اس لیے جی چاہا کہ اس سلسلے میں اپنے مسلمان بھائیوں بالخصوص بڑے اور صاحب ثروت لوگوں کے سامنے خلوص اور خیر خواہی کے جذبے سے سید الاولین والاخرین خاتم النبین امام الرسلین اور اس عظیم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی کچھ تعلیمات اور نمونہ اخلاق پیش کیا جائے جس پر تمام انسانی عظمتوں شرافتوں بڑائیوں رفعتوں اور کمالات کی انتہا ہو جاتی ہے تاکہ انہیں اندازہ ہو کہ اس دھرتی پر سب سے بڑے انسان اور شاہ عرب و عجم صلی اللہ علیہ وسلم کا ان غریب، مسکین، لاچار، کمزور اور چھوٹے لوگوں کے ساتھ کیا شفقت بھرا رویہ اور ہمدردانہ برتاؤ رہا ہے۔

سیرت نبوی ایک بحر ذخار اور بحر بے کنار ہے۔ اس کی کوئی حد اور انتہا نہیں۔ قرآن مجید کے متعلق مشکوۃ شریف کتاب فضائل القرآن میں ہے۔

لَا یَشْبَعُ مِنْهُ الْعُلَمَاءُ وَلَا یَخْلَقُ عَنْ کَثْرَةِ الرَّدِّ وَلَا تَنْقَضِی عَجَائِبُهُ

"اس سے علماء کبھی سیر نہیں ہوں گے۔ (یہ قرآن) بار بار کے تکرار سے کبھی پرانا نہیں ہو گا (کہ دل اس سے اکتا جائیں) اور اس کے عجائب (اسرار اور علوم و معارف) کبھی ختم نہیں ہونگے۔"

معلوم ہوا جس طرح قرآن مجید کے عجائب (اسرار و معانی) قیامت تک ختم نہیں ہوں گے اس طرح اس رسول رحمت اور صاحب خلق عظیم ﷺ کی سیرت و اخلاق کے عجائب بھی ختم نہیں ہوں گے جن کے اخلاق بقول سیدہ عائشہ؄ سراپا قرآن تھے (مستدرک حاکم ۲: ۶۱۳ طبع حیدر آباد دکن)

سیرت نبوی کے مختلف موضوعات پر چودہ صدیوں میں مختلف زبانوں میں جتنا کچھ لکھا گیا ہے اتنا کسی اور کی سیرت پر نہیں لکھا گیا۔ مگر اس کے باوجود بڑے سے بڑا سیرت نگار یہ کہنے پر مجبور ہے کہ

نہ حسنش غایتے دارد نہ سعدی را سخن پایاں
بمیرد تشنہ مستسقی و دریا ہم چناں باقی

Marfat.com

سیرت طیبہ پر ہزاروں دفتر لکھے جانے کے باوجود بھی یہ کہے بغیر چارہ نہیں کہ

دفتر تمام گشت و بپایاں رسید عمر
ما ہمچناں دراول وصف تو ماندہ ایم

کیونکہ

فَإِنَّ فَضْلَ رَسُولِ اللّٰهِ لَيْسَ لَهٗ
حَدٌّ فَيُعْرِبَ عَنْهُ نَاطِقٌ بِفَمِ

اس کتاب میں میرا کچھ نہیں۔ یہ سب کچھ میرے غریب پرور مسکین نواز، خورد نواز، یتیموں کے والی، غلاموں کے مولیٰ، بے سہاروں کے سہارا، بے آسروں کے آسرا، بے چاروں کے چارہ، بے کسوں کی کس، بے پناہوں کے پناہ گاہ، بے زوروں کے زور، بے چینوں کے چین، دکھی دلوں کے سرور، غریبوں کے غمگسار، افسردہ جانوں کے طبیب لبیب، مردہ دلوں کے لیے بارانِ رحمت، گدایانِ امت کے ظلمت خانوں کے چراغ، فقراء کے انیس اور کمزور لوگوں کے جلیس رحمۃ للعالمین نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ اس میں اللہ کریم نے مجھے صرف اتنی سعادت بخشی ہے کہ میں نے وسیع و عریض گلشن سیرت میں پھیلے اور بکھرے ہوئے خوشبودار پھولوں میں سے ایک خاص رنگ یا خاص قسم کے پھول چن کر یہ گلدستہ تیار کرنے یا دوسرے لفظوں میں سیرت نگاروں اور محدثین (نور اللہ قبورھم) کے کمال اخلاص احتیاط اور لاجواب مساعی سے تیار کردہ مستند علمی خزینوں اور دفینوں میں سے اپنی صلاحیت و استعداد کے مطابق سیرت کے یہ چند موتی سمیٹنے کی کوشش کی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اتنا کچھ جمع کرنے اور اکٹھا کرنے کے باوجود

"ابھی اس بحر میں باقی ہیں لاکھوں لولوئے لالہ"

والی بات ہے۔ بہر حال بحر سیرت سے جتنے کچھ موتی میں اپنے تنگ دامن میں سمیٹ سکا ہوں وہ حاضر ہیں۔ ساتھ ہی ہر موتی کے اصل اور معتبر خزینہ (حوالہ) کا پتہ بھی بتا دیا ہے۔ البتہ میں نے محدثین اور سیرت نگاروں سے معذرت کے ساتھ بعض مقامات پر ایک "گستاخی" کی ہے وہ یہ کہ بعض واقعات اور تفصیلات میں "زبان

Marfat.com

حال" کو "زبان قال" کا جامہ پہنا دیا گیا ہے۔

یہاں یہ وضاحت کر دینا بھی ضروری ہے کہ کتاب ہذا کوئی مستقل اور مکمل سوانح نہیں۔ اس میں سیرت کے صرف ایک خاص پہلو سے بحث کی گئی ہے جیسا کہ کتاب کے نام سے ظاہر ہے۔ لہٰذا اس میں سیرت نبوی اور سوانح محمدی کی صرف وہی چیزیں ہیں جو اس پہلو سے تعلق رکھتی ہیں۔ باقی سب کو چھوڑ دیا گیا ہے۔ پھر کتاب چونکہ عقائد اور احکام کے موضوع پر نہیں بلکہ فضائل اور اخلاق نبویؐ پر ہے اس لیے فنی نقطہ نگاہ سے روایات پر جرح و تعدیل کی چنداں ضرورت نہیں سمجھی گئی۔

میری یہ ناتمام سی مساعی اگر کسی صاحب ایمان کے دل میں ذوق و شوق اور عشق و محبت کی ایک چنگاری بھی بھڑکا دیتی ہے' اسوہ رسول کی طرف کوئی کشش اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی کوئی لہر پیدا کر دیتی ہے' اس کے مضامین سے کسی کو فائدہ پہنچ جاتا ہے اور کسی انسان کے اندر عمل کا شوق و جذبہ پیدا ہو جاتا ہے تو میں سمجھوں گا کہ میری محنت ٹھکانے لگی اور اس وقت کہہ سکوں گا کہ

شادم از زندگی خویش کہ کارے کردم

اس مقام پر میں اپنے محسن و مہربان اور شفیق استاد حضرت مولانا سید محمد متین ہاشمی رحمتہ اللہ علیہ کے لئے مغفرت اور بلندی درجات کی دعا کرنا بھی ضروری خیال کرتا ہوں کہ سیرت نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے موضوع سے بتوفیقہ تعالیٰ راقم الحروف کا قلبی تعلق اور وابستگی انہیں کی صحبت اور انہیں کی عشق و محبت نبوی میں ڈوبی ہوئی تحریروں اور جذباتی تقریروں سے ہوئی۔ اللہ کریم ان کی مرقد پر اپنی کروڑوں رحمتیں اور برکتیں نازل فرمائے۔ (آمین)

یہاں میں اپنے ادارے اور بالخصوص محبی و مخلصی برادر مکرم حافظ غلام حسین صاحب قائم مقام ڈائریکٹر کا دل کی اتھاہ گہرائیوں سے شکریہ ادا کرنا بھی اپنا اخلاقی فرض سمجھتا ہوں کہ انہیں کی توجہ اور مہربانی سے یہ کتاب زیور طبع سے آراستہ ہونے کے قابل ہوئی۔ جَزَاهُمُ اللّٰهُ خَيْرًا

Marfat.com

اب اللہ کریم سے جو رحمٰن ہے رحیم ہے ستار ہے' غفار ہے' یہ دعا کرتا ہوں کہ وہ میری اس کوشش کو قبول فرمائے اور میری بخشش و مغفرت کا ذریعہ بنائے۔ دوسرے بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز سیرت کے رستے پر چلتے ہوئے میرا قدم غیر شعوری طور پر اگر کہیں لڑکھڑایا ہے یا میرا قلم اعتدال و توازن کھو بیٹھا ہے یا اس بارگاہ عالی میں جہاں فرشتوں کو پر مارنے کی اجازت نہیں اور جو

ادب گاہیست زیر آسمان از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنیدؒ و بایزیدؒ اینجا

کی آئینہ دار ہے' کوئی ادنیٰ سی بھی بے ادبی ہو گئی ہو تو اس گناہگار کے اعمال کو حبط نہ فرمادے جو پہلے ہی تہی دامن ہے

آخر میں مجھے اپنی کم علمی اور کم مائیگی کا پورا پورا اعتراف ہے۔ تاہم میں نے حتی الامکان کوشش کی ہے کہ کتاب میں کوئی غلط بات نہ آنے پائے اس کے باوجود بتقاضائے بشریت غلطی کا صدور بعید از قیاس نہیں۔ اس لئے قارئین سے التماس ہے کہ اگر کسی بھائی کے سامنے کوئی غلط یا قابل اصلاح چیز آئے تو اس سے ناچیز مؤلف کو آگاہ کرنا ان کی بہت بڑی نیکی اور علمی خدمت ہو گی۔

حضورؐ کا ادنیٰ اور غریب امتی
حافظ محمد سعد اللہ
ریسرچ آفیسر مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری لاہور
۲۱ ذیقعدہ ۱۴۱۳ھ / ۱۴ مئی ۱۹۹۳ء بروز جمعہ

Marfat.com

باب اول

بعثت نبوی سے قبل غریبوں کی حالت

(نوٹ : حوالہ جات باب کے آخر میں ملاحظہ فرمائیں)

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقدیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الرؤف الرحیم الکریم. امابعد!

اللہ کریم نے پنی تکوینی حکمتوں کے تحت جس طرح اس دنیا میں کسی انسان کو خوبصورت پیدا کیا اور کسی کو بدصورت۔ کسی کو گورا کسی کو کالا' کسی کو صحیح الاعضاء کسی کو معذور لنگڑا لولا' کسی کو دانا' کسی کو بے وقوف' کسی کو عربی کسی کو عجمی' کسی کو مشرق میں جنم دیا اور کسی کو مغرب میں اسی طرح اس حکیم خالق و مالک نے اپنی بعض تکوینی مصلحتوں اور انتظامی ضرورتوں کی بنا پر دنیا میں کسی کو مالدار بنایا اور کسی کو نادار' کسی کو سرمایہ دار کسی کو غریب۔ کسی کو حاکم کسی کو محکوم' کسی کو افسر کسی کو ماتحت' کسی کو آقا کسی کو غلام' کسی کو مالک کسی کو خادم' کسی کو کارخانہ دار کسی کو مزدور' کسی کو جاگیردار' کسی کو کسان:

نرالا ہے تو مولیٰ اور نرالی ہیں تیری شانیں
کسی کو خاک کی ڈھیری کسی کو سنگ مرمر دے
جلالی ہے عجب اس قادر قیوم کی قدرت
کسی کو تاج سلطانی کسی کو بھیک دردر دے

اور اسی طرح باہمی تعارف اور پہچان کے لیے اس نے کسی کو سادات خاندان میں پیدا کیا اور کسی کو قریش میں' کسی کو خان اور کسی کو میاں' کسی کو مہ

Marfat.com

اور کسی کو چودھری کسی کو بڑے خاندان، بڑے قبیلے اور بڑی قوم میں پیدا کیا اور کسی کو چھوٹے خاندان قبیلے اور قوم میں۔ یہ امارت و غربت، حاکمیت و محکومیت، افسری و ماتحتی، قریشی و غیر قریشی اور زمیندار و غیر زمیندار کے وقتی امتیازات، اونچ نیچ اور درجہ بندیوں کی ضرورت بالکل اسی طرح ہے جس طرح ایک کارخانے یا ادارے کو چلانے کے لیے مالک منیجر انجینئر کاریگر فنی ماہرین، مزدور، نائب قاصد، مالی، چوکیدار اور اردلی وغیرہ تک کی ہر سطح اور ہر درجہ کے آدمیوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ بات تو عقل ہی کے خلاف ہے کہ سارے آدمی ایک ہی سطح اور ایک ہی درجہ کے ہو جائیں اور اگر ایسا ہو تو ایک معمولی ادارے کا چلنا بھی مشکل ہو جاتا ہے چہ جائیکہ اس عظیم نظام کائنات کو چلایا اور اسکی رونق اور چہل پہل کو قائم و دائم رکھا جائے۔

گلہائے رنگارنگ سے ہے زینت چمن
اے ذوق اس جہاں کو ہے زیب اختلاف سے

جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے محض تکوینی و انتظامی مصلحتوں کی وجہ سے بعض لوگوں کو بڑا، صاحب اقتدار، مالدار اور خاندانی بنایا تھا مگر ربانی اور پیغمبرانہ تعلیمات و ہدایات سے نابلد قوموں اور انسانی معاشروں میں ان بڑوں، دولت مندوں سرمایہ داروں اصحاب اقتدار اور اصحاب جاہ و مال نے اپنی بڑائی دولت مندی اور سرمایہ داری کو اللہ کے نزدیک اپنے قرب و قبولیت کا باعث اور مال و دولت کی فراوانی کو اپنا ذاتی خاندانی اور موروثی کمال سمجھا (۱) اور انہیں مال و دولت کا وہ نشہ چڑھ کے رہا جو عام طور پر مال دار لوگوں (اِلّا ماشاءَ اللہ) کو چڑھ جایا کرتا ہے۔ (۲) مال و دولت، حکومت و اقتدار اور نسلی و خاندانی بڑائی کے نشہ میں انہوں نے غرباء، مساکین، غلاموں، خادموں، نوکروں، چاکروں، ماتحتوں اور چھوٹی اور غریب قوم کے لوگوں کو ہمیشہ کم درجے کا گھٹیا درجے کا اور کمزور شہری سمجھا۔ معاشرے میں ہر طرح کی ذلت و خواری گویا ان بیچاروں کا مقدر تھی۔ تذلیل و تحقیر گویا ان کی قسمت میں لکھی تھی۔ ''نزلہ بر عضوِ ضعیف ریزد'' کے مصداق ہر قسم کا ظلم اور زیادتی ان پر جائز تھی۔ کسی قسم کی عزت و

Marfat.com

آبرو کے وہ حقدار نہ تھے۔ ان غریبوں کو بڑوں کی خواہشات کی بھینٹ چڑھا دیا جانا معمولی بات تھی۔ کولہو کے بیل کی طرح یہ بے چارے دن رات بڑوں کے کام اور خدمت میں یوں لگے رہتے گویا ان کی تخلیق ہی خدمت گزاری اور حقے بھرنے کے لیے ہوئی تھی۔ طرح طرح کی ان سے بیگار لی جاتی اور ان کا استیصال کیا جاتا۔ انہی غریبوں کی ہڈیوں پر بڑے لوگوں کے قصور و محلات تعمیر ہوتے رہے اور انہی کے خون پسینہ سے بڑے لوگوں کے عشرت کدے اور فلک نما مکانات تعمیر ہوتے رہے۔ حیوانوں کی طرح ان سے باربرداری کا کام لیا جاتا۔ ان کے کوئی انسانی حقوق نہ تھے۔ اپنے حق کے لیے آواز بلند کرنے کے وہ مجاز نہ تھے پتہ نہیں ان کے کتنے احساسات اور جذبوں کو کچل دیا جاتا اور معلوم نہیں ان کی کتنی آرزوؤں کا خون کیا گیا اور کتنی حسرتوں کو ناتمام غمگین دلوں میں لیے وہ اپنی قبروں میں چلے گئے۔ نہ معلوم ان کے کتنے ہی خواب ادھورے رہ گئے۔

ایک بہت بڑے محقق (علامہ محمد فرید وجدی) اس سیاہ تاریخ کے بارے میں یوں رقم طراز ہیں: "جس قوم پر بھی نظر ڈالی جائے دو ہی طبقے نظر آتے ہیں تیسرا نہیں۔ ایک خوشحال طبقہ اور دوسرا تنگ دست۔ خوشحال طبقہ خوب تومند ہوتا رہا۔ اور تنگ دست طبقہ لاغر ہوتے ہوئے زمین سے چمٹ کر رہ گیا۔ نتیجہ یہ کہ اجتماعی زندگی کی بنیادیں کمزور پڑ گئیں اور ان عیش پرستوں کو کچھ پتہ نہیں کہ کس گوشے سے چھت زمین پر آرہی ہے۔

مصر زمانہ قدیم میں جنت نشان تھا جہاں پیداوار اس کثرت سے ہوتی کہ مصر سے کئی گنا زائد آبادی کے لیے کافی ہو سکتی تھی لیکن غریب طبقہ کو کھانا میسر نہیں تھا کیونکہ خوشحال طبقہ ان کے لیے کوئی غذا باقی نہیں رہنے دیتا تھا سوائے بھوسے کے جس سے نہ صحت بن سکتی ہے اور نہ ہی بھوک رفع ہو سکتی ہے۔ بابل کا حال بھی مصر جیسا ہی تھا۔ وہاں کی پیداوار میں بھی غریبوں کا کوئی حصہ نہیں تھا حالانکہ اس ملک کی سرزمین بڑی زرخیز تھی...... اور بعض ممالک کا حال پڑھ کر تو رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ وہاں مالدار غریبوں کو گندے کاموں کے لیے مجبور کرتے تھے اور معمولی سی لغزش پر انہیں بکروں کی طرح ذبح کرتے تھے.........

Marfat.com

ایتھنز میں مالدار غریبوں کے ساتھ یہ سلوک روا رکھے ہوئے تھے کہ اگر وہ خراج ادا نہ کرتے تو انہیں غلاموں کی طرح فروخت کر دیا جاتا اور روم میں جہاں قوانین نے جنم لیا اور جو قانون دانوں کی سرزمین تھی خوشحال لوگ بری طرح عوام پر مسلط ہوگئے تھے اور ان کے مقابلہ میں اپنے کو ممتاز خیال کرتے تھے اور عوام کی حیثیت ان کی نظر میں وہی تھی جو ہندوؤں کی نظر میں اچھوتوں کی تھی اور اگر انہیں چند کوڑیاں دیتے بھی تو ان سے سخت خدمت لینے کے بعد۔ علامہ میشلیہ نے ان کی تصویر کشی اس طرح کی ہے: "ایک طرف غریبوں کی غریبی میں روز بروز اضافہ ہوتا اور دوسری طرف دولت مندوں کی دولت بڑھتی رہتی پھر جب سلطنت رومانیہ کا زوال ہوا اور یورپین حکومتیں قائم ہوئیں تو غریبوں کی حالت اور زیادہ خراب ہوگئی یہاں تک کہ انہیں ہر جگہ جانوروں کی طرح فروخت کیا جانے لگا۔ یہ تھی اس زمانے میں غریبوں کی حالت اور یہ تھا غریبوں کے بارے میں مالداروں کا موقف۔

(ڈاکٹر یوسف القرضاوی: فقہ الزکوٰۃ (اردو ترجمہ): ص ۱۲ تا ۱۴ طبع لاہور)

ان غریب اور کمزور لوگوں کے ساتھ ہمیشہ دنیا میں جو ذلت آمیز سلوک روا رکھا گیا یا شریعت سے بے خبر وڈیروں نے بعض جگہوں پر اب بھی روا رکھا ہوا ہے زمین اپنی وسعتوں کے باوجود ان پر تنگ ہو چکی ہے اور دنیا تاریک۔ اس کا صحیح اندازہ اور احساس بیچارے وہی غریب کر سکتے ہیں جو اس نازک صورت حال سے دوچار ہیں۔ میں اور آپ اس اذیت کا اندازہ نہیں کر سکتے۔

شب تاریک وبیم موج و گردا بے چنیں حائل
کجا دانند حال ما سبک ساران ساحلہا

بہرکیف دنیا میں غریبوں کی بے چارگی زبوں حالی ان پر بے تحاشہ مظالم، ان کے بیباکانہ استیصال اور کس مپرسی کی داستانیں بڑی دردناک الم ناک، ہولناک افسوسناک، ذلت آمیز، دکھ بھری، رنج بھری اور بڑی طویل ہیں۔ ہر بڑے آدمی (الا ماشاء اللہ) نے اپنے سے چھوٹے آدمی کا جتنا ہو سکا ہے ہمیشہ استحصال کیا ہے۔

Marfat.com

درد کے قصے نہ پوچھ' ہیں یہ طولانی بہت
جملے جملے سے اٹڈ آئے گی حیرانی بہت

ذیل میں "مشتے از خروارے" کے طور پر سابقہ امتوں میں اور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل عرب معاشرے' دنیا کی متمدن قوموں اور ممالک میں غریبوں و مسکینوں' غلاموں خادموں' کمزوروں' پیشہ ور' کاریگروں اور "کمیوں" پر مظالم اور معاشرہ میں انکی ناقدری' بے وقعتی' رذالت و ذلالت اور بڑے لوگوں کی خردماغی' سنگ دلی' رعونت' بڑائی' نخوت' بے ترسی' بے رحمی' خدا سے بے خوفی اور انکی ذہنیت و سوچ کا تذکرہ اختصار کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ تاکہ ان غریب لوگوں کے ساتھ نبی اکرمؐ کے بے نظیر شفقت بھرے رویہ اور اقوام عالم کے ظالمانہ رویہ کے درمیان موازنہ کیا جاسکے کیونکہ:

تعرف الاشیاء باضدادھا

چیزیں اپنی ضد کے ذریعے ہی پہچانی جاتی ہیں۔

Marfat.com

فصل

انبیاءِ کرامؑ پر اُمراء کے ایمان نہ لانے کی بڑی وجہ

اسلام اور دین و مذہب کی پوری تاریخ اس امر پر شاہد ہے کہ اللہ کریم نے کسی بھی منصب، عہدے اور ذمہ داری کی اہلیت کا دارومدار یا معیار مال و دولت، روپیہ پیسہ اور امارت و سرداری کو نہیں بنایا یعنی یہ کبھی نہیں ہوا کہ دین الٰہی میں کوئی عہدہ یا کوئی منصب یا کوئی ذمہ داری کسی آدمی کے سپرد محض اس وجہ سے اور اس بنیاد پر کی گئی ہو کہ وہ مالدار دولت مند روپے پیسے والا اور امیر یا سردار زادہ ہے۔ تو بھلا نبوت و رسالت جیسے عالی مقام منصب اور عظیم و اہم ذمہ داری کے معاملے میں یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کسی امیر کبیر کو ہی نبی بناتا اور کسی غریب و فقیر انسان کو نبوت کے منصب پر فائز نہ کرتا۔ وہ خبیر و بصیر، عالم الغیب والشہادۃ کو اور الرعلیم بذات الصدور ہے اسے اچھی طرح معلوم تھا کہ شرف نبوت و رسالت کا کون انسان اہل تھا اور کون ان اہم و نازک ذمہ داریوں کو جرات و استقلال سے نبھا سکتا تھا۔ اسے کسی سے پوچھنے اور مشورہ کرنے کی حاجت نہیں تھی:

- اَللّٰہُ اَعۡلَمُ حَیۡثُ یَجۡعَلُ رِسَالَتَہٗ (الانعام: ۱۲۴)

یعنی۔ اللہ اس آدمی کو اچھی طرح جاننے والا ہے جسے وہ اپنی رسالت کے منصب پہ فائز کر رہا ہے۔

اس لیے اس نے بہت سے ایسے عالی ہمت انسانوں کو نبوت و رسالت کے لیے منتخب فرمایا جو باطنی اوصاف و کمالات سے تو مالامال مگر مالی اعتبار سے کم مایہ

Marfat.com

بے سروسامان، غریب اور مفلوک الحال تھے کیونکہ:

ذَالِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ

یہ اللہ کا فضل ہے وہ جسے چاہتا ہے عنایت فرما دیتا ہے۔ اس میں کسی آدمی کے کسب کا دخل نہیں ہوتا۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
تانہ بخشد خدائے بخشندہ

مگر اکثر مالدار سرمایہ دار اور قارون صفت لوگوں نے ان معصوم اور فرشتہ سیرت انبیاءؑ کو محض ان کے دنیوی اعتبار سے بے سروسامان ہونے کی وجہ سے جھٹلایا۔ اللہ کے ان منتخب نمائندوں کی پاک اور منزہ ذاتوں اور سیرت و کردار میں نہ تو کوئی عیب یا اخلاقی نقص ہونا تھا اور نہ عقلی طور پر ہو سکتا تھا۔ نہ وہ کوئی چندہ مانگتے تھے کہ کسی نازک مزاج پر بوجھ بنتے۔ ان کا کوئی جرم یا قصور تھا تو وہ یہی تھا کہ وہ مالی اعتبار سے غریب تھے اور غریب خاندانوں سے تعلق رکھتے تھے۔ اس لیے رُؤساء، اُمرا اور سردار زادگان ان غرباء پر ایمان لانا، ان کی تصدیق کرنا اور ان کو اپنا مُطاع و پیشوا تسلیم کرنا اپنی ہتک و توہین اور کسرِشان سمجھتے تھے۔ ان کے نزدیک کوئی غریب آدمی کسی ادنیٰ سے ادنیٰ منصب کا بھی اہل نہیں تھا چہ جائیکہ کوئی غریب آدمی نبوت جیسے بلند مقام پر فائز ہو جائے۔ وہ ہر قسم کے چھوٹے بڑے عہدوں کا مستحق کسی امیر آدمی کو ہی گردانتے تھے۔ جس کی وجہ یہ تھی کہ وہ اپنی دولت مندی، مرفہ الحالی، خوشحالی اور مال و اولاد کی کثرت کو اپنے برسرحق ہونے کی دلیل سمجھتے تھے۔ وہ اولاً ______ تو انسانوں میں نبوت کے قائل ہی نہ تھے اور اگر اللہ نے کسی انسان کو ہی نبی بنانا تھا تو ان کے زعم میں لازمی تھا کہ وہ نبی امیر کبیر اور کھاتے پیتے گھرانے سے تعلق رکھتا ہو۔ ان کے مزعومہ اور خود ساختہ تصورات و عقائد کے برعکس جب کسی غریب آدمی نے باذن الٰہی نبوت کا دعویٰ کیا تو بڑے لوگوں نے ہمیشہ اس کے ساتھ استہزاء اور ٹھٹہ مذاق کیا اور اس کے دعویٰ کی تکذیب کی۔ اللہ کریم نے سورہ سبا میں امم سابقہ کے امراء و کبراء اور مرفہ الحال لوگوں کی انبیاء کے بارے میں عام روش کا تذکرہ

Marfat.com

کرتے ہوئے فرمایا:

وَمَا اَرْسَلْنَا فِیْ قَرْیَةٍ مِّنْ نَّذِیْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَا اِنَّا بِمَا اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ۔ وَقَالُوْا نَحْنُ اَكْثَرُ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا وَّمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِیْنَ ○
(سورۃ سبا: ۳۴۔ ۳۵)

اور ہم نے کسی بستی میں کوئی ڈرانے والا نہیں بھیجا مگر یہ کہ وہاں کے خوشحال لوگوں نے یہی کہا کہ ہم تو اس (دین) کے منکر ہیں جسے دیکر (تمہارے زعم میں) تمکو بھیجا گیا ہے۔ اور انہوں نے کہا: ہم تو مال و اولاد میں (تم سے) زیادہ ہیں اور ہم کو عذاب ہونا نہیں۔ (ترجمہ: مولانا عبدالماجد دریا بادی)

اللہ تعالیٰ نے ہر دور کے رؤسا اور امراء و کبراء کی اس ذہنیت اور اس مزعومہ کا جواب دیتے ہوئے قرآن مجید میں متعدد مقامات پر اس امر کی تصریح فرمائی کہ ظاہری خوشحالی، مال و دولت کی فراوانی، کثرت اولاد اور اعوان و انصار کی اکثریت ہرگز سچائی کی دلیل نہیں جیسا کہ اکثر بڑے لوگ سمجھ رہے ہیں۔ یہ تفاوت اور اونچ نیچ تو تمامتر مشیت تکوینی اور انتظامی مصالح کے ماتحت ہے۔ مرضی الٰہی سے ان چیزوں کا کوئی تعلق نہیں۔ اس حقیقت کو واضح کرنے کے لیے آخر الزمان پیغمبر ﷺ کو ارشاد ہوا:

قُلْ اِنَّ رَبِّیْ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیَقْدِرُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ۔ وَمَآ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ بِالَّتِیْ تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰٓی
(سورۃ سبا: ۳۶)

آپ فرما دیجئے میرا پروردگار زیادہ روزی دیتا ہے جس کو چاہتا ہے اور تنگ کر دیتا ہے (روزی جسکے لیے چاہتا ہے) لیکن اکثر لوگ (اس چیز کا) علم نہیں رکھتے۔ تمہارے مال اور تمہاری اولاد میں کوئی ایسی چیز نہیں جو تمہیں کسی درجہ میں ہمارا مقرب بنا دے۔

Marfat.com

حضرت نوح علیہ السلام کی دعوت اور اُمراء

اولوالعزم پیغمبر حضرت نوح علیہ السلام نے کمال شفقت اور کمال خیر خواہی کے جذبے سے اپنی قوم کو توحید الٰہی کی دعوت دی اور آخرت کے عذاب سے ڈرایا تو بجائے اسکے کہ وہ آپ کی خیر خواہانہ دعوت پر غور و فکر کرتے' ان کی سرادری کی رگ پھڑک اٹھی اور ان کی امارت و قیادت اور چودھراہٹ و نمبرداری کو خطرہ لاحق ہو گیا سرداران قوم اور شرفاء معززین جھٹ بول اٹھے:

مَانَرٰاکَ اِلاَّ بَشَرًا مِّثْلَنَا وَمَا نَرٰاکَ اتَّبَعَکَ اِلاَّ الَّذِیْنَ ہُمْ اَرَاذِلُنَا بَادِیَ الرَّاْیِ وَمَا نَرٰی لَکُمْ عَلَیْنَا مِنْ فَضْلٍ بَلْ نَظُنُّکُمْ کَاذِبِیْنَ ٥ (ھود: ۲۷)

ہم تو تمہیں اپنے ہی جیسا ایک انسان دیکھتے ہیں اور ہم تو بس یہی دیکھتے ہیں کہ تمہارے پیرو وہی لوگ ہوئے ہیں جو ہم میں سے بالکل رذیل ہیں (اور وہ بھی) سرسری رائے سے۔ اور ہم تمہارے اندر اپنے آپ پر کسی قسم کی فضیلت و برتری بھی نہیں دیکھتے۔ اس لیے ہم تو تمہیں جھوٹا ہی سمجھتے ہیں۔

قوم نوح کے رؤسا کا پاک پیغمبر حضرت نوح علیہ السلام کو

مَانَرٰاکَ اِلاَّ بَشَرًا مِّثْلَنَا

کہنا دراصل اس بات کی تعریض تھی کہ بھلا تم کیسے نبوت کے مستحق ہوسکتے ہو اللہ کو اگر کسی بشر کو نبی بنانا تھا تو وہ یہ نبوت ہم میں سے کسی رئیس کو کیوں نہ دیتا۔ زمخشری نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے:

(یہ تعریض ہے اس امر کی وہ (رؤسا) حضرت نوح علیہ السلام سے نبوت کے زیادہ حقدار تھے۔ اگر اللہ نے کسی بشر میں نبوت کی صفت رکھنے کا ارادہ کیا تھا تو وہ ضرور نبوت کو ان

Marfat.com

روسا میں ہی رکھتا۔)

حضرت شعیبؑ کے ساتھ امراء کا رویہ

یہ انسانی طبیعت اور نفسیات کا خاصہ ہے کہ جب تک قائل کی کوئی ذاتی عظمت عام عقیدت، کوئی خاندانی وجاہت کوئی معاشرتی حیثیت، کوئی نسلی و نسبی شرافت یا کوئی منصبی خوف سامعین کے دل میں نہ ہو اس وقت تک اس قائل کی کوئی بات وزن نہیں رکھتی۔ اس کی بات پر توجہ دینے اور کان دھرنے کے لیے کوئی آدمی تیار نہیں ہوتا چاہے وہ بات کتنی ہی سچی ہو، کتنی ہی خیر خواہی کے جذبے سے کہی گئی ہو اور کتنی ہی خوبصورت انداز میں بیان کی گئی ہو۔ کہنے والا چاہے کتنا ہی فلاسفر اور دانشور ہو۔ اسکے برعکس جب کوئی الٹا سیدھا حکم اور اوٹ پٹانگ بات کسی بڑے آدمی کے منہ سے نکلتی ہے تو وہی اوٹ پٹانگ بات "کلام السلوک ملوک الکلام" کے مصداق اخبارات میں آٹھ کالمی سرخیوں سے چھپتی ہے۔ پھر اس مہمل بے جوڑ، بے مقصد، فضول اور لچربات کو بامقصد اور بامعنی بنانے اور ثابت کرنے کے لیے بڑے بڑے خوشامدی دانشور تجزیہ نگار، تبصرہ نگار اور صحافی میدان میں آجاتے ہیں اور اس بے ہودہ بات کو اپنے تئیں معنی خیز ثابت کر دکھاتے ہیں۔

کچھ اسی قسم کا معاملہ اور اسی قسم کی صورت حال خطیب الانبیاء حضرت شعیب علیہ السلام کے ساتھ پیش آئی۔ اللہ کریم نے نبوت کے ساتھ ساتھ انہیں فصاحت و بلاغت اور میدان خطابت کی شہسواری بھی عنایت فرمائی تھی۔ اسی لیے انہیں تاریخ میں خطیب الانبیاء کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ مگر اس شعلہ بیان اور فصیح و بلیغ خطیب کی حکمت بھری باتیں اس کی متمرد و سرکش قوم سننے اور سمجھنے کے لیے تیار نہ تھی۔ وجہ وہی تھی کہ وہ قیمتی باتیں، انمول موتی اور پھول دنیوی و مادی لحاظ سے ایک نادار اور کمزور کے منہ سے جھڑ رہے تھے۔ آپ نے انہیں اپنے مخصوص انداز میں سمجھانے کی کوشش کی تو بڑے لوگ ازراہِ تکبر و نخوت ناک بھوں چڑھاتے ہوئے دھمکی کے انداز میں کہنے لگے:

Marfat.com

یٰشُعَیْبُ مَا نَفْقَهُ كَثِیْرًا مِّمَّا تَقُوْلُ وَاِنَّا لَنَرٰىكَ فِیْنَا ضَعِیْفًا وَلَوْ لَا رَهْطُكَ لَرَجَمْنٰكَ وَمَاۤ اَنْتَ عَلَیْنَا بِعَزِیْزٍ (سورۃ ھود: ۹۱)

اے شعیب! تمہاری کہی ہوئی بہت سی باتیں ہماری سمجھ میں نہیں آتیں اور ہم تم کو اپنے (مجمع) میں کمزور ہی دیکھتے ہیں اور اگر تمہارے کنبہ کا ہمیں لحاظ نہ ہوتا تو ہم تمہیں سنگسار کر چکے ہوتے اور تم ہم پر کچھ غالب تو نہیں۔ (مولانا عبدالماجد دریا بادی)

صاحب کشاف کے نزدیک "فِیْنَا ضَعِیْفًا" سے انکی ایک مراد تو یہ تھی کہ اے شعیب! نہ تو تمہارے پاس کوئی قوت و طاقت ہے اور نہ ہی ہمارے معاشرے میں تمہاری کوئی عزت یا مقام ہے اگر ہم تمہیں کوئی نقصان یا گزند پہنچانا چاہیں تو تم بچ نہیں سکتے ہم تو محض تمہارے خاندان کی وجہ سے چپ ہیں کیونکہ وہ لوگ ہمارے مذہب و مسلک پر قائم ہیں اگر تمہارے خاندان کی رعایت مقصود نہ ہوتی تو کب کے رجم کیے جاچکے ہوتے۔ دوسرے "ضعیفا" کہنے سے ان کے ذہن میں یہ نظریہ تھا کہ اے شعیب! تمہاری ہمارے درمیان کوئی حیثیت اور وقعت نہیں تم (العیاذ باللہ) ایک ذلیل حقیر گھٹیا اور چھوٹے درجے کے آدمی ہو۔ یہ بھلا کیسے ممکن ہے کہ ہم شریف معزز اور خاندانی لوگ تمہارے جیسے غریب آدمی کی پیروی کرنے لگ جائیں۔ (۴)

اصحاب الایکہ چور بازاری، بے ایمانی، دغا فریب اور کم ناپ تول کے ذریعے کمائی ہوئی اور اکٹھی کی ہوئی دولت کے نشے میں معصوم پیغمبر حضرت شعیب علیہ السلام سے استہزائیہ انداز میں کہتے کہ (نقل کفر کفر نہ باشد) آخر تمہیں کونسا سرخاب کا پر لگا ہوا ہے یا تمہارے اندر کونسی ایسی امتیازی خوبی یا کمال ہے کہ اللہ نے تمہیں ہم جیسے معززین کی طرف نبی بنا کر بھیجا۔ تم ہمارے ہی جیسے آدمی ہو اللہ نے اگر کسی انسان کو نبی بنانا ہوتا تو وہ یقیناً" ہم مالدار لوگوں میں سے کسی کو نبی بناتا۔

Marfat.com

وَمَا اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَاِنْ نَّظُنُّكَ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ (۵)

تم کچھ نہیں ہو مگر ہماری طرح کے ایک بشر اور ہمارا خیال ہے کہ تم (اپنے دعویٰ میں) جھوٹے آدمی ہو۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور سرکش فرعون

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے منصب نبوت پر فائز فرما کر متعدد معجزات اور براہین سے مسلح کر کے فرعون مصر، اسکے متمرد درباریوں اور سرکش قوم کی طرف توحید کا پیغام دے کر بھیجا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام بظاہر نادار اور مفلس آدمی تھے۔ مصر سے بھاگ کر مدین میں حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس جا کر پناہ لی تھی غربت اور پردیس میں آٹھ دس سال تک ان کے ہاں اجرت پر کام کرتے رہے۔ اور انکی بکریاں چراتے رہے تھے۔ فرعون جیسا متکبر خزائن و باغات، کرو فر خدم و حشم کا مالک اور اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى کا نعرہ لگانے والا آدمی بھلا حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسے غریب آدمی کی بات سننے اور سمجھنے کے پلے کیسے تیار ہو سکتا تھا۔ مزید ستم ظریفی یہ تھی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اسکے پروردہ اور اسکی غلام قوم بنی اسرائیل کے باشندے تھے۔ اپنی غلام اپنی رعایا اور اپنے ماتحت لوگوں میں سے اور وہ بھی مفلوک الحال آدمی کا نبی بنا دیا جانا اس کے نزدیک بعید از قیاس تھا اپنی بڑائی اور کبریائی میں حضرت موسیٰ پر اسکی "نگہ" ہی نہیں پڑتی تھی وہ حضرت موسیٰؑ کو روپے پیسے کی آنکھ سے دیکھ اور جانچ رہا تھا۔ اسکے نزدیک ملک و اقتدار اور سونے چاندی کا مالک ہونا ہی حق اور بہتری کی دلیل اور معیار تھا۔ قرآن مجید میں ہے:

وَنَادٰى فِرْعَوْنُ فِىْ قَوْمِهٖ قَالَ يٰقَوْمِ اَلَيْسَ لِىْ مُلْكُ مِصْرَ وَهٰذِهِ الْاَنْهٰرُ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِىْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ. اَمْ اَنَا خَيْرٌ مِّنْ هٰذَا الَّذِىْ هُوَ مَهِيْنٌ وَّلَا يَكَادُ يُبِيْنُ. فَلَوْلَا اُلْقِىَ عَلَيْهِ اَسْوِرَةٌ مِّنْ ذَهَبٍ اَوْ جَآءَ مَعَهُ الْمَلٰٓئِكَةُ مُقْتَرِنِيْنَ.

Marfat.com

(سورہ الزخرف: ۵۱ تا ۵۳)

(اور فرعون نے اپنی قوم میں منادی کرا دی اور کہا کہ اے میری قوم والو! کیا مصر کی سلطنت میری نہیں؟ اور یہ نہریں جو میرے تحت میں بہہ رہی ہیں کیا تم یہ نہیں دیکھتے ہو۔ تو (بھلا بتاؤ) کہ کیا میں افضل اور بہتر نہیں ہوں اس شخص سے جو (ہمارے نزدیک) بالکل بے وقعت ہے اور بولنا تک اسے نہیں آتا۔ تو کیوں نہ اس پر سونے کے کنگن ڈالے گئے یا اس کے ساتھ فرشتے آئے پر جمائے ہوئے۔) ۶

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے صریح معجزات اور واضح برہانوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے کے باوجود فرعون اور اسکے سرکاری درباری امراء آپ پر جو ایمان نہ لائے آپ کی تکذیب کی اور آپ کو (العیاذ باللہ) بے حیثیت بے وقعت اور گھٹیا سمجھا تو اسکے پیچھے اہل مال اور اہل اقتدار کی یہی ذہنیت کارفرما تھی کہ کسی غریب قوم کا آدمی کیسے نبی ہو سکتا ہے۔ کسی غلام قوم کے فرد کی بات اور اسکی پیروی ہم آقا و مالک ہوتے ہوئے کیسے کر سکتے ہیں۔ حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام جب فرعون اور اسکے درباریوں کے پاس تشریف لائے اور اللہ کی طرف سے اپنے رسول ہونے پر ان سے ایمان و تصدیق کا مطالبہ کیا تو کہنے لگے:

أَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا وَقَوْمُهُمَا لَنَا عَابِدُونَ

(سورہ المومنون: ۴۷)

کیا ہم اپنے ہی جیسے دو انسانوں پر ایمان لے آئیں درآنحالیکہ انکی قوم ہماری غلام اور زیر حکم ہے۔

Marfat.com

فصل:

سابقہ امتوں میں غریب مؤمنین کی بے قدری

انبیاء کرامؑ اور انکی قوموں کے حالات کے مطالعہ سے ایک چیز تقریباً تمام جاہل اور مشرک اقوام میں قدر مشترک کے طور پر نظر آتی ہے اور وہ یہ کہ حیات دنیا کی بھول بھلیوں میں گرفتار اور پھنسے ہوئے اور دنیا ہی کو سب کچھ سمجھنے والے منکرین آخرت نے ہمیشہ انسانوں میں سے مالداروں اور اصحاب اقتدار کو ہی خواہ مخواہ معزز، شریف، قابل عزت، قابل احترام اور بڑا جانا جبکہ غریب و کمزور لوگوں کو ذلیل و خوار، رذیل غیر محترم، غیر معزز، حقیر اور جھوٹا قرار دیا۔ وہ بیچارے اپنے اخلاق، اعمال اور سیرت و کردار کے اعتبار سے کتنے ہی شریف اور باعزت کیوں نہ ہوں۔ مگر دنیا پرست اور نخوت شعار لوگ ان کو حقیر و ذلیل ہی سمجھتے آئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے سب نبی چونکہ سراسر رحمت، شفقت، محبت اور پیار تھے اور دوسرے انسانوں کو انسانوں کی غلامی اور بندگی سے نکالنے کے لیے تشریف لائے تھے اس لیے انہوں نے غریب لوگوں کو بھی بحیثیت انسان وہی درجہ، وہی مقام اور وہی عزت دی جو ایک بڑے آدمی اور امیر کو دی۔ چھوٹے بڑے اور امیر غریب کے تفاوت اور امتیاز کو بالائے طاق رکھتے ہوئے سب انسانوں کو عزت نفس دی اور حضرت انسان کی عزت، احترام اور تقدیس کا درد بھرا، محبت بھرا اور مخلصانہ عملی مظاہرہ کیا تو غریب لوگ ان کے پاس کھنچے چلے آئے۔ اور ان پر ایمان لے آئے۔ ان غرباء و مساکین اور کمزور لوگوں کے ہمیشہ پہلے ایمان لانے کی ایک عقلی وجہ یہ بھی تھی کہ ان پر حب مال، حب جاہ، حب اقتدار اور حب ریاست کی تہیں بہت ہلکی چڑھی ہوئی تھیں۔ کیونکہ مال و اقتدار کی بے جا محبت پیغمبروں پر ایمان و تصدیق کے معاملے میں عموماً ایک بڑی رکاوٹ رہی ہے۔ اس لیے عام طور پر پیغمبروں پر ایمان لانے والے شروع شروع میں غریب اور معاشرے کے پسے ہوئے لوگ ہی

Marfat.com

تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ابتداء میں ایمان لانے والے غریب مچھیرے تھے اور ایک قول کے مطابق دھوبی۔ (٦) کچھ یہی صورت حال ہمارے آخرالزمان پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھی پیش آئی۔ (۷)

حضرت نوح علیہ السلام پر ابتدائی ایمان لانے والے یہی غریب لوگ تھے۔ آپ کی سرکش قوم کے آپ پر ایمان نہ لانے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ وہ ان غریب مومنین کے پیغمبر ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے اور ساتھ ہوتے ہوئے اس پر ایمان لے آنا تو کجا پاس بیٹھنا بھی اپنی توہین سمجھتے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ اگر آپ ان غریب مؤمنین کو اپنی مجلس سے اٹھا دیں تب تو آپ کی بات سننے پر غور کیا جا سکتا ہے ورنہ نہیں۔ وہ کہتے تھے:

أَنُؤْمِنُ لَكَ وَاتَّبَعَكَ الْأَرْذَلُونَ (سورۃ الشعرا ۱۱۱)

کیا ہم تجھ پر ایمان لائیں درآنحالیکہ تیری اتباع کرنے والے رذیل لوگ ہیں۔

قوم نوح کا ان غریب مومنوں کو رذیل اور اپنے سے کم درجے کا سمجھنا اس وجہ سے تھا کہ وہ بیچارے نسلی، نسبی اور خاندانی اعتبار سے بڑے خاندانوں سے تعلق نہیں رکھتے تھے۔ دوسرے دنیوی اور مالی اعتبار سے بھی ان کا کوئی مقام نہیں تھا۔ ان کے حقیر سمجھے جانے کی ایک وجہ یہ بھی مفسرین نے لکھی ہے کہ وہ غریب لوگ اہل پیشہ تھے کپڑے بننے اور حجامت وغیرہ کا کام کیا کرتے تھے اس لیے بڑے لوگ انہیں "کمیں" سمجھتے ہوئے حقارت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ (۸)

غریبوں کا کمزور سمجھا جانا

انسانی تاریخ کے مطالعے سے اس امر کا بھی اندازہ ہوتا ہے کہ تقریباً ہر دور میں بڑے لوگوں، مالداروں، جابر حکمرانوں اور امیروں کبیروں نے معاشرے کے غریب لوگوں کو ہمیشہ کمزور، رذیل، حقیر، گھٹیا اور ذلیل سمجھا۔ اپنی طاقت، زور اور سرمایے کے بل بوتے پر ہمیشہ ان کو دبائے رکھا اور ان پر خطرناک حد تک انسانیت سوز مظالم ڈھاتے رہے۔ فرعون مصر کے متعلق قرآن مجید کا بیان ہے:

Marfat.com

اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِی الْاَرْضِ وَجَعَلَ اَهْلَهَا شِيَعًا يَّسْتَضْعِفُ طَآئِفَةً مِّنْهُمْ يُذَبِّحُ اَبْنَآءَ هُمْ وَيَسْتَحْيِ نِسَآءَ هُمْ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ (سورۃ القصص:۴)

بے شک فرعون ملک میں بہت بڑھ چڑھ گیا تھا اور اس نے وہاں کے باشندوں کو طبقات میں تقسیم کر رکھا تھا' ان میں سے ایک جماعت کو کمزور بنا رکھا تھا ان کے بیٹوں کو ذبح کر دیتا اور انکی عورتوں کو زندہ رکھتا تھا۔ واقعی وہ بڑے مفسدوں میں سے تھا۔

قوم ثمود کا تذکرہ کرتے ہوئے قرآن کریم نے فرمایا:

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِمَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ اَتَعْلَمُوْنَ اَنَّ صٰلِحًا مُّرْسَلٌ مِّنْ رَّبِّهٖ

(سورۃالاعراف:۷۵)

ان کی قوم کے متکبر درباریوں نے ان کمزور لوگوں سے جو ان میں سے ایمان لے آئے تھے' کہا کیا تمہیں یقین ہے کہ صالح اپنے رب کے فرستادہ (پیغمبر) ہیں۔

اس آیت کریمہ میں "اَلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا" اور "اَلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا" کے الفاظ پر تھوڑی سی توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ یہی الفاظ قرآن مجید میں اور مقامات پر بھی آئے ہیں سورہ سبا میں یوم محشر کے حساب کتاب کے حوالے سے ادنیٰ درجہ کے لوگوں یا ماتحت لوگوں کا دنیا میں اپنے بڑوں' اور سرداروں سے ایک بڑا حقیقت نما مکالمہ ہے وہاں بھی یہی الفاظ استعمال ہوئے ہیں اسی طرح بنی اسرائیل کی معاشرتی حیثیت بیان کرتے ہوئے بھی قرآن مجید اسی قسم کے الفاظ لے آیا ہے۔ ان تمام آیات میں اَلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا (بصیغہ معروف) اور "اَلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا" یا "اَلَّذِيْنَ كَانُوْا يُسْتَضْعَفُوْنَ" (بصیغہ مجہول)

Marfat.com

—— کے الفاظ ایک خاص مفہوم اور اس دور کے معاشرتی حالات کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔ وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے تو تمام انسانوں کو بحیثیت انسان برابر کے درجہ کا پیدا کیا تھا۔ یہ غریب لوگ بجائے خود ضعیف و حقیر نہیں تھے بلکہ رؤساء متکبرین، نخوت پرست، مالدار اور وسائل رزق و معاش پر قابض غاصبوں نے ان بیچاروں کو حقیر ضعیف اور کمزور بنا دیا تھا۔ وہ بے حیثیت، بے وقعت، بے قدر اور گھٹیا سمجھ لیے گئے تھے حالانکہ حقیقت میں اور اپنی اصل کے اعتبار سے وہ قطعاً ایسے نہیں تھے۔ پھر اس "جرم ضعیفی" کی وجہ سے "الا بلا بر سر ملد" اور "نزلہ بر عضو ضعیف ریزد" کے مصداق بڑے اور مالدار لوگوں کا غصہ ہمیشہ انہی پر ٹھنڈا ہوتا رہا۔ انہی بے چاروں کا استیصال کیا جاتا رہا۔ یہی بیچارے طرح طرح کے معاشی و معاشرتی مسائل و مشکلات سے دوچار رہے۔ کوئی ان کا پرسان حال نہیں تھا۔ جاتے تو کس کے پاس جاتے۔ ہر طرف ظلم ہی ظلم تھا۔ اس طرح ساری زندگی غم پہ غم دکھ پہ دکھ رنج پہ رنج اور الم پہ الم اٹھاتے ہوئے اور روتے روتے قبروں میں پہنچ گئے۔ قبروں میں جا کر ہی انہیں آرام و سکون ملا ہو گا۔

غریب آدمی اور کوئی عہدہ و منصب؟

پچھلی امتوں اور اقوام کے بڑے لوگوں کے نزدیک یہ امر قابل تعجب اور حیرت انگیز تھا کہ کسی غریب آدمی کو کسی منصب اور عہدے پر فائز کر دیا جائے۔ کوئی غریب آدمی علم و عقل، دانشمندی، صلاحیت، تجربہ اور صحت و تندرستی کے اعتبار سے کتنا ہی اہل اور میرٹ پر پورا اترتا ہو ان کے نزدیک کسی منصب کا حقدار نہیں ہو سکتا تھا۔ ہر قسم کے چھوٹے بڑے عہدوں کا حق خاندانی اور مال و دولت کے اعتبار سے بڑے لوگوں کے لیے مخصوص تھا۔ قرآن مجید نے بنی اسرائیل کا ایک واقعہ نقل کر کے جاہل قوموں اور سرمایہ دار لوگوں کی اس دیرینہ ذہنیت پر مہر تصدیق ثبت کی ہے۔

بنی اسرائیل نے اپنے پیغمبر حضرت شموئیل علیہ السلام سے ایک مرتبہ اس امر کا تقاضا کیا کہ ہم لوگ دشمنوں میں گھرے ہوئے ہیں لہٰذا آپ کسی آدمی کو

Marfat.com

ہمارا امیر مقرر کر دیں جسکی ماتحتی میں منظم ہو کر ہم دشمن کا مقابلہ کریں۔ اس درخواست پر اللہ کریم نے ایک ایسے آدمی کا تقرر فرمایا جو فن حرب کا ماہر اور امیر لشکر بننے کا پورا پورا اہل تھا مگر خاندانی اعتبار سے بنی اسرائیل کے بڑے قبائل میں سے نہ تھا اور نہ ہی مالی لحاظ سے ان کا ہم پلہ تھا۔ حضرت شموئیل علیہ السلام نے بمن جانب اللہ طالوت کی بطور امیر اور بطور بادشاہ تقرری کا اعلان کیا تو حیران ہو کر کہنے لگے:

أَنَّىٰ يَكُونُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَنَحْنُ أَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ (سورۃ البقرہ:۲۴۷)

اسے ہمارے اوپر کیسے امیری حاصل ہو سکتی ہے درآنحالیکہ ہم اس سے بڑھ کر امیر بننے اور بادشاہ بننے کے مستحق ہیں اور (اس کے امیر نہ بن سکنے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ) اسے مال میں بھی کوئی وسعت حاصل نہیں۔

ان کے اس اعتراض اور حیرت کا جواب دیتے ہوئے پیغمبرؑ نے فرمایا کہ بھائی! پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ اللہ کریم کا انتخاب ہے جو حکیم و بصیر ہے اور دوسری عقلی بات یہ ہے کہ میدان جنگ میں پیسہ یا خاندان تو نہیں لڑتا۔ وہاں تو انسان کی اپنی جنگی مہارت میدان جنگ کے نشیب و فراز سے واقفیت اور ذاتی ہمت و جرات کام دیتی ہے۔ اور یہ چیزیں اللہ نے اپنے مقرر کردہ امیر و بادشاہ "طالوت" کو تم سے کہیں زیادہ دے رکھی ہیں مگر دولت کے نشے میں مخمور اور خاندانی بڑائی کے فتور کا شکار بنی اسرائیل کہاں پیغمبر کی بات کو ماننے والے تھے۔

Marfat.com

فصل:

ایران میں سلاطین و امراء کی عیاشیاں اور غرباء کی زبوں حالی

دین رحمت' اسلام کے ایران میں قدم رنجہ فرمانے سے پہلے اس متمدن ترقی یافتہ اور آج کی زبان میں اس دور کی سپر طاقت کے ملوک سلاطین' حکمران' درباری امرا' رؤساؤاور زعماء کس طرح "اَرْبَابٌ مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ" بنے ہوئے تھے۔ کتنے جابر ظالم بے رحم بے انصاف ناترس تنگ دل اور سنگ دل تھے کس قدر دنیوی عیش و تنعم' طاؤس و رباب اور عیاشانہ زندگی کے دلدادہ تھے اور ان کے مقابلے میں غریب پیشہ ور' مزدور' کاریگر اور "کمیں" لوگوں کے ساتھ کس طرح انسانیت سوز اور ہتک آمیز سلوک کیا جاتا تھا کس طرح ان بے چاروں پر دل کو ہلا دینے والے مظالم ڈھائے جاتے تھے کتنا ان کا استیصال کیا جاتا تھا اور معاشرتی و معاشی اعتبار سے وہ کتنے پست' ذلیل و رذیل اور مجبور تھے۔ ان تمام چیزوں کی تفصیلات کی تو یہاں گنجائش نہیں۔ البتہ ذیل کی چند وضاحتوں اور واقعات سے اس دور کے ملوک و سلاطین انکے درباری وزیر مشیر اور غریب و مجبور لوگوں میں معاشرتی و معاشی اعتبار سے زمین آسمان کے فرق کا اندازہ ضرور ہو جاتا ہے۔

"اس شہنشاہی میں (خاص طور پر ساسانی عہد اقتدار میں چھٹی صدی تک) حالت بہت بگڑ چکی تھی' پورا ملک ان سلاطین کے رحم و کرم پر تھا جو موروثی طور پر تخت و تاج کے مالک بنتے تھے اور اپنے آپ کو تمام انسانوں سے بالاتر سمجھتے تھے' بادشاہ آسمانی خداؤں کی نسل سے تسلیم کیا جاتا تھا" خسرو دوم پرویز اپنے نام کے ساتھ حسب ذیل القاب لکھتا ہے۔ خداؤں میں انسان غیر فانی اور انسانوں میں خدائے لاثانی' اس کے نام کا بول بالا' آفتاب کے ساتھ طلوع کرنے والا' شب کی آنکھوں کا اجالا۔"

Marfat.com

تمام ملکی دولت اور آمدنی کے وسائل ان بادشاہوں کی ملکیت سمجھے جاتے تھے دولت جمع کرنے، تحائف و نوادر اور قیمتی اشیاء اکٹھا کرنے کے جنون، معیار زندگی کی بلندی اور جدت طرازی، زندگی سے لطف اندوز ہونے اور تفریح و عیش کے شوق، دولت مند بننے اور دنیا کے مزے اڑانے کی ریس اتنی آگے بڑھ چکی تھی کہ اس پر خیال آرائی اور شاعری کا شبہ ہونے لگتا تھا اور اس کا تصور صرف وہی شخص کر سکتا تھا جس نے قدیم ایران کی تاریخ اور شعر و ادب کا گہری نظر سے مطالعہ کیا ہو اور شہر مدائن، ایوان کسریٰ، بہار کسریٰ (وہ قالین جس پر موسم بہار میں شاہان ایران شراب نوشی کیا کرتے تھے) تاج کسریٰ اور ایرانی بادشاہوں کے خدم و حشم، بیویوں اور لونڈیوں، خدمت گار لڑکوں، باورچیوں اور خانساماؤں، پرندوں اور درندوں کے سدھانے والے، اور سامان شکار اور ظروف و برتنوں کی ان افسانوی تفصیلات و جزئیات کا اندازہ صرف اس ایک واقعہ سے کیا جاسکتا ہے کہ جب اسلامی فتوحات کے نتیجہ میں ایران کا آخری تاجدار یزدگرد اپنے دارالحکومت مدائن سے فرار ہوا تو اس حالت میں بھی اس کے ساتھ ایک ہزار باورچی ایک ہزار مغنی، ایک ہزار چیتوں کے منتظم اور ایک ہزار لشکروں کی دیکھ بھال کرنے اور خدم و حشم، اور مصاحبین کی ایک بڑی تعداد تھی، اتنے بڑے لشکر کے باوجود بھی وہ اپنے آپ کو ایک انتہائی معمولی پناہ گزین سمجھتا تھا، وہ محسوس کرتا تھا کہ مصاحبین و ملازمین کی تعداد اور تعیش و تفریح کے سامان کی کمی کے باعث اس کی حالت انتہائی قابل رحم ہے۔

طبری کے حوالے سے آرتھر نے لکھا ہے:

"خسرو پرویز کے حرم میں تین ہزار بیویاں تھیں علاوہ ان ہزارہا لونڈیوں کے جو اسکی خدمت گار تھیں یا اسکے سامنے گاتی بجاتی تھیں ان کے علاوہ

۳۰۰۰ (تین ہزار) نوکر۔

۸۵۰۰ (آٹھ ہزار پانچ سو) گھوڑے۔

۷۶۰ (ساتھ سو ساٹھ) ہاتھی۔

۱۲۰۰۰ (بارہ ہزار) باربرداری کے خچر۔" (۱۰)

Marfat.com

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے روم و ایران کے سلاطین، امراء، والیان ریاست اور اہل ثروت کی عیاشانہ زندگی کی بڑی تفصیل بیان کی ہے۔ ان کے درمیان عیش پرستی میں ایک دوسرے سے بڑھ جانے کی ایک دوڑ لگی ہوئی تھی حتی کہ اس امیر کو بھی استخفاف اور حقارت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا جس کا کمربند ایک ہزار دینار سے کم ہوتا تھا۔ یہ چیز "مشتے از خروارے" کے طور پر ہے اسی ایک چیز سے ان کی دیگر عیاشیوں اور دیگر لوازمات نوکر چاکر خدم و حشم سواریوں، حماموں، کپڑوں، برتنوں، محلات و مکانات اور عام استعمال کی چیزوں کے شاہانہ ٹھاٹھ باٹھ کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ اس عیاشانہ طرز زندگی کے منطقی نتائج کا سامنے آنا ایک بدیہی اور لازمی امر تھا چنانچہ شاہ صاحب اس طرز زندگی کا منطقی نتیجہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"...... کیونکہ عیاشانہ زندگی بسر کرنے کے لیے جس ساز و سامان کی ضرورت تھی اس کا حاصل ہونا دولت کثیر خرچ کرنے کے بغیر ناممکن تھا اس لیے ان ملوک و سلاطین نے اپنی زعیت اور تجار پر اور امراء نے اپنی اپنی اسامیوں پر بھاری بھاری ٹیکس لگائے۔ اب ان غریبوں کے لیے دو راہیں تھیں۔ ایک تو یہ کہ وہ علم بغاوت بلند کریں اور تلوار اپنے ہاتھ میں لے لیں ایسا کرنا ان بے سروسامان لوگوں کے امکان سے باہر تھا دوسرا راستہ ان کے سامنے یہ تھا کہ انکی اطاعت اور انقیاد سے سرتابی نہ کریں اور چوپایوں اور گدھوں کی سی ذلیل زندگی بسر کریں جن سے کہ ان کی مرضی کے بغیر ہل چلانے اور کنویں یا جھلار سے پانی نکالنے کا کام لیا جاتا ہے اور جن کی تھوڑی بہت پرورش یا غور و پرداخت صرف اس لیے کی جاتی ہے کہ مالکوں کی اپنی اغراض ان سے وابستہ ہوتی ہیں۔" (۱۱)

نوشیروان عادل کا ایک "عدل"

ایران کے ساسانی حکمرانوں و سلاطین میں خسرو اول (۵۳۱ھ تا ۵۷۹ھ) نوشیروان عادل کے نام سے معروف ہے۔ اس کے انصاف پر مبنی کئی ایک واقعات اور فیصلے بھی تاریخ میں محفوظ ہیں۔ اس نوشیروان عادل کے ایک "عدل" کو

Marfat.com

دیکھیے اور اس کے "بے لاگ انصاف" کی داد دیجئے۔ ایک غریب آدمی اس کے دربار میں اسکے کہنے پر اور اس کے بار بار مطالبہ کرنے پر اس کے مالیات سے متعلق ایک قانون پر تنقید نہیں بلکہ اپنی ماہرانہ رائے دیتا ہے اور وہ بھی نوشیرانی حکومت کی بہتری استحکام اور نیک نامی کے لیے۔ نوشیروان اسے اس "گستاخی" اور "جرات" پر جو عبرت ناک سبق دیتا ہے اور اس غریب و مخلص کارکن کی خلوص بھری رائے کا جو "صلہ" دیتا ہے وہ دل دہلا دینے والا ہے۔ ایرانی تاریخ و تمدن پر معتبر و مستند کتاب ایران بعہد ساسانیاں کے مصنف پروفیسر آرتھر کرسٹن سین نے طبری کے حوالے سے لکھا ہے:

"اس نے ایک کونسل منعقد کی اور دبیر خراج کو حکم دیا کہ لگان کی نئی شرحیں باآواز بلند پڑھ کر سنائے' جب وہ پڑھ چکا تو خسرو نے دو دفعہ حاضرین سے پوچھا کہ کسی کو کوئی اعتراض تو نہیں؟ سب چپ رہے۔ جب بادشاہ نے تیسری دفعہ یہ سوال کیا تو ایک شخص تعظیم سے کھڑا ہوا اور پوچھنے لگا کہ آیا بادشاہ کا یہ منشا ہے کہ ناپائیدار چیزوں پر دائمی ٹیکس لگائے جو بمرور زمانہ ناانصافی پر مشتمل ہوگا' اس پر بادشاہ للکار کر بولا' اے مرد ملعون و گستاخ۔ تو کن لوگوں میں سے ہے؟ اس نے جواب دیا میں دبیروں میں سے ہوں' بادشاہ نے حکم دیا کہ اس کو قلم دانوں سے پیٹ پیٹ کر مار ڈالو' اس پر ہر ایک دبیر نے اپنے قلم دان سے اسکو مارنا شروع کر دیا۔ حتی کہ وہ آدمی مرگیا۔ اس کے بعد ہر ایک نے کہا اے بادشاہ تو نے جتنے ٹیکس ہم پر لگائے ہیں ہمارے نزدیک سب انصاف پر مبنی ہیں۔" (۱۲)

اندازہ لگائیں جب نوشیروان عادل جیسے بادشاہ کی بربریت' درندگی' ظلم' ناانصافی' پتھردلی' سخت گیری اور بے رحمی کا یہ عالم ہے تو دیگر مطلق العنان اور "انا ولا غیری" کا نعرہ لگانے والے سلاطین کا کیا حال ہوگا!

نوشیروان اور ایک غریب جوتا ساز

ایرانی سوسائٹی میں طبقہ نجباء اور عوام الناس کے درمیان نہایت محکم حدود قائم تھیں دونوں کی ہر چیز میں امتیاز تھا سواری میں لباس میں مکان میں۔ اس

Marfat.com

کے علاوہ سوسائٹی کے ہر طبقے میں مختلف مدارج تھے ہر شخص کا ایک خاص رتبہ تھا اور سوسائٹی میں اسکی جگہ معین تھی۔ سیاست ساسانی کا ایک نہایت محکم اصول تھا کہ ہرگز کوئی شخص اپنے اس رتبے سے بلند تر رتبے کا خواہاں نہ ہو جو اسکو پیدائشی طور پر یعنی ازروئے نسب حاصل ہے۔ عوام الناس کی مختلف جماعتوں میں نہایت صریح امتیاز تھا۔ سوسائٹی میں ہر شخص کی ایک معین جگہ تھی اور کوئی شخص مجاز نہ تھا کہ سوائے اس پیشے کے جس کے لیے خدا نے اس کو پیدا کیا ہو کوئی دوسرا پیشہ اختیار کر سکے۔

شاہانِ ایران حکومت کا کوئی کام کسی نیچ ذات کے آدمی کو سپرد نہیں کرتے تھے۔ فردوسی نے اس بارے میں ایک حکایت لکھی ہے جو مثال کے طور پر بیان کی جاسکتی ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ خسرو اول (نوشیروان) کو ایک دفعہ رومیوں کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے روپے کی ضرورت ہوئی ایک مالدار موچی بادشاہ کو ایک بڑی رقم قرض دینے کے لیے آمادہ ہوا۔ ساسانی عہد کی روایات کی رو سے موچی کی ذات بہت پست ہے تاہم معاملہ طے ہو گیا اور موچی نے روپوں کے توڑے اونٹوں پر لدوا کر بھجوا دیے۔ بادشاہ اسکی خدمت گزاری پر بہت خوش ہوا اور وعدہ کیا کہ روپیہ واپس ادا کرتے وقت ایک معقول رقم اس کو اصل زر کے علاوہ دی جائے گی، لیکن موچی کو حرص دامن گیر تھی اس نے خواہش ظاہر کی کہ اس کا بیٹا بادشاہ کے دبیروں میں داخل کر لیا جائے۔ بادشاہ نے یہ سننے کے ساتھ ہی اونٹ واپس بھجوا دیے اور روپے کو ہاتھ تک نہیں لگانا چاہا اور کہا کہ:

چو فرزند ما برنشیند بتخت — دبیری ببایدش پیروز بخت
ہنر یابد از مرد موزہ فروش — سپارد بدو چشم بینا و گوش
بدست خردمند مرد نژاد — نماند جز از حسرت و سرد باد
بما بر پس مرگ نفرین بود — چو آئین ایں روزگار ایں بود (۱۳)

Marfat.com

(ترجمہ) ۱۔ میں یہ چاہوں گا کہ جب میرا فرزند تخت نشیں ہو تو میں اس کیلئے ایک ایسا دبیر چھوڑ کر جاؤں جو مبارک قدم اور ہنر مند ہو۔
۲۔ایک جوتے بیچنے والے سے کیا ہنر حاصل ہو گا کہ میں دیکھتے سنتے اپنے فرزند کو اس کے سپرد کر جاؤں۔
۳۔ایک دانا اور صاحب نسب شخص کے ہاتھ اس کام سے سوائے حسرت اور بدمزگی کے کچھ بھی نہیں آئے گا۔
۴۔کیا یہی آئین جہاں بانی ہے کہ میں ایسا کام کر جاؤں جس سے

اس واقعہ سے اندازہ لگائیے کہ شاہان ایران کے ذہنوں میں کس قدر رعونت بھری ہوئی تھی۔ چھوٹی قوم کے لوگوں کے بارے میں ان کی کیا ذہنیت اور سوچ تھی۔ اپنے آپ کو کوئی مافوق البشر مخلوق اور غریب لوگوں کو خسیس الاصل گردانتے تھے۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ اور دربار رستم

ایرانی شاہوں اور امراء کی فرعونیت' تکبر اور بڑائی کا اندازہ اس واقعے سے بھی لگائیے کہ عہد فاروقی میں ایرانیوں کے ساتھ ایک جنگ میں معروف صحابی حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ جب مسلمانوں کے سفیر بن کر رستم کے دربار میں گئے تو وہ اپنی پوری شان و شوکت اور لوازم امارت کے ساتھ تخت پر بیٹھا تھا' مغیرہ ابن شعبہ رضی اللہ عنہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے پروردہ تھے۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دربار "مسجد نبوی کے کنکریلے فرش" کو دیکھ رکھا تھا۔ جس میں بندہ و آقا' امیر و غریب اور چھوٹے بڑے کی کوئی تمیز نہیں تھی۔ خلیفتہ المسلمین اور ایک عام کی بود و باش ہیئت' لباس اور مکان وغیرہ میں کوئی نمایاں فرق نہیں ہوتا تھا۔ باہر سے آنے والے آدمیوں کو پوچھنا پڑتا تھا کہ تم میں خلیفہ کون ہے؟ بے روک ٹوک ہر آدمی خلیفہ کے پاس جا کے بیٹھ جاتا تھا۔ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ مسلمانوں اور عربوں کی اس عام عادت کے موافق اسی کے ساتھ اس کے تخت کے گاؤ تکیہ کے پاس بیٹھ گئے' اس کے درباری فوراً ان پر ٹوٹ پڑے اور ان کو نیچے اتار لائے' اس پر انہوں نے کہا کہ ہم کو یہ خبریں ملی تھیں کہ تم لوگ بہت عقل مند ہو' لیکن مجھے تم سے زیادہ بے وقوف کوئی نظر ہی نہیں آتا'

Marfat.com

ہم عرب تو سب کے ساتھ برابری کا معاملہ کرتے ہیں' ہم میں سے کوئی کسی کو غلام نہیں بناتا سوائے حالت جنگ کے' میرا گمان تھا کہ تم بھی اپنی قوم کے ساتھ برابری و مساوات کا معاملہ کرتے ہو۔ اس سے بہتر یہ تھا کہ تم مجھے پہلے ہی مطلع کر دیتے کہ تم نے آپس میں ایک دوسرے کو خدا بنا رکھا ہے' اور یہ معاملہ تمہارے ساتھ طے نہ ہوسکے گا۔ اس صورت میں ہم تمہارے پاس نہ آتے اور نہ تمہارے قریب بیٹھتے لیکن تم نے ہمیں خود دعوت دی ہے۔ (۱۴)

امام غزالیؒ نے بعثت نبوی کے وقت دنیا کی بالعموم اور روم و ایران کی بالخصوص حالت زار کا ذکر کرتے ہوئے دو شعر لکھے ہیں جو دنیا اور غریبوں کی عمومی حالت کا پتہ دیتے ہیں۔ فرماتے ہیں:

مرنے کے بعد مجھ پر نفرین کی جائے۔

اتیت والناس فوضی لاتمر بھم
الاعلی صنم قدھام فی صنم
فعاھل الروم یطغی فی رعیتہ
وعاھل القدس من کبراصم عمی

ترجمہ: اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! جب آپ دنیامیں تشریف لائے تو ساری دنیا بلا امتیاز بت پرستی میں مبتلا تھی۔ جس آدمی کو بھی دیکھا جاتا وہ کسی بت کے سامنے سجدہ ریز یا کسی مورتی کی محبت میں گرفتار تھا۔ شاہان روم اپنی غریب رعایا پر مظالم ڈھا رہے تھے اور شاہان کسریٰ اپنی بڑائی کے نشے میں حق بات سننے اور دیکھنے سے بہرے اور اندھے بنے ہوئے تھے۔ (۱۵)

Marfat.com

فصل:

یورپ میں غریب غلاموں کا حال

یورپ کے جاگیرداری نظام مین غلام کی کیا حیثیت تھی اور اس نظام کے ماتحت قانونی طور پر اس کے ساتھ کیا معاملہ کیا جاتا تھا؟ اس کا جواب آپ کو مسٹر سی۔ پی اسکاٹ کی ضخیم اور پُراز معلومات کتاب "ہسٹری آف دی مورش ایمپائر ان یورپ" کے اقتباسات ذیل سے ملے گا۔ ملاحظہ فرمائیے۔ جناب موصوف لکھتے ہیں:

"غلاموں کی دو بڑی قسمیں تھیں، جو قانون کی کج مج زبان اور پیچدار اصطلاح کے مطابق "غلام اسفل" اور "غلام اعلیٰ" کہلاتے تھے۔ ان دونوں پر جاگیرداروں کو اختیار کلی حاصل تھا۔ ان کے معاملوں میں جاگیرداروں کو کسی کی جواب دہی کرانے کی ضرورت نہ تھی۔ مقدم الذکر تو جاگیردار کی ذات خاص سے وابستہ تھے اور جائیداد منقولہ کی طرح سے ہروقت فروخت یا کسی اور طرح منتقل کیے جاسکتے تھے۔ موخر الذکر کا تعلق اراضی سے تھا اور وہ کسی طرح اس سے جدا نہ ہوسکتے تھے، لیکن بہرحال یہ غریب باربردار جانوروں کی فہرست میں شامل تھے اور ان کی انہیں جیسی قدروقیمت تھی ان کو وہ تمام سختیاں اٹھانی پڑتی تھیں جو طمع اور خوئے بد اختراع کرسکتی تھی، یا جذبات بے رحمی ان پر ڈال سکتے تھے۔ صرف یہی نہیں تھا کہ وہ اپنے جاگیرداروں کے جبرو ظلم کو سہتے تھے بلکہ ان پر کچھ پابندیاں بھی تھیں جن کو اسی زمانہ کے لوگ گوارا کرسکتے تھے کہ جب نہ عزت و حرمت کا خیال تھا نہ انصاف و عدل کا اور نہ ننگ و ناموس کا۔ اگر کوئی جاگیر کسی وجہ سے منتقل ہوئی تھی تو دستاویز میں ان غریبوں کا نام بھی نہیں آتا تھا۔ کیونکہ قانون نافذ الوقت کے بموجب ان کو جاگیر کا ایک حصہ سمجھا جاتا تھا، جیسے اینٹ پتھر، درخت اور جھاڑیاں وغیرہ حالانکہ یہی لوگ وہ چیز تھے جن کی وجہ سے کسی جاگیر کی قیمت

Marfat.com

میں کمی یا اضافہ ہوتا تھا۔ بے رحم جاگیردار اپنی دناءت نفس کی وجہ سے ان سے رات دن برابر کام لیتے تھے اور جہاں جانور باندھتے تھے وہیں ان کو پڑ رہنے کی جگہ دیتے تھے۔ ان کی گردن میں کسی دھات کا ایک طوق پڑا رہتا تھا (تانبے کا یا چاندی کا) اور اس پر اس کا اور اس کے آقا کا نام کھدا رہتا تھا۔ اس کی عمر دیدہ و دانستہ ضائع کی جاتی تھی' اس کو کوئی حقوق حاصل نہ تھے' آزادی کے نام سے بھی وہ آشنا نہ ہوتا تھا' اس کو سیر و تفریح سے کوئی سروکار نہیں تھا' اس کی شخصیت گم ہو جاتی تھی وہ اسی زمین کی مٹی ہو جاتا تھا جس پر وہ دن رات محنت و مشقت کرتا تھا۔ جب موت آکر اسے اس مصیبت سے رہائی دلواتی تھی تو وہ اسی خاک میں مل کر خاک ہو جاتا تھا۔ بیکسی اور جان کاہی کی کوئی مثال اور انسانی ظلم و ستم کی کوئی افسوسناک نظیر دنیا بھر میں ایسی نہیں ملتی جیسی کہ قرون متوسطہ کے ہاں غلامان اعلیٰ کی تھی۔"

(اخبار الاندلس' ج ۳ صفحہ ۴۲۴' ۴۲۳)

یہی مصنف آگے چل کر لکھتا ہے:

"جاگیرداروں کو اپنے غلاموں کے لوٹنے کا حق تو قانوناً" حاصل تھا ہی' لوٹ میں اضافہ کرنے میں وہ عجیب محیر العقول ذرائع سے کام لیتے تھے غلاموں کی زندگی میں جو تبدیلی ہو۔ وہ کوئی نیا کام شروع کریں' ان کے یہاں کوئی بچہ ہو' شادی ہو یا مرے وہ کوئی نیا جھونپڑا یا مکان بنائیں' جانور رکھیں' فصل اٹھا کر گھر لائیں تو اجازت کی ضرورت ہوتی تھی اور ہر اجازت کے لیے الگ نذرانہ ادا کرنا پڑتا تھا۔ غلاموں کے خاندان کی عورتوں کی عصمت و عفت بالکل آقاؤں کے ہاتھوں میں ہوتی تھی۔ قانون مذکورہ کی نہایت شرمناک دفعات کے بموجب ان عورتوں کی حالت انتہا سے زیادہ بری تھی۔ بہت سی جاگیروں میں قانون نے غلاموں کی دلہن کے متعلق جاگیرداروں کو بے انتہا آزادانہ حقوق عطا کر رکھے تھے اور جہاں جہاں یہ قانون نافذ تھے وہاں اس پر عمل درآمد بھی ہوتا تھا اور کوئی شخص خواہ کسی حیثیت کا ہو' بشرطیکہ وہ جاگیردار کے اقتدار کو تسلیم کر چکا ہو اس قانون کی پابندی سے انکار نہیں کر سکتا تھا' مختلف ممالک میں اس ٹیکس کا جس کو "دلہن کا ٹیکس" کہتے تھے الگ الگ نام تھا۔ قانون جاگیرات کی بعض دفعات پر عمل

Marfat.com

ہو تا یا نہ ہوتا ہو۔ اس کی ہر جگہ پابندی ہوتی تھی۔ شرفائے کلیسا اس کی ہر جگہ پابندی کراتے تھے۔ سب سے پہلے انہی حضرات نے اس قانون پر عمل کرنا شروع کیا۔ اور سب کے بعد انہی نے اس کو چھوڑا۔ یہ شرمناک حق ہر بڑے بڑے دیر (Monastary) کے جاگیرداروں کو اور یورپ کے تمام کیتھولک اسقفیہ کو حاصل تھا۔ کچھ رقم ادا کرنے کے بعد دلہن اس ٹیکس کے ادا کرنے سے معاف ہو سکتی تھی۔ لیکن یہ بھی جاگیر دار کی مرضی پر منحصر تھا۔ کوئی شخص استحقاقاً" یہ معافی نہ لے سکتا تھا۔ مختلف مقامات میں یہ اثر ہمسایہ جاگیرداروں کی باہمی رضا مندی سے وسیع کر لیا جاتا تھا۔ چنانچہ اکثر ایسا ہوتا تھا کہ مداخلت بیجا کے تاوان میں ہمسایہ جاگیر کی دلہنوں پر اس قانون کا نفاذ کر دیا جاتا تھا۔ زمانہ حال کی تہذیب و ثقافت اس کو گوارا نہیں کرسکتی کہ اس عجیب و غریب اور شرمناک قانون کی تعطیل کی جائے قرون متوسطہ کے قانون کی کتابیں بھری پڑی ہیں۔ جو خرابیاں اس قانونی رسم پر عمل درآمد کرنے سے پیدا ہوئی تھیں ان کا ایک ادنیٰ نمونہ یہ ہے کہ نہایت بے زبان اور حلیم الطبع غلام بھی بعض اوقات اس بے عزتی سے برافروختہ ہو جاتا تھا اور اس کے انتقام میں یا تو اپنے آقا کی جان لے لیتا تھا' یا بغاوت کر دیتا تھا۔ (اخبار الاندلس۔ ج ۳' ص ۴۲۶' ۴۲۵۔ بحوالہ اسلام میں غلامی کی حقیقت از مولانا سعید احمد اکبر آبادی ص ۳۴ تا ۳۷' مطبوعہ مکہ بکس لاہور' ۱۹۸۲ء)

Marfat.com

فصل:

ہندوستان میں غریب شودروں کی زبوں حالی

ہندوستان اپنے پڑوسیوں اور دنیا کے دوسرے ملکوں کی برادری میں طبقاتی عدم مساوات اور انسانوں کے درمیان فرق و امتیاز میں بہت آگے تھا۔ یہ ایک سخت اور بے رحمانہ نظام تھا جس میں نرمی اور لچک کی کوئی گنجائش نہ تھی۔ اس امتیازی سلوک کو مذہب و عقیدہ کی سند اور پشت پناہی حاصل تھی۔ اور آرین حملہ آوروں کی مصلحت اور مذہب اور تقدس کے اجارہ دار برہمنوں کے مفاد کا بھی یہی تقاضا تھا۔ یہ نظام ان پیشوں کی بنیاد پر قائم تھا جو مختلف برادریوں اور طبقوں میں نسلی طور پر چلے آرہے تھے۔ اس کے پیچھے اس ملکی' سیاسی اور مذہبی قانون کی طاقت تھی جس کو ان ہندوستانی قانون سازوں نے وضع کیا تھا جو مذہبی حیثیت کے بھی مالک تھے یہ قانون بلا کم و کاست پورے معاشرے پر نافذ تھا اور اس کو زندگی کا دستور العمل سمجھا جاتا تھا' اس نے ہندوستان کے باشندوں کو چار طبقوں میں تقسیم کر دیا تھا۔

(۱) مذہب کے اجارہ دار اور پروہت جن کو برہمن سمجھا جاتا تھا

(۲) سپاہی اور فوج میں بھرتی ہونے والے افراد یعنی کھتری

(۳) زراعت پیشہ اور تجارت کرنے والے یعنی ویش

(۴) نوکر چاکر اور خدمت گار یعنی اچھوت یا شودر۔

یہ آخری طبقہ (جو سب سے بڑی تعداد میں تھا) پستی کی آخری منزل میں تھا۔ اس کے متعلق یہ تصور تھا کہ وہ خالق کائنات کے پاؤں سے پیدا ہوا ہے اس لیے اسکا کام صرف ان تین طبقوں کی خدمت کرنا تھا۔ اس قانون نے برہمنوں کو اتنے حقوق دے دیے تھے کہ جس میں کوئی دوسرا ان کے برابر نہ تھا' برہمن کے سارے گناہ معاف تھے خواہ وہ تینوں دنیاؤں کو اپنے گناہوں اور بدکاریوں سے گندہ

Marfat.com

و تباہ و برباد کر دے اس پر کوئی ٹیکس نہ لگایا جاسکتا تھا' اس کو کسی صورت میں بھی سزائے موت نہیں دی جاسکتی تھی' اس کے برعکس اچھوت نہ کچھ کما سکتے تھے نہ جمع کرسکتے تھے نہ کسی برہمن کے قریب بیٹھ سکتے تھے اور نہ اسے چھو سکتے تھے' اور نہ ہی مقدس کتابوں کا پڑھنا انکے لیے جائز تھا۔ (۱۶) (بحوالہ: نبی رحمتؐ۔ مؤلفہ سید ابوالحسن علی ندوی صفحہ ۴۰)

Marfat.com

فصل :

عرب، دورِ جاہلیت اور طبقاتی تقسیم

عربوں میں طبقاتی تقسیم اور طبقاتی اونچ نیچ کا تصور کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ وہ اپنے اکثر اعمال میں اسی خود ساختہ تصور کو بنیاد بناتے تھے۔ چنانچہ قصاص کے معاملے میں ان کا مقرر اور پکا اصول تھا کہ مقتول اگر اپنی قوم کا کوئی بڑا، وڈیرا اور بقول انکے شریف ہے اور اس کا قاتل غریب، محتاج، فقیر یا کوئی غلام ہے تو مقتول کے ورثاء اصل قاتل کو قصاص میں قتل نہیں کرتے تھے۔ بلکہ قاتل کے خاندان اور برادری میں مقتول کے پائے کے آدمی کو قصاص میں قتل کیے بغیر چین سے نہیں بیٹھتے تھے۔ ان کا عام نظریہ، عقیدہ اور خیال یہ تھا کہ :

ای دم القتیل الشریف لا یغسل الا بدم شریف مثله (۱۷)

شریف مقتول کا خون اسکی مثل شریف آدمی کے خون سے ہی دھویا جاسکتا ہے۔

بسا اوقات یوں بھی ہوتا تھا کہ جس شریف آدمی کو قصاص میں قتل کیا جاتا اس بیچارے کا قاتل یا مقتول کے ساتھ دور کا واسطہ بھی نہ ہوتا۔ بالکل بری الذمہ ہوتا مگر اس کے باوجود طبقاتی تفاوت اور عدم تفاوت کی بھینٹ چڑھ جاتا۔ قصاص کے اندر اسی زیادتی اور ظلم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے قرآن مجید میں حکم فرمایا گیا:

وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهٖ سُلْطَانًا فَلَا يُسْرِفْ فِّي الْقَتْلِ (۱۸)

ترجمہ :

"اور جس شخص (کی جان) کو اللہ نے محفوظ قرار دیا ہے اسے

Marfat.com

قتل مت کرو۔ مگر حق (جائز شرعی سبب) کے ساتھ۔ اور جو
کوئی ناحق قتل کیا جائے گا سو ہم نے اس کے وارث کو اختیار
دیا ہے پس اسے چاہیے کہ قتل (قصاص) کے باب میں حد
سے آگے نہ بڑھے"

یہ اسراف فی القتل ایک تو یہی تھا کہ دور جاہلیت میں مقتول کے قصاص میں قاتل آدمی کے قبیلے کے شریف آدمی کو قتل کر دیا جاتا تھا اور قاتل کو صاف چھوڑ دیا جاتا تھا۔ دوسرے قتل میں اسراف کی ایک شکل یہ بھی تھی کہ اگر قاتل کو قصاص میں مارا جاتا تو اس کا مثلہ کیا جاتا یعنی اس کے اعضاء دو جوارح کاٹے جاتے۔ اس طرح کے قتل میں ہر اسراف سے اللہ کریم نے نہی فرما دی۔

انسانی طبقات میں اسی تفاوت اور عدم مساوات کے نظریے نے قتل خطاء کی صورت میں قاتل کی عاقلہ سے مقتول کی دیت (خون بہا) لینے میں کم اور زیادہ کی درجہ بندی مقرر کر رکھی تھی۔ چنانچہ بادشاہوں اور قبائلی سرداروں اور وڈیروں کی دیت غرباء و مساکین اور غلاموں کے مقابلے میں بہت زیادہ ہوتی۔ سب سے زیادہ دیت بادشاہوں کی تھی۔ یعنی ایک ہزار اونٹ (۱۹)۔ اسکے بعد درجہ بدرجہ عام شرفاء اور سرداروں کی اور سب سے کم غریبوں، کمزوروں، مقہوروں اور غلاموں کی حتی کہ بعض غریب مقتولین کی دیت صرف پانچ اونٹ اور بعض اوقات اس سے بھی کم قرار پاتی۔

اسی انسانی اونچ نیچ کے نظریے کو قیدیوں کے فدیے میں بھی ملحوظ رکھا جاتا۔ اگر کوئی بادشاہ قیدی بنتا تو اس کا فدیہ ہزار اونٹ، عام شرفاء، وزیروں، مشیروں، وڈیروں کا فدیہ اس سے کم اور عوام الناس کے فدیہ میں انتہائی کم قیمت چیزیں وصول کی جاتیں۔ (۲۰)

انسانی طبقات میں دور جاہلیت کی خود ساختہ درجہ بندی، اونچ نیچ اور امیر غریب اور عربی و عجمی میں تفاوت اور عدم مساوات کا نظریہ نکاح اور ازدواجی رشتوں میں بھی ملحوظ رکھا جاتا تھا۔ چنانچہ عرب قوم کے بڑے، شریف اور مالدار لوگ اپنی بیٹیوں کا نکاح ان مردوں سے نہیں کرتے تھے جو جاہ و مال میں انکی بیٹیوں۔

Marfat.com

کے مرتبہ سے کم ہوں۔ عربوں میں "کفو" ہونے کا یہ عرف ایسا عرف تھا کہ جسکی آج تک رعایت برتی جاتی ہے۔ پیشہ ور کاریگر لوہار، بڑھئی اور سبزی فروش وغیرہ ان کے نزدیک خسیس الاصل لوگ سمجھے جاتے تھے۔ ان طبقات سے تعلق رکھنے والا آدمی خواہ دولت مند اور صاحب ثروت ہوتا ان کے شریف الاصل خاندان کی غریب سے غریب عورت سے بھی شادی کرنے کا مجاز نہ تھا۔ شریف خاندان کی عورت کے لیے لازمی تھا کہ وہ اپنی طرح کسی شریف اور بڑے گھرانے کے فرد سے ہی نکاح کرے۔ اسی نسلی اور خاندانی تعصب اور تفاخر کی وجہ سے عرب لوگ عجمیوں کے ساتھ رشتے نہیں کرتے تھے چاہے عجمی آدمی بادشاہ ہی کیوں نہ ہوتا۔ اسکی بنیادی وجہ یہی تھی کہ عرب عجمیوں کو منزلت اور مرتبت میں اپنے سے کم تر سمجھتے تھے۔ وہ اپنی لڑکی کا رشتہ کسی عجمی کو دینا خست اور دناءت سے تعبیر کرتے تھے۔ عرب فقیر سے فقیر ہی کیوں نہ ہوتا وہ کسی عجمی کے ساتھ اپنی بیٹی کی نسبت کو اپنی توہین اور ہتک تصور کرتا۔ اگر کوئی عرب کسی عجمی خاتون سے شادی کر بیٹھتا تو وہ اس چیز کو معیوب گردانتے اور اس سے پیدا ہونے والی اولاد کو اپنے سے کم مرتبہ سمجھتے تھے۔ محض اس وجہ سے کہ وہ اولاد ایک عجمی خاتون سے ہے۔ حالانکہ اولاد کی نسبت ان کے ہاں بھی والد کی طرف ہی ہوتی ہے۔

عربوں میں غریب بچیوں کو زندہ درگور کر دینے کا ایک بڑا سبب بھی یہی تھا کہ وہ ان کے برابر کا اور ہم پلہ رشتہ نہ مل سکنے سے ڈرتے تھے۔ نکاح میں کفاءت یعنی زوجین کا نسب حسب مرتبہ اور خاندان میں برابر ہونا لازمی شرط تھا۔ (۲۱)

دورِ جاہلیت کے انسانی معاشرہ میں قدر و منزلت کے اعتبار سے گھٹیا ترین طبقہ بیچارے غلاموں کا تھا۔ یہ وہ مجبور و مقہور طبقہ تھا جو ہر قسم کی خدمت اور ان تمام اعمال کو سرانجام دیتا تھا جنہیں آزاد آدمی اپنی کسر شان سمجھتا تھا۔ یہ غلام زیادہ تر افریقہ کے سیاہ فام حبشی تھے باقی غلام عراق اور شام کے علاقوں میں بازاروں سے لائے گئے تھے۔ ان بیچارے غلاموں کی اموال منقولہ کی مانند خرید فروخت ہوتی۔ آقا اپنے غلام میں اسی طرح آزادانہ تصرف کرتا جس طرح باقی مملوکہ اشیاء میں کرتا تھا۔ جاہلی قانون غلام کو اس بات کی اجازت نہیں دیتا تھا

Marfat.com

وہ کسی بھی حال میں اپنی رائے کا اظہار کرسکے۔ غلام کے ساتھ وہی سلوک کیا جاتا جو عام مملوکہ اشیاء اور چوپایوں کے ساتھ روا رکھا جاتا حالانکہ وہ بیچارہ بھی انسان تھا اور اسکے اندر بھی روح، ادراک اور شعور کی قوتیں موجود تھیں جو آزاد انسان کے اندر ہوتی ہیں۔ (۲۲)

غریب کاریگروں اور دستکاروں کی بے توقیری

محنت مزدوری کرنا ہاتھ سے کما کر کھانا کوئی کسب اختیار کرنا، کسی ہنر، فن، کارگیری اور صنعت و حرفت کو ذریعہ معاش کے لیے بطور پیشہ اختیار کرنا کوئی معیوب غلط اور ناپسندیدہ چیز نہیں۔ متعدد انبیاء عظام، صحابہ کرامؓ اور سلف صالحین نے اپنا اور اپنے بال بچوں کا پیٹ پالنے اور حلال روزی کمانے کی خاطر کئی پیشوں کو اختیار کیا۔ ابن جوزی نے المنتظم میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ:

> كَانَ ادمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ حَرَاثاً وَكَانَ نُوحُ نَجَّارًا وَكَانَ اِدْرِيْسُ خَيَّاطًا وَكَانَ صَالِحُ تَاجِراً وكَانَ اِبْرَاہِيْمُ زَرَّاعاً وَكَانَ شُعَيْبُ رَاعِياً وكَانَ مُوْسٰى رَاعِياً وكَانَ دَاوٗدُ زَرّاداً وَكَانَ سُلَيْمَانُ مَلِكاً وَكَانَ عِيْسٰى لا يَخْبَأُ شَيْئاً لِغَدِه.وَكَانَ نبينا يَرْعٰى غَنَمًا لِاَهْلِ بَيْتِهِ بِجِيَاد وَكَانَتْ حَوَّاءُ تَغْزِلُ الشَّعَرَ فَتَحُوكُهُ بِيَدِهَا فتكسونفسها (۲۳)

حضرت آدمؑ ہل جوتتے، حضرت نوحؑ بڑھئی، حضرت ادریسؑ درزی، حضرت صالحؑ تجارت، حضرت ابراہیمؑ کھیتی باڑی، حضرت شعیبؑ و موسیٰؑ بکریاں چرانے اور حضرت داؤد علیہ السلام زرہ بنانے کا کام کرتے تھے، جبکہ حضرت سلیمانؑ

Marfat.com

بادشاہ تھے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کل کے لیے کوئی چیز
چھپا نہیں رکھتے تھے، ہمارے نبی علیہ السلام مقام اجیاد پر
اپنے گھر والوں کے لیے بکریاں چراتے تھے، اور اماں حواءؑ
اپنے ہاتھ سے کپڑا بن کر پہنتی تھیں۔

دور جاہلیت میں عربوں کے ہاں بہت سے لوگوں کو محض اس وجہ سے حقیر، کمینہ، بے وقعت، ذلیل اور کم حیثیت اور کم درجے کا سمجھا جاتا تھا کہ وہ بیچارے ہاتھ سے کما کر کھاتے تھے۔ اپنی خداداد صلاحیت، عقل و دانش، غور و فکر اور محنت و کاوش سے کام لیکر نئی نئی ایجادات وجود میں لاتے تھے مگر اس کے باوجود معاشرے میں ان کا کوئی مرتبہ و مقام نہیں سمجھا جاتا تھا۔ ان کا قصور اور جرم صرف یہی تھا کہ وہ بیچارے "کمیں" (ہاتھ سے کما کر کھانے والے) تھے۔ چنانچہ عرب لوگ قلی، باربردار، مزدور، پچھنے لگانے والے، حجامت کرنے والے، بڑھئی، زرگر اور لوہار وغیرہ کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ اور کوئی "بڑا" اور "شریف" آدمی سوائے اضطراری حالات اور معاشی و اقتصادی مجبوری کے اس قسم کے پیشوں کو اختیار کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ مکہ مکرمہ میں ماہر کاریگر لوگ بہت کم تعداد میں تھے۔

انکی مزعومہ اور مصنوعی طبقاتی نسلی اور خاندانی تقسیم کے مطابق کسی بڑے گھرانے کے فرد اور شریف آدمی کا کسی غریب زرگر، لوہار اور بڑھئی وغیرہ کی لخت جگر سے چاہے وہ پری صورت اور فرشتہ سیرت ہی کیوں نہ ہوتی، نکاح کرنا معیوب اور گالی تصور کیا جاتا تھا۔ حیرہ کے آخری بادشاہ نعمان بن منذر کے مخالفین اور حاسدین کے پاس اسکے خلاف پروپیگنڈا کرنے اسکے ساتھ استہزاء کرنے اور اس میں عیب تلاش کرنے کا ایک بڑا ہتھکنڈا اور ہتھیار یہ بھی تھا کہ اسکی ماں سلمیٰ کے متعلق کہا جاتا تھا کہ وہ غلام یا ایک زرگر یہودی کی بیٹی تھی۔ ایک غلام یا زرگر کی بیٹی یا بیٹا ہونا ہی ایک مستقل عیب اور بہت بڑا نقص تھا۔ (۲۴)

ایک ڈوری کی خاطر مزدور کو مار دینا

Marfat.com

دور جاہلیت میں غریب مزدوروں کا کیا حال تھا اور آجر لوگ مزدور پر کتنا ظلم کیا کرتے تھے۔ اس کا اندازہ بخاری کی درج ذیل روایت سے لگایئے۔

"........ بنو ہاشم میں ایک شخص تھا اس کو ایک قریشی نے جو دوسرے خاندان کا تھا مزدوری میں رکھا۔ وہ ہاشمی اس قریشی کے ہمراہ اس کے اونٹوں میں چلا جا رہا تھا کہ اس طرف ایک اور ہاشمی کا گزر ہوا' جس کے تھیلے کا بندھن ٹوٹ گیا تھا۔ اس نے کہا کہ میری ایک ڈوری سے مدد کر کہ اس سے تھیلے کا منہ باندھ لوں تاکہ اونٹ نہ بھاگیں چنانچہ اس ہاشمی مزدور نے اس کو اونٹ باندھنے کی ایک ڈوری دے دی اور اس نے تھیلے کا منہ باندھ لیا۔ پھر جب لوگ فروکش ہوئے تو سوائے ایک اونٹ کے سب باندھ دیئے گئے۔ جس شخص نے اس ہاشمی کو مزدوری میں رکھا تھا اس نے کہا کہ اس اونٹ کا کیا حال ہے کہ یہ منجملہ اور اونٹوں کے نہیں باندھا گیا؟ اس نے کہا اس کی ڈوری نہیں ہے قریشی نے کہا تو پھر اس کی ڈوری کہاں ہے؟ حضرت ابن عباسؓ (جو کہ راوی حدیث ہیں) کہتے ہیں کہ پھر اس قریشی نے اس ہاشمی مزدور کو ایک لاٹھی رسید کی کہ بالآخر اسی میں اس کی موت ہوئی۔" (۲۵)

"پھر اس طرف سے ایک یمن کے رہنے والے کا گزر ہوا تو اس ہاشمی نے اس سے پوچھا کہ کیا تو موسم حج میں جاتا ہے؟ اس نے کہا میں نہیں جاتا اور کبھی چلا جاؤں گا۔ اس نے کہا کیا تو میری طرف سے ایک پیغام پہنچا دے گا؟ اس نے کہا۔ ہاں! اس ہاشمی نے کہا کہ جب موسم حج میں جائے تو آواز دینا کہ:

اے آل قریش! جب وہ تمہیں جواب دیں تو آواز دینا کہ اے آل بنی ہاشم! پھر اگر وہ تمہیں جواب دیں تو ابو طالب کو پوچھنا اور ان سے کہہ دینا کہ فلاں شخص نے ایک ڈوری کی بابت مجھے قتل کر دیا۔ اور وہ مزدور مر گیا۔ پھر جب وہ شخص جس نے اسے مزدوری میں رکھا تھا مکہ پہنچا تو ابو طالب اس کے پاس گئے اور پوچھا کہ ہمارے ساتھی کا کیا حال ہے؟ اس قریشی نے کہا کہ وہ بیمار ہو گیا تھا میں نے اس کی اچھی طرح تیمار داری کی پھر (جب وہ مر گیا تو) میں

Marfat.com

نے اسے دفن کر دیا۔ ابو طالب نے کہا ہم سے اسی بات کی امید تھی۔"

"کچھ دنوں کے بعد وہ شخص بھی جسے اس ہاشمی نے پیغام رسانی کی وصیت کی تھی، موسم حج میں پہنچا اور اس نے پکارا کہ اے آل قریش! لوگوں نے کہا یہ قریش ہیں۔ اس نے کہا اے آل بنی ہاشم! لوگوں نے کہا کہ یہ بنو ہاشم ہیں۔ اس نے کہا ابو طالب کہاں ہیں؟ لوگوں نے کہا یہ ابو طالب ہیں۔ اس نے کہا فلاں شخص نے یہ وصیت کی تھی کہ میں تمہیں ایک پیغام پہنچا دوں کہ فلاں شخص نے اسے ایک ڈوری کی بابت قتل کر دیا۔"

"ابو طالب اس قریشی کے پاس گئے اور اس سے کہا کہ ان تین باتوں میں سے ایک بات اختیار کر لے۔ اگر تو چاہے تو سو اونٹ دے دے کیونکہ تو نے ہی ہمارے ساتھی کو قتل کیا ہے۔ اگر تو چاہے تو پچاس آدمی تیری قوم میں سے اس بات کی قسم کھالیں کہ تو نے اسے قتل نہیں کیا۔ اگر تو یہ بات نہ مانے گا تو ہم تجھے اس کے عوض قتل کر دیں گے۔"

"وہ اپنی قوم کے پاس گیا۔ ان لوگوں نے کہا کہ ہم قسم کھالیں گے، پھر بنو ہاشم کی ایک عورت جو ان ہی لوگوں میں سے ایک شخص کی بیوی تھی اور اس کا ایک لڑکا بھی تھا، ابو طالب کے پاس آئی اور اس نے کہا اے ابو طالب! میں یہ چاہتی ہوں کہ تم میرے اس بیٹے کو منجملہ پچاس آدمیوں کے معاف کر دو، اور اس سے قسم نہ لو جب کہ قسم لی جائے۔ ابو طالب نے اسے معاف کر دیا۔ پھر ایک شخص آیا اور کہا کہ اے ابو طالب! تم سو اونٹ کے عوض پچاس آدمیوں سے قسم لینی چاہتے ہو تو ہر شخص کے حصے میں دو اونٹ آئے۔ پس یہ دو اونٹ مجھ سے لے لو، اور مجھ سے قسم نہ لو جب کہ قسم لی جائے گی۔ ابو طالب نے ان دو اونٹوں کو لے لیا۔ اڑتالیس آدمی آئے اور انہوں نے قسم کھالی۔" (۲۶)

بے چاری بچیوں کا زندہ دفن کر دیا جانا

اپنی اولاد اور بچوں سے کس کو پیار نہیں ہوتا۔ چرند پرند حیوانات

Marfat.com

اور خونخوار درندوں تک ہر جاندار چیز اپنی چھوٹی اولاد سے محبت کرتی ہے معصوم بچے ویسے بھی پیارے لگتے ہیں چاہے کسی دوسرے کے ہی کیوں نہ ہوں۔ مگر دور جاہلیت میں عرب کے بعض لوگوں کی درندگی' جہالت' بے رحمی اور سنگ دلی کا یہ عالم تھا کہ اپنی سگی بچیوں کو زندہ درگور کر دیتے تھے۔ قرآن مجید نے سورۃ التکویر میں دور جاہلیت کے اس انسانیت سوز عمل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہے:

وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ بِاَیِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ

(سورۃالتکویر:۸.۹)

"اور (یاد کرو) جب زندہ درگور کر دی گئی بچی سے پوچھا جائے گا کہ وہ کس گناہ کے بدلے قتل کی گئی"

بیچاری بچی کا صرف یہی قصور ہوتا تھا کہ وہ "لڑکی" کیوں ہے۔ حالانکہ "لڑکی" ہونے میں اس غریب کی یا اسکی ماں کی مرضی کا تو کوئی دخل نہیں تھا۔ یہ تو خالق انسان کی مرضی اختیار اور صوابدید ہے کہ وہ جسے چاہے لڑکی عطا فرما دے اور جسے چاہے لڑکا عنایت فرما دے۔

ترجمہ:

"وہ (اللہ) بخشتا ہے جسے چاہتا ہے بیٹیاں اور بخشتا ہے جسے چاہتا ہے بیٹے

بہرحال بچیوں کے قتل کر دیے جانے کی بڑی وجہ جاہلانہ شرم و عار تھی' لڑکی والدین کے لیے باعث ذلت سمجھی جاتی تھی' ان کو لڑکی کی پیدائش کا بڑا غم ہوتا تھا' اور وہ مارے شرم کے لوگوں سے منہ چھپائے پھرتے تھے' اور ان کو زندہ دفن کر کے اس عار کو مٹاتے تھے' قرآن مجید کی ان آیات میں اسی کی طرف اشارہ ہے:

Marfat.com

وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُھُمْ بِالْاُنْثٰی ظَلَّ وَجْھُہٗ مُسْوَدًّا وَّھُوَ کَظِیْمٌ ۝
یَتَوَارٰی مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْءِ مَا بُشِّرَ بِہٖ اَیُمْسِکُہٗ عَلٰی ھُوْنٍ
اَمْ یَدُسُّہٗ فِی التُّرَابِ (سورۃ نحل: ۷)

اور جب ان میں سے کسی کو لڑکی کی (پیدائش کی) خوشخبری سنائی جاتی ہے تو اس کا چہرہ کالا پڑ جاتا ہے' اور غصہ کے گھونٹ پی کر رہ جاتا ہے' اس خوشخبری کے رنج سے وہ لوگوں سے منہ چھپاتا پھرتا ہے' کہ آیا ذلت اٹھا کر وہ اپنے پاس رہنے دے' یا مٹی میں دفن کر دے۔

خواجہ الطاف حسین حالی نے اللہ کریم ان کی تربت کو ٹھنڈا کرے' اس آیت کریمہ کے مفہوم کو بڑے شاندار پیرائے میں ڈھالا ہے فرماتے ہیں:

جو ہوتی تھی پیدا کسی گھر میں دختر
تو خوف شماتت سے بے رحم مادر
پھرے دیکھتی جبکہ شوہر کے تیور
کہیں زندہ گاڑ آتی تھی اس کو جا کر
وہ گود ایسی نفرت سے کرتی تھی خالی
جنے سانپ جیسے کوئی جننے والی

بیٹی کو زندہ دفن کر دینے کا رقت آمیز واقعہ

اس قسم کے بڑے دردناک واقعات حدیثوں میں ہیں' سنن دارمی کی روایت ہے کہ ایک شخص نے اپنی بپتا کو یاد کرتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ہم لوگ جاہلیت کے لوگ تھے' بتوں کو پوجتے تھے' اولاد کو مار ڈالتے تھے' میری ایک لڑکی تھی 'جب میں اس کو بلاتا تو دوڑ کر میرے پاس چلی آتی' ایک دن میں نے اس کو بلایا' وہ خوش خوش چلی آئی اور بچے فرط محبت میں جس طرح باپ کے پیچھے دوڑتے ہیں میرے پیچھے ہولی' میں ایک کنوئیں کے پاس پہنچا' جو میرے گھر کے

Marfat.com

قریب ہی تھا، میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کنوئیں میں ڈال دیا، وہ ابا ابا کہہ کر پکارنے لگی، یہ اس کی زندگی کی آخری آواز تھی، اس صحابی کی زبان سے یہ دردناک واقعہ سن کر نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفیق، رحیم، رؤف اور کریم ذات پر رقت طاری ہوگئی اور آنجنابﷺ کی مازاغ البصر کے سرے والی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔ حاضرین میں سے ایک شخص نے اس راوی صحابی کی ملامت کی کہ تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غمگین کر دیا۔ آپؐ نے فرمایا اسکو چھوڑ دو۔ اس پر جو مصیبت پڑی ہے اس کا علاج پوچھنے آیا ہے۔ حضورﷺ پر اس واقعے کا اتنا اثر ہوا کہ اس آدمی سے دوبارہ اس قصے کو سنا اور اس قدر روئے کہ آنسو بہہ کر ریش مبارک تک آگئے۔ پھر فرمایا جاؤ جاہلیت کے گناہ اللہ نے معاف کر دیئے۔ اب نئے سرے سے عمل شروع کرو۔ (۲۷)

قبیلہ تمیم کے رئیس قیس بن عاصم جب اسلام لائے تو انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اقرار کیا کہ انہوں نے اپنے ہاتھ سے آٹھ لڑکیاں زندہ دفن کی ہیں۔ آپؐ نے فرمایا ہر لڑکی کے کفارہ میں ایک غلام آزاد کرو، قیس نے کہا یا رسول اللہﷺ میرے پاس اونٹ ہیں فرمایا تو ہر لڑکی کے کفارہ میں ایک اونٹ ذبح کرو۔ (۲۸)

کمزوروں پر ظلم کی ایک عینی شہادت

عرب میں غریب اور کمزور لوگوں پر جو ظلم ہوتا تھا اسکی عینی شہادت ایک انتہائی معتبر گواہ سے بھی سن لیجئے۔ ابتدائے اسلام میں قریش مکہ کے مظالم سے تنگ آکر مسلمان حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے، تو قریش مکہ نے شاہ حبش نجاشی کے پاس "مسلمان بھگوڑوں" کو واپس کر دینے کے لیے تحائف اور ہدایا دیکر جب ایک سفارت بھیجی تو نجاشی نے اصل صورت حال معلوم کرنے کے لیے مسلمانوں کو بلا بھیجا۔ مسلمانوں نے بادشاہ کو اصل حقیقت سے آگاہ کرنے کے لیے سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے برادر محترم حضرت جعفر طیارؓ کا

Marfat.com

نتخاب کیا۔ حضرت جعفرؓ نے دور جاہلیت کا نقشہ اور اسلام کا پس منظر بیان کرتے ہوئے فرمایا:

أیھا الملک کنا قومًا اھل جاھلیۃ نعبد الاصنام ونأکل المیتۃ ونأتی الفواحش ونقطع الارحام و نسیئ الجوار ویأکل القوی منا الضعیف فکنا علیٰ ذالک حتیٰ بعث اللہ الینا رسولاً منا نعرف نسبہ و صدقہ وامانتہ وعفافہ(۲۹)

اے بادشاہ! ہم ایک جاہل قوم تھے' بتوں کو پوجتے تھے مردار کھاتے تھے بدکاریاں کرتے تھے' قطع رحمی کرتے تھے' ہمسایوں کے ساتھ برا سلوک کرتے اور ہم میں سے طاقتور لوگ کمزوروں کو کھا رہے تھے (استیصال کر رہے تھے) پس ہم اسی قسم کے کاموں میں مصروف تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری طرف ایک عظیم الشان رسول ﷺ کو مبعوث فرمایا جو (باہر کا نہیں) ہماری قوم میں سے ہی ہے ہم اسکے نسب خاندان' اسکی صداقت' اسکی امانت اور اسکی پاک دامنی کو بخوبی جانتے ہیں۔)

اس کے بعد اپنی تقریر میں حضرت جعفر طیارؓ نے چند تعلیمات نبوی کا ذکر کیا ہے۔ اس تقریر میں ـــــ "یأکل القوی منا الضعیف" ـــــ کے الفاظ کس چیز کی طرف اشارہ کر رہے ہیں؟ کس حقیقت سے پردہ اٹھا رہے ہیں؟ ظاہر ہے غریب اور کمزور لوگوں کی عام بے بسی مجبوری' مقہوری اور ان بیچاروں پر بڑے لوگوں کی طرف سے ڈھائے جانے والے مظالم کی کہانی سنائی جا رہی ہے۔

غریبوں پر مظالم کا خلاصہ

مختصر یہ کہ یہاں دور جاہلیت کے عربوں اور بعثت نبوی ﷺ سے قبل تمام

Marfat.com

نیا تمام اقوام تمام مذاہب اور تمام ممالک کے تفصیلی، مذہبی، معاشرتی، معاشی، سیاسی حالات اور مکمل جائزہ کی تو گنجائش نہیں کہ اس زمانے میں خدائے برتر و بزرگ کی جگہ کس طرح بت پرستی ہو رہی تھی کس طرح مظاہر قدرت اور دیوی دیوتاؤں کو پوجا جا رہا تھا۔ لات و منات، جبل و عزیٰ اور یغوث و یعوق کیونکر معبود کا درجہ حاصل کیے ہوئے تھے۔ اچھے بھلے عقلمند لوگ اپنے ہاتھوں سے تراشے ہوئے بے جان پتھروں کے سامنے کیسے سجدہ ریز ہو جاتے تھے۔ کن کن توہم پرستیوں کا شکار تھے۔ قبائلی لسانی، علاقائی، خاندانی اندھی عصبیت اور دھڑے بندیوں میں وہ لوگ کیونکر جکڑے ہوئے تھے۔ معمولی معمولی باتوں پر سالوں اور پشتوں تک ان میں کیسے خون ریزیاں ہوتی تھیں۔ فخر و مباہات، غرور و تکبر اور قبائلی تقابل و تفاخر کی بھول بھلیوں میں وہ کس طرح پھنسے ہوئے تھے ام الخبائث شراب طاؤس و رباب اور قمار بازی کے وہ کتنے دلدادہ اور رسیا تھے۔ حب جاہ و مال، عیش پرستی، زر پرستی، ہوس رانی اور دولت اندوزی کے وہ کتنے شیدائی تھے۔ وہ کتنے فضول خرچ، شاہ خرچ اور نمود و نمائش اور تکلفات کرنے والے تھے۔ چوری، ڈکیتی، راہزنی اور لوٹ مار کو انہوں نے کس طرح مستقل پیشہ بنا رکھا تھا۔ انسان کیسے "اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی" کا نعرہ لگا رہا تھا انسان کیسے بھیڑیے کا روپ اختیار کر چکا تھا، انسانیت کس طرح دم توڑ رہی تھی اور مسجود ملائک انسان کس طرح حیوانوں سے بھی بدتر ہو چکا تھا اس عالمگیر فساد اور ہمہ جہتی خرابی کی طرف بڑا بلیغ اشارہ قرآن مجید نے " ظَهَرَ الْفَسَادُ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا کَسَبَتْ اَیْدِی النَّاسِ (لوگوں کے کرتوتوں کے باعث خشکی اور تری میں ہر جگہ بگاڑ ظاہر ہو چکا تھا) کے الفاظ میں کر دیا ہے۔ مجھے تو اس دور کے متعلق صرف اتنا عرض کرنا ہے کہ اس وقت دنیا کے تقریباً تمام ممالک، جملہ متمدن حکومتیں اور انسانی معاشرے خواہ کچھ بھی ہوں کم از کم جیسا کہ اب تک کی مذکورہ وضاحتوں سے ثابت ہوا ہے، وہ غریب اور کمزور لوگوں کے لیے انسانی "معاشرہ" کا نہیں بلکہ "محاصرہ" کا درجہ رکھتے تھے۔ سارے قانون ضابطے اور اخلاق صرف غریب لوگوں

Marfat.com

کے لیے تھے۔ عدالتوں کے کٹہروں میں کھڑا ہونا انہی کے لیے تھا۔ سزائیں قیدیں اور کوڑے انہیں کے لیے تھے۔ بھوک' افلاس' دائمی تنگدستی' جہالت' بیماریاں' لاچاریاں انہی کا مقدر تھیں ان کا کوئی حق حق نہ تھا۔ ان کا گھر اجاڑ دیا جائے عزت لوٹ لی جائے' مال و اسباب چھین لیا جائے۔ کچی کٹیا میں تھوڑی بہت پونجی پر ہاتھ صاف کر لیا جائے حتیٰ کہ اسے جان سے مار دیا جائے' اسے اپنے حق کی بازیابی اور حصول انصاف کا حق نہ تھا۔ وہ اپنے حق کے لیے آواز بلند نہ کر سکتا تھا۔ عدالت تک رسائی اس کے بس کا روگ نہ تھا۔ گویا اسکی تخلیق کا مقصد ہی بڑے لوگوں کے ظلم و ستم کا نشانہ بننا' انکی ہوس رانیوں کے لیے باعث تسکین بننا' انکی عیش پرستیوں کا ذریعہ بننا' انکے حقوں کا پانی بھرنا' ان کے ڈیروں کی چاکری کرنا' امیرزادوں کی خدمت کرنا' انکی طرح طرح خوشامد اور چاپلوسی کرنا۔ غرض ساری دنیا میں غریب کا کوئی پرسان حال نہ تھا اس کا کوئی حامی و مددگار نہ تھا۔ اس کے حق میں کوئی آواز بلند کرنے والا نہ تھا۔ یہ دھرتی اپنی وسعتوں کے باوجود غریبوں کے لیے تنگ ہو رہی تھی' ان غریبوں' کمزوروں بے بسوں اور کم حیثیتوں کے لیے ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا تھا۔

ابو الاثر حفیظ جالندھری مرحوم کے الفاظ میں:

کوئی شفقت نہ کرتا تھا یتیموں پر غلاموں پر
یہ مر جاتے تھے بھوکے اور بک جاتے تھے داموں پر
ضعیفوں اور بیواؤں کو روٹی بھی نہ ملتی تھی
غضب ہے' مزد مزدوروں کو کھوٹی بھی نہ ملتی تھی
کوئی گوشہ نہ ملتا تھا جہاں مظلوم اماں پائیں
کوئی سنتا نہ تھا ان کی یہ بیچارے کہاں جائیں
بیاں کر دی ہے میں نے مختصر حالت زمانے کی
یہاں سے ابتدا ہوتی ہے اب میرے فسانے کی

غریبوں اور کمزوروں کے لئے ابرِ رحمت کا ظہور

قارئین محترم! یہاں ذرا رکیے اور تصور کیجئے اس وحشت و

Marfat.com

بربریت ظلم و تشدد اور استبداد و استیصال کے عالم کا چہار سو برستی آگ اور جلتے موسم میں غریب اور مجبور و مظلوم لوگ سسکتے تو ضرور ہوں گے کہ تڑپتے تو ضرور ہوں گے ادھرادھر تو ضرور دیکھتے ہوں گے کہیں کسی گوشہ عالم سے کوئی ٹھنڈا جھونکا آجائے جو جہنم زار حیات کو بادِ نسیم کے جان بخش جھونکے بخش دے۔ کوئی ابر رحمت اٹھے جو عدل و انصاف، مواخات اور انسانی مساوات سے خالی بنجر اور خشک زمین کو سیراب کر دے اور کوئی غیب سے طاقت نمودار ہو جو استبداد اور جبرو زیادتی کی بنیادوں پر تعمیر شدہ ایوانوں کو پاش پاش کر دے۔ چنانچہ مخلوق خدا کی یہ آرزو پوری ہوئی اور ملاءِ اعلیٰ کی وادیوں اور فاران کی چوٹیوں سے ان مظلوموں کے لیے امید کی ایک کرن نمودار ہوئی، کرن ہی نہیں بلکہ افق عالم پر آفتاب عالمتاب اور سراج منیر طلوع ہوا جسکی آمد سے دنیا کے ظلمت کدوں میں لرزہ اور غریب مجبور اور مظلوم لوگوں کے تاریک گھروں میں پہلی مرتبہ زندگی کی شمع روشن ہوئی اجسکے نور سے دنیا کا ذرہ ذرہ جگمگا اٹھا۔

حضرت عبداللہ کا درِ یتیم رحمۃ للعالمین کا منفرد تمغہ لیے اور رؤف و رحیم کے حسین القاب لیے یتیموں کا والی، غلاموں کا مولیٰ، غرباء و مساکین کا ملجاء، کمزوروں کا ماویٰ، بیوگان کا سہارا، مظلوموں مجبوروں مقہوروں اور بے آسروں کا آسرا، بے کسوں کا حامی، گرے ہوئے اور پسے ہوئے لوگوں کا دستگیر، غریبوں کا حقیقی غم خوار اور خیر خواہ بن کر جلوہ گر ہوا۔ قرآن مجید نے آپؐ کی تشریف آوری پر اعلان فرمایا:

وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِیْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ

(سورۃالعراف: ۱۵۷)

اور وہ ان بوجھل سلوں کو (سینوں سے) اتار دے گا جن کے بوجھ تلے انسانیت دبی چلی آرہی ہے اور ان زنجیروں کو توڑ دے گا جن میں انسان جکڑا ہوا ہے۔

سیدہ آمنہ کے اس لعل کا خمیر ہی رحمت سے اٹھایا گیا تھا۔ غریب و کمزور اور مظلوم طبقوں کی نصرت و حمایت کرنا اور انکی ہمدردی و خیر خواہی کرنے کا سچا

Marfat.com

جذبہ اس کی جبلت و فطرت میں رکھ دیا گیا تھا۔ وہ ساری زندگی غریبوں اور کمزوروں کے لیے ہی جیتا رہا۔ اس نے زندگی بھر کوئی مال جمع نہ کیا۔ جو آیا غرباء پر ہی تقسیم کر دیا۔ اس نے کمال شفقت سے دنیا کے ٹھکرائے ہوئے' راندے ہوئے' پسے ہوئے اور قعرِ مذلت میں گرے ہوئے لوگوں کو معاشرے میں سربلند کیا' ان کا بول بالا کیا۔ غریب انسان کو عزت نفس بخشی۔ انہیں انسانیت کا درجہ دیا۔ ان کے حقوق متعین کیے۔ ان کے حق میں آواز بلند کی۔ انہیں آزادی بخشی۔ ان پر ہونے والے مظالم کو ختم کیا۔ انکی معاشرتی حیثیت کو بلند کیا۔ ان کی ضروریات و حاجات کا اہتمام کیا۔ انکی ہر طرح عزت افزائی کی حتیٰ کہ بڑے اور امیر کبیر لوگوں کی صف میں لا کھڑا کیا۔

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَلَامًا كَثِيْرًا كَثِيْرًا فِدَاهُ أَبِيْ وَأُمِّيْ وَعِرْضِيْ وَمَالِيْ.

نگاہ مصطفےؐ نے بلال حبشیؓ کو
اٹھا کے قعر مذلت سے سرفراز کیا
آدمیت کا غرض ساماں مہیا کر دیا
اک عرب نے آدمی کا بول بالا کر دیا

الطاف حسین حالی مرحوم نے سچ کہا ہے:

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا
مرادیں غریبوں کی بر لانے والا
مصیبت میں غیروں کے کام آنے والا
وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا
یتیموں کا والی غلاموں کا مولیٰ
خطا کار سے درگزر کرنے والا

Marfat.com

حوالہ جات اور حواشی باب اول

۱۔ مثلاً لمبے۔چوڑے خزانوں اور بھاری بھرکم تجوریوں کے بلا شرکت غیرے مالک قارون سے جب اسکی قوم کے لوگوں نے کہا کہ تو بھی ان خزانوں کو اللہ کے رستے میں خرچ کر کے مخلوق الٰہی کے ساتھ بھلائی کر جس طرح اس نے تیرے اوپر یہ عظیم احسان کیا ہے۔ تو وہ کہنے لگا یہ مال و دولت' یہ روپیہ پیسہ یہ خزانے اور دفینے اللہ کی دین نہیں بلکہ اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ عِنْدِيْ (یہ میرے علم و ہنر اور تجربہ کاری کا نتیجہ ہے) (سورۃ القصص: ۷۸)

۲۔ اللہ کریم نے عام انسانی نفسیات کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰۤى اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى دوسری جگہ فرمایا وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِى الْاَرْضِ

۳۔ امام جار اللہ محمود بن عمر زمخشری متوفی ۵۲۸ھ: الکشاف: ۲: ۳۸۸ طبع کتب خانہ مظہری۔

۴۔ زمخشری: الکشاف: ۲: ۴۲۳ طبع کتب خانہ مظہری۔

۵۔ سورۃ الشعراء آیت نمبر ۱۸۶

۶۔ امام رازی: تفسیر کبیر: ۷: ۶۷ طبع مصر ۱۹۳۸ء / ۱۳۵۷ھ۔

۷۔ اس کا تفصیلی بیان انشاء اللہ آگے آرہا ہے۔

۸۔ امام زمخشری: تفسیر الکشاف: ۳: ۳۲۴ طبع بیروت لبنان۔

امام عبداللہ نسفی: تفسیر نسفی المعروف بمدارک: ۲: ۱۲۰۰' طبع قدیمی کتب خانہ کراچی۔

۹۔ ایران بعد ساسانیاں' ص ۳۳۹۔ ترجمہ پروفیسر محمد اقبال' مطبوعہ انجمن ترقی اردو ہند' دہلی ۱۹۴۱ء۔

۱۰۔ ایضاً: ص ۶۶۴۔

Marfat.com

۱۱۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ : حجتہ اللہ البالغہ (مترجم) : ۱: ۵۲۴۔ ۵۲۵ طبع قومی کتب خانہ لاہور، ۱۹۶۲ء۔

۱۲۔ ایران بعد ساسانیاں: ص ۵۱۱، ماخوذ از ترجمہ پروفیسر محمد اقبال مطبوعہ انجمن ترقی اردو (ہند)، دہلی، ۱۹۴۱ء۔

۱۳۔ ایضاً" ص ۲۳۔ ۴۲۲۔

۱۴۔ ابو جعفر محمد بن جریر طبری (م ۳۱۰ھ) : تاریخ الطبری: ۳: ۵۲۲ طبع مصر ۱۹۶۲ء۔

۱۵۔ امام غزالی: فقہ السیرۃ ص ۲۰ طبع قاہرہ ۱۹۶۴ء

۱۶۔ اس قانون کی تفصیل کے لیے اور دفعات جاننے کے لیے منوشاستر کا مطالعہ کریں۔ باب ۱۔ ۲ ۸۔ ۹۔ ۱۰۔ ۱۱۔ (بحوالہ نبی رحمتؐ، از سید ابوالحسن علی ندوی)

۱۷۔ الدکتور جواد علی: المفصل فی تاریخ العرب قبل الاسلام: ۴: ۵۴۲ طبع بیروت ۱۹۷۰ء

۱۸۔ سورہ الاسراء: آیت نمبر ۳۳

۱۹۔ فی زمانہ ایک اوسط درجے کے اونٹ کی قیمت دس ہزار روپے سے کم نہیں ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ آج کے حساب سے ایک وڈیرے کی دیت کم از کم ایک کروڑ روپیہ تھی۔

۲۰۔ الدکتور جواد علی: المفصل فی تاریخ العرب قبل الاسلام: ۴: ۵۴۲، طبع بیروت ۱۹۷۰ء۔

۲۱۔ ایضاً" ص ۵۴۳۔ ۵۴۴۔

۲۲۔ ایضاً" ص ۵۵۵۔

۲۳۔ ابو الفرج عبدالرحمٰن بن علی بن محمد ابن اجوزی (م ۵۹۷ھ) : المنتظم فی تاریخ الامم والملوک: ج ۲: ص ۱۴۶
"ذکر معایش الانبیاء" مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۲ھ / ۱۹۹۲ء۔

۲۴۔ الدکتور جواد علی: المفصل فی تاریخ العرب قبل الاسلام: ۴: ۵۶۳۔ ۵۶۴ (بتغیر)۔

Marfat.com

۲۵۔ بخاری بحوالہ اسلام کے معاشی نظریے از ڈاکٹر یوسف الدین ص ۵۹ مطبوعہ کراچی، ۱۹۸۴ء۔

۲۶۔ ایضاً" ص ۵۹۔ ۶۰۔

۲۷۔ امام ابو محمد عبداللہ الدارمی (م ۲۵۵ھ) : سنن داری: ۱: ۳۔ ۴ طبع دمشق، ۱۳۴۹ھ۔

۲۸۔ تفسیر ابن جریر و ابن کثیر تفسیر سورہ تکویر۔

۲۹۔ (الف) ابو محمد عبدالملک بن ہشام: سیرۃ النبی :۱: ۳۵۸۔ ۳۵۹، طبع قاہرہ، مصر ۱۳۵۶ھ / ۱۹۳۷ء۔

(ب) مستدرک حاکم : ج ۲: ص ۳۱۰، کتاب التفسیر

(ج) احمد عبدالرحمٰن البناء : الفتح الربانی ترتیب مسند احمدؒ: ۲۰: ۲۲۷ طبع قاہرہ۔

(د) ابن اثیر: الکامل فی التاریخ: ۲: ۸۰ طبع بیروت۔

Marfat.com

باب دوم

ولادت باسعادت تا بعثت

(نوٹ : حوالہ جات باب کے آخر میں ملاحظہ فرمائیں)

Marfat.com

Marfat.com

فصل:

آباؤ اجداد

نیرنگئ قدرت

اللہ کریم کی عجیب شان اور عجب بے نیازی ہے کہ جو بچہ غریب مظلوم و دکھیارے اور اپنی زندگی سے تنگ لوگوں کے لیے امید کی کرن بن کر پیدا ہو رہا ہے جس کے آفتاب عالمتاب سے انسانی معاشروں میں ذلیل' حقیر' گھٹیا' اور کمتر سمجھے گئے انسانوں کی تاریک دنیا میں روشنی ہونی ہے۔ جس کی نورانی شعاؤں نے غریب کی کٹیا میں زندگی کے چراغ جلانے ہیں جسکی وجہ سے ظلم و استبداد اور استیصال کا خاتمہ ہونا ہے' جس نے بے کسوں کا کس اور بے سہاروں کا سہارا بننا ہے' جس نے غرباء و مساکین کا ہمدرد غمخوار' حقیقی خیر خواہ اور ان کا جلیس و شریک بننا ہے' جس نے زخم خوردہ اور غمزدہ دلوں پر مرہم رکھنا ہے۔ جس نے روتے ہوؤں کو چپ کرانا ہے' جس نے غلامی کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے بیچاروں کا مولیٰ بننا ہے' جس نے بھٹکی ہوئی انسانیت کو سیدھی راہ دکھانی ہے جس نے چرند پرند' حیوانات اور بے زبان جانوروں کے حقوق کا تعین کرنا ہے جس نے آگے چل کر نبی رحمت اور رحمتہ للعالمین کے منفرد لقب سے ملقب ہونا ہے جس کے سر پر ختم نبوت کا تاج رکھا جانا ہے۔ جس نے بیواؤں کی پناہ گاہ بننا ہے۔ جس نے معذور اور بے یارومددگار لوگوں

Marfat.com

کی باعزت زیست کا انتظام کرنا ہے۔ جس نے یتیموں کے سر پر ہاتھ رکھنا ہے، جسکی شہرت کا پھریرا چار دانگ عالم میں لہرانا ہے۔ جس کی عظمت کا ڈنکا ساری دنیا میں بجنا ہے۔ جسکے کردار اور خلق عظیم کا اعتراف اپنے پرائے اور بڑے سے بڑے دشمن نے بھی کرنا ہے اور جس کے آگے بڑے بڑے جابروں اور سرکشوں کی گردنیں جھک جانا ہیں۔ وہ منفرد و بے مثال اور یکتائے زمانہ بچہ والد کے سایہ عاطفت سے محروم یتیمی اور بظاہر انتہائی بے سرو سامانی کے عالم میں جنم لیتا ہے۔ جس دن عفت ماب سیدہ آمنہ کے لال علیہ التحیتہ و الثناء نے جنم لیا ہے اور اپنے قدوم میمنت سے اپنی پاک ماں کے پاک گھر کو بقعہ نور اور رشک قمر بنایا ہے اس دن اگر آپؐ کے خوش صورت خوش سیرت پاک طینت، نیک فطرت، پاک دامن، پاکباز اور شرم و حیاء کے پیکر والد گرامی زندہ ہوتے تو جس طرح ہر والد کو اپنے گھر میں اولاد نرینہ پیدا ہونے پر مسرت ہوتی ہے اور خوشی سے پھولا نہیں سماتا پھر اسکے گھر میں شادیانے بجتے ہیں اسی طرح حضرت عبداللہ بھی اپنے من موہنے دل بھانے اور سوہنے مکھڑے والے بیٹے کو دیکھ کر **یقیناً** —— خوش ہوتے تصور کی دنیا میں قیاس کیا جاسکتا ہے کہ اپنے اس نیک بخت سعادت مند حسین ترین، جمیل ترین وحید العصر اور عجوبہ روزگار فرزند ارجمند کی ولادت کے موقع پر ان کا کلیجہ اور آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں اور ان کا قلب و جگر خوشیوں سے لبریز ہو جاتا اور اپنے عزیز و اقارب اور دوست و احباب کی طرف سے مبارک باد وصول کر کر کے ان کا وزن اور قد دو چند ہو جاتا مگر رب ذوالجلال کو ایسا منظور نہیں تھا۔

آباؤ اجداد اور اخلاق کی بلندی

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے سارے آباؤ اجداد کی عالی نسبی، خاندانی نجابت و شرافت، فطری پاکیزگی، دور جاہلیت میں بھی انکی بلند اخلاقی عالی ظرفی، شجاعت، جود و سخا، ایثار، دریا دلی، قربانی، انسانیت کی ہمدردی و خیر خواہی اور پھر سب سے بڑھ کر ان تمام کا رذائل اخلاق، بداخلاقی بدکرداری،

Marfat.com

بدکاری اور بد چلنی سے ہمیشہ گریز و اجتناب اختیار کرنے کی تفصیلات کی تو یہاں گنجائش نہیں' اجمال کے ساتھ صرف اتنا عرض کر دینا کافی ہے کہ یہ پورے کا پورا شجرہ "شجرہ طیبہ" ہے اس کا ہر فرد حضرت عبداللہ سے لیکر حضرت آدم علیہ السلام تک اپنے ابنائے زمانہ میں خداداد جرات و ہمت' حسن صورت اور حسن سیرت کے اعتبار سے یکتائے زمانہ اور ممتاز رہا۔ ہر ایک کو اللہ کریم نے قائدانہ صلاحیتیں عطا فرمائیں اور وہ اپنے وقت میں سیادت و قیادت کے مرتبہ پر فائز رہا۔ ہر ایک انتہائی ایثار پیشہ' غریب پرور' مہمان نواز' مظلوم کا حامی' مسافروں کا خدمت گزار' سچا اور سچا تھا۔ ان سب کے مومن ہونے یا نہ ہونے میں تو علماء نے اختلاف کیا ہے مگر اس چیز میں جملہ علماء اور سیرت نگاروں کا اتفاق ہے کہ وہ سب کے سب پاکیزہ اخلاق نیک سرشت' نیک طینت اور پاک فطرت تھے۔ اسی لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَمْ اَزَلْ اَنْتَقِلُ مِنْ اَصْلَابِ الطَّاهِرِيْنَ اِلٰى اَرْحَامِ الطَّاهِرَاتِ (۱)

(میں ہمیشہ پاک پشتوں سے پاک رحموں کی طرف منتقل ہوتا رہا۔)

...... لَمْ يَزَلِ اللّٰهُ يُنْقِلُنِیْ مِنَ الْاَصْلَابِ الْحَسِيْبَةِ اِلَى الْاَرْحَامِ الطَّاهِرَةِ (۲)

ایک روایت میں اپنی تشریف آوری کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

(اللہ مجھے ہمیشہ شریف الاصل پشتوں سے پاک رحموں کی طرف منتقل فرماتا رہا)

حضورؐ کے پورے سلسلہ نسب میں زمانہ جاہلیت میں بھی کبھی زنا اور بدکاری کا ارتکاب نہیں ہوا۔ اپنے آباؤ اجداد کی نسبی صفائی اور طہارت و پاکی پر مہر تصدیق ثبت کرتے ہوئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح فرمایا:

اِنَّمَا خَرَجْتُ مِنْ نِكَاحٍ وَلَمْ اَخْرُجْ مِنْ سِفَاحٍ مِنْ لَدُنْ اٰدَمَ لَمْ يُصِبْنِىْ مِنْ سَفَاحِ اَهْلِ الْجَاهِلِيَةِ شَيْئٌ لَمْ اَخْرُجْ اِلَّا مِنْ طُهْرٍ ہ (۳)

Marfat.com

(بے شک میرا ظہور ہمیشہ نکاح سے ہوتا آیا ہے نہ کہ زنا سے۔ حضرت آدم تک میرے آباؤ اجداد نے کبھی اہل جاہلیت کی طرح بدکاری کو چھوا تک نہیں۔ میں ہمیشہ نکاح کی پاکی سے منتقل ہوتا آیا ہوں۔)

ایک حدیث میں فرمایا:

خَرَجْتُ مِنْ نِكَاحٍ وَلَمْ اَخْرُجْ مِنْ سَفَاحٍ مِنْ لَدُنْ اٰدَمَ حَتّٰى اِنْتَهَيْتُ اِلٰى اَبِىْ وَاُمِّىْ فَاَنَا خَيْرُكُمْ نَفْساً وَاَباً (۴)

میں (میرا نور) ہمیشہ نکاح کے ذریعے برآمد ہوتا رہا اور جد اعلیٰ حضرت آدم علیہ السلام تک کبھی بدکاری کے ذریعے نہ نکلا یہاں تک کہ (اس طرح بذریعہ نکاح منتقل ہوتے ہوتے) میں اپنی ماں اور باپ تک پہنچا بنابریں میں تم سب سے ذاتی اعتبار سے اور آباؤ اجداد کے اعتبار سے بہتر اور افضل ہوں۔

حضورﷺ کے آباء و اجداد کی نجابت اور شرافت کی متعدد روایات ابن کثیرؒ، حلبی، قسطلانی، قاضی عیاض، سہیلی، ابن جوزیؒ اور دیگر سیرت نگاروں نے بیان کی ہیں جنہیں طوالت کے خوف سے ترک کیا جا رہا ہے۔ قدیم سیرت نگار ابن سعد نے محمد بن سائب کلبی کی اپنے باپ سے یہ تحقیق درج کی ہے کہ "میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پانچ سو ماؤں (۵) کی فہرست مرتب کی۔ تو ان میں سے کسی ایک کو میں نے بدکاری یا جاہلیت کے کسی معاملے اور جاہلیت کی کسی چیز میں ملوث نہ پایا۔" (۶)

حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے منتخب اور برگزیدہ نبی کو دنیا میں لانے سے پہلے ہی اسکی متعلقہ ہر چیز میں برگزیدگی پیدا فرما دی تھی۔ قرآن مجید کی اس بات پر شہادت موجود ہے کہ اس برگزیدہ پیغمبرﷺ کی ایک زوجہ محترمہ ام

Marfat.com

المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر بعض منافقین نے بدچلنی کا بے بنیاد الزام لگایا تو اپنے برگزیدہ نبیؐ کی اس زوجہ محترمہ کی اس غلط بہتان اور صریح الزام سے براءت اور صفائی خود اللہ کی علیم و بصیر ذات نے بیان فرمائی۔ اور قیامت تک آنے والی نسلوں پر اپنے پاک پیغمبر کی بیوی کی پاکدامنی پر مہر تصدیق ثبت فرما دی۔ جب پیغمبر اعظم و اکرم ﷺ کی بیوی (العیاذ باللہ) بدکار' بدچلن اور فاسقہ نہیں ہو سکتی تو اس کے آباؤ اجداد جو اس پیغمبر کی اصل ہیں' کیسے بدکار اور بدچلن ہو سکتے تھے؟ وہ سب کے سب قرآنی اصول:

اَلطَّیِّبَاتُ لِلطَّیِّبِیْنَ وَالطَّیِّبُوْنَ لِلطَّیِّبَاتِ (سورۃ نور: ۲۶)

(پاکیزہ بیویاں پاک مردوں کے لیے اور پاک مرد پاکیزہ بیویوں کے لیے ہیں)

کے مصداق ان اخلاقی گندگیوں سے پاک اور انتہائی بالاتر تھے۔ حضور ﷺ کے سلسلہ نسب کی یہ پاکی اور پاکدامنی بلاشبہ آپؐ کے نور کی برکت اور وجہ سے تھی۔

آباؤ اجداد اور غمِ انسانیت

یہ چند باتیں تو حضور ﷺ کے آباؤ اجداد کی خاندانی نجابت و شرافت اور نسبی و نسلی طہارت کے متعلق تھیں جہاں تک ان کی سیرتوں' اخلاق و کردار اور انسانی قدروں کا معاملہ ہے تو اس میدان میں بھی وہ اپنے ہم عصروں سے گوئے سبقت لیے ہوئے تھے۔ غریب اور مظلوم لوگوں کی غمخواری' حمایت و نصرت اور خبر گیری انکی سرشتوں میں داخل تھی۔ معروف سیرت نگار ابن سعد (متوفی ۲۳۰ھ) اور ابن ھشام (م ۲۱۳ھ) وغیرہ نے حضور ﷺ کے جد امجد حضرت قصی بن کلاب کی ایک تقریر نقل کی ہے جس میں انہوں نے اپنے قبیلہ قریش کو غریب الدیار' حجاج کرام اور زائرین حرم کی مہمان نوازی خدمت گزاری اور ان کی خاطر تواضع کرنے پر بڑے موثر الفاظ میں برانگیختہ کیا ہے۔ سیرت ابن

Marfat.com

ہشام کے الفاظ ہیں:

یَامعشرَ قریشٍ اِنکُمْ جیرانُ اللہِ وَاَھلُ بیتہٖ واھلُ الحَرَمِ وَاِنَّ الحَجَّاجَ ضَیفُ اللہِ وَاَھلُہٗ وَزوارُ بیتِہٖ وَھُمْ اَحَقُّ الضَیفِ بِالکَرامَۃِ فَاجْعلُوالَھُمْ طَعَاماً وَشَرَاباً اَیامُ الحَجِّ حَتّی یَصدَرُوا عَنکُمْ(۷)

اے گروہ قریش! بے شک تم اللہ کریم (یعنی بیت اللہ) کے پڑوسی ہو اور اسکے گھر اور حرم شریف کے متولی ہو۔ ادھر حجاج کرام اللہ کے مہمان اور اسکے گھر والے ہیں اور اسکے گھر کی زیارت کرنے والے ہیں اور اس ناطے وہ لوگ باعزت مہمان نوازی کے بڑے حقدار ہیں لہٰذا تم ایام حج میں ان اللہ کے مہمانوں کے کھانے پینے کا انتظام وانصرام کیا کرو یہاں تک کہ وہ لوگ اپنے گھروں کو واپس چلے جایا کریں۔

یہ ترغیب چونکہ خلوص پر مبنی تھی اور دل کی اتھاہ گہرائیوں سے نکل رہی تھی اس لیے اس کا اثر ہونا لازمی تھا کیونکہ۔

جو بات دل سے نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پَر نہیں طاقت پرواز مگر رکھتی ہے

چنانچہ قریش مکہ ہر سال اپنے اموال میں سے ایک مخصوص حصہ نکالتے اور سب حضرت قصی کے سپرد کر دیتے۔ قصی اس پیسے سے کھانے تیار کراتے اور ایام حج میں لوگوں کو کھلاتے۔ قصی کے بعد ان کے عالی ہمت جانشینوں نے بھی اس نیک رسم کو جاری رکھا جب اسلام آیا تو اس نے بھی اس کام کو جاری رکھا اور صدیوں تک خلفائے اسلام ایام حج میں حاجیوں کو کھانا کھلاتے رہے۔ (۸)

سیرت نگاروں نے قریش کی وجہ تسمیہ بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ

Marfat.com

لفظ تقریش سے نکلا ہے جس کا معنی کمانے کے علاوہ تفتیش و جستجو کرنا' تلاش کرنا ہیں کہا جاتا ہے کہ فہر بن مالک بن نضر (حضورؐ کے ایک جدامجد) حاجتمندوں کی حاجتوں کا پتا لگا کر انکی ضرورتیں پوری کیا کرتے تھے۔ وہ غریبوں کو دولت دیتے' ننگوں کو کپڑا پہناتے' پناہ گزینوں کو پناہ دیتے' خوف زدہ لوگوں کا خوف دور کرتے اور بھولے بھٹکے لوگوں کو رستہ دکھاتے تھے۔ اس وجہ سے اس خاندان اور قبیلے کا نام قریش پڑ گیا۔ (النویری: نہایتہ الارب' ج ۲) (۹)

معروف مفسر شیخ اسماعیل حقیؒ نے بھی فہر بن مالک کے ''قریش'' کہے جانے کی وجہ تسمیہ یہی لکھی ہے۔ (۱۰)

ابن سعد نے مزید یہ بھی اضافہ کیا ہے کہ حضرت قصی پانی کے لیے چمڑے کے حوض بنوایا کرتے تھے پھر مکہ مکرمہ' منیٰ اور عرفات میں حاجیوں کے لیے ان حوضوں کے اندر پانی بھی بھروایا کرتے تھے۔ (۱۱)

ابن ھشام نے لکھا ہے کہ جب حضورؐ کے جداعلی حضرت ھاشم اس رفادہ اور سقایہ (حاجیوں کو کھانے پلانے) کے نگران اور متولی بنے تو پھر قریش مکہ سے وہی بات کہی جو ان کے دادا نے کہی تھی۔ ساتھ ہی یہ بھی فرمایا:

وَاللہِ لَوْکَانَ مَالِیْ یَسَعُ لِذَالِکَ مَا کَلَّفْتُکُمُوْہُ (۱۲)

اللہ کی قسم اگر میرا ذاتی مال اس (رفادہ و سقایہ) کے لیے
کافی ہوتا تو میں تمہیں اس چیز کی تکلیف نہ دیتا)

حضرت ھاشم کا اصل نام عمرو تھا مگر ھاشم کے نام سے شہرت کی وجہ یہ تھی کہ ایام قحط میں کمال فیاضی اور دریا دلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنی گرہ سے شام سے غلہ منگوا کر اہل مکہ کو روٹیوں کے ٹکڑے کر کے کھلائے' کھلا دسترخوان بچھایا اور عام دعوت کی جسکی بنا پر آپکو ھاشم کہا جانے لگا۔ (۱۳)

حلبی نے حضرت ھاشم کی عام فیاضی کے متعلق بعض لوگوں کا یہ قول بھی نقل کیا ہے:

لَمْ تَزَلْ مَائِدَتُہٗ مَنْصُوْبَۃً لَا تُرْفَعُ فِی السَّرَّاءِ وَالضَّرَّاءِ (۱۴)

Marfat.com

(ان کا دستر خوان خوشحالی اور تنگی دونوں حالتوں میں ہمیشہ بچھا رہتا۔)

حضرت ھاشم اور فقراء کے لیے تدبیر معاش

حضرت ھاشم سے قبل قریش میں ایک عام رواج یہ بھی تھا کہ اگر کسی آدمی کا سارا مال کسی وجہ سے ہلاک ہو جاتا اور وہ بالکل مفلس اور تہی دست ہو جاتا تو ہمت ہار کر اور مایوس ہو کر اپنے زیر کفالت تمام افراد کو ساتھ لے کر اور باہر جنگ میں جا کر سب خیمے میں بیٹھ جاتے اور موت کی انتظار کرتے حتیٰ کہ بھوک پیاس سے باری باری سب کے سب موت کی آغوش میں چلے جاتے۔ حضرت ہاشم بڑے ہوئے اور مکہ کے سردار بنے تو اپنی قوم سے فرمایا۔ کسی بھی قوم کی عزت اسکی افرادی قوت سے بنتی ہے۔ اگر یہی حال رہا اور غریب لوگ اس طرح موت کے منہ میں جاتے رہے تو آہستہ آہستہ ہماری قوم کمزور ہو جائے گی۔ اس مسئلے کے حل کے لیے میری ایک رائے ہے اور وہ یہ کہ میں تمہارے فقیر اور غریب لوگوں کو تمہارے مالدار غنی لوگوں کے ساتھ ملا دوں۔ اور جس غنی آدمی کے جتنے اہل خانہ ہوں اتنے ہی غریب افراد اسکے ساتھ شامل کر دوں۔ اس طرح غنی آدمی کی ضروریات زندگی سے زائد مال کے سایے میں غریب اور اسکے اہل و عیال بھی زندہ رہیں گے اور یہ طریق کار بھوک کی وجہ سے خودکشی کے اقدام کو ختم کرنے والا ہوگا۔ چنانچہ سب قریش نے اس تجویز سے اتفاق کیا اور یوں حضرت ہاشم نے زندگی سے مایوس غریبوں کی معاش کا انتظام فرما دیا۔ (۱۵)

حضرت عبدالمطلب اور غریب پڑوسی

آپؐ کے دادا جان حضرت عبدالمطلب کی انسان دوستی، ہمدردی، غم خواری اور حق پڑوس کی ادائیگی کا ایک بڑا ایمان افروز واقعہ بعض سیرت نگاروں نے درج کیا ہے اسے پڑھئے اور حضور ﷺ کے اجداد عظام کی اخلاقی

Marfat.com

عظمتوں اور رفعتوں کا اندازہ لگائیے۔ علامہ حلبیؒ فرماتے ہیں:

"حضرت عبدالمطلب کا شمار قریش کے دانشور اور حکیم لوگوں میں ہوتا تھا۔ ابو سفیان کے والد حرب بن امیہ کے ساتھ انکی دوستی' اٹھنا بیٹھنا اور گہرے مراسم تھے۔ ادھر آپ کے پڑوس میں ایک یہودی بھی رہا کرتا تھا ایک مرتبہ اس یہودی نے بر سربازار حرب بن امیہ کو برا بھلا کہہ دیا۔ حرب قریش مکہ میں کوئی کم متمرد و سرکش نہ تھا اس معمولی جھگڑے اور تو تو مَیں مَیں کے نتیجے میں غریب یہودی کو حرب نے موت کے گھاٹ اتار دیا حضرت عبدالمطلب کو یہ بات معلوم ہوئی تو آپ نے اس امر کو خلاف مروت اور خلاف اخلاق سمجھا کہ ایسے ظالم آدمی کے ساتھ صحبت اور رفاقت کو جاری رکھا جائے۔ چنانچہ حرب کی دوستی اور اسکے پاس آنا جانا ترک کر دیا۔ پھر صرف اسی ترک تعلق پر اکتفا نہ کیا بلکہ حرب سے اپنے پڑوسی کی دیت کا مطالبہ کیا اور اسے اس وقت تک نہ چھوڑا جب تک کہ اس سے سو اونٹ وصول کر کے پڑوسی یہودی کے بیٹے کو نہ دلا دیئے۔" (۱۶)

انسانی اخلاق' اوصاف' کمالات اور اصولوں کی دنیا میں حضرت عبدالمطلب کا یہ واقعہ کوئی معمولی اور کم اہمیت کا حامل نہیں۔ اپنے ایک ہمسائے کی خاطر جو آپ کا ہم مذہب نہیں جس سے آپ کا کوئی دنیوی مفاد اور غرض وابستہ نہیں' کوئی قانونی مجبوری نہیں' کسی کا دباؤ نہیں' قریش کے ایک رئیس اور باا‌ثر آدمی کی ناراضگی مول لینا اس سے مستقل قطع تعلق کر لینا اس سے کلام تک ترک کر دینا اور پھر اس سے پڑوسی مقتول کے خون بہا کو وصول کرنا یہ سب چیزیں ان کی انسانی خوبیوں' عالی ہمتی' اصول پرستی اور غریب پروری پر دلالت کرتی ہیں۔

معروف مورخ ابن اثیر نے حضرت عبدالمطلب کی عام داد و دہش اور فیاضی کے علاوہ غریب پروری اور مسکین نوازی کا ایک عجیب معمول لکھا ہے۔ فرماتے ہیں۔

Marfat.com

......فَكَانَ اِذَا دَخَلَ شَهْرَ رَمَضَانَ صَعِدَحِرَاء وَاَطْعَمَ الْمَسَاكِيْنَ جَمِيْعَ الشَّهْرِ (۱۷)

جب رمضان المبارک کا مہینہ شروع ہو جاتا تو (عبادت کے لیے) غار حراء پر چڑھ جاتے اور سارا ماہ مسلسل مساکین کو کھانا کھلاتے رہتے۔

ابرہہ کے سامنے حضرت عبدالمطلب کا جب تعارف کرایا گیا تو ان الفاظ میں کرایا گیا:

اِنَّ هٰذَا سَيِّدُ قُرَيْشٍ صَاحِبُ عَيْنِ مَكَّةَ الَّذِیْ يُطْعِمُ النَّاسَ فِی السَّهْلِ وَالْوُحُوْشِ فِی الْجِبَالِ (۱۸)

یہ قبیلہ قریش کے سردار ہیں مکہ کے چشمہ (زم زم) کے مالک ہیں اور یہ وہ آدمی ہے جو لوگوں کو جنگلوں میں اور جانوروں کو پہاڑوں میں کھلاتا ہے۔

آبِ زم زم جو صدیوں قبل حضرت اسماعیل علیہ السلام کی معصوم اور ننھی ایڑیوں کی رگڑ کے نتیجے میں ظاہر ہوا تھا اور جو آج حرم مکی میں ہی نہیں بلکہ مدینہ منورہ میں بھی پہنچا ہوا ہے جسے سعودی حکومت نے کمال محنت، کمال صفائی اور کمال نفاست سے حرمین شریفین میں جگہ جگہ ٹھنڈے کولروں میں ڈال کر رکھا ہوا ہے جسے لاکھوں زائرین پندرہ سو سال سے اپنی پیاس بجھانے، قلب و جگر کو ٹھنڈک پہنچانے اور مختلف امراض سے شفایاب ہونے کے لیے استعمال کرتے آرہے ہیں اور جو دنیا بھر کے مسلمانوں کے گھروں میں "تبرک" بن کر پہنچ رہا ہے۔ یہ بھی بالواسطہ حضرت عبدالمطلب ہی کا فیض ہے۔ کئی سالوں سے اٹے ہوئے اور نامعلوم آبِ زم زم کے کنویں کی دوبارہ کھدائی کے لیے من جانب اللہ حضرت عبدالمطلب کا ہی انتخاب ہوا تھا۔ اسی کنویں کی کھدائی کے دوران آپ نے منت مانی تھی کہ اگر اللہ کریم انہیں دس بیٹے عنایت فرمائے گا تو ایک کو وہ اللہ کے رستے میں قربان کر دیں گے۔ چنانچہ اللہ

Marfat.com

نے دس بیٹے عنایت فرمائے تو قربان ہونے کے لیے قرعہ حضرت عبداللہ کے نام کا نکلا۔ حضرت عبداللہ کے مقدر میں چونکہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کا باپ ہونے کی سعادت اور اعزاز لکھا ہوا تھا اس لیے "جسے اللہ رکھے اسے کون چکھے" کے مصداق ایک ترکیب سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی مانند ذبح کیے جانے سے بچا لیے گئے اور انکی جگہ سو اونٹ قربان کیے گئے۔ اسی لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:

أَنَا ابْنُ الذَّبِيْحَيْنِ (۱۹)

میں دو ذبیحوں کا بیٹا ہوں۔

حضرت عبداللہ اور پاکیزگیٔ اخلاق

حضور اکرم ﷺ کے ابا جی کا نام عبداللہ (اللہ کا بندہ) ہونا جسے احادیث میں أَحَبُّ الْأَسْمَاءِ إِلَى اللهِ بھی کہا گیا ہے' بڑا معنی خیز ہے۔ یہ نام اس زمانہ میں رکھا گیا اور تجویز کیا گیا تھا جب اللہ کی بندگی کے تصور کا نام و نشان تک نہ تھا سارا عرب لات و منات اور عزی و ھبل کا بندہ اور پجاری بنا ہوا تھا۔ ایسے بت پرستانہ ماحول اور معاشرے میں کسی آدمی کا نام عبداللہ رکھا جانا محض اتفاقی معاملہ نہیں لگتا بلکہ یہ سب کچھ من جانب اللہ ہو رہا تھا تاکہ جس ذات گرامی کو رب کائنات نے "عبدہ" کے مقام رفیع پر فائز کرنا ہے اس کا خمیر ہی عبدیت کے پانی سے گوندھا جائے۔ حضورؐ کے باپ اسم بامسمی تھے۔

حضرت عبداللہ کی پشت میں چونکہ نور نبی ودیعت کیا گیا تھا اس لیے آپ کی پیشانی سے اس نور کی ایک واضح جھلک کوکب دری کی مانند نظر آتی تھی۔ قریش مکہ اور تمام بنی ہاشم میں صورت و سیرت ہر دو اعتبار سے اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ اس انتہائی حسن و جمال، رنگ روپ اور کمال خوبصورتی کو دیکھ کر مکہ کی حسینائیں آپ پر وارفتہ تھیں ہر ایک کی خواہش ہوتی تھی کہ اسے عبداللہ کی زوجیت میں آنے کا شرف مل جائے۔ حتی کہ معروف سیرت نگار حلبی نے بیان کیا ہے اگرچہ یہ بیان ہے تو لفظ "قیل" کے ساتھ جسے ناقدین

Marfat.com

حدیث نے "لفظ تمریض" سے تعبیر کیا ہے تاہم عشق و محبت کی دنیا میں ایسا ہو جانا بعید از قیاس نہیں۔ وہ بیان یہ ہے کہ جس دن حضرت عبداللہ کی شادی سیدہ آمنہ بنت وھب سے انجام پائی اور نکاح ہو گیا تو بنی مخزوم' عبد شمس اور عبد مناف کے قریشی قبائل میں کوئی عورت ایسی نہ تھی جو حضرت عبداللہ سے شادی نہ کرسکنے کے افسوس میں بیمار نہ ہو گئی ہو۔ (۲۰)

مگر قربان جائیں اس ہاشمی کی پاک دامنی اور بے داغ جوانی پر کہ حسن کے دعوتِ نظارہ دینے، کوئی رکاوٹ نہ ہونے اور دواعی کے ہونے کے باوجود اس نے کبھی کسی غیر محرم کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔ حالانکہ جوانی مستانی ہوتی ہے اور دور جاہلیت میں اس قسم کی مستانہ حرکات کو معیوب بھی نہیں سمجھا جاتا تھا عرب لوگ بالخصوص شاعر اپنے عشق و معاشقہ کے تذکرے بڑے فخر سے کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ کی زندگی کی کوئی لمبے چوڑے واقعات اور تفصیلات تو کہیں نہیں ملتیں۔ تاہم سیرت نگاروں نے انکی پاکدامنی اور کمال عفت کا ایک ایمان افروز واقعہ درج کیا ہے جس سے ان کے شرم و حیا اور ان کی نظر و خیال کی پاکیزگی و طہارت کا بدرجہ احسن اظہار ہوتا ہے۔ واقعہ یوں پیش آیا کہ حضرت عبداللہ جب ذبح ہونے سے بچا لیے گئے تو ان کے باپ کو ان کی شادی کی فکر ہوئی۔ ہماری طرح لمبے چوڑے ڈھول ڈھمکے' مہندی کی رسم' آتش بازی' بینڈ باجا' برات اور تکلف کیا ہونا تھے۔ غالبا" وھب بن عبدمناف سے ان کی عفت مآب اور فرشتہ سیرت بیٹی سیدہ آمنہ کا رشتہ پہلے مانگ رکھا ہو گا اس لیے بیٹے کو ساتھ لیا اور اپنی بہو کو بیاہ لانے کے لیے وھب کے گھر کی طرف روانہ ہوئے۔ مکہ کی حسینائیں پہلے ہی سے ان کو دامن تزویر میں "پھنسانے" اور "شکار" کرنے کی گھات لگائے رکھتی تھیں۔ قتیلہ یا رقیہ یا بعض روایت کے مطابق فاطمہ نامی ایک حسین کاہنہ کو جب معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ کو نکاح کے لیے لیجایا جا رہا ہے' اپنی آسمانی کتابوں کے حوالے سے وہ سمجھتی تھی کہ حضرت عبداللہ کی پیشانی میں جو ایک نور چمکتا ہے یہ آخرالزماں پیغمبرؐ کا نور ہے جو ان کی صلب میں ودیعت کیا گیا ہے۔

Marfat.com

اس کی خواہش تھی کہ کسی طرح یہ نور اسکے رحم میں منتقل ہو جائے مگر یہ نور اس سے سیدہ آمنہ کے لیے مقدر ہو چکا تھا۔ بہرحال جب حضرت عبداللہ اپنے باپ حضرت عبدالمطلب کے ہمراہ اپنے سسرال کے گھر جا رہے تھے تو رستے میں مذکورہ کاہنہ نے رستہ روک کر حضرت عبداللہ کو "داد عیش" دینے کی دعوت دی اور ساتھ ہی سو اونٹ بطور "نذرانہ" دینے کا بھی چقمہ دیا۔ پاکباز عبداللہ نے اس بدکار اور فاحشہ عورت کو جو شاندار جواب دیا تھا وہ تاریخ نے اپنے سینے میں سمیٹ رکھا ہے۔ سنہری حروف سے لکھے جانے کے قابل یہ جواب ہمیشہ ہمیشہ آپ کی بے داغ جوانی اور پاکدامنی کو چار چاند لگاتا اور آپ کی عفت و عصمت کی گواہی دیتا رہے گا۔ فی البدیہہ فرمایا:

اما الحرام فالممات دونه
یحمی الکریم عرضه ودینه
و احل لا حل فاستبینه
فکیف بالامر الذی تبغینه(۱)

سہیل نے دوسرے شعر کے مصرعے آگے پیچھے کر کے یوں لکھے ہیں:

فکیف بالامر الذی تبغینه
یحمی الکریم عرضه و دینه

ترجمہ: اے بدبخت! تو مجھے حرام کام کی دعوت دیتی ہے میرے نزدیک حرامکاری کے ارتکاب سے مرجانا بہتر ہے۔
جس چیز کو تو چاہتی ہے وہ کیسے ممکن ہے میں اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا کیونکہ شریف آدمی ہمیشہ آبرو اور دین کو بچایا کرتا ہے۔

جوانی میں جذبات کے ہیجان کے وقت عموماً انسان کو کچھ سوجھتا نہیں۔ مگر اس ہاشمی جوان رعنا کے دامن اور جوانی کی حفاظت خود رب کائنات فرما رہا تھا۔ کیونکہ اس کی ردائے عصمت پر کوئی دھبہ لگ جاتا یا بدکاری کا کوئی گندا چھینٹا پڑ جاتا تو وہ اسکے ہونے والے عدیم النظیر اور فقید المثال فرزند ارجمند کی اس ردائے تطہیر پر دھبہ اور داغ ہوتا جسے اللہ کریم نے ازل سے ہر قسم کی نسبی، نسلی

Marfat.com

عقیدہ کی، سوچ کی، عمل کی اور اخلاق کی گندگی سے پاک رکھنے کا تہیہ کر رکھا تھا۔

اس کے بعد بنو ہاشم اور بنو زہرہ (سسرال) کے چند معززین کی مجلس میں انتہائی سادگی اور پروقار طریقے سے اس شرافت کے پتلے (حضرت عبداللہ) کا نکاح بنو زہرہ کے نامور سردار وھب کی پری صفت اور فرشتہ سیرت صاجزادی سیدہ آمنہ کے ساتھ سرانجام پایا اور یوں دو سعید روحیں ایک دوسرے کی شریک سفر بن گئیں۔ سیرت نگاروں کے بیان کے مطابق عقد نکاح کے بعد بہت جلد ہی نور محمدی اپنے باپ کی پاک صلب سے ماں کے پاک رحم میں جلوہ گر ہو گیا۔ دوران حمل سیدہ آمنہ نے ایسے عجائبات ایسے نظارے ایسی کرامات اور ایسی برکات دیکھیں اور ایسی ایسی بشارتیں سنیں جو کبھی کسی حاملہ نے نہیں دیکھی سنی تھیں۔

وفات

اس نور کے ظہور کو دیکھنا باپ کے مقدر میں نہیں تھا۔ شادی کے بعد تھوڑا عرصہ ہی میاں بیوی کو شادی کی خوشیاں دیکھنے کا موقعہ نصیب ہوا۔ نئی نویلی شادی ہونے کے باوجود ہونہار اور فرمانبردار بیٹا جو باپ کے کہنے پر ذبح ہونے کے لیے بھی تیار ہو گیا تھا، اپنے باپ کے حکم کی تعمیل میں ایک تجارتی کارواں کے ساتھ ملک شام جانے کے لیے تیار ہو گیا۔ سلیقہ شعار بیوی نے دور دراز سفر کے لیے کمال محبت سے اپنے پیارے خاوند کا رخت سفر باندھا سیدہ آمنہ کو کیا معلوم تھا کہ وہ اپنے خاوند کا مستقل رخت سفر باندھ رہی ہے اور اب کے بعد میدان محشر میں ہی ایک دوسرے کا دیدار ہو گا۔ حضرت عبداللہ نے اپنے گھر کے درودیوار اور اپنی محبت شعار بیوی پر آخری نگاہ ڈالی باپ کو سلام عرض کیا اور اونٹ پر سوار ہو کر شام روانہ ہو گئے۔ سیدہ آمنہ ضرور کسی اوٹ میں کھڑی ہو کر اپنے شوہر نامدار کی پیٹھ دیکھتی رہی ہوں گی۔ شام سے واپسی پر قافلہ نے یثرب (مدینہ منورہ) کے مقام پر پڑاؤ کیا تو حضرت عبداللہ اتفاق سے بیمار ہو گئے۔ باقی تاجر ساتھیوں نے مکہ مکرمہ پہنچ کر حضرت عبدالمطلب کو ان کی بیماری کی خبر دی تو بوڑھے باپ نے حضرت عبداللہ

Marfat.com

کے بڑے بھائی حارث کو ان کی خبر معلوم کرنے کے لیے مدینہ منورہ روانہ کیا۔ بڑے بھائی کے پہنچنے سے پہلے ہی حضرت عبداللہ اپنے ننھیال کے ہاں ایک ماہ تک مسلسل بیمار رہنے کے بعد سفر آخرت اختیار فرما چکے تھے اور "پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا" کے ازلی کلیے کے مطابق مدینہ منورہ کی پاک دھرتی پہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے دارالنابغہ میں محوِ خواب ہو چکے تھے۔ (۲۳) لگتا ہے باپ کو اندازہ ہو گیا تھا کہ ایک دن اس کے جگر کا ٹکڑا (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی اس سرزمین کو اپنے قدوم میمنت سے آباد اور شاد فرمائے گا اور یہی جگہ ... ہجرت گاہ اور مستقل مسکن بننے کا شرف حاصل کرے گی۔ گویا "ہراول دستہ" تھے جو ہجرتِ نبوی سے کئی سال قبل مدینہ منورہ بھیج دیئے گئے۔

حارث نے واپس آکر اپنے بوڑھے باپ' بھائیوں' بہنوں اور بھاوج کو جب برادر خورد کے انتقال کی خبر دی ہو گی تو ان پر کیا قیامت ٹوٹی ہو گی بوڑھے باپ کو اپنے نور نظر کا آخری دیدار نہ کرسکنے کا کتنا قلق ہوا ہو گا۔ خصوصاً" سراپا انتظار اور وفاشعار بیوی کے دل پر کیا گزری ہو گی یہ اندوہناک خبر اس پر کس طرح بجلی بن کر گری ہو گی اس کے دل کو کتنا صدمہ کتنا دکھ کتنا الم اور کتنا رنج پہنچا ہو گا اسے شادی کے بعد جلد ہی اور جوانی کی عمر میں بیوہ ہو جانے پر جبکہ ابھی تک اس کے ہاں کوئی اولاد بھی نہیں' کتنا غم لاحق ہوا ہو گا۔ اسکے کتنے ارمان اور کتنی حسرتیں ادھوری رہ گئی ہوں گی یہ سب چیزیں اللہ علیم و خبیر ہی کو معلوم ہیں تاریخ ان تمام چیزوں کی تفصیل سے خاموش ہے اور اسے خاموش ہونا ہی تھا کہ درد و الم کی باطنی کیفیات کو نوک زبان اور نوک قلم پر نہیں لایا جاسکتا۔ البتہ سیدہ آمنہ کا ایک مرثیہ بعض سیرت نگاروں نے ضرور نقل کیا ہے جو ایک طرف سیدہ کی زبانت و فطانت اور فکری و ادبی بلندی کا عکاس ہے تو دوسری طرف حضرت عبداللہ کے چند اوصاف کا آئینہ دار اور انکے فضائل اخلاق پر ایک عمدہ دلیل ہے۔ وہ درد انگیز مرثیہ طبقات ابن سعدؒ میں یوں ہے۔

عفاجانب البطحاء من ابن هاشم

Marfat.com

وجاور لحداً خار جاً فی الغما غم
دعته المنا یا دعوة فا جابها
وما تزکت فی الناس مثل ابن هاشم
عشیة را حوا یحملون سریره
تعاوره اصحابه فی التزا حم
فان یک غالته ا لمنایا و ر یبها
فقد کان معطاء کثیرا الترا حم(۲۴)

ترجمہ: وادی بطحا کے پہلو سے بنو ہاشم کے سپوت کا نشان مٹ گیا اور اسے غمغموں کے اثناء میں بیرونی (دور دراز) قبر کا ہمسایہ بنایا گیا۔ جب موت نے اسے دعوت دی تو اس نے اس (دعوت) کو قبول کر لیا اور اس (موت) نے بنی ہاشم کے سپوت (عبداللہ) کی طرح کا کوئی شخص لوگوں میں باقی نہ چھوڑا۔ ایک دن مغرب کے وقت لوگ اسکی ڈولی لیے ہوئے روانہ ہوئے اس کے ساتھ ہجوم کرتے ہوئے اس پر ٹوٹ پڑ رہے تھے موت اور اسکے حملے نے بیشک اس کو دبوچ لیا لیکن وہ تھا تو انداتا (بہت دینے والا) اور بڑا صاحب رحم۔ (ترجمہ از رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی' مولفہ ڈاکٹر محمد حمید اللہ)

ابن سعد کے بیان کے مطابق انتقال کے وقت حضرت عبداللہ کی عمر پچیس سال تھی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ابھی شکم مادر میں تھے۔ بعض روایات میں یہ ہے کہ اس وقت حضور ﷺ سوا دو برس کے ہو چکے تھے۔ مگر ابن سعد اور ابن ھشام کے نزدیک پہلا قول ہی زیادہ ثابت ہے یعنی:

اِنَّہٗ تُوُفِّیَ وَرَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَمْلٌ (۲۵)

(حضرت عبداللہ کا انتقال ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابھی ماں کے پیٹ میں تھے۔)

وفات کے وقت حضرت عبداللہ کی عمر کتنی تھی بعض روایت سے اٹھارہ انیس سال بھی معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ یہ بات اکثر سیرت نگاروں نے

Marfat.com

لکھی ہے‘ شادی کے بعد بہت جلد ہی حضرت عبداللہ نے شام کا سفر اختیار فرمایا تھا اور پھر واپسی پر جیسا کہ اوپر گزرا‘ مدینہ منورہ میں اللہ کو پیارے ہو گئے۔ قیاس یہی چاہتا ہے کہ اس سفر میں تین چار یا زیادہ سے زیادہ پانچ چھ ماہ کا وقت لگا ہو گا۔ اور امام حلبی کی تصریح کے مطابق شادی کے وقت آپ کی عمر اٹھارہ برس تھی۔ (۲۶)

ترکہ

اٹھارہ انیس سال یا زیادہ سے زیادہ پچیس سال کی عمر میں انسان کتنا کچھ کما لیتا ہے اور بالخصوص ایسا بیٹا جو جب اپنے باپ کے ساتھ رہ رہا ہو الگ سے اس کا کوئی کاروبار نہ ہو اور ساتھ ہی باپ کا چہیتا بھی ہو اس وقت کمائی کے مواقع اور بھی کم ہو جاتے ہیں۔ حضرت عبداللہ نے جیسا کہ قریب ہی اوپر گزرا‘ ابھی زندگی کی بمشکل اٹھارہ انیس یا پچیس بہاریں دیکھیں تھیں اس جوانی اور لاڈ و پیار کے زمانے میں انہوں نے کیا اندوختہ اکٹھا کرنا تھا کیا زمینیں اور جائیدادیں بنانا تھیں اور کتنا سرمایہ اکٹھا کر لینا تھا۔ صرف پانچ اور اک اونٹ (پیلو کے درختوں کے پتے کھانے والے) چند بکریاں اور اُم ایمن نامی ایک لونڈی ترکہ میں چھوڑی۔ (۲۷) یہ ہے وہ کل پونجی اور کل جائیداد جو شاہِ دوسرا صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے باپ کے ورثہ میں ملی تھی۔

Marfat.com

فصل:

ولادت، مالی حالت اور رضاعت

یہاں اس امر کی تحقیق کی چنداں ضرورت نہیں کہ حضرت عبداللہ کا دریتیم کس دن کس مہینے اور کس سال دنیائے رنگ و بو میں جلوہ گر ہوا۔ اسکی ولادت اور تشریف آوری سے ظلم و استبداد اور استیصال کے ایوانوں میں کس طرح کھلبلی مچی۔ دنیا کے بت کدوں میں اصنام باطلہ کس طرح سجدہ ریز ہو گئے۔ کسریٰ کے پرشکوہ محلات پر کس طرح لرزہ طاری ہو گیا۔ یہود و نصاریٰ کے گھروں میں کس طرح ماتم ہوا آتش کدہ ایران یکدم کس طرح بجھ گیا۔ شب میلاد منجمین اور کاہنوں نے کیا کیا عجائبات دیکھے۔ بوقت سحر جب حضورؐ کا ظہور ہوا تو سیدہ آمنہ اور وہاں موجود خواتین نے کیا کیا انوار دیکھے۔ آمنہ کے لال کو اللہ نے کتنا زبردست حسن و جمال عطا فرمایا تھا۔ نقاش ازل نے کتنی شاندار اور کتنی بے عیب اسکی تصویر کشی کی تھی آپؐ کا رخ انور کتنا خوبصورت کتنا نورانی، کتنا رشک قمر، کتنا حسین اور کتنا من موہنا تھا۔ آپؐ کے وجود اطہر سے کس قدر خوشبو آرہی تھی۔ آپؐ کے مقدس چہرے سے اٹھنے والا نور کس طرح نورانیت میں چاند کو شرما رہا تھا۔ آپکی آنکھوں میں کتنی زبردست چمک تھی آپؐ کے اعضاء میں کتنا فقید المثال تناسب تھا آپکی چھوٹی چھوٹی ہتھیلیاں کتنی نرم و گداز تھیں۔ آپکے حسین مکھڑے اور نازنین بدن کو دیکھ کر حضرت حسان بن ثابتؓ نے جو یہ کہا کہ:

وَاَحْسَنَ مِنْکَ لَمْ تَرَقَطُّ عَیْنِی
وَاَجْمَلَ مِنْکَ لَمْ تَلِدِ النِّسَاءُ
خُلِقْتَ مُبَرَّاً مِنْ کُلِّ عَیْبٍ
کَاَنَّکَ قَدْ خُلِقْتَ کَمَا تَشَاءُ

تو غلط نہیں کہا تھا۔ عقیدت کے غلو میں کوئی مبالغہ آرائی نہیں کی

Marfat.com

صحابی ویسے بھی مبالغہ آرائی سے کام نہیں لیتا بلکہ حقیقت بیان کی ہے۔ پھر سارے خاندان بالخصوص بوڑھے عبدالمطلب کو اپنے جوانا مرگ بیٹے عبداللہ کے گھر میں اولاد نرینہ کے پیدا ہونے سے کتنی خوشی ہوئی انہوں نے کس طرح رب کریم کا شکر ادا کیا کس طرح بڑے پیمانے پر اہل مکہ کی دعوت عام کی اور پھر اپنے پوتے کا کتنا انوکھا اور سوہنا نام تجویز کیا۔

کیڈا سوہنا نام محمد دا
اس نال دیاں ریساں کون کرے

ان سب چیزوں کو محدثین اور سیرت نگاروں نے اللہ انکی قبروں کو منور فرمائے' بڑے خوبصورت ایمان افروز عقیدت بھرے اور محبت بھرے الفاظ میں بڑی وضاحت اور تفصیل کے ساتھ بیان کر دیا ہے۔ مجھے سیرت نبوی کے بحر بیکنار اور گلستان عظیم میں سے چونکہ صرف ایک قسم کے موتی اور ایک نوع کے پھول چن کر سیرت کا ایک گلدستہ سجانا ہے' اس لیے موضوع کی مناسبت سے فقط اتنا عرض کرنا ہے کہ جس وقت حضورؐ پیدا ہوئے تو شفقت پدری سے محروم گویا پیدائشی یتیم تھے۔ آپ نے باپ کا لاڈ پیار نہیں پایا یہ دریتیم باپ کے کندھوں پر سوار نہیں ہوا' اس نے ابا جان سے اپنے معصوم مطالبات پورے نہیں کرائے "چیزی" لینے کے لیے پیسے نہیں مانگے' باپ کی انگلی نہیں پکڑی ہے باپ کے ساتھ باہر بازار میں نہیں گھوما ہے۔ پھر ستم بالائے ستم یہ کہ باپ نے کوئی جائیداد نہ چھوڑی تھی کوئی پیسہ نہ چھوڑا تھا کوئی ذریعہ آمدن نہ بنایا تھا۔ چند اونٹوں' بکریوں اور ایک خادمہ کے سوا گھر میں "خیر" تھی۔ بیچاری ماں کے ہاں فقر و فاقہ اور ناداری نے ڈیرے ڈال رکھے تھے۔ اپنی ماں کی اس غربت اور افلاس کی طرف خود حضورؐ نے ایک مرتبہ اشارہ فرمایا تھا۔ ایک آدمی بارگاہ نبوی میں آیا اور آپؐ کے خداداد رعب و دبدبہ اور ہیبت کیوجہ سے کانپنے لگا تو آپؐ نے فرمایا:

هَوِّنْ عَلَيْكَ فَاِنِّيْ لَسْتُ بِمَلِكٍ اِنَّمَا اَنَا اِبْنُ امْرَاَةٍ مِّنْ قُرَيْشٍ كَانَتْ تَاْكُلُ الْقَدِيْدَ (۲۸)

Marfat.com

(حوصلہ رکھو میں کوئی بادشاہ نہیں ہوں میں تو قریش کی اس غریب خاتون کا فرزند ہوں جو گوشت کے خشک ٹکڑے کھا کر گزارہ کیا کرتی تھی۔)

تنگدستی کی وجہ سے حضورؐ کی پاکدامن ماں وہ ارمان پورے نہ کر سکی جو مائیں اپنے ہاں اولاد بالخصوص لڑکوں کی پیدائش پر پورے کیا کرتی ہیں۔ بیوگی کا مستقل غم اس کے علاوہ تھا۔ ماں کی غربت و افلاس، ناداری اور معصوم بچہ کی یتیمی دیکھ کر کوئی دایہ اسکو گود میں لینے کے لیے تیار نہیں تھی۔

دودھ پلانے والیوں کا آمنہ کے لالؐ سے گریز

ولادت کے بعد چند دن تک محترمہ امی جان نے اپنے جگر گوشہ علیہ السلام کو خود اپنی پاک چھاتی سے لگائے رکھا اور دودھ پلایا اور اس طرح اپنے کلیجے کو ٹھنڈا کرتی رہیں۔ بعد ازیں کچھ عرصہ تک حضورؐ کے سگے چچا ابولہب کی آزاد کردہ لونڈی ثویبہ نے دودھ پلایا۔ (۲۹) بعد میں حضورؐ اس غریب لونڈی اور رضاعی ماں کا رضاعی بیٹا ہونے کے ناطے سے ہمیشہ لحاظ رکھتے اور خبر گیری فرماتے رہے۔ حتیٰ کہ ہجرت فرمانے کے بعد بھی اس غریب لونڈی کے لیے پیسہ اور کپڑا لتا مکہ مکرمہ بھیجتے رہے۔ ثویبہ نے ۷ ھ میں وفات پائی۔ (۳۰)

کون ماں نہیں چاہتی کہ اس کا جگر بند اور نور نظر اچھی تربیت نہ پائے اچھی صحت نہ پائے اچھے اور صحت افزا ماحول میں نہ پلے بڑھے۔ اپنی اس ہی خواہش کے تحت سیدہ آمنہ نے بھی چاہا کہ وہ عرب کے عام دستور و رواج (۳۱) کے مطابق اپنے بچے کو مکہ شہر سے باہر کھلی فضا اور شہری آلودگی سے دور کسی دیہات میں تربیت کے لیے کسی خاتون کے سپرد کر دیں۔ اس دور میں دیہاتی خواتین مکہ سے بچے لے جایا کرتی تھیں اور اس رضاعت کے صلے میں معقول صلہ، معقول معاوضہ اور خاصا انعام و اکرام پایا کرتی تھیں۔ چنانچہ بنو سعد کی کچھ خواتین اس مقصد کے لیے مکہ مکرمہ میں آئیں تو سیدہ آمنہ نے بھی اپنے لخت جگر کو انکے سپرد کرنا چاہا مگر کوئی خاتون لینے کے لیے تیار نہ ہوئی۔

Marfat.com

کیوں تیار نہ ہوئی؟ اسکی وجہ اور دلگداز تفصیل انہی خواتین میں سے ایک خوش نصیب خاتون کی زبانی سنئے جو اس سارے واقعے کی عینی شاہد ہے جس کے ساتھ یہ واقعہ بیتا ہے اور جسے بعد میں اللہ کریم نے حضورؐ کی رضاعی ماں بننے کا عظیم شرف بھی بخشا۔ حضورؐ کی رضاعی ماں سیدہ حلیمہ کی زبانی اس واقعے کو متعدد سیرت نگاروں اور محدثین نے نقل کیا ہے۔ ابن ہشام کے الفاظ ہیں:

... حَتّیٰ قَدِمْنا مَکۃَ نَلْتَمِسُ الرضعاء فمَا مِنا اِمْرَءۃٌ اِلاّ وَقَدْ عُرِضَ عَلَیْھَا رَسُوْلُ اللہ صَلیَّ اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فتا بَاہُ اذا قِیْلَ لَھا: اِنہٗ یَتِیْمٌ وذالک اِنا اِنما کُنا نَرْجُوالْمَعْرُوفَ مِنْ اَبِی الصَّبِیِّ فَکُنّا نَقُوْلُ یَتِیْمٌ وَمَا عَسٰی انْ تَصْنَعَ امُّہٗ وحدَّہٗ فکُنّا نَکرَھُہٗ لذالِکَ فمَا بَقِیَتْ امْرَءۃٌ قَدِمَتْ مَعِیَ اِلاّ اَخذَتْ رَضِیْعًا غَیْرِی فَلَمّا اجْمَعْنا اَلْاِنْطِلَاقَ قلتُ لِصَاحِبِی: وَاللہ اِنیِّ لَاَ کْرَہُ اَنْ اَرْجِعَ مِنْ بَیْنِ صَاحِبیَّ وَلَمْ اٰخُذْ رَضِیْعًاوَاللہ لَاَ ذْھَبَنَّ اِلٰی ذالِکَ الْیَتِیْمِ فَلاَ خذنہٗ قالَ: لاَعَلَیْکِ اَنْ تَفْعَلِی عَسَی اللہُ اَن یَجْعَلَ لنا فِیْہِ بَرَکۃً قَالَتْ فَذَھَبْتُ اِلَیْہِ فَاَخَذْتُہٗ وَمَا حَمَلَنِیْ عَلیٰ اَخْذِہٖ اِلاّ اِنِیْ لَمْ اَجِدْ غَیْرَہٗ. (۳۲)

حتی کہ ہم لوگ دودھ پیتے بچوں کی تلاش میں مکہ آئے۔ ہم میں سے کوئی عورت ایسی نہ تھی جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش نہ کیا گیا ہو مگر جب اسے بتایا جاتا کہ یہ بچہ یتیم ہے تو وہ آپکو قبول کرنے سے انکار کر دیتی۔ اور اس انکار کی وجہ فقط یہ تھی کہ ہم بچے کے باپ کی طرف سے بھلائی (انعام اکرام) کی امید کیا کرتی تھیں۔ چنانچہ ہم سب

Marfat.com

نے سوچا یہ یتیم ہے اس کی ماں اور دادا سے کسی صلہ کی کیا توقع کی جا سکتی ہے۔ پس اسی وجہ سے ہم حضور ﷺ کی رضاعت کی ذمہ داری قبول کرنے سے گریز کر رہی تھیں۔ چنانچہ جو عورتیں میرے ساتھ آئی تھیں (۳۳) ہر ایک نے میرے سوا کوئی نہ کوئی بچہ لے لیا۔ جب ہم نے واپسی کا ارادہ کیا تو میں نے اپنے ساتھی خاوند سے کہا: قسم بخدا میں خالی ہاتھ واپس نہیں جانا چاہتی میں اسی یتیم بچے کی طرف جاتی ہوں اور اسے لے آتی ہوں۔ خاوند نے کہا: ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں شاید اللہ کریم ہمارے لیے اس یتیم میں برکت پیدا فرما دے۔ حضرت حلیمہ فرماتی ہیں کہ میں آپ ؐ کی طرف گئی اور آپ ؐ کو لے آئی اور حقیقت، یہ ہے کہ میں نے آپ ؐ کو مجبوراً لیا تھا کیونکہ آپ ؐ کے سوا کوئی بچہ نہ ملا تھا۔

قارئین محترم! ہر انسان اپنے سینے میں ایک دل رکھتا ہے کچھ احساسات اور جذبات رکھتا ہے ذرا اندازہ کیجئے اس وقت کا جب امراء اور روساء مکہ کے تمام بچوں کو بخوشی قبول کر لیا گیا اور سیدہ آمنہ کے لال ﷺ کو قبول کرنے کے لیے کوئی عورت محض اس وجہ سے تیار نہ ہو رہی تھی کہ حضور ﷺ لاوارث ہیں اور آپ ؐ کی والدہ محترمہ ایک نادار اور غریب خاتون ہیں۔ اس وقت آپ ؐ کی غریب ماں کے پاک دل پر کیا گزری ہوگی اس کے قلب مبارک کو کتنی ٹھیس پہنچی ہوگی کیا اسکی آنکھیں پرنم نہ ہوگئی ہونگی اور کیا اس کا کلیجہ پھٹ نہ گیا ہوگا مگر بنو سعد کی ان دودھ پلانے والیوں کو کیا خبر تھی کہ یہ گدڑی میں لپٹا ہوا بچہ تو ایسا "لعل" ہے جسکی قیمت ہفت اقلیم بھی نہیں۔ آج جس کے ہاتھ مال و دولت سے خالی نظر آتے ہیں کل اسی کے ہاتھ میں دنیا کے تمام خزائن کی چابیاں ہونگی۔ (۳۴) اللہ دینے والا ہوگا اور وہ تقسیم کرنے والا ہوگا۔ (۳۵) دنیا کی ساری بادشاہتیں اور زر و جواہرات اسکے قدموں میں ڈال دیے جائیں گے۔ آج جس غریب سے روگردانی کی جا رہی ہے اور کنی کترائی جا رہی ہے کل اس کے در پہ بڑے بڑے شہنشاہ،

Marfat.com

فاتحین اور وزراء و امراء جبہ سائی کو اپنی سعادت سمجھیں گے اور اسکی غلامی پر فخر محسوس کریں گے۔ قیصر و کسریٰ کے تاج اس کے غلاموں کے قدموں میں ڈال دیئے جائیں گے۔

حضورﷺ کی رضاعت کے بہانے غریب حلیمہ کی اپنی پرورش

بنو سعد کی اس گمنام اور غریب خاتون کی پتہ نہیں کون سی ادا اللہ کریم کو بھا گئی تھی کہ اس نے اسے اپنے پیغمبر رحمتﷺ کی رضاعی ماں بنا کر گوشہ گمنامی سے نکال کر عظمت و عزت اور شہرت و نیک نامی کی بلند چوٹیوں پر پہنچا دیا۔ شہنشاہوں' فرمانرواؤں اور بڑے بڑے ناموروں کے نام مٹ جائیں گے مگر عبداللہ کے در یتیم کے طفیل حلیمہ کا نام تاریخ میں سدا یاد رہے گا۔ آج کون ہے جو بنو سعد کی ان خواتین کے نام تک جانتا ہو جنہوں نے میرے نبیﷺ (فداہ روحی وابی) کی رضاعت سے محض اس لیے انکار کیا تھا کہ آپؐ یتیم تھے مگر حلیمہ کا نام چودہ سو سال گزر گئے آج بھی زندہ ہے اور قیامت تک زندہ رہے گا:

؎ واہ رے حلیمہ دائی تو نے کیسی قسمت پائی!

یہ صدقہ اور فیض ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ادنیٰ نسبت اور تعلق کا ورنہ آج اس دیہاتی اور گوشۂ گمنامی میں پڑی ہوئی خاتون سے دنیا کا کوئی آدمی واقف نہ ہوتا۔ ایک حلیمہ کیا' دنیا میں جس کسی کو بھی کوئی مرتبہ و مقام ملا اسی آمنہ کے لالؐ کی بدولت ملا۔

صدیقؓ بنا فاروقؓ ہوا یہ کان حیا یہ شیر خدا
رتبہ جو کسی مومن کو ملا پرتو ہے نورِ محمدؐ کا

اللہ کریم نے سیدہ حلیمہ کے دن پھیر دیئے۔ گھر میں رونقیں ہو گئیں۔ غربت افلاس اور تنگدستی کی جگہ خوشحالی اور مادی برکات کا ظہور ہونے لگا۔ حلیمہ کے اجڑے گھر میں بہار آگئی۔ بھوک کی وجہ سے جو چھاتی خشک ہوگئی تھی حضورﷺ کے مبارک وجود کے ساتھ لگنے سے دودھ سے لبریز

Marfat.com

بدل گئی۔ حلیمہ کے قحط زدہ حیوانات اور مویشیوں تک کی قسمت جاگ اٹھی۔ بنجر زمینیں آباد ہو گئیں خشک فصلیں ہری بھری ہو گئیں۔ غریب بہن بھائیوں اور تمام قبیلہ کی زندگی کا اللہ نے سامان پیدا فرما دیا۔

بظاہر تو سیدہ حلیمہؓ آمنہ کے لالﷺ کو دودھ پلا رہی تھیں اور انکی پرورش اور دیکھ بھال کر رہی تھیں مگر درحقیقت اس دریتیم کی رضاعت اور پرورش کے بہانے خود سیدہ حلیمہ اور ان کے بال بچوں کی پرورش ہو رہی تھی۔ میرا نبی دنیا میں کسی سے کچھ لینے کے لیے نہیں بلکہ سب کو دینے اور اللہ کی نعمتیں بانٹنے کے لیے آیا تھا۔ (انما انا قاسم واللہ یعطی، بخاری ۱:۱۶)

سہیلی نے "جواز الاجر علی الرضاع" (دودھ پلانے پر اجرت کے جواز) کا عنوان قائم کرتے ہوئے لکھا ہے کہ دودھ پلانے پر اجرت طلب کرنا عرب کی اکثر خواتین کے ہاں اچھا نہیں سمجھا جاتا تھا حتی کہ یہ ضرب المثل مشہور تھی "تجوع المرءة ولا تاكل بثدييها" یعنی عورت کو بھوکا رہنا قبول ہے مگر اسے اپنے تھن (کا دودھ) بیچ کر کھانا منظور نہیں۔ ادھر سیدہ حلیمہ اپنے قبیلے میں انتہائی معزز اور شریف خاتون تھیں انکی شرافت اور عظمت کے لیے یہی دلیل کافی ہے کہ اللہ کریم نے اپنے پیغمبرﷺ کی رضاعت کے لیے ان کا انتخاب فرمایا تھا۔ سہیلی کہتے ہیں کہ سیدہ حلیمہ اور بنو سعد کی دیگر خواتین کا دودھ پیتے بچوں کو اجرت پر تلاش کرنا شاید مجبوری کیوجہ سے تھا کیونکہ اس سال شدید قحط پڑا تھا۔ (۳۶) خود سیدہ حلیمہؓ نے بھی واقعہ رضاعت کو بیان فرماتے ہوئے اسی چیز کی طرف اشارہ کیا ہے۔ فرماتی ہیں:

"میں اپنے خاوند (حارث) اور اپنے دودھ پیتے بچے کو لیکر بنو سعد کی دیگر خواتین کے ہمراہ کسی رضیع کی تلاش میں نکلی۔ یہ نوبت ایسی خشک سالی اور قحط سالی میں پہنچی جس نے ہمارے پاس کوئی چیز نہ چھوڑی تھی۔ میں سفید رنگ کی گدھی پر سوار تھی ہمارے ساتھ اپنی ایک اونٹنی بھی تھی جو واللہ (بھوک کی وجہ سے) ایک قطرہ دودھ کا نہیں دیتی تھی اور نہ ہی ہم اپنے بچے کے بھوک کیوجہ سے رونے کے باعث ساری رات سو سکتے تھے۔ میرے تھنوں میں

Marfat.com

(مناسب غذا نہ ملنے کے باعث) اتنا دودھ نہیں ہوتا تھا جو بچے کو کفایت کر سکتا اور نہ ہی اونٹنی دودھ دیتی تھی جو ہم معصوم بچے کو پلا سکتے۔" (۳۷)

یہ تھے وہ حالات جنہوں نے سیدہ حلیمہ کو گھر سے نکلنے پر مجبور کیا تھا۔ لگتا ہے یہ اللہ کی طرف سے سیدہ مذکور کو حرم مکہ اور حضورؐ کی جائے ولادت کی طرف لانے کا انتظام کیا جا رہا تھا۔ حضورؐ کو دودھ پلانے والیوں کی کمی نہیں ہو سکتی تھی مگر امام قسطلانیؒ کے بقول یہ سعادت سیدہ حلیمہ کے لیے ازل سے مقدر ہو چکی تھی۔ (۳۸) ایسے حالات و اسباب پیدا ہو گئے یا پیدا کر دیئے گئے کہ بالآخر یہ نعمت حضرت حلیمہ کو مل کر رہی۔ جونہی حضرت حلیمہ نے آپؐ کو اٹھایا اسی وقت وجود مسعود کی برکات کا ظہور ہونے لگا۔ فرماتی ہیں:

"میں آپؐ کو لیکر اپنی منزل (رہائش) کی طرف آگئی۔ اپنی گود میں بٹھایا تو میرے تھن دودھ سے لبریز ہو گئے۔ (۳۹) میں نے داہنا پستان پیش کیا تو حسب منشاء دودھ پی کر منہ ہٹا لیا میں نے بایاں پستان پیش کیا تو انکار فرما دیا (بائیں تھن سے دودھ نہ پیا) اور یہ حالت (بائیں پستان سے دودھ نہ پینا) بعد میں بھی جاری رہی۔ (۴۰) سہیلی نے لکھا ہے۔ حضرت حلیمہ جب بھی دوسرا تھن پیش کرتیں تو آپؐ انکار فرما دیتے گویا آپؐ کو معلوم ہو چکا تھا کہ ماں کے دودھ میں آپ کا ایک شریک بھائی بھی ہے اور عدل کرنا آپؐ کی فطرت میں داخل تھا۔ (۴۱) آپؐ نے اور آپؐ کے رضاعی بھائی دونوں نے سیر ہو کر دودھ پیا اور سو گئے۔ حالانکہ اس سے پہلے بچے کے رونے کی وجہ سے ہم بھی نہیں سو سکتے تھے۔ پھر میرے خاوند اونٹنی کی طرف اٹھے تو کیا دیکھتے ہیں کہ اس کے تھن دودھ سے بھرے ہوئے تھے تو انہوں نے اونٹنی کا دودھ دوہا اور ہم دونوں نے سیر ہو کر پیا اور اس طرح ہماری یہ رات خیر و عافیت سے گزری۔ (۴۲)

صبح حضرت حلیمہ حضور ﷺ کو ساتھ لے کر واپس اپنے گھر جانے لگیں تو حضور ﷺ کو سیدہ آمنہ کے پاس لے آئیں۔ ماں "ٹھنڈی چھاں" نے اپنے نور نظر کو سینے سے لگایا پیار دیا اور اللہ کے توکل پر اور خیر کی توقع پر اپنے جگر کے

Marfat.com

ٹکڑے کو حضرت حلیمہ کے سپرد فرما دیا۔ ابن سعد نے لکھا ہے۔ جب حضرت حلیمہ حضور کو لیکر روانہ ہو رہی تھیں تو حضور ﷺ کی امی جان یوں بارگاہ الٰہی میں دعا کر رہی تھیں۔

اُعِیذُہٗ بِاللّٰہِ ذِی الْجَلَالِ
مِنْ شَرِّ مَنْ مَرَّ عَلَی الْجِبَالِ
حَتّٰی أَرَاہُ حَامِلَ الْحَلَالِ
وَیَفْعَلُ الْعُرْفَ اِلَی الْمَوَالِی
وَغَیْرِہِمْ مِنْ حَشْوَۃِ الرِّجَالِ

ترجمہ: میں اپنے بیٹے کو اللہ ذوالجلال کی پناہ میں دیتی ہوں۔ ہر اس برائی سے جو پہاڑوں کے اوپر سے گزرتی ہے۔ تاکہ اپنے اس جگر بند کو حلال روزی کا حامل دیکھوں اور اپنے قرابت داروں اور غلاموں کے ساتھ بھی نیکی کرتا پاؤں اور دوسرے عوام الناس (مخلوق خدا) کے ساتھ بھی۔

حضور کی ماں کی پاک زبان اور دل کی اتھا گہرائیوں سے نکلی ہوئی دعا بھلا کیسے رد ہو سکتی تھی۔ حضورؐ نے زندگی بھر غلامی کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے اور معاشرے میں رذیل و حقیر سمجھے جانے والے لوگوں کو گلے سے لگائے رکھا۔

بہرکیف حضرت حلیمہ حضورؐ کو لیکر چلیں تو اب انکی اور ان کے خاوند کی سواری کا رنگ ڈھنگ اور چال ڈھال کچھ دوسری تھی۔ کل تک جو سواریاں چلنے سے عاجز تھیں آج برق رفتاری سے چلتے ہوئے سب سے سبقت لے جا رہی تھیں۔ یہ دراصل ان سواریوں کا کمال نہیں تھا بلکہ اس ننھے سوارؐ کا کمال تھا جو انکی پیٹھ پر سوار تھا۔ اسی کی برکت سے قدرت نے ان نحیف و لاغر اور ہڈیوں کے ڈھانچے جسموں میں جان ڈال دی تھی۔ جب حضور نے سیدہ حلیمہ کے گھر میں قدم رنجہ فرمایا تو انوار کی بارش ہونے لگی۔ برکات آشکارا ہونا شروع ہو گئیں اور یوں اللہ کریم نے حضرت حلیمہ کی مالی پریشانیوں کا علاج فرما دیا۔ حضرت حلیمہ کا اپنا بیان ہے کہ ہمارے علاقے سے بڑھ کر کوئی

Marfat.com

علاقہ قحط زدہ اور خشک سالی کا شکار نہ تھا مگر اس کے باوجود میری بکریاں شام کو لوٹتیں تو سیر ہو کر اور اس حال میں لوٹتیں کہ ان کے تھن دودھ سے پر ہوتے تھے۔ (۴۳)

ملا ہے "حلیمہ" کو فضل باری سے یتیم ایسا
نہیں ہے بحرِ ہستی میں کوئی در یتیم ایسا

حضرت حلیمہ نے حضور ﷺ کو اپنا دودھ پلایا۔ تو اللہ کریم نے خود حلیمہ کو اور انکی سب آل اولاد کو بکریوں کے ذریعے دودھ پلانے کا بندوبست فرما دیا۔ یہ وہی بکریاں تھیں جو کبھی انتہائی مریل قسم کی ہوتی تھیں۔ ان کے تھنوں میں دودھ کا قطرہ تک نہ ہوتا تھا مگر اب موٹی تازی اور صحت مند ہو گئی تھیں اور اتنا دودھ دیتی تھیں کہ سارے گھر والوں سے ختم نہیں ہو پاتا تھا۔ حضور ﷺ کی یہ برکات سیدہ حلیمہ کی چار دیواری تک ہی محدود نہ تھیں بلکہ بنو سعد کے دوسرے لوگ بھی ان برکات سے مستفید ہو رہے تھے:

حلیمہ اور کنبہ بکریوں کے دودھ پر جیتے
پلاتے دودھ مہمانوں کو بھی اور آپ بھی پیتے
قبیلے والے بھی سیراب تھے اس ابرِ رحمت سے
یتیمی کے سبب انکار تھا جسکی رضاعت سے

ابو الاثر حفیظ جالندھری

حضور ﷺ کی برکات کا مشاہدہ کر کے ہر ایک آپ ﷺ کا گرویدہ اور عقیدت مند تھا۔ آپ ﷺ کی من موہنی صورت ہر دل میں گھر کر چکی تھی۔ ان کی اس عقیدت کا اظہار اس وقت ہوتا جب ان میں سے کوئی بیمار پڑتا یا جسم کے کسی حصے میں درد محسوس کرتا تو وہ سیدھا حضور ﷺ کے پاس آجاتا حضور ﷺ کا ننھا ہاتھ پکڑ کر اپنے جسم پر پھیرلیتا اور یوں "یَدُ اللّٰہ" کا اعزاز پانے والے اس ہاتھ کی برکت سے اللہ اسے تندرستی عطا فرما دیتا۔ اسی طرح کوئی جانور بیمار ہوتا مثلاً اونٹ بکری وغیرہ تو اس کا علاج بھی یوں ہی کرتے۔ (۴۴)

ایک عربی شاعر نے کیا خوب بات کہی ہے:

Marfat.com

لقد بلغت با لها شمی حلیمة
مقاما علی ذروة العزو المجد
وزادت مواشیها واخصب ربعها
وقدعم هذا السعد کل بنی سعد (۴۵)

ترجمہ: سیدہ حلیمہ اس ہاشمی بچے کی وجہ سے عزت اور بزرگی کی چوٹیوں پر پہنچ گئیں۔ اس کے مویشیوں میں زیادتی ہوگئی اور زمینیں سرسبز ہوگئیں۔ یہ برکات صرف حضرت حلیمہ تک محدود نہ تھیں بلکہ تمام بنو سعد مستفید ہو رہے تھے۔

یہ تھے وہ شواہد اور بین ثبوت جنکی بنیاد پر میں نے کہا تھا کہ حضرت حلیمہ نے حضورﷺ کو کیا دودھ پلانا تھا اصل بات اور امر واقعہ یہ تھا کہ رب تعالیٰ نے اس بہانے خود سیدہ حلیمہ اور انکے پورے خاندان کی پرورش اور روزی کا ذریعہ پیدا فرما دیا تھا۔ حلیمہ کو مالی تفکرات سے چھٹکارا مل گیا تھا اور اسے خوشی اور خوشحالی کے دن دیکھنے نصیب ہوگئے تھے۔ تبھی تو دو سال کی مدت رضاعت پوری ہو جانے کے باوجود ان کی دلی خواہش اور اصرار تھا کہ ابھی سیدہ آمنہ اپنے بیٹے کو واپس نہ لیں۔ اس دلی آرزو کے ساتھ مکہ شہر میں پھوٹی ہوئی مہلک وبا کا بھی ایک بہانہ مل گیا اور اس طرح مزید دو سال تک انہیں اس گنج گرانمایہ سے مالا مال ہونے اور اپنے خالی دامنوں اور خالی جھولیوں کو بھرنے کا موقع مل گیا۔

باری تعالیٰ نے یہ دولت اور نعمت عظمیٰ حلیمہ کو چھت پھاڑ کر عنایت فرمائی تھی۔ حلیمہ کے ہاتھ ایک انمول ہیرا لگ گیا تھا۔ اس لیے حلیمہ نے بھی اس ہیرے کی خدمت اور دیکھ بھال میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ حضورﷺ ذرا اوجھل ہو جاتے تو بے قرار ہو جاتیں۔ جب تک دیدار نہ کر لیتیں چین نہ آتا (۴۶) دودھ کے ساتھ محبت بھی گھول گھول کر پلاتیں۔ سارے بہن بھائی بالخصوص شیماء تو اپنے اس ہاشمی بھائی پر لوٹ پوٹ ہوتی رہتی۔ سارا دن

Marfat.com

کندھوں پر اٹھائے پھرتی اور اپنے "ویر" کو لوریاں دیتی رہتی۔ (۴۷) واہ حلیمہ اور شیماء! تمہارے مقدر پہ قربان جاؤں۔ عرشِ معلّٰی پر قدم رکھنے والا پیغمبر ﷺ تمہارے کندھوں پر سوار ہوا اور تمہاری عظمت کو چار چاند لگا گیا۔ غیر فانی ہو گیا تیرا نام حلیمہ! قریش کا بڑے سے بڑا امیر زیادہ سے زیادہ تجھے سونے میں تول سکتا تھا مگر اس دریتیم کے صدقے میں جو نعمت تجھے ملی ہے اسے کون دے سکتا تھا!

رضاعی ماں باپ کا احترام

حضور ﷺ نے بھی اپنے رضاعی ماں باپ اور رضاعی بہن بھائیوں کی اس محبت اور خدمت کو کبھی نہ بھلایا ان بہن بھائیوں اور ماں باپ کے ساتھ آپؐ کے تعلق خاطر کا یہ عالم تھا کہ جب کبھی یہ تشریف لے آتے تو فرط محبت اور فرط احترام میں ان کے لیے اپنی چادر بچھا دیتے۔ (۴۸) ہمیشہ صرف انکی خدمت ہی نہیں بلکہ سارے بنو سعد کے ساتھ حسن سلوک کا حق ادا فرماتے رہے۔

رضاعی ماں کی مالی امداد

ابن سعد نے حضرت اسامہ بن زید کے حوالے سے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ سیدہ حلیمہ حضور ﷺ کے پاس مکہ مکرمہ تشریف لے آئیں۔ حضور ﷺ کی اس وقت سیدہ خدیجہ الکبریٰ سے شادی ہو چکی تھی۔ حضرت حلیمہ نے قحط سالی اور اپنے مویشیوں کی ہلاکت کا شکایتہ" ذکر کیا۔ حضور ﷺ نے یہ بپتا سن کر اپنی نیک دل اور فیاض زوجہ محترمہ سے بات کی تو ان محترمہؓ نے آپؐ کی رضاعی ماں کو چالیس بکریاں اور سواری کے لیے ایک اونٹ عنایت فرمایا جسے لیکر وہ خوش خوش واپس لوٹ گئیں۔ اسی طرح فتح ہوازن کے موقعہ پر رضاعی بہن شیماء کو آزاد فرماتے ہوئے ایک غلام اور لونڈی بھی عنایت فرمائی (۴۹)

ایک ایمان افروز واقعہ

Marfat.com

سیدہ حلیمہؓ کے ہاں دوران قیام میں حضورؐ کے ساتھ شق صدر اور بعض دیگر حیران کن واقعات پیش آئے۔ یہ واقعات سیدہ حلیمہ اور ان کے خاوند کے واسطے بالکل انوکھے اور انہونی قسم کے تھے۔ حضورؐ ان کے پاس سیدہ آمنہ کی امانت تھے۔ اس امانت کا بچاؤ اور ہر طرح کی حفاظت، ذاتی محبت کے تقاضے کے علاوہ، ان کا اخلاقی فرض بھی تھا۔ جب شق صدر کا واقعہ پیش آیا تو سیدہ حلیمہ کے خاوند (حارث) نے ان سے کہا: مجھے ڈر ہے کہ کہیں اس برخوردار کو کوئی نقصان نہ پہنچ جائے لہٰذا تم جاؤ اور اس کو اسکی ماں کے سپرد کر دو۔ حلیمہ بادل نخواستہ حضورؐ کو مکہ لے آئیں۔ اس دوران ایک عجیب اور ایمان افروز واقعہ پیش آیا۔ ابن ھشام ابن سعد اور حلبی وغیرہ نے لکھا ہے کہ جب حلیمہ حضورؐ کو مکہ مکرمہ کی طرف لا رہی تھیں تو اتفاق سے حضورؐ پیچھے رہ گئے اور یوں پہاڑیوں میں گم ہوگئے۔ حلیمہ نے بہت تلاش کیا مگر حضورؐ کا کوئی سراغ نہ مل سکا۔ بھاگم بھاگ حضرت عبدالمطلب کے پاس پہنچیں اور ماجرا کہہ سنایا۔ یہ واقعہ سن کر حضرت عبدالمطلب کیسے بیٹھ سکتے تھے۔ بڑھاپے اور کمزوری کے باوجود مکہ کی پہاڑیوں میں ادھر ادھر حضورؐ کو تلاش کیا مگر کوئی پتہ نہ چل سکا۔ جب "دوا" سے کام نہ بنا تو اب دعا کی طرف متوجہ ہوئے۔ بیت اللہ میں آکر جو دعاؤں کے قبول ہونے کی جگہ ہے، بارگاہ الٰہی میں آہ و زاری کی اور یوں عرض کیا:

یا رب ردلی ولدی محمداً

ارددہ ربی واصطنع عندی یداً(۵۰)

(اے میرے پروردگار! میرے لخت جگر محمد ﷺ کو مجھے واپس لوٹا دے۔ اے میرے مولا اسے لوٹا کر مجھ پر کرم فرما۔)

حضرت عبدالمطلب یہ دعا مانگ ہی رہے تھے کہ ابو جہل آپ ﷺ کو ساتھ لیکر عبدالمطلب کے پاس آیا اور کہنے لگا۔ میں نے ایک عجیب بات تمہارے اس بیٹے سے متعلق دیکھی ہے۔ حضرت عبدالمطلب نے پوچھا: کیا؟ کہنے لگا۔ میں ادھر سے گزرا تو اس بچے کو

Marfat.com

دیکھ کر میں نے اپنی اونٹنی بٹھائی اور بچے کو اپنے پیچھے سوار کر لیا۔ اب اونٹنی کو اٹھایا (اٹھانے کی کوشش میں مارا بھی ضرور ہو گا جیسا کہ ایسے مواقع پر لوگ عموماً کیا کرتے ہیں مؤلف) تو اٹھنے کا نام تک نہ لیتی تھی مگر جب میں نے اس بچے کو اپنے آگے سوار کیا تو اونٹنی اٹھ کھڑی ہوئی گویا اونٹنی زبان حال سے کہہ رہی تھی اے احمق! یہ بچہ تو تیرا اور ساری دنیا کا امام ہے تو امام مقتدی کے پیچھے کیسے کھڑا ہو سکتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے قول کے مطابق اللہ نے جس طرح حضرت موسیٰؑ کی تربیت اور حفاظت ان کے دشمن سے کرائی تھی اسی طرح آپؐ کی حفاظت اور آپؐ کا اپنے دادا کے پاس واپس کیا جانا بھی آپؐ نے دشمن کے ہاتھوں سرانجام پایا۔ (۵۱)

عدو شود سببِ خیر گر خدا خواہد

بعض مفسرین کے مطابق اللہ کریم نے چالیس سال بعد اسی اپنی نظر کرم کو وَوَجَدَکَ ضَالًّا فَھَدٰی کے الفاظ میں حضور ﷺ کو یاد دلایا۔ بعض خدشات اور حفظِ ماتقدم کی بنیاد پر سیدہ حلیمہ نے حضور ﷺ کو آپ کے دادا اور ماں کے سپرد تو ضرور کر دیا مگر انہیں حضور ﷺ کے اس فراق جدائی اور علیحدگی کا انتہائی دکھ تھا۔ انہوں نے وجود مسعود کے انوار و برکات کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر لیا تھا۔ وہ کسی قیمت پر آپؐ کی جدائی نہ چاہتی تھیں مگر مجبوراً ایسا کرنا پڑا (۵۲) جب انہوں نے واپس لوٹ کر گھر کے درودیوار پر نظر ڈالی ہو گی تو یقیناً درودیوار بھی حضور ﷺ کی جدائی میں ماتم کناں ہوں گے۔ اب وہ رونقیں وہ بہاریں اور وہ برکتیں کہاں نظر آ سکتی تھیں جو حضور ﷺ کی موجودگی میں نظر آیا کرتی تھیں۔

ان کی مہک نے دل کے غنچے کھلا دیے ہیں
جس راہ چل گئے ہیں کوچے بسا دیے ہیں

(فاضل بریلویؒ)

Marfat.com

فصل:

کفالت

والدہ محترمہ کا انتقال

سیدہ حلیمہ نے جب آپؐ کو آپؐ کے دادا جان اور امی جان کے سپرد کیا تو اس وقت آنجنابؐ کی عمر کوئی چار پانچ سال ہو چکی تھی۔ اس عمر میں ایک عام بچہ بھی خاصا سمجھدار اور باشعور ہو چکا ہوتا ہے۔ آمنہ کا لال کوئی عام اور معمولی بچہ نہیں تھا۔ قدرت نے آپکو بچپن ہی میں غیر معمولی عقل فہم اور شعور و احساس عطا فرمایا تھا۔ یہ اسی عقل و شعور اور فہم و احساس کا نتیجہ تھا کہ تین چار سال کی عمر میں بھی جو کہ سراسر کھیل کود اور کھلونوں کے ساتھ وقت گزارنے کی عمر ہوتی ہے' آپؐ کو کھیل تماشوں سے طبعی نفرت تھی۔ چھوٹی عمر میں بھی اپنی سی ہمت و طاقت کے مطابق بکریاں چرا کر اپنے رضاعی ماں باپ کی معیشت میں ہاتھ بٹانا آپؐ کا پسندیدہ مشغلہ تھا۔ عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ جب تک آپؐ بنو سعد میں رہے اس وقت تک رضاعی ماں باپ اور رضاعی بہن بھائیوں کے انتہائی لاڈ پیار اور ان کی حد درجہ وارفتگی اور محبت کے باعث ممکن ہے آپؐ کو اپنے یتیم ہونے کا احساس نہ ہوا ہو۔ لیکن جب آپؐ اپنی ماں اور بوڑھے دادا کے پاس آگئے تو یقیناً" آپؐ کو اپنے باپ کی وفات کا احساس ہوا ہو گا۔ جب دوسرے بچے اور آپؐ کے ہمجولی اپنے باپوں کی انگلیاں پکڑے باہر نکلتے ہوں گے تو لازما" آپؐ نے بھی اپنے باپ کی کمی محسوس کی ہوگی۔ اور یہ تجربہ کیا ہو گا کہ جن بچوں کے والد نہیں ہوتے ان پر کیا گزرتی ہے۔ تاہم ابھی والدہ صاحبہ تھیں جنکی ہر ممکن کوشش ہوتی تھی کہ ان کے نور نظر کو باپ کی عدم موجودگی کا احساس نہ ہونے پائے۔ ماں ویسے بھی ماں ہوتی ہے جب وہ اپنے بچے کو اپنی چھاتی کے ساتھ لگاتی اور بازوؤں میں لے کر دباتی

Marfat.com

ہے تو انسان کے سارے رنج والم اور دکھ درد کو ہی دبا کر رکھ دیتی ہے۔ اور یہ بچہ تو کوئی نرالا بچہ تھا اسکی عادات نرالی تھیں اسکی چال ڈھال نرالی تھی سیدہ آمنہ اپنے جگر کے ٹکڑے کی حسن صورت اور حسن سیرت دیکھ کر قدرت الٰہی پر وارے وارے جاتی تھیں ان کا جینا اسی کے دم قدم سے تھا۔ خاوند کی جگہ بیٹے کو دیکھ کر دل کو تسلی دے لیتیں۔ پھر بھی معصوم بیٹا اور وہ بھی چار پانچ برس کا' خاوند کی جگہ پر نہیں کر سکتا تھا اس لیے خاوند کی یاد ضرور ستاتی ہوگی۔ چھ سال تک پتہ نہیں کس طرح اپنے سینے پر سل رکھی ہوگی۔ اب قیامت تک خاوند کو دیکھنا تو ممکن نہ تھا تاہم سوچا چلو اسکی قبر کو ہی دیکھ کر کچھ تسکین کا سامان کر آتی ہوں۔ بیٹے کو بھی باپ کی آخری آرامگاہ دکھا آتی ہوں۔ یہ سوچ کر اپنے خاوند کی متروکہ لونڈی ام ایمنؓ اور اپنے چھ سالہ صاحبزادے کو لے کر ایک قافلہ کے ساتھ مدینہ منورہ روانہ ہو گئیں۔ حضورﷺ کے دادا عبدالمطلب کے ننھیال وہیں مقیم تھے۔ سیدہ آمنہ دارالنابغہ میں جہاں انکے شوہر مدفون تھے ایک ماہ تک قیام پذیر رہیں۔ (۵۳) یہاں کے قیام کی بہت سی یادیں حضور اکرمﷺ کے ذہن میں محفوظ رہیں جن کا تذکرہ آنجنابﷺ نے ہجرت فرمانے کے بعد بھی فرمایا۔ (۵۴) گو تاریخ نے اس امر کی وضاحت اور صراحت نہیں کی کہ سیدہ آمنہ جب اپنے شوہر کی لحد پر پہنچیں تو کس طرح فرط غم میں قبر سے لپٹ کر روئیں اور کیا کیا گلے شکوے کیے تاہم یہ بات قرین قیاس ہے کہ اس طویل دور دراز اور پر مشقت سفر کا بڑا مقصد اپنے خاوند کی آخری مرقد کو ہی دیکھنا تھا۔ کیونکہ بنو نجار جن کے پاس جاکر وہ عفت مآب اپنے لخت جگر کو لے کر ٹھہریں تھیں ان کے میکے نہیں تھے وہ حضورﷺ کے براہ راست ننھیال نہیں تھے۔ وہ دراصل حضورﷺ کے دادا عبدالمطلب کے ننھیال تھے تو اتنے دور کے رشتے کی خاطر اتنا لمبا چوڑا سفر کرنا سمجھ میں نہیں آتا۔

حضور اکرمﷺ چونکہ آخرالزمان پیغمبر تھے انکی متعدد ذاتی علامات اور نشانیاں سابقہ آسمانی کتابوں تورات و انجیل وغیرہ میں مذکور تھیں۔ اس لیے آپؐ جب اپنی والدہ محترمہ اور لونڈی کے ساتھ مدینہ منورہ میں وارد ہوئے تو اہل کتاب یہود و نصاریٰ آپؐ کو تجسس اور تحقیق و تفتیش کی نگاہوں اور بڑے غور سے دیکھا کرتے

Marfat.com

تھے جس سے آپؐ کی والدہ محترمہ اور آپؐ کی خادمہ کو خطرہ محسوس ہوا تو ایک مہینہ قیام کے بعد واپسی کے لیے رخت سفر باندھا۔ (۵۵) بعض غم اور دکھ انسان کو اندر ہی اندر آہستہ آہستہ کھاتے رہتے' چاٹتے رہتے اور پگھلاتے رہتے ہیں جو بالاخر اسے اندر سے کھوکھلا کر دیتے ہیں لگتا ہے سیدہ آمنہ کے ساتھ بھی کچھ یہی صورتحال پیش آئی۔ جوانی میں ہی بیوگی کے غم اور زخم کا دل کو لگ جانا ایک طبعی بات ہے۔ خاوند کے مزار کو دیکھ کر یہ زخم ہرا ہو گیا تھا خاوند کی یادیں تازہ ہو گئیں تھیں۔ اپنے نور نظر کو یہودیوں کے شر سے بچانے کے لیے واپس مکہ مکرمہ کی طرف چل تو پڑیں مگر دل جو انسان کے بس میں نہیں ہوتا' دارالنابغہ میں ہی اٹکا ہوا تھا۔ بوجھل دل کے ساتھ مدینہ منورہ سے تھوڑی دور ابواء کے مقام تک پہنچی تھیں کہ بیماری نے آ لیا۔ (۵٦) کمزور اور کھوکھلا وجود بیماری کا کیا مقابلہ کر سکتا تھا۔ آہستہ آہستہ موتؐ کی دہلیز پر قدم رکھنے لگیں اب اس پردیس میں سیدہ کو اپنے مرنے کا اتنا غم اور اتنی فکر نہ تھی جتنی اپنے نونہال کی فکر تھی۔ ظاہر ہے انہیں وہی فکر دامن گیر تھا جو ایسے موقعہ پر ہر ماں کو لامحالہ لاحق ہو جاتا ہے کہ میرے دل کے ٹکڑے کی خبر گیری کون کرے گا۔ پیدا ہونے سے پہلے ہی باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا اب کچھ ہوش سنبھالا تو ماں کو موت آئی جا رہی ہے۔ دنیا میں ہر بچہ کو ماں باپ کا ہی سہارا ہوتا ہے انہی کی شفقت اور خلوص بھری محبت سے بچے پروان چڑھتے ہیں۔ دوسرے اعزہ و اقارب کتنی ہی غمخواری اور دلدھی کیوں نہ کریں ماں باپ والی بے لوث اور فطری محبت کی بات بھلا کہاں پیدا ہوتی ہے یہی فکر اور غم سیدہ آمنہ کو کھائے جا رہا تھا مگر قدرت کا ازل سے یہ فیصلہ تھا کہ اس نے نبی رحمتؐ کو دوہری یتیمی کی لذت چکھانا تھا اس قادر مطلق اور علیم و حکیم کے سامنے کسے دم مارنے کی مجال ہو سکتی تھی۔ سیدہ آمنہ پر بے نیاز پروردگار عالم کا فیصلہ لاگو ہوا اور وہ مغموم دل کے ساتھ موت کی آغوش میں چلی گئیں۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ○

قارئین! یہاں ذرا ٹھہریے رک جائیے اپنے آپ کو خیال کی دنیا میں مدینہ سے دور ابواء کے مقام پر لے جائیے۔ حضورؐ نے زندگی میں یہ پہلا سانحہ

Marfat.com

دیکھا اور سانحہ بھی کتنا الم ناک' دردناک اور غمناک۔ پیاری ماں کی ابدی جدائی اور پردیس میں عزیز و اقارب سے دور بیکسی اور ناشناسائی کی موت۔ آمنہ اپنے گھر میں مرتیں تو سینکڑوں ابنائے ہاشم اور سینکڑوں بنو زہرہ جنازے کو کندھا دیتے گھر گھر سے افسوس والیاں آتیں۔ مگر یہاں سوائے ام ایمن کے حضورؐ کا کوئی غمگسار نہیں۔ حضورؐ کو کوئی گلے لگانے والا نہیں۔ ماں کی موت پر کس کو رونا نہیں آتا کس کا دل پسیج نہیں جاتا کون ڈھائیں مار کر نہیں روتا۔ حضورؐ تو اس وقت ویسے بھی بچے تھے۔ مورخین نے ان آنسوؤں کو شمار نہیں کیا جو ننھے محمدؐ (فداہ ابی و امی) نے اپنی ماں کی اچانک موت پر بہائے ہوں گے۔ حضورؐ کی ننھی جان نے اس جانکاہ صدمہ کو کیسے برداشت کیا ہوگا۔ آپ کے آنسو کس نے پونچھے ہوں گے آپؐ اپنی ماں کی چارپائی سے کس طرح لپٹ گئے ہوں گے۔ تاریخ ان تمام چیزوں سے خاموش نظر آتی ہے مگر اتنی بات واضح اور بالکل طبعی و فطری ہے کہ ماں کے مرنے کا غم بڑا دردانگیز ہوتا ہے جس پر گزرتی ہے وہی جانتا ہے۔ البتہ اس موقع پر حضورؐ کے رنج و الم سے متعلق ایک دو چیزیں رومانیہ کے مستشرق دانشور کونستن ویرژیل نے اپنی کتاب "نظرۃ جدیدۃ فی رسول اللہ ﷺ" جس کا اردو ترجمہ حال ہی میں ادارہ سیارہ ڈائجسٹ' لاہور نے اپنی فروری ۱۹۹۳ء کی اشاعت میں "عکس سیرت نمبر" کے عنوان سے شائع کیا ہے' میں ضرور درج کیں ہیں۔ مگر افسوس کہ فاضل مؤلف نے ان کا اصل ماخذ نہیں بتایا۔ بہرکیف فاضل موصوف سیدہ آمنہ کی وفات کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہے کہ:

"وہ لوگ جو (سیدہ) آمنہ کے چاروں طرف گھیرا ڈالے ہوئے تھے ان کے ساتھ بلا توقف باتیں کرنے میں مشغول تھے تاکہ وہ جوان خاتون خوف زدہ نہ ہو۔ اور حضرت آمنہ بھی کبھی کبھی زیر لب کچھ کہتی ہوئی دکھائی دیتی تھیں۔ ناگہاں ایک موقع پر ننھے محمدؐ (فداہ روحی وابی) نے دیکھا کہ ان کی والدہ اب جواب نہیں دے رہیں تو اپنا سرماں کے سینے پر رکھ کر شیون کناں کہنے لگے:

امی امی! جواب کیوں نہیں دیتیں؟

— لیکن روح اس جوان خاتون کے جسم سے نکل چکی تھی۔"

Marfat.com

تدفین کے بعد کا واقعہ لکھتے ہوئے مولف مذکور کہتا ہے:

"حضرت آمنہ کی قبر کو ڈھانپنے کے بعد جب عزیز و اقارب واپس لوٹنے لگے تو انہوں نے دیکھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ان لوگوں کے ہمراہ نہیں ہیں۔ لہذا جب وہ لوگ قبرستان آئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنی ماں کی قبر پر بیٹھے ہوئے انہیں پکار رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ:

امی! گھر کیوں نہیں چلتیں۔ کیا تو نہیں جانتی کہ تیرے سوا میرا اس دنیا میں کوئی نہیں۔" (عکس سیرت نمبر ص ۱۸۔ ۱۹)

سیدہ آمنہ کے انتقال کے بعد حضرت اُمّ ایمن حضورﷺ کو ساتھ ملا کر مکہ مکرمہ لے آئیں اور انہیں دادا کے سپرد کر دیا۔ دادا نے یتیم پوتے کی شکستہ دل اور مجسمہ غم شکل کو دیکھا تو

فضمه اليه ورق عليه رقة لم يرقها على ولده (۵۷)

پوتے کو سینے سے لگا لیا اور یتیم پوتے کے ساتھ اتنی شفقت اور اتنا پیار فرماتے رہے کہ اتنا پیار کبھی اپنی سگی اولاد کو بھی نہیں دیا تھا۔

حضورﷺ کا ماں کی قبر پہ رونا

سیرت کی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور نے ایک طویل عرصہ تک اپنی والدہ کی قبر کی زیارت نہ کی تھی۔ صلح حدیبیہ کے موقعہ پر ۶ھ میں جب آپ ابواء کے مقام کے پاس سے گزرے جہاں آپ کی والدہ محترمہ مدفون تھیں۔ تو ماں کی یاد تازہ ہوگئی۔ پیغمبر کوئی قدم رب کی اجازت کے بغیر نہیں اٹھاتا۔ اپنے رب سے اجازت چاہی۔ اجازت ملنے پر قبرستان تشریف لے گئے دیکھا تو قبر بوسیدہ ہو چکی تھی گری پڑی تھی اپنے مبارک ہاتھوں سے قبر کی اصلاح فرمائی۔ ماں کی قبر کو دیکھ کر ماں کی محبت اور ممتا کا یاد آجانا فطری امر تھا۔ بچپن کا زمانہ نظروں کے سامنے گھوم گیا۔ اسی مقام پر پیاری ماں کے وطن اور عزیز و اقارب سے دور پردیس میں مرنے کا گہرا غم جو اب تک دبا چلا آرہا تھا، پھر سے تازہ ہو گیا۔ جسم انور پر رقت طاری ہو گئی اور قبر کے پاس بیٹھ

Marfat.com

کر رونا شروع کر دیا۔ عینی شاہدوں کا بیان ہے کہ جتنا آپؐ اس دن روئے اتنا پھر کبھی آپؐ کو روتے نہیں دیکھا گیا۔ آپؐ کو روتا دیکھ کر مسلمان کیسے ضبط کرسکتے تھے سب حاضرین بھی پھوٹ پھوٹ کر رونے لگ گئے۔ اس وقت آپؐ سے اس قدر رونے کی وجہ دریافت کرنے کی کس کو ہمت ہوسکتی تھی۔ اس رقت آمیز منظر کے ختم ہونے کے بعد کسی نے پوچھا تو فرمایا:

اَدْرَكَتْنِي رَحْمَتُهَا فَبَكَيْتُ (۵۸)

ماں کا لاڈ پیار اور محبت یاد آگئی۔ اس لیے رو پڑا۔

حضور کے یتیم ہونے میں پنہاں حکمتیں

اللہ نے اپنے محبوب نبیؐ کی ولادت سے قبل ہی ان کے باپ کو کیوں اٹھا لیا؟ ماں جیسی سراپا محبت سراپا طمانیت اور سراپا سکون ذات کے سایہ عاطفت و رافت اور دست شفقت سے صرف چھ سال کی عمر میں ہی آنجنابؐ کو کیوں محروم کر دیا گیا اس کی اصل حکمتیں اور پنہاں راز صحیح معنوں میں تو اللہ کریم ہی جانتا ہے جس کا کوئی فعل حکمتوں سے خالی اور عبث نہیں ہوتا۔ تاہم ان حکمتوں اور حقیقتوں سے کچھ نہ کچھ پردہ جاننے والوں نے ہٹایا ہے۔

ایک بڑی حکمت تو یہی نظر آتی ہے کہ جب تک انسان کسی چیز کو چکھے نہیں، اس کا عملی تجربہ نہ کرے، اس کا اپنے دل و دماغ اور سر کی آنکھوں سے مشاہدہ نہ کرے اس وقت تک اس کی حقیقت اور اصلیت کا صحیح اندازہ نہیں ہوتا۔ ظاہر ہے جو انسان ایک راہ سے گزرا ہی نہیں اسے اس راہ کے نشیب و فراز کا کیسے پتہ چل سکتا ہے۔ مثلاً ایک آدمی نے گڑ چکھا ہی نہیں اسے گڑ کی مٹھاس کا خاک پتہ ہوگا ایک آدمی کسی بیماری میں کبھی مبتلا ہی نہیں ہوا اس بے چارے کو بیماری کی الم ناکی کا اندازہ کیسے ہوسکتا ہے۔ ایک آدمی جس پر کبھی فاقہ آیا ہی نہیں اسے کیا معلوم کہ بھوک کی حالت میں انسان پر کیا گزرتی ہے۔ اللہ کے محبوب پیغمبرؐ کو چونکہ آگے چل کر ساری دنیا کے یتیموں کا باپ بننا تھا۔ آپ ہی نے ان کے سروں پر دست شفقت رکھنا تھا آپؐ ہی نے ان کے دکھ

Marfat.com

درد کا علاج کرنا تھا۔ آپ ﷺ کو پہلے عملی طور پر یتیمی کے درد سے متعارف کرایا اور اس پرخطر راہ سے گزارا گیا تاکہ یتیموں کو پیش آمدہ آلام و مصائب کا آپ ﷺ کو صحیح اندازہ ہوسکے۔ یہ اسی یتیمی کے درد سے عملاً واقفیت اور اس خاردار راہ سے گزرنے کا نتیجہ تھا کہ یتیم کی تربیت و کفالت پر بشارت دیتے ہوئے فرمایا:

اَنَا وَکَافِلُ الْیَتِیْمِ فِی الْجَنَّۃِ کَھَاتَیْنِ (۵۹)

میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں اس طرح اکٹھے ہوں گے جس طرح یہ دو انگلیاں اکٹھی ہیں۔

علاوہ ازیں امام فخرالدین رازی نے سورہ والضحیٰ کی آیت اَلَمْ یَجِدْکَ یَتِیْماً فَاٰوٰی کے تحت حضورؐ کے یتیم ہونے کی چھ حکمتیں گنوائی ہیں۔

۱۔ آپ کو یتیموں کی قدر کا اندازہ ہو تاکہ آپ ان کے حقوق اور اصلاح احوال کے لیے اٹھ کھڑے ہوں یہی وجہ ہے کہ جب مصر میں قحط پڑا تو عزیز مصر کے وزیر خوراک و مال حضرت یوسف علیہ السلام ساری رعایا میں غلہ تقسیم فرماتے تھے مگر خود بھوکے رہتے تھے کسی نے وجہ پوچھی تو فرمایا: مجھے اس بات کا خدشہ ہے کہ اگر میں خود سیر ہو کے کھاؤں گا تو کہیں ایسا نہ ہو کہ میں بھوکوں کو بھول جاؤں۔

۲۔ جب آپؐ یتیم ہوں گے تو آپؐ کی نسبت سے باقی یتیم بچوں کی بھی عزت کی جائے گی یہی وجہ ہے کہ آپؐ نے فرمایا "جب تم کسی بچے کا نام محمدؐ رکھو تو اس کا احترام کرو اور اسے مجلس میں جگہ دو" کیونکہ اس کے نام کو میرے نام سے نسبت ہوگئی ہے۔

۳۔ جس آدمی کے ماں باپ زندہ ہوں وہ عموماً انہی پر اعتماد کیا کرتا ہے۔ حضورؐ کے والدین کو اس لیے دنیا سے اٹھا لیا گیا کہ آپؐ کا بچپن سے لیکر آخر عمر تک اللہ کے سوا دنیا کے کسی بندے پر اعتماد نہ رہے۔

Marfat.com

چونکہ یتیم بچے کا کوئی والی وارث اور تربیت کنندہ نہیں ہوتا اس لیے اسکے انسانی جوہر نہیں نکھرتے اسکے اندر موجود حیوانی اور شیطانی عیوب کا ظہور ہونے لگتا ہے۔ اللہ نے براہ راست اپنے محبوب کی نگہبانی فرما کر آپؐ کو ہر قسم کے اخلاقی عیوب و نقائص سے منزہ فرمایا۔ یہی وجہ ہے کہ کوئی بڑا سے بڑا مخالف بھی آپؐ پر انگلی نہ اٹھا سکا۔ (۶۰)

۵۔ آپؐ کو یتیم بنایا گیا تاکہ ہر ایک کو معلوم ہو سکے کہ آپؐ کو علم و فضل کے اعتبار سے جتنی بھی رفعت ملی ہے یہ آپؐ کے والدین کی تربیت کا نتیجہ نہیں بلکہ صرف اور صرف من جانب اللہ ہے۔

۶۔ یتیم ہونا اور فقیر ہونا معاشرے میں ایک نقص اور عیب تصور کیا جاتا تھا جب آپؐ بھی یتیم اور فقیر ہو گئے تو دنیا کے دیگر یتیم اور فقیر لوگوں کو بھی احترام مل گیا۔ (۶۱)

امام جعفر صادقؒ سے حضور اکرمؐ کے یتیم ہونے کی حکمت پوچھی گئی تو فرمایا: لِئَلَّا يَكُوْنَ عَلَيْهِ حَقُّ الْمَخْلُوْقِ (۶۲)

تاکہ آپؐ پر مخلوق کا کوئی حق اور احسان نہ رہے۔

شیخ اسماعیل (۶۳) حقی کے مطابق اس میں حکمت یہ ہے کہ کوئی آدمی یہ تصور نہ کرے کہ آپؐ کو اللہ نے جو عزت شرف اور بلندی عنایت فرمائی ہے یہ نسبی شرافت، مال و دولت اور اس نوع کی کسی دوسری قسم کی چیز کے باعث ہے۔ یہ صرف اور صرف اللہ کی دین ہے۔ جس میں ماسوی اللہ کا کوئی عمل دخل نہیں۔

دادا جان کی وفات۔ غم بالائے غم

معروف اہل قلم جناب ماہر القادری مرحوم نے ایک بڑی شاندار بات کہی ہے، لکھتے ہیں:

Marfat.com

"قدرت جس کو بڑا بنانا چاہتی ہے اسے آزمائش کی بھٹیوں میں تپاتی اور غم و الم کے خارزاروں سے گزارتی ہے۔ پہلے غموں سے دل میں گداز پیدا کیا جاتا ہے کہ اس گداز کو دوسروں کی غمخواری کے کام آنا ہے اور سانحے طبیعت میں نکھار پیدا کرتے ہیں۔ عیش و مسرت سے دنیا کی بڑی شخصیتوں کو جان بوجھ کر دور رکھا جاتا ہے۔ آلام و مصائب کے افق ہی سے عظمتوں اور بلندیوں کے آفتاب طلوع ہوا کرتے ہیں۔ قدرت کی یہی سنت اور اس کا یہی دستور اور یہی مصلحت ہے۔ (۶۴)

قدرت کا یہ مستقل اور دائمی قانون عبداللہ کے اس دریتیم پر بھی لاگو ہوا جس نے انسانی عظمت اور بلندیوں کی تمام چوٹیوں کو سر کرنا تھا اور جسے کائنات ارضی و سماوی ہی نہیں تمام جہانوں میں اللہ کے بعد سب سے بڑی ہستی قرار پانا تھا۔

؎ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

مہربان ماں کی وفات حسرت آیات کے بعد بوڑھے دادا نے آغوش محبت میں لے لیا۔ دادا اپنے اس مادر پدر یتیم پوتے کو دل و جان سے زیادہ عزیز رکھتا کہ یہ اس کے جواں مرگ بیٹے عبداللہ کی نشانی تھا۔ حضرت عبدالمطلب اکثر اپنے معصوم پوتے کو ساتھ رکھتے اور اس طرح آپ کی دلجوئی اور دلدہی فرماتے رہتے۔ حتی کہ رات کو بھی اپنے پاس سلاتے۔ (۶۵) خانہ کعبہ میں ان کے لیے بچھائی گئی خاص مسند جس پر بیٹھنے کی ان کے سگے بیٹوں کو بھی جرءت نہ ہوتی تھی، حضورؐ دادا کے ساتھ تشریف فرما ہوتے۔ کوئی حضور کو روکنے کی کوشش کرتا تو عبدالمطلب منع فرما دیتے اپنے پاس بٹھا کر انتہائی محبت سے یتیم پوتے کی پیٹھ پر دست شفقت پھیرتے رہتے اور اسکی معصومانہ بچگانہ اداؤں کو دیکھ کر خوش ہوتے۔ (۶۶) اس وقت تک کھانا تناول نہ کرتے جب تک کہ پوتا نہ آجاتا۔ جب دسترخوان چن دیا جاتا تو پوتے کو اپنے پہلو میں بٹھاتے بسا اوقات اپنی ران پر بھی بٹھا لیتے اور عمدہ عمدہ چیزیں خود کھانے کی بجائے پوتے کے منہ میں ڈالتے رہتے۔ (۶۷) حضرت ام ایمنؓ آپؐ

Marfat.com

کی حفاظت اور کھلانے پر مامور تھیں حضرت عبدالمطلب نے انہیں سختی سے تاکید کر رکھی تھی کہ کہیں میرے پوتے کی نگرانی سے غافل نہ ہو جانا۔ یہ ام ایمن حضورؐ کی خادمہ بھی تھیں اور ماں بھی۔ ہر وقت حضورﷺ کو لیے پھرتیں۔ آپؐ سے بے حد انس تھا حضورؐ کی بڑی خدمت اور خاطر فرمایا کرتیں۔ انکی انہی خدمات اور بے لوث محبت کی وجہ سے ہی تو حضورﷺ فرماتے تھے:

ایمن اُمی بَعْدَاُمِیْ [۶۸] (امن ایمن میری حقیقی ماں کے بعد دوسری ماں ہیں) کبھی آنکھوں سے اوجھل ہو جاتے تو فوراً مضطرب و بے قرار ہو جاتے اور اس وقت تک سکون نہ آتا جب تک کہ پوتے کو دیکھ نہ لیتے۔ (۶۹)

دادا کے اس انتہائی شفقت اور محبت آمیز رویے سے یقیناً حضورؐ کی توجہ اور دھیان ماں کی طرف سے تھوڑا سا ہٹ گیا ہو گا۔ ماںؓ کی وفات کا غم کچھ نہ کچھ ہلکا ہو گیا ہو گا مگر قدرت نے ابھی آنجنابؐ کو مزید کئی ایک غموں کی بھٹی میں تپا کر آپؐ کے قلب مبارک میں سوز و گداز پیدا کرنا اور آپ کی طبیعت میں مزید نکھار پیدا کرنا تھا نیز ابھی آنجنابؐ کو صبر و شکر کی کئی منازل طے کرانا تھیں اس لیے قدرت نے اس سہارے اس امید اور اس غمخوار و غمگسار کو بھی اٹھا لیا۔ اس وقت آپ کی عمر صرف آٹھ سال تھی۔ (۷۰)

مہربان دادا کے انتقال پر حضورؐ کی معصوم اور دکھیاری جان اور حساس دل پر کیا گزری؟ اس طبعی اور فطری رنج و ملال اور باطنی کیفیت کا اندازہ مورخین کی اس وضاحت سے لگایا جاسکتا ہے کہ جب حضرت عبدالمطلب کا جنازہ اٹھا کر لے جایا جا رہا تھا تو آپؐ کی عہد طفلی کی غمخوار و مونس خادمہ ام ایمنؓ کی عینی شہادت کے مطابق:

یَبْکِی خلفَ سَرِیرِ عَبْدِالمُطّلِب (۷۱)
آپؐ اپنے دادا کی چارپائی کے پیچھے پیچھے روتے جا رہے تھے۔

حضورؐ کی پرورش کے طفیل غریب چچا کی اپنی پرورش

Marfat.com

حضرت عبدالمطلب کی اولاد میں حضرت ابو طالب (جنکا اصل نام عبد مناف ہے) نبی اکرم ﷺ کے حقیقی چچا تھے۔ اس لیے انہوں نے بوقت وفات ابو طالب کو ہی حضور ﷺ کی حفاظت نگرانی تربیت اور کفالت کی وصیت فرمائی۔ (۷۲) حضرت ابو طالب گو مالدار آدمی نہیں تھے۔ تاہم انہوں نے زندگی بھر تہہ دل سے حضور ﷺ کی خدمت حضور ﷺ کے دفاع اور حمایت و نصرت میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ جب تک زندہ رہے حضور ﷺ پر "چھتر" بنے رہے اللہ نے ان کے دل میں یتیم بھتیجے کی والہانہ محبت ڈال دی تھی وہ اپنی اولاد سے اتنا پیار نہیں فرماتے تھے جتنا اپنے بھتیجے سے فرماتے۔ رات کو سوتے تو حضور ﷺ کو پہلو ہی میں ساتھ سلاتے اور جب کہیں باہر نکلتے تو آپ ؐ کو ساتھ لے کر نکلتے۔ (۷۳) حضرت ابو طالب کی زوجہ محترمہ سیدہ فاطمہ بنت اسد ؓ بھی حضور ﷺ کا انتہائی خیال فرماتیں۔ ماں کی طرح حضور ؐ کو عزیز سمجھتیں "اَلَمْ یَجِدْکَ یَتِیْماً فَاٰوٰی" (کیا آپ کے رب نے آپ کو یتیم پا کر ٹھکانا عنایت نہیں فرمایا) کا بھرپور نظارہ حضور ﷺ نے ابو طالب کے گھر میں ہی دیکھا جس قدرت نے یتیمی و بے کسی کا احساس دلانے کے لیے حضور ؐ کے نازک دل کو پے در پے ٹھیس لگائی تھی اس نے اب بہترین درماں کا سامان پیدا کر دیا تھا۔ میاں بیوی حقیقی بیٹے کی طرح حضور ﷺ کی پرورش کرنے لگے۔ حضور ﷺ کو ماں کی لٹی ہوئی مامتا ہی نہیں باپ کا پیار بھی مل گیا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت ابو طالب نے حضور ﷺ کی پرورش کی اور مدت مدید تک آپ ؐ ان کے زیر کفالت رہے تاہم یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اس کفالت نبوی کے صدقے اور طفیل میں اللہ نے انکی کفالت کا انتظام فرمایا۔ اور حضور ﷺ کی برکت سے اللہ نے ان کے کھانے میں برکتیں نازل فرما دیں۔ مشہور محدث و مورخ محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ نے پھر ان سے نقل کرتے ہوئے مورخ ابن کثیر اور حلبی وغیرہ نے لکھا ہے کہ حضرت ابو طالب کے اہل و عیال جب کبھی کھانا کھاتے اور اس وقت حضور ﷺ کھانے میں شریک نہ ہوتے تو سب کے سب بھوکے رہتے۔ کیونکہ کھانا وافر مقدار میں نہیں ہوتا تھا

Marfat.com

مگر جب حضورﷺ کھانے میں شریک ہوتے تو سب کے سب سیر ہو جاتے۔ چنانچہ حضرت ابو طالب کا معمول ہو گیا کہ جب کھانے کا ٹائم ہوتا تو تمام اولاد کو فرماتے ابھی ٹھہر جاؤ یہاں تک کہ میرا بیٹا (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آجائے۔ جب حضورؐ تشریف لے آتے اور ان کے ساتھ مل کر کھانا تناول فرماتے تو اس کے اندر اتنی برکت واقع ہو جاتی کہ تھوڑا کھانا بھی سیر ہو کر کھانے کے باوجود بچ رہتا اور جب کبھی اتفاق سے آپؐ شمولیت نہ کر پاتے تو سب بھوکے رہتے۔ (۷۴) اور اگر دودھ کا پیالہ ہوتا اور اس سے پہلے حضورؐ نوش فرماتے تو ایک ہی پیالہ سب گھر والوں کو کفایت کر جاتا اور اگر اتفاقاً" آپؐ نہ ہوتے تو ایک آدمی کے لیے بھی پیالہ کافی نہ ہوتا۔ حضورﷺ کی اسی برکت کو دیکھ کر حضرت ابو طالب آپؐ سے فرماتے۔ اِنَّکَ لَمُبَارَکٌ (۷۵)

(بیٹا! تو بڑا بابرکت آدمی ہے)

حضرت ابو طالب ہی کا بیان ہے کہ ہمیں کھانے سے پہلے "بسم اللہ" اور کھانے کے بعد "الحمد للہ" کا کیا پتہ تھا ہم لوگ نہیں پڑھا کرتے تھے مگر حضورﷺ کھانے سے قبل "بسم اللہ الاحد" کہتے اور جب کھانے سے فارغ ہو جاتے تو الحمد للہ کہتے۔ (امام رازی: تفسیر کبیر: ۳۱: ۲۱۴ طبع مصر)

کھانے پینے کے معاملے میں حضورﷺ کی صابر اور قانع طبیعت کے متعلق آپؐ کی ہمہ وقت کی خادمہ حضرت ام ایمنؓ نے ایک بڑی ایمان افروز اور سبق آموز عادت بیان کی ہے۔ فرماتی ہیں۔

مَارَأیتُ النبیَّ صَلیّ اللّٰہُ علیہ وَسَلَّمَ شَکَا صَغِیْراً وَلَا کَبِیْراً جُوْعًا وَلَا عَطَشًا (۷۶)

(میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ حضورﷺ نے بچپن میں یا بڑے ہو کر کبھی بھوک یا پیاس کی شکایت کی ہو) آگے فرماتی ہیں بسا اوقات یوں ہوتا کہ صبح کے وقت آپؐ آب زم زم نوش فرما لیتے۔ جب کھانا پیش کیا جاتا تو فرماتے میں پہلے ہی سیر

Marfat.com

ہوں۔ اب کھانے کی حاجت نہیں۔

قحط سالی میں محمدی برکت

محمدی برکت جس کا مشاہدہ آل ابی طالب کر رہے تھے۔ ایک مرتبہ اس کاظہور تمام اہل مکہ کے لیے بھی ہوا۔ ہوا یوں کہ مکہ میں شدید قحط پڑا۔ مکہ پہلے ہی قرآن کے الفاظ میں "وَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ" ہے اوپر سے قحط سالی واقع ہوگئی تو آپ اندازہ کرلیں اس وقت اہل مکہ کو کتنی پریشانی لاحق ہوئی ہوگی۔ مکہ والے بھوکوں مرنے لگے انسان کیا چرند پرند اور حیوانات تک پانی کی بوند کو ترس گئے۔ چند سنجیدہ اور بزرگ قسم کے آدمی حضرت ابو طالب کے پاس آئے کہنے لگے تم حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کی اولاد سے ہو ہمارے لیے بارش کی دعا کرو اللہ کریم باران رحمت نازل فرمائے اور ہماری یہ مشکل آسان فرمائے۔ حضرت ابو طالب نے اہل مکہ کی درخواست پر حضور کو ساتھ لیا اور بیت اللہ میں آئے۔ حضور کی پیٹھ مبارک کو خانہ کعبہ کی دیوار کے ساتھ لگاتے ہوئے بارگاہ الٰہی میں بارش کی دعا کی۔ اس وقت مطلع بالکل صاف تھا آسمان پر بادل کا نام و نشان تک نہ تھا۔ آناً فاناً بادل کی گھٹائیں اٹھتی آئیں اور جل تھل ہو گیا۔ اس موقع پر حضرت ابو طالب نے حضور کی اس برکت کو یوں خراج عقیدت پیش کیا:

وَاَبْيَضُ يُسْتَسْقَى الْغَمَامُ بِوَجْهِهٖ
ثِمَالُ الْيَتَامٰى عِصْمَةٌ لِّلْاَرَامِلِ (۷۷)

وہ گورے مکھڑے والا جس کے روئے زیبا کے واسطے ابر رحمت کی دعائیں مانگی جاتی ہیں۔ وہ یتیموں کا ماویٰ و ملجا اور فریاد رس۔ وہ بیواؤں اور مساکین کا سرپرست اور حامی و محافظ۔

اسی قسم کا واقعہ جب ایک مرتبہ مدینہ منورہ میں پیش آیا یعنی قحط اور خشک سالی میں لوگوں نے بارگاہ نبوی میں دعا کی درخواست کی اور حضورؐ کے دست دعا پھیلانے پر جب موسلادھار بارش ہوئی تو اس وقت حضور اکرم صلی

Marfat.com

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:

لَوْاَدْرَکَ اَبُوطَالِبِ هٰذَاالْیَوْمَ لَسَرَّهٗ (۷۸)

(چچا ابوطالب اگر آج زندہ ہوتے تو۔۔۔۔ یقیناً خوش ہوتے)

چچا ابو لہب کے مقابلے میں چچا ابو طالب کا ساتھ دینا۔

عرب قبائل کا دستور سمجھیے یا خاندانی تعصب کہ اہل قبیلہ بھلائی برائی کے مواقع پر ہمیشہ ایک دوسرے کا ساتھ دیتے تھے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ حضور کے اعلان نبوت کے بعد بنو ہاشم کے بہت سے بزرگ حضورﷺ پر ایمان نہ لانے کے باوجود آپؐ کی حمایت و نصرت کرتے رہے۔ مگر ابو لہب سگا چچا ہونے کے باوجود آپؐ کی مخالفت اور اذیت رسانی میں ہمیشہ پیش پیش رہا۔ تو ایسا کیوں تھا۔ وہ کیوں آپؐ کا جانی دشمن بن گیا تھا؟ اس مخالفت و عداوت کی ایک نفسیاتی وجہ ایک خاص واقعہ تھا۔ جو شاید اس وقت پیش آیا جب آپؐ حضرت ابو طالب کی کفالت میں تھے۔ یہ واقعہ جہاں ابو لہب کی دشمنی کا پس منظر بتاتا ہے وہاں اپنے کفیل حضرت ابو طالب کے لیے آپؐ کی حتی الامکان امداد کرنے اور ان کا ساتھ دینے کا بھی غماض ہے۔ چنانچہ انساب الاشراف للبلاذری کے حوالے سے ڈاکٹر محمد حمید اللہ لکھتے ہیں کہ:

> "ایک دن ابو طالب اور ابو لہب لڑ پڑے۔ ابو لہب نے ابو طالب کو پچھاڑ کر اور سینے پر چڑھ کر تھپڑیں ماریں۔ آنحضرتؐ نے اسے دھکیل دیا۔ اب ابو طالب نے اسے پچھاڑ کر تھپڑیں رسید کیں۔ اس پر ابو لہب نے کہا: اے محمد! وہ بھی تیرا چچا ہے اور میں بھی تیرا چچا ہوں۔ تو نے یہ جانبداری کیوں کی؟ خدا کی قسم میرا دل اب کبھی تجھ سے محبت نہ کرے گا۔"

(رسول اکرمؐ کی سیاسی زندگی از ڈاکٹر محمد حمید اللہ، ص ۵۶)

Marfat.com

فصل :

غریبوں کا درد اور فکر

غریب چچا کے لیے اجرت پر بکریاں چرانا

حضور اکرم ﷺ کوئی نو سال کی عمر سے لیکر سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نکاح ہونے یعنی تقریباً" پچیس سال کی عمر تک اپنے مہربان اور شفیق چچا کے ساتھ رہے مگر اس سولہ سترہ سالہ پیریڈ میں آپ اپنے غریب چچا پر بوجھ نہیں بنے۔ آپ کے پاس کوئی موروثی جائیداد تو نہیں تھی جس سے اپنے چچا کی مالی امداد کرتے البتہ اللہ کریم نے صحت تندرستی ہاتھ پاؤں اور عقل و دماغ عنایت فرما رکھا تھا۔ آپ اپنے ان جسمانی قویٰ سے محنت مزدوری کر کے چچا جان کی مالی مشکلات کو آسان کرنے کی حتی الامکان کوشش کرتے رہے آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے چچا کی ذاتی بکریاں بھی چرائیں۔ حافظ ابن حجر نے نسائی کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے کہ:

> افتخر اهل الابل واهل الغنم فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم بعث موسى وهو راعى غنم وبعث داؤد وهو راعى غنم وبعثت وانا ارعى غنم اهلى بجياد (۷۹)
>
> "اونٹوں اور بکریوں کے چرواہے (ایک مرتبہ) ایک دوسرے پر اپنی فضیلت و برتری جتانے لگے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت موسیٰؑ مبعوث ہوئے تو وہ بکریاں چراتے تھے حضرت داؤدؑ مبعوث ہوئے تو بکریاں چراتے تھے پھر میں مبعوث ہوا تو میں بھی اپنے اہل کی بکریاں جیاد کے مقام پر چرایا کرتا تھا۔"

Marfat.com

بالکل یہی روایت الفاظ کی تھوڑی سی تبدیلی کے ساتھ مسند احمد (۸۰) اور طبقات ابن سعد (۸۱) میں بھی منقول ہے۔ یہاں "اھلی" (میرے گھر والوں) سے کون مراد ہے؟ ظاہر ہے آپ کے چچا کے گھر والے ہی ہو سکتے ہیں کیونکہ آپ کے اس وقت بیوی بچے نہ تھے اور جب سیدہ خدیجہ سے شادی ہو گئی تو آپؐ ویسے ہی اس قسم کی محنت مزدوری سے مستغنی ہو گئے تھے۔ اور بعض اوقات آنجنابؐ نے اہل مکہ کی بکریاں اجرت پر بھی چرائیں۔ بخاری شریف میں ہے:

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا بَعَثَ اللّٰهُ نَبِیًّا اِلَّا رَعَی الْغَنَمَ فَقَالَ اَصْحَابُهٗ وَاَنْتَ؟ فَقَالَ نَعَمْ كُنْتُ اَرْعٰی عَلٰی قَرَارِیْطَ لِاَھْلِ مَكَّةَ (۸۲)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ نے جس نبی کو بھی مبعوث فرمایا اس نے بکریاں چرائیں صحابہ نے عرض کیا کیا آپؐ نے بھی بکریاں چرائیں؟ فرمایا ہاں میں قراریط پر اہل مکہ کی بکریاں چرایا کرتا تھا۔

طبقات ابن سعد میں "**وانا رعیت الغنم لاھل مکة بالقراریط**" (اور میں نے اہل مکہ کی بکریاں چرائیں قراریط کے بدلے میں) کے الفاظ ہیں۔

یہاں محدثین اور مورخین سے "قراریط" کے مفہوم میں ایک اختلاف بھی نقل ہوا ہے کہ "قراریط" جگہ کا نام ہے یا "سکوں" کا نام ہے جو قیراط کی جمع ہے اور جس کا مفہوم درہم یا دینار کا ایک ٹکڑا ہوتا ہے۔ (۸۴)

علامہ بدرالدین عینیؒ نے عمدۃ القاری شرح بخاری میں ابراہیم حربی اور ابن جوزی کی رائے (یعنی یہ کہ قراریط ایک جگہ کا نام ہے) کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے مگر ان کے دلائل کچھ اتنے وزنی نہیں لگتے۔ (۸۵)

Marfat.com

صحیح بات وہی لگتی ہے جو حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے کہی کہ آپ نے بعض اوقات اپنے گھر والوں کی اور بعض اوقات اہل مکہ کی بکریاں اجرت پر چرائی ہیں۔ اجرت پر بکریاں چرانے کے حق میں ایک بات یہ بھی جاتی ہے کہ امام بخاری جیسا احادیث سے فقہی مسائل کا استنباط کرنے والا محدث اس حدیث کو "کتاب الاجارۃ" میں لے آیا ہے۔ اگر اس روایت میں اجرت پر بکریاں چرانے کا مفہوم نہ ہوتا تو بخاری اسے کتاب الاجارہ میں نہ لے آتے۔

اجرت پر بکریاں چرانے کی تائید ایک اور روایت سے بھی ہوتی ہے جسے ہیثمی نے مجمع الزوائد میں نقل کیا ہے۔ حضرت جابر بن سمرہؓ کہتے ہیں کہ حضورؐ اجرت پر بکریاں چرایا کرتے تھے ایک مرتبہ بکریاں نہ ملیں تو آپؐ نے جابر بن سمرہ کے ساتھ سیدہ خدیجہ کی ایک بہن کے اونٹ اجرت پر چرائے۔ جب مدت اجارہ ختم ہوگئی تو ان کا کچھ پیسہ اونٹوں کی مالکہ کے ذمہ رہ گیا۔ آپ کا ساتھی اس خاتون کے پاس جاتا اور بقیہ اجرت کا تقاضا کرتا ایک دن آپؐ سے کہنے لگا یار! آپؐ بھی چلیں نا اور اس خاتون سے اپنی مزدوری کا مطالبہ کریں۔ آپؐ نے فرمایا تو ہی جا مجھے تو اس سے پیسہ مانگتے ہوئے شرم آتی ہے۔ پھر جب آپؐ کا ساتھی گیا تو اس خاتون نے پوچھا "**این محمد**" (محمد کہاں ہیں؟) اس نے اوپر والی بات کہہ سنائی تو وہ کہنے لگی:

مارأیتُ رَجُلاً اَشَدَّ حَیاءً وَلا اَعَفَّ مِنْہُ (۸۶)

میں نے ان (محمد) سے بڑھ کر کوئی آدمی حیاء دار اور پاکدامن نہیں دیکھا۔

دوسری اہم بات یہ ہے کہ اگر یہ بات مان لی جائے کہ آنجنابؐ نے اجرت پر اہل مکہ کی بکریاں چرائیں تھیں تو اس میں العیاذ باللہ حضور کی تنقیص بے ادبی گستاخی یا کسرشان کا کوئی پہلو نہیں نکلتا بلکہ یہ چیز تو آپؐ کی عظمت ہمت اور خودداری کی دلیل ہے۔ کہ کبھی کسی کے سامنے ہاتھ نہ پھیلایا کبھی کسی کا احسان نہیں اٹھایا۔ محنت مزدوری کر کے خود بھی کھایا معاشرے کے ضرورت مند اور حاجت مند لوگوں کی خبرگیری کی اور اپنے غریب چچا کا معاشی بوجھ بھی ہلکا کیا۔ بھلا یہ

Marfat.com

کیسے قرین قیاس سمجھا جا سکتا ہے کہ حضور ﷺ کے مہربان چچا کے گھر میں تو غربت افلاس اور تنگدستی نے ڈیرا جما رکھا ہو اور آپ "صاحبزادہ" بن کر ہاتھ پر ہاتھ دھرے غریب چچا کے معاشی بوجھ میں مزید اضافے کا باعث بنے رہتے۔ اس میں ہر نوجوان کے لیے دعوت ہے کہ وہ محنت مشقت اور خون پسینہ کی کمائی سے کھائے کہ آپ ہی آگے چل کر فرمانے والے تھے:

مَااَكَلَ اَحَدٌ طَعَامًا قَطُّ خَيْرًا مِنْ اَنْ يَاْكُلَ مِنْ عَمَلِ يَدَيْهِ وَاِنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ دَاوٗدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ يَاْكُلُ مِنْ عَمَلِ يَدَيْهِ

رواه البخاری (مشکوۃ شریف:ص: ۲۴۱ طبع کراچی)

شریف: ص ۲۴۱ طبع کراچی)

(کسی آدمی کا کوئی کھانا کبھی اس کھانے سے بہتر نہیں ہو سکتا جس کو وہ اپنے ہاتھوں کی کمائی سے کھاتا ہے۔ بیشک اللہ کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام بھی (بادشاہ ہونے کے باوجود) اپنے ہاتھ سے کما کر کھاتے تھے۔)

پھر اس صحرانوردی بادیہ پائی اور غریب نحیف اور کمزور بکریوں کی رکھوالی اور گلہ بانی نے آپ کی فکری پرواز میں کتنی بلندی پیدا کی آپ کی سوچ میں کتنی گیرائی پیدا کی آپ کے قلب و نظر میں کتنی بصیرت پیدا کی۔ آپ کے اندر درد حوصلہ، ہمت، برداشت، بردباری، درگزر، مخلوق خدا پر رحم، ہمدردی، انکی خبر گیری اور اعداؤ مشکلات سے بچاؤ کی تدابیر اور احساس ذمہ داری جیسی کتنی ہی خوبیوں کو جلا ملی یہ ایک الگ موضوع ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ دراصل یہ گلہ بانی انسانیت کو چرانے اور انسانوں کو دنیوی و آخروی مصائب و مشکلات سے بچانے کی ایک مشق تربیت اور کورس تھا جس کا اہتمام قدرت کی طرف سے کیا گیا تھا۔

یہ گلہ بانی اقوام کی تمہید تھی گویا
سلف کے ہادیان قوم کی تائید تھی گویا

مشیت ایزدی مکہ کے ببولوں کی ایک ایک پتی سے بول رہی تھی کہ آج ان وادیوں میں جو بچہ بکریاں چرا رہا ہے کل انسانیت کے گلہ کی نگہبانی کرے گا۔ یہ

Marfat.com

راعی غنم حقیقت میں راعی انسانیت ہے جو اس کے گلہ میں آجائے گا اسے فلاح ملے گی اور جو اسکی ٹکڑی اور جماعت سے باہر رہ جائے گا اس کے لیے شقاوت و گمراہی مقدر کر دی جائے گی۔

مظلوموں کے حقوق کے معاہدہ میں شمولیت

عرب کا معاشرہ لڑاکا اور جنگجو قسم کا تھا۔ چھوٹی چھوٹی باتوں پر سالوں اور پشتوں تک لڑتے رہنا انکے واسطے عام معمول کی بات تھی۔ انصاف نام کی کوئی چیز نہ تھی غریبوں کے حقوق دبا جانا بڑے لوگوں کا عام وطیرہ تھا۔ ان معاشرتی اور سماجی ناانصافیوں اور زیادتیوں میں ایک مرتبہ مظلوم لوگوں کی داد رسی کے لیے قریش مکہ نے آپس میں ایک عہد و پیمان باندھا تو حضورؐ نے بھی اس میں شمولیت فرمائی۔ اس معاہدہ کے وقت آنجنابؐ کی عمر بیس سال تھی۔ (۸۷)

اس یادگار معاہدے کے محرک اول حضورؐ کے تایا زبیر بن عبدالمطلب تھے اس کا فوری باعث یہ ہوا کہ قبیلہ زبید کا ایک آدمی کچھ سامان تجارت لے کر مکہ مکرمہ آیا۔ مکہ کے ایک رئیس اور بااثر آدمی عاص بن وائل سہمی نے اس سے مال خریدا۔ مگر جب قیمت دینے کا معاملہ آیا تو ٹال مٹول کرنے لگا۔ بیچارہ زبیدی اسکے حلیف لوگوں کے پاس بھی گیا مگر کسی نے اس کی بات پر دھیان نہ دیا الٹا اسے جھڑکیں پلائیں۔ جب وہ ہر طرف سے مایوس ہو گیا تو ایک دن علی الصبح جبل ابو قبیس پر چڑھ کر پردیس اور حرم میں اپنے اوپر ہونے والے اس ظلم و زیادتی کا واویلا کرنے اور آل فہر کو امداد کے لیے پکارنے لگا۔ اس میں قریش مکہ اور خود حرم شریف جو جائے امن ہے' کی بڑی ہتک اور بدنامی تھی۔ یہ صورت حال دیکھ کر زبیر بن عبدالمطلب کی دعوت پر چند سرکردہ لوگ ایک خدا ترس آدمی "عبداللہ بن جدعان" کے گھر میں اس مسئلہ پر غور کرنے کے لیے اکٹھے ہوئے۔ حضورؐ اس وقت اگرچہ بیس سالہ نوجوان تھے مگر امن و آشتی صلح و مصالحت اور مظلوموں اور غریبوں کی حمایت

Marfat.com

و نصرت کے فطری جذبہ کے تحت جو آپؐ کے اندر انگڑائیاں لے رہا تھا، آپؐ بھی اس میں شامل ہوئے۔ باہمی گفتگو کے بعد جو معاہدہ طے پایا اس کی دفعات یہ تھیں کہ:

۱۔ اہل مکہ یا باہر سے آنے والے کسی بھی آدمی پر ظلم ہو گا تو ہم ہمیشہ اس کی حمایت میں ایک ہاتھ اور طاقت بن جائیں گے

۲۔ ظالم کے خلاف یہ ہاتھ اس وقت تک اٹھا رہے گا جب تک کہ وہ مظلوم کا حق واپس نہ کر دے۔ (۸۸)

۳۔ معاش میں غریب اور ضرورت مند لوگوں کی غم خواری کریں گے۔ (۸۹)

۴۔ ہر اجنبی اور مسافر کے جان و مال کی حفاظت کریں گے۔ (۹۰)

اس معاہدہ کو حلف الفضول کے نام سے موسوم کیا گیا کیونکہ عہد قدیم میں بنو جرہم نے بھی اس قسم کا ایک معاہدہ کیا تھا۔ اور جن تین آدمیوں نے اس معاہدہ کی تحریک کی تھی اور اسے پروان چڑھایا تھا ان تینوں کا نام فضل تھا۔

(۱) فضل بن فضالہ (۲) فضل بن وداعہ (۳) فضیل بن حارث۔
بعض نے اس کا نام بھی فضل ہی بتایا ہے۔

کیونکہ اس معاہدہ کے بھی وہی مقاصد تھے اس لیے اس کو بھی حلف الفضول کے نام سے شہرت ملی۔ جب یہ معاہدہ طے پا گیا تو سب مل کر عاص کے گھر گئے اور اس سے مطالبہ کیا کہ وہ اس تاجر کا مال واپس کر دے۔ اب اسے مجال انکار نہ رہی اور اس نے مجبوراً اس کا مال اس کو واپس کر دیا۔ اس موقع پر حضرت زبیر بن عبدالمطلب نے اپنی مسرت کا اظہار یوں کیا ہے:

ان الفضول تَعَاقَدُوا وتَحَالَفُوا
الّا یُقِیْمَ بِبَطْنِ مَکَّۃَ ظَالِمُ

"یہ معاہدہ کرنے والوں نے قسم اٹھائی ہے کہ سرزمین مکہ میں کوئی ظالم نہیں ٹھہر سکے گا۔"

Marfat.com

اَمْرٌ عَلَيْهِ تَعَاقَدُوا وَتَوافَقُوا
فَالْجَارُ وَالْمُعْتَرُّ فِيْهِمْ سَالِمٌ

"یہ ایسی بات ہے جس پر ان سب نے متفقہ معاہدہ کیا ہے پردیسی اور فقیر جو ان کے ہاں ہو گا ہر قسم کے جور و ستم سے محفوظ ہو گا۔" (۹۱)

یہ معاہدہ چونکہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی فطرت سلیمہ امن پسند طبیعت اور انصاف پسند مزاج کے عین مطابق اور آنجناب ﷺ کے غمخوار دل کی آواز تھا اس لیے بعثت کے بعد بھی حضور ﷺ اس معاہدہ میں شرکت پر بڑے فخر کے ساتھ اظہار مسرت فرمایا کرتے تھے۔ ارشاد گرامی ہے:

لَقَدْ شَهِدْتُ فِي دَارِ عَبْدِاللّٰهِ بنِ جُدْعَانَ حِلْفًا مَا اُحِبُّ اَنَّ لِيْ بِهٖ حُمُرَ النَّعَمِ وَلَوْ دُعِيَ بِهٖ فِي الْاِسْلَامِ لَاَ جَبْتُ

"کہ میں عبداللہ بن جدعان کے گھر میں حاضر تھا جب حلف فضول طے پایا اس کے بدلے میں اگر مجھے کوئی سرخ اونٹ دے تب بھی میں لینے کے لیے تیار نہیں۔ اور اس قسم کے معاہدہ کی دعوت اسلام میں بھی اگر کوئی مجھے دے تو اسے قبول کروں گا۔"

یہ معاہدہ مدتوں نافذ العمل رہا۔ جب کسی مظلوم نے اس معاہدہ کا واسطہ دے کر فریاد کی تو لوگ بے تامل تلواریں بے نیام کئے اس فریادی کی مدد کے لیے دوڑ کر آئے۔ پیر محمد کرم شاہ صاحب الازہری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تالیف ضیاء النبی جلد دوم میں رومانیہ کے ایک وزیر کی کتاب کے حوالے سے حلف الفضول کے ضمن میں ایک نئی تحقیق کا اضافہ کیا ہے جو کم از کم میری نظر سے اب تک کہیں نہیں گزری۔ یہ کتاب چونکہ راقم کے پاس نہیں اس لیے آپ کو قبلہ پیر صاحب کے الفاظ میں ہی پڑھئے اور نبی رحمت ﷺ کی مظلوموں کے لیے عملی تڑپ اور کمزور لوگوں پر ظلم کے خلاف عملی اقدامات کا اندازہ لگائیے۔ موصوف لکھتے ہیں:

Marfat.com

"رومانیہ کے وزیر خارجہ "کونستانس جیورجیو" نے حضورؐ کی سیرت طیبہ پر ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام ہے "نظرة جديدة في سيرة رسول الله ﷺ جس کا عربی ترجمہ پروفیسر ڈاکٹر محمد التونجی نے کیا ہے جو حلب یونیورسٹی کے پروفیسر ہیں۔ اس میں مصنف مذکور نے حلف الفضول کے بارے میں اپنی تحقیقات کا اضافہ کیا ہے۔ اس سے اس حلف کو ایک منظم اور طاقتور بنانے میں سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مساعی جمیلہ پر روشنی پڑتی ہے اس لیے میں اس کتاب کے حوالے سے چند چیزیں ہدیہ قارین کرتا ہوں:

وہ حلف الفضول کے عنوان کے نیچے لکھتے ہیں:

كَانَ حَلفُ الْفضولُ عِبَارَة عَنْ كَوْكَبةٍ مُؤلفةٍ مِنْ زَهطِ من الفتيانِ المُسَلّحِينَ هَدَفهُم اَنْ لَايَضِيع حَقُ الْمَظلُومِ

"یعنی حلف الفضول عبارت ہے اس منظم دستہ سے جو مسلح نوجوانوں پر مشتمل تھا اور جن کا مقصد صرف یہ تھا کہ کسی مظلوم کا حق ضائع نہ ہو۔" (۹۲)

وزیر موصوف اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ:

مغویہ لڑکی کا برآمد کرنا

ایک بدو جنوبی علاقہ سے فریضہ حج ادا کرنے کے لیے مکہ مکرمہ آیا اس کے ساتھ اسکی ایک بیٹی بھی تھی جو بڑی خوبرو تھی۔ مکہ کے ایک دولت مند تاجر (جس کا نام دوسرے مورخین نے نبیہ بن حجاج لکھا ہے) نے اس بچی کو اغوا کرلیا اس مسکین باپ کے لیے بجز اس کے کوئی چارہ کار نہ رہا کہ وہ اپنے قبیلہ کے پاس جائے انہیں اپنی داستان غم سنائے اور ان سے مدد کی درخواست کرے۔ لیکن پھر اسے یاد آیا کہ اس کے قبیلہ میں مردوں کی تعداد بہت کم ہے۔ وہ مکہ کے دس قریشی قبیلوں کا مقابلہ نہیں کرسکتے۔ وہ اسی پریشانی میں سرگرداں تھا جب محمد مصطفیٰ صلی

Marfat.com

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس واقعہ کا علم ہوا حضورؐ نے قریش کے نوجوانوں کو اپنے پاس بلایا اور انہیں کہا کہ قرشی نے تاجر کے ساتھ جو نازیبا حرکت کی ہے اس پر ہمیں خاموش نہیں رہنا چاہیے چنانچہ قریش کے چند نوجوان کعبہ شریف کے پاس جمع ہوئے اور سب نے بایں الفاظ حلف اٹھایا:

نُقْسِمَ اَن نَحْمِیَ الْمَظْلُوْمَ حَتَّیٰ یَسْتَعِیْدَ حقه من الظالم
وَنُقْسِمَ اَنْ لَا یَکُوْنَ لَنَا هَدْفَ مُعَیّنَ مِن وَرَاء هٰذَا الْعَمَل
وَلَا یَهُمنا اَنَ یَکُوْنَ الْمَظْلُوْمَ فَقِیْرًا اَوْغَنِیًا (۹۳)

"ہم قسم اٹھاتے ہیں کہ ہم مظلوم کی مدد کریں گے یہاں تک کہ ظالم سے وہ اپنا حق واپس لے لے اور ہم قسم اٹھاتے ہیں کہ اس حلف سے اس کے بغیر ہمارا کوئی اور مقصد نہیں ہوگا۔ ہم اس بات کی پرواہ نہیں کریں گے کہ مظلوم غنی ہے یا فقیر۔"

جب انہوں نے قسم اٹھائی تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے ساتھ تھے۔ پھر انہوں نے حجرِ اسود کو زمزم کے پانی سے دھویا اور اس دھوون کو پی لیا۔ مقصد یہ ظاہر کرنا تھا کہ وہ اپنی قسم پر پختہ رہیں گے۔ حلف برداری کی اس تقریب کے بعد سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے نوجوان ساتھیوں کو ہمراہ لے کر اس ظالم تاجر کے گھر گئے اور اس کے مکان کا گھیراؤ کر لیا اور اس سے مطالبہ کیا کہ وہ اس بچی کو عزت و آبرو کے ساتھ واپس کر دے۔ تاجر نے کہا کہ ایک رات مجھے مہلت دو میں صبح وہ لڑکی اس کے باپ کو لوٹا دوں گا لیکن ان نوجوانوں نے اس کی اس تجویز کو ٹھکرا دیا اس کو مجبور کیا کہ وہ بچی کو فوراً اس کے باپ کے سپرد کر دے۔ اب وہ مجبور ہو گیا اور بادل نخواستہ اسے بچی کو واپس کرنا پڑا۔

یہی مصنف لکھتے ہیں:

Marfat.com

ابو جہل سے سامان کی قیمت دلوانا

اس سلسلہ میں ایک اور روایت بھی ہے۔

ایک پردیسی تاجر مکہ آیا ابو جہل نے اس سے کچھ سامان خریدا۔ لیکن اس کی قیمت ادا کرنے سے انکار کر دیا۔ اس پردیسی تاجر کو نوجوانوں کے اس جتھہ کے بارے میں کوئی علم نہ تھا۔ وہ فریاد کناں اپنے قبیلہ کے پاس آیا انہیں برانگیختہ کیا کہ وہ اس کی مدد کریں لیکن ایک محدود افراد پر مشتمل قبیلہ قریش کے دس قبائل سے کیونکر ٹکر لے سکتا تھا۔ انہوں نے معذرت کر دی وہ تاجر پھر مکہ لوٹ آیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ابو جہل کی اس حرکت کا علم ہوا تو حضورؐ بنفس نفیس ابو جہل کے گھر تشریف لے گئے اور اس سے مطالبہ کیا کہ وہ اس سامان کی قیمت تاجر کو ادا کرے چنانچہ بادل نخواستہ اسے قیمت ادا کرنا پڑی۔

اس قسم کے واقعات سے حلف الفضول کو بڑی شہرت حاصل ہوئی اور وہ مظلوم و بے آسرا لوگ جن پر اثر و رسوخ والے لوگ ظلم کیا کرتے تھے اور کسی کو انہیں ٹوکنے کی بھی ہمت نہ تھی اب ان مظلوموں کو ایک سہارا مل گیا۔ جب بھی کسی پر کوئی شخص زیادتی کرتا تو حلف الفضول کے ارکان اور اس کے مسلح دستے کے نوجوان اس کی فریاد رسی کے لیے سامنے آ جاتے۔

یہ مصنف لکھتا ہے:

وَكَانَتْ فِكْرَةُ اِيْجَادِ حَلْفِ الْفُضُوْلِ مِنْ قَبْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ الْبِعْثَةِ ذَاتُ اَهمية كَبِيْرَة لِاَنَّهُ اِسْتَطَاعَ بِهٰذَا الْاِبْتِكَارِ اَنْ يُحْدِثَ اِنْقِلَابًا فِى اِسْتِرْدَادِ حُقُوْقِ الْعَرَبِ وتمكن من زعزعته فكرة الانتقام من القبيلة كلها

"بعثت سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حلف الفضول کے منصوبہ کی تجویز بڑی اہمیت کی حامل ہے۔

Marfat.com

اس جدت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے کھوئے ہوئے حقوق واپس دلانے میں ایک انقلاب برپا کر دیا اور اس تجویز کے ذریعہ سارے قبیلے کو ہدف انتقام بنانے کے نظریہ کا قلع قمع کر دیا۔" (۹۴)

جس طرح ہم پہلے بتا آئے ہیں کہ حلف فضول کا آغاز حضرت زبیر بن عبدالمطلب کی تحریک سے ہوا اور اس کے بعد عبداللہ بن جدعان کے گھر چند مشہور قبائل کے سردار جمع ہوئے اور انہوں نے مظلوم کی امداد کرنے کا معاہدہ کیا جو حلف الفضول کے نام سے تاریخ میں مشہور ہوا۔ لیکن اس میں صحیح قوت اور جان اس وقت پیدا ہوئی جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس میں سرگرم حصہ لیا اور حضورؐ کی ترغیب پر قریشی نوجوانوں کا ایک ایسا مسلح جتھہ تیار ہو گیا جو اس معاہدہ کے تحت کئے گئے فیصلوں کو عملی جامہ پہنانے کے لیے ہر وقت سر دھڑ کی بازی لگانے کے لیے تیار رہتے تھے اور مکہ کے بڑے بڑے رئیسوں اور سرمایہ داروں کی مجال نہ تھی کہ ان کے فیصلہ کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیں۔ اسی لیے اس یورپین مورخ نے حلف الفضول کے نظریہ کو حضورﷺ کی طرف منسوب کیا ہے۔ (پیر محمد کرم شاہ: ضیاء النبی ج ۲: ص ۱۲۲ تا ۱۲۶، طبع ضیاء القرآن پبلیکیشنز لاہور ۱۹۹۳ء)

منفرد نوجوان

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ پیغمبر ازل سے پیغمبر ہوتا ہے اور شروع سے ہی اللہ کی براہ راست حفاظت اور نگرانی میں ہوتا ہے۔ تاہم آنجنابﷺ نے فطرت اور طبیعت بھی سلیمہ پائی تھی جس میں قدرتی طور پر کوئی روگ، کوئی بیماری کوئی کھوٹ اور کوئی ٹیڑھ پن نہ تھا۔ بچپن میں بچوں کا وقت کھیل کود میں ہی پاس ہوتا ہے مگر آپؐ کو اس وقت بھی لہو و لعب اور لغو و فضول کاموں سے نفرت تھی۔ سیدہ حلیمہ کا بیان ہے کہ جب آپؐ چلنے پھرنے لگ گئے تو بسا اوقات گھر سے باہر تشریف لے جاتے۔ آپؐ کے ہم عمر بچے کھیلنے کودنے میں

Marfat.com

مصروف ہوتے مگر آپؐ ان میں شامل نہ ہوتے بلکہ علیحدہ کھڑے ہی دیکھتے رہتے۔ ایک دن مجھ سے فرمانے لگے امی! میرے بھائی کہاں چلے جاتے ہیں دن میں نظر نہیں آتے؟ میں نے کہا۔ میری جان! وہ بکریاں چرانے چلے جاتے ہیں۔ فرمایا' امی! مجھے بھی ان کے ساتھ بھیج دیا کرو۔ (۹۵)

بنو سعد میں آپؐ کی مبارک زندگی کے ابتدائی چار سال اسی طرح بکریاں چراتے گزرے پھر چھ سال کی عمر میں والدہ صاحب کے انتقال اور پھر آٹھ سال کی عمر میں مہربان دادا کے انتقال جیسے پے در پے صدموں نے انتہائی متانت اور سنجیدگی پیدا کر دی تھی۔ دادا کی وفات کے بعد آپؐ کوئی پچیس سال کی عمر تک اپنے چچا کے زیر کفالت رہے۔ انسانی زندگی کا یہ عرصہ کچھ نہ کچھ کر دکھانے' کوئی کارگزاری کرنے' ہم عمروں کے ساتھ گھومنے پھرنے' ہنسی مذاق' اور اپنی صلاحیتوں کی نشوونما اور انکے اظہار کا عرصہ ہوتا ہے۔ آنجنابؐ نے اس پیریڈ میں اپنی خداداد صلاحیتوں کا اظہار تو ضرور فرمایا مگر اس طرز پر نہیں جس طرز پر مکہ کے عام لڑکے اور نوجوان اظہار کر رہے تھے۔ آپؐ کے سرپرست چچا جو ہمہ وقت آپ کے ساتھ رہے ان کی عینی شہادت ہے:

> لَمْ أَرَمِنْهُ كِذْبَةً وَلَا ضِحْكًا وَلَا جَاهِلِيَةً وَلَا وَقَفَ مَعَ صِبْيَانٍ يَلْعَبُوْنَ (۹۶)
>
> میں نے کبھی بھی آپؐ کو جھوٹ بولتے' ہنسی مذاق کرتے اور جاہلیت کے کام کرتے نہ دیکھا اور نہ آپؐ کو کھیلتے ہوئے لڑکوں کے ساتھ کھڑے دیکھا۔

آنجنابؐ کے لڑکپن اور جوانی کے مشاغل اور مصروفیات میں بکریاں چرانے' جنگلات اور پہاڑوں میں مظاہرہ فطرت کا مطالعہ کرنے اور پھر تجارتی سفروں کے علاوہ کوئی لمبی چوڑی تفصیلات نہیں ملتیں تاہم ابن ہشام ابن سعد اور ابن کثیر وغیرہ نے جوانی میں آپؐ کی عادات' طور اطوار اور اخلاق کریمانہ کا جو خلاصہ لکھا ہے وہ بڑا حقیقت نما' ایمان افروز اور سبق آموز ہے۔ اس

Marfat.com

سے آنجناب ﷺ کی پاک جوانی کے خدوخال اور مشاغل کا کافی حد تک پتہ چل جاتا ہے۔ ابن ھشام کے الفاظ ہیں:

فَشَبَّ رَسُوْلُ اللہ صَلیٰ اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ وَاللہ تعالیٰ یکوہ ویحفظہ وَیَحُوْطُہ مِنْ اَقْذَارِالْجَاھِلِیَۃِ لِمایُرِیدُبہ مِن کَرامَتہٖ وَ رِسَالَتِہٖ حتیٰ بَلغَ ان کَانَ رَجُلاً افضلَ قَوْمِہٖ مَرَوءۃً واحسَنَھم خُلْقاً واکرمھم حَسَباً واَحْسَنَھم جواراً واَعْظَمَھُمْ حِلْماً واصدَقَھُمْ حَدِیثاً وَاعْظَمَھُم امَانَتاً وَاَبْعَدَھم مِنَ الفُحْشِ وَالاَخلَاقِ التِیْ تدنس الرِّجَالَ تنزھَاً وَتَکرُماً حتی ما اسمہ فِیْ قَوْمِہٖ الاَّ " الامین" لما جَمَعَ اللہ فِیْہِ مِنَ الْاَمُوْرِ الصَّالِحَۃ(۹۷)

(نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جوان ہوئے اس حال میں کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے اخلاق و کردار کی نگرانی اور حفاظت فرمائی اور آپؐ کو جاہلیت کی گندگیوں سے ہمیشہ بچائے رکھا۔ کیونکہ اس نے آگے چل کر آپؐ کو برگزیدہ بنانا اور رسالت کے عظیم منصب پر فائز کرنا تھا۔ اس خصوصی نگرانی میں آپؐ کی تربیت ہوتی رہی اور آپ نشوونما پاتے رہے یہاں تک کہ آپؐ اپنی قوم میں سب سے زیادہ مروت کرنے والے سب سے زیادہ بااخلاق' حسب میں سب سے زیادہ باعزت' سب سے بہترین پڑوسی۔ سب سے زیادہ بردبار' بات میں سب سے سچے امانت و دیانت میں سب سے بڑھ کر' گالی گلوچ اور ان تمام اخلاق سے دور رہنے والے انسان ہوگئے۔ جو آدمی کی

Marfat.com

پاکیزگی اور شرافت کو گدلا کر دیتے ہیں۔ حتی کہ آپ اپنی قوم میں ان پاکیزہ صفات کی وجہ سے جو اللہ نے آپؐ کی ذات میں جمع فرما دیں تھیں "الامین" (امانت و دیانت کا پتلا) کے عظیم لقب اور نام سے یاد کیے جانے لگے۔)

ابن سعد نے ان صفات عالیہ میں ایک مزید موتی کا اضافہ کیا ہے:

وَمَا رُئی ملا حبا ولا مماریا احداً (۹۸)

آنجنابؐ کو کبھی کسی سے لڑتے جھگڑتے نہیں دیکھا گیا۔

حق رسانی میں پیش پیش اور حق طلبی میں سب سے پیچھے رہنا آپؐ ہی کی فیاض طبیعت کا خاصہ تھا۔

اب ظاہر ہے کہ کسی آدمی کا کسی خاص لقب اور نمایاں وصف سے مشہور ہونا یوں ہی تو نہیں ہوتا۔ یہ چیز طویل تجربے اور بار بار کے مشاہدے اور آزمائش کے بعد ہوا کرتی ہے۔ حضورؐ کے اوصاف "صادق و امین" کا مکہ کے جاہلی غاصبانہ اور ظالمانہ معاشرہ میں زبان زد خاص و عام ہو جانا اس وقت کوئی اندھی عقیدت کی بنیاد پر نہ تھا۔ بلکہ یہ ایک حقیقت تھی جس کا مشاہدہ وہ لوگ ایک بار نہیں بیسیوں بار کر چکے تھے۔ مکہ کے پست سیرت' خدا ناشناس' خراب' پراگندہ' عصبیت زدہ اور آلودہ ماحول میں آپؐ کی پاکیزہ زندگی معجزہ سے کم نہ تھی۔ آنجنابؐ نے زندگی کی چالیس منزلیں طے کرنے کے بعد جب اعلان نبوت فرمایا تو اپنے نبی اور رسول ہونے کے دعویٰ کے ثبوت میں اسی چالی سالہ پاکیزہ زندگی کو پیش فرمایا۔ منصب نبوت پر فائز ہونے کے بعد مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے قیام میں آپؐ کی عالی مقام ذات سے بے شمار معجزات کا ظہور ہوا مثلاً انگلی کے اشارے سے چاند دو ٹکڑے کیا' ایک مرتبہ سورج کو واپس پلٹایا۔ کنکریوں سے کلمہ پڑھوایا۔ انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری کیے' لعاب دہن سے کئی بیماروں کا علاج کیا وغیرہ وغیرہ۔ مگر اعلان نبوت کے وقت اپنے دعویٰ کے اثبات میں اس قسم کا کوئی خرق عادت واقعہ پیش نہیں کیا بلکہ اس وقت اہل مکہ کے سامنے گزرے ہوئے اپنے عجیب بچپن' انوکھے لڑکپن اور

Marfat.com

پاکیزہ و بے داغ جوانی کو بطور دلیل پیش کرتے ہوئے قرآن کے الفاظ میں فرمایا: فَقَدْ لَبِثْتُ فِیْکُمْ عُمُرًا مِنْ قَبْلِہٖ افلاَ تَعْقِلُوْنَ (۹۹

(بے شک میں تمہارے درمیان قبل ازیں عمر کا ایک طویل حصہ گزار چکا ہوں۔ کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے ہو۔)

یعنی میرے تدین راستبازی صداقت شعاری پر تم لوگ گواہ ہو۔ کبھی کسی خفیف معاملہ میں بھی کذب و افتراء سے مجھے کام لیتے تم نے دیکھا یا سنا ہے؟ خود ٹھنڈے دل سے فیصلہ کرو۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ مشرکین مکہ نے آپؐ کے دعویٰ کی تکذیب تو ضرور کی۔ آپؐ کے مشن اور آپؐ کی تحریک کے رستے میں روڑے ضرور اٹکائے۔ آپؐ کے ساتھ استہزاء کیا آپؐ کو بے شمار اذیتیں پہنچائیں۔ آپؐ کے خلاف کئی جنگیں لڑیں مگر کسی بڑے سے بڑے مخالف اور دشمن کو آپؐ کی ذات ستودہ صفات میں تلاش بسیار کے باوجود کبھی کہیں انگلی رکھنے کی جگہ نہ مل سکی۔ اللہ کریم نے آخریوں ہی تو آپؐ کی عمر کی قسم نہیں اٹھائی:

لَعَمْرُکَ اِنَّھُمْ لَفِیْ سَکْرَتِہِمْ یَعْمَھُوْنَ (سورۃ الحجر:۷۲)

(اے پیغمبر) تیری (پاکیزہ) عمر کی قسم بے شک یہ (مشرکین) اپنی مدہوشی میں بھک رہے ہیں۔

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) مہد سے لیکر لحد تک "محمد" (صلی اللہ علیہ وسلم) ہی رہے۔ اگر آپ ﷺ کی ذات میں بھی العیاذ باللہ کوئی نقص کوئی عیب اور کوئی قابل اعتراض چیز ہوتی تو پھر آپ محمد کاہے کو ہوتے۔ (۱۰۰) شیخ سعدی علیہ الرحمتہ نے سچ کہا ہے:

بَلَغَ الْعُلٰی بِکَمَالِہٖ
کَشَفَ الدُّجٰی بِجَمَالِہٖ
حَسُنَتْ جَمِیْعُ خِصَالِہٖ
صَلُّوْا عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ

Marfat.com

غریب چچا کے لیے تجارتی سفر

حضورؐ کی مستقل دایا اور حضورؐ کو بچپن سے اٹھائے پھرنے اور آپؐ کو کھلانے پلانے کا عظیم اعزاز حاصل کرنے والی خوش بخت خاتون ام ایمنؓ کے حوالے سے پیچھے گزر چکا ہے کہ حضورؐ نے کمال صابر اور قانع طبیعت پائی تھی۔ کبھی کھانے پینے کی شکایت نہیں فرمائی سارا دن آب زم زم پر گزارہ کر لینا آپؐ کے واسطے معمولی بات تھی۔ یہی صبر اور قناعت حضورؐ کا زندگی بھر معمول رہا۔

کُل جہاں ملک اور جو کی روٹی غذا
اس شکم کی قناعت پہ لاکھوں سلام

اس خداداد صبر و قناعت پسندی کی وجہ سے آپؐ نے اپنے لیے اور اپنے اہل و عیال کے لیے دنیا، زر و جواہر اور مال و دولت اکٹھا کرنے کے لیے کبھی لمبی چوڑی بھاگ ڈور کی ضرورت محسوس نہ فرمائی۔ جو روکھا سوکھا مل گیا کھا لیا۔ تاہم کسی غریب ضرورت مند اور بھوک و افلاس کے شکار آدمی کو دیکھ کر آپؐ کے درد مند اور غم خوار دل کو تکلیف ضرور پہنچتی۔ اس کی پریشانی کو دیکھ کر آپؐ پریشان ضرور ہو جاتے اس قسم کی مثالیں انشاء اللہ آگے آئیں گی۔ یہاں صرف اتنا عرض کرنا ہے کہ جو شخص دنیا بھر کے غرباء و مساکین ضرورت مندوں محتاجوں تنگدستوں اور بھوک و افلاس کے مارے لوگوں کے لیے سراپا درد اور سراپا فکر بن کر آیا تھا کیسے ممکن تھا کہ وہ اپنے سگے مہربان اور مخلص چچا کی غربت دور کرنے کے لیے کوئی سعی نہ کرتا۔ حضورؐ نے اسی فطری جذبہ کے تحت ایک عرصہ تک اپنے چچا کے لیے مزدوری پر اہل مکہ کی بکریاں چرائیں۔ اور دن رات چرائیں۔ ان بکریوں کی وجہ سے بعض اوقات رات بھی آپؐ کو باہر ہی گزارنا پڑتی۔ (۱۰۱) اس محنت میں آپؐ نے

Marfat.com

کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ تاہم اس ذریعہ معاش سے شاید اتنی زیادہ آمدنی نہیں ہوتی ہوگی اس لیے آپؐ نے عام شرفاء مکہ اور اپنے آباؤ اجداد کے پیشہ تجارت کو اختیار فرمایا۔ اس سلسلے میں کئی ممالک کے سفر بھی کیے۔ آپ کا پہلا تجارتی سفر وہ ہے جس میں آپؐ کوئی بارہ سال کی عمر میں اپنے چچا حضرت ابو طالب کے ہمراہ ملک شام تشریف لے گئے۔ (۱۰۲) یہ آپ کا مستقل تجارتی سفر تو نہیں تھا کیونکہ چچا جان نے محض ازراہ شفقت اور از راہ پیار اپنے یتیم بھتیجے کو ساتھ لے لیا تھا ممکن ہے اس میں سیرو سیاحت اور تجارت و کاروبار کے رموز اور سوجھ بوجھ سے آگاہ کرنا اور تجربہ کرانا بھی مقصود ہو۔ باوجود اس کے کہ آپ اس سفر میں تابع کی حیثیت سے تھے، ظاہری عمر کے اعتبار سے بھی ابھی بچے ہی تھے مگر خداداد عقل و دانش اور فہم و ذکاء کے اعتبار سے بڑے بڑے عاقلوں دانشوروں فہیموں اور تجربہ کاروں سے بڑھے ہوئے تھے۔

اس لیے یہ بات قرین قیاس ہے کہ آپ نے اس سفر میں بہت کچھ سیکھا ہوگا۔ اس سفر میں بحیرا نامی راہب کا قصہ پیش آیا اس نے یہود کی جانب سے حضورؐ کو نقصان پہنچنے کا خطرہ محسوس کیا۔ جسکی وجہ سے حضرت ابوطالب اپنے تجارتی دورے کو مختصر کر کے واپس مکہ مکرمہ لوٹ آئے تھے۔ (۱۰۳)

ابن سعد کے حوالے سے گزشتہ صفحات میں عرض کیا جاچکا ہے کہ مالی اعتبار سے حضرت ابو طالب کی حالت نہایت پتلی تھی اور ہمیشہ پتلی رہی۔ ان کے پاس اتنا بھی ذاتی سرمایہ نہیں تھا جسے وہ کاروبار میں لگا سکتے۔ اس لیے ایک تجارتی قافلہ شام جانے لگا تو غریب چچا نے اپنی مالی پریشانی کی طرف توجہ دلاتے ہوئے محبوب بھتیجا سے کہا:

- أَنَا رَجُلٌ لَا مَالَ لِي وَقَدِ اشْتَدَّ الزَّمَانُ عَلَيْنَا وَهٰذِهِ عِيْرُ قَوْمِكَ وَقَدْ حَضَرَتْ خُرُوجُهَا اِلَى الشَّامِ وَخَدِيجَةُ بِنْتُ خُوَيْلِدٍ تَبْعَثُ رِجَالًا مِنْ قَوْمِكَ فِي عِيْرَاتِهَا فَلَوْ جِئْتَهَا فَعَرَضْتَ نَفْسَكَ عَلَيْهَا لَاسْرَعَتْ اِلَيْكَ (۱۰۴)

Marfat.com

بیٹا! آپ کو معلوم ہے میں ایسا آدمی ہوں جس کے پاس کوئی سرمایہ نہیں۔ اوپر سے قحط سالی اور زمانہ کی سختی نے گھیر رکھا ہے۔ یہ تیری قوم کا تجارتی قافلہ ہے جو جلد ہی شام روانہ ہونے والا ہے اور (تجھے معلوم ہے) خدیجہ بنت خویلد اپنے سامان کے ساتھ کچھ لوگوں کو بھیجا کرتی ہے اگر تو اس کے پاس جائے اور اپنی خدمات پیش کرے تو مجھے یقین ہے کہ وہ تجھے دوسروں پر ترجیح دے گی۔"

مورخ حلبی نے حضرت ابو طالب کا ایک اور جملہ بھی لکھا ہے جو اس گفتگو میں انہوں نے حضورﷺ سے کہا تھا۔ یعنی یہ کہا کہ:

وَاِنْ کُنْتُ لَا کُرِہ اَنْ تَاتِیَ الشَّامَ وَاخَافُ عَلَیْکَ مِنْ یَھُوْدُ وَلٰکِن لَا اَجِدُلَکَ مِنْ ذَالِکَ بُدًّا (۱۰۵)

اگرچہ میں اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ تو شام جائے کیونکہ مجھے تیرے متعلق یہودیوں کا خوف ہے لیکن اس کے بغیر کوئی چارہ کار بھی نہیں۔

حضورﷺ کی خوددار اور غیرت مند طبیعت نے حضرت خدیجہ سے اس معاملے میں از خود بات کرنا کچھ مناسب نہ جانا چنانچہ چچا جی سے کہا:

لَعَلَّھَا اَنْ تُرْسِلَ اِلَیَّ فِی ذَالِکَ (۱۰۶)

ابھی جلدی نہیں کرتے امید ہے کہ وہ از خود اس معاملے میں مجھ سے رابطہ کریں گی۔

حضرت خدیجہؓ تک بھی کسی طرح یہ بات پہنچ گئی وہ پہلے ہی اس انتظار میں تھیں کہ کسی طرح یہ "شاہین" ان کے ہاتھ لگے۔ انہوں نے حضورﷺ کی کاروباری امانت و دیانت، راستبازی اور ذاتی نجابت و شرافت کا شہرہ پہلے سے سن رکھا تھا۔ جوں ہی انہیں چچا بھتیجا کے درمیان ہونے والی مذکورہ بات چیت کا پتہ چلا فوراً حضورﷺ کو بلا بھیجا اور کاروبار کی پیشکش کرتے ہوئے کہا کہ اگر آپ میرا سامان تجارت لے کر جائیں تو:

Marfat.com

اَنا اُعطیکَ ضِعفَ مَا اُعطِی رجُلاً مِن قومِک(۱۰۷)

میں آپ کو اس معاوضہ سے دوگنا معاوضہ دوں گی جو میں آپکی قوم کے دوسرے لوگوں کو دیا کرتی ہوں۔
حضورؐ نے چچا جی کو یہ چیز بتائی تو انہوں نے کہا:
اِنَّ ھٰذا الرِزقَ سَاقَہُ اللہُ اِلیکَ(۱۰۸)

بیٹا! یہ وہ رزق ہے جسے اللہ کریم نے آپ کی طرف بھیجا ہے۔
لہٰذا اس غنیمت موقع کو ہاتھ سے نہیں جانے دینا چاہیے۔

ابن سعد کی ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضرت ابو طالب نے حضورؐ سے مشورہ کے بعد خود سیدہ خدیجہؓ سے بات کی اور ان سے حضورؐ کے لیے دوسروں کے مقابلے میں دوگنا معاوضہ طلب کیا جسے سیدہ نے بصد خوشی قبول کیا۔(۱۰۹)

بہرحال حضورؐ سیدہ خدیجہؓ کا سامان لے کر شام تشریف لے گئے سیدہ نے میسرنامی اپنا غلام بھی حضورؐ کے ہمراہ کر دیا تھا۔ اب ظاہر ہے کہ جو کاروباری آدمی اور تاجر دیانت دار اور امانتدار ہو' کاروباری سوجھ بوجھ رکھتا ہو' معاملے کو طے کرنا جانتا ہو اور پھر اللہ کی رحمت اور تائید بھی اس کے شامل حال ہو تو اسے منافع کیوں نہیں حاصل ہوگا۔ حضورؐ کی ذات گرامی میں یہ تمام خوبیاں بدرجہ اتم موجود تھیں چنانچہ ابن سعد کے بیان کے مطابق سیدہ کو اس منافع سے دوگنا منافع حاصل ہوا جو اس سے پہلے ہوا کرتا تھا۔ (۱۱۰). سیرت حلبیہ میں ہے کہ اتنا زیادہ منافع حاصل ہوا کہ قبل ازیں کبھی بھی اتنا حاصل نہیں ہوا تھا۔ حتی کہ اس کثیر منافع کو دیکھ کر میسرہ پکار اٹھا:

یا محمد اتجرنا لخدیۃ اربعین سنۃ ماربحنا ربحا قط اکثر من ھذا الربح علی وجھک(۱۱۱)

اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمیں خدیجہ کا کاروبار کرتے ہوئے چالیس سال گزر گئے ہیں مگر آپؐ کی وجہ سے جتنا منافع

Marfat.com

اس دفعہ وصول ہوا ہے اتنا آج تک وصول نہیں ہوا۔

حضورؐ لوٹے تو سیدہ خدیجہؓ اپنے مال میں اتنے منافع کی خبر سن کر بہت خوش ہوئیں اور خوشی سے از خود (غالباً ______ انعام کے طور پر) طے شدہ معاوضہ سے دوگنا معاوضہ حضورؐ کی خدمت میں پیش کیا۔ (۱۱۲) یہ طے شدہ معاوضہ کتنا تھا؟ ابن سعد ہی کی ایک دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ چار اونٹ تھے۔ (۱۱۳) اس روایت کے مطابق مقررہ معاوضہ اگر چار اونٹ تھا تو ظاہر ہے کہ آنجنابؐ کو آٹھ اونٹ ملے ہوں گے۔

اب یہ آٹھ اونٹ یا انکی قیمت سے وصول شدہ آمدنی کا آنجنابؐ نے کیا کیا؟ اسکی صراحت تاریخ کے اوراق میں نظر نہیں آتی مگر "عیاں راچہ بیاں" کے مصداق واضح ہے آپؐ نے یہ رقم اسی غریب چچا کے ہاتھ میں تھمائی ہوگی جس نے اپنی غربت سے مجبور ہو کر دل پر پتھر رکھ کر اور یہودیوں کا خطرہ مول لے کر آپؐ کو اس کام کے لیے بھیجا تھا۔ علی بن برہان الدین حلبی (المتوفی ۱۰۴۴ھ) نے اس موقع پر حضورؐ کے مزید تجارتی سفروں کا تذکرہ کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے سیدہ کے تجارتی سامان کے ساتھ حبشہ یمن اور شام کی طرف متعدد سفر فرمائے جن میں ہمیشہ کئی گنا منافع ملتا رہا۔ (۱۱۴) ایک سفر تہامہ میں سوق حباشہ کی طرف بھی فرمایا۔ (۱۱۵)

ضرورت مندوں کا احساس

رومانیہ کے مستشرق کونسٹن نے مسند احمد کے حوالے سے ان سفروں سے واپسی پر حضورؐ کا ایک معمول لکھا ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپؐ کی ذات گرامی کو ہمیشہ سے ضرورت مندوں کی مالی ضروریات کا کتنا احساس رہا ہے۔ کونسٹن لکھتا ہے:

> "جب حضورؐ سفر سے واپس آتے تو اپنے دوستوں کی خیریت دریافت کرتے اور اگر انہیں یہ پتہ چل جاتا کہ ان میں سے کسی کی مالی حالت اچھی نہیں تو وہ اپنی کمائی کا کچھ

Marfat.com

حصہ ضرورت مندوں میں تقسیم کر دیتے تھے اور یہ عمل ایک سوداگر کی طرف سے مثالی نمونہ ہے۔"

(ماہنامہ سیارہ ڈائجسٹ لاہور "عکس سیرت نمبر" ص ۴۷)

مالی آسودگی کا الٰہی انتظام اور خدمت خلق

ان تجارتی سفروں میں مادی برکات کے علاوہ ان روحانی برکات و مشاہدات کی اطلاع بھی سیدہ خدیجہؓ کو اپنے ہوشیار غلام میسرہ کی زبانی ملتی رہی جن کا ظہور اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ سیدہ اگرچہ بڑھاپے میں قدم رکھ چکی تھیں نیز دو عدد شوہروں کی بیوگی کا صدمہ سہہ چکی تھیں اس لیے روساء مکہ اور شرفاء مکہ کے تقاضا کے باوجود اب تیسری مرتبہ عقد نکاح پر طبیعت نہیں مائل ہوتی تھی مگر جب حضورﷺ کی مادی و روحانی برکات و بشارات، پاک زندگی اور پاکیزہ سیرت و اخلاق کو دیکھا تو اس طاہرہ و پاکیزہ عقلمند اور شریف خاتون کے دل میں خیال آیا کہ کیوں نہ اب اس **امین** "شریک کار" کو مستقل "شریک حیات" اور "رفیق حیات" بنایا جائے۔ ادھر اللہ کریم نے ازل سے اپنے محبوب اور آخرالزمان پیغمبرﷺ کی زوجیت کی عظیم سعادت مقدر فرما رکھی تھی چنانچہ خود ہی تحریک کی تو اللہ کریم نے یہ آرزو پوری فرما دی۔ اور یوں جن دو پاکیزہ ذاتوں میں اب تک صرف کاروبار کی حد تک شراکت تھی اب وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے زندگی کی شراکت اور رفاقت کے مستقل بندھن میں بندھ گئے۔ (۱۱۶)

اس دن بھی عجیب روح پرور سماں ہو گا جس دن محمد عربیؐ دولہا بن کر خویلد بن اسد کے گھر گئے ہوں گے۔ امین مکہ کی بارات میں نگارچی اور ڈھول ڈھمکے تو کیا ہونے تھے دولہا کی سواری کی باگ اور رکابیں نوری فرشتوں نے ضرور تھام رکھی ہوں گی۔

سیدہ خدیجہؓ نے نکاح کے بعد اپنا تن من دھن حضورﷺ پر وار دیا زندگی کی ساری پونجی سارا اندوختہ، سارا مال و دولت، تمام سرمایہ، کاروبار اور گھر

Marfat.com

را۔ حضورؐ کے قدموں میں ڈال دیا۔ سیدہ نے آنجنابؐ کو محبت بھی دی' دولت بھی دی اور اولاد بھی دی۔ صاحبزادہ ابراہیم کو چھوڑ کو جو ام المومنین حضرت ماریہ قبطیہؓ کے بطن مبارک سے تھے حضورؐ کی ساری اولاد سیدہ خدیجہؓ سے ہی تھی۔ جناب رشید اختر ندوی نے خوب لکھا ہے' فرماتے ہیں:

"یہ کوئی مبالغہ نہیں ہے' حقیقت ہے کہ حضرت خدیجہؓ جیسی مخلص' وفادار' وفاشعار' نیک طینت متحمل مزاج' دانا بینا اور ہمدرد رفیق بیوی انبیائے کرام اور رہنمایان عظام میں سے کسی ایک نبی اور کسی ایک رہنما کو نصیب نہیں ہوئی۔ حضرت خدیجہؓ ہر لحاظ سے یکتا اور منفرد خاتون تھیں۔ ان کے حالات کو پڑھ کر ایسے لگتا ہے کہ وہ پیدا ہی اس لیے ہوئی تھیں کہ سیدنا کون و مکان صلی اللہ علیہ وسلم کی جوانی کی رفیق بنیں تاکہ امر نبوت کا مقدس بوجھ جب حضورؐ کے مبارک شانوں پر رکھا جائے تو وہ حضورؐ کی ہر طرح مدد کریں اور ایک سچے اور وفادار رفیق کیطرح ان کی دلجوئی فرمائیں اور ان کو کسی طرح محسوس نہ ہونے دیں کہ وہ اس دنیا میں تنہا ہیں اور ساری دنیا ان کی مخالف ہے۔

گو ان دونوں کی عمروں میں خاصا تفاوت تھا۔ رسولؐ اللہ پچیس سال کے تھے اور حضرت خدیجہؓ پینتیس یا چالیس سال کی تھیں مگر حضرت خدیجہ کی غیر معمولی صلاحیتوں ذہنی سربلندیوں اور محبت اور خلوص نے ان کی عمر کا تفاوت دور کر ڈالا اور زندگی کا یہ دور جو نکاح کے دن کے بعد شروع ہوا' رسولؐ اللہ کی زندگی کا اہم دور ہے اسی دور میں حضورؐ نے تمام ذہنی رفعتیں حاصل کیں۔" (۱۱۷)

یہ ایک حقیقت ہے کہ سیدہ خدیجہؓ کی وفا شعاری' ایثار' غم خواری'

Marfat.com

خلوص و محبت اور بلند شخصیت کے اثرات آپؐ کے دل و دماغ پر اس طرح مرتسم ہوئے کہ زمانہ انہیں مٹا نہ سکا۔ کہنے کو تو سیدہ خدیجہ صرف پچّیس برس آپؐ کی دنیا میں رہیں لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ وہ آپؐ کے دل کی دنیا میں ہمیشہ رہیں۔ ان کی خدمات اسلام اور محبت رسولؐ کا احاطہ نہیں کیا جاسکتا۔ خدا کی اس پاک بندی نے جس خلوص کے ساتھ ایک پاکیزہ جیون ساتھی کی آرزو کی تھی اپنے آخری دم تک اسے اس خلوص و خوبی کے ساتھ نبایا کہ دیکھنے والوں کے دل بے ساختہ درود و سلام کا ورد کرنے لگتے ہیں۔ چنانچہ آپ انکی وفات کے بعد بھی اپنی ازواج مطہرات سے ان کا تذکرہ اس انداز میں فرماتے تھے کہ انہیں رشک آتا تھا۔ ایک مرتبہ سیدہ عائشہؓ نے کہیں کہہ دیا کہ اللہ نے جب ان سے بہتر بیویاں آپ کو عنایت فرما دی ہیں تو آپؐ ان کا اتنا ذکر کیوں کرتے ہیں حضورؐ کو سیدہ عائشہؓ کا یہ انداز تکلم پسند نہ آیا اور ناراض ہو کر فرمایا:

وَاللّٰہِ مَا اَبْدَلَنِی اللّٰہُ خَیْرًا مِنْھَا اٰمَنَتْ بِیْ حِیْنَ کَذَّبَنِیَ النَّاسَ وَوَاسَتْنِیْ بِمَا لِھَا حِیْنَ حَرَمَنِیَ النَّاسُ وَرُزِقْتُ اَلْوَلَدُ مِنْھَا وَحُرِمْتَہٗ مِنْ غَیْرِھا (۱۱۸)

اللہ کی قسم! ان کا نعم البدل مجھے نہیں مل سکا۔ جب ساری دنیا میری تکذیب کر رہی تھی تو اس نے میری تصدیق کی جب سارے لوگ مجھے مال سے محروم کر دینے پر تلے ہوئے تھے تو اس نے اپنے ذاتی مال سے میری غم خواری کی۔ اللہ نے مجھے اولاد انہیں سے عطا فرمائی جبکہ دوسری تمام بیویوں کو اللہ نے اس شرف سے محروم رکھا۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ حضورؐ کی جملہ ازواج مطہرات آپؐ کی غلام اور جاں نثار تھیں انہوں نے دنیوی مال و دولت اور تعیش پسندی کو چھوڑ کر آپؐ کی کریم اور فقیر ذات کو گلے لگائے رکھا مگر سیدہ خدیجہؓ نے حضورؐ کو پچّیس سال کی عمر میں جو آسودگی جو ذہنی سکون اور جو ازدواجی خلوص عطا کیا تھا

Marfat.com

وہ اپنی مثال آپ تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ آنمحترمہ رضی اللہ عنہا ارشاد خداوندی:

وَجَعَلْنَا لَكُمْ أَزْوَاجًا لِتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً

ترجمہ (اور ہم نے تمہارے
واسطے پیدا کر دیں بیویاں تاکہ تم ان سے سکون حاصل کرو
اور اس نے تمہارے (یعنی میاں بیوی کے) درمیان محبت
و ہمدردی پیدا کر دی۔)

کا ایک مکمل نمونہ تھیں۔ انہوں نے اپنے عظیم شوہر کو جس طرح ذہنی قلبی اور فکری سکون پہنچایا اور جس طرح کمال دانش مندی سے ہمیشہ آپؐ کی تسکین اور حوصلے کا باعث بنی رہیں۔ اس کے متعلق ابن ہشام جیسے قدیم مورخ اور سیرت نگار کا بیان ہے:

ترجمہ: سیدہ خدیجہ بنت خویلد حضور اکرمؐ پر ایمان لے آئیں۔ آپؐ جو کچھ اللہ کی طرف سے لائے اسکی تصدیق کی۔ اور نبوت میں آپؐ کی تقویت کا ذریعہ بنیں۔ تمام مومنوں میں وہ سب سے پہلی مومنہ تھیں۔ اللہ نے سیدہ کے ایمان و تصدیق اور ان کے محبت بھرے رویے سے اپنے پیغمبرؐ کا بہت سا بوجھ ہلکا کر دیا۔ حضورؐ نے مشرکین مکہ اور منکرین رسالت کی طرف سے تکذیب یا اپنے حق میں کوئی ناپسندیدہ بات جب بھی سنی اور آپ رنجیدہ خاطر ہو کر گھر تشریف لائے تو اللہ نے سیدہ کے ذریعے اس حزن و ملال اور غم کو کافور فرما دیا۔ وہ آپؐ کی تائید و **تثبیت** فرماتیں۔ غموں میں تخفیف کا ذریعہ بنتیں۔ تمام باتوں میں آپؐ کی تصدیق کرتیں اور لوگوں کے معاملہ کو آپؐ پر ہلکا فرماتیں۔ اللہ ان پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے۔"

(ابن ھشام: سیرۃ النبی: ۱:۲۵۹، طبع مصر)

انہوں نے حضورؐ کو مالی تفکرات اور بال بچوں سے مستغنی کر دیا۔ یہ اللہ کریم کا حضورؐ کی ذات پر بہت بڑا انعام تھا جسے اس نے کوئی پندرہ بیس سال بعد یاد بھی دلایا کہ:

Marfat.com

وَوَجَدَكَ عَائِلًا فَاَغْنٰی(۱۱۹)

اور اس نے آپ کو نادار پایا تو غنی کر دیا۔

چچا کا مالی بوجھ ہلکا کرنے کے لیے حضرت علیؓ کو ساتھ ملا لینا

حضور جب تک اپنے مخلص چچا ابو طالب کے ساتھ رہے بکریاں چرا کر اور کمیشن پر کاروباری لوگوں بالخصوص سیدہ خدیجہؓ کا مال فروخت کر کے چچا کی مالی معاونت فرماتے رہے۔ حضور کی جب سیدہ خدیجہؓ سے شادی ہو گئی اور آپ ان کے گھر منتقل ہو گئے تو اس وقت بھی اپنے محسن چچا کو فراموش نہیں کیا۔ بھلا وہ لجپال اور وفا شعار بھتیجا جس نے آگے چل کر مَن لم یشکر الناس لم یشکر اللہ (۱۲۰) جس نے اپنے محسن لوگوں کا شکر ادا نہ کیا اس نے اللہ کا شکر ادا نہ کیا) کی اخلاقی تعلیم دینا تھی، اپنے چچا کے احسانات اسکی محبتوں اور اسکے خلوص و محبت کو کیسے فراموش کر سکتا تھا۔ وہ اس کے اہل خانہ پر گزرنے والے حالات سے کیسے بے خبر اور غافل رہ سکتا تھا۔ ایک مرتبہ قحط سالی نے اہل مکہ کو اپنی لپیٹ میں لیا تو حضرت ابو طالب بھی جو پہلے ہی بمشکل دال روٹی پوری کیا کرتے تھے، بری طرح اس عذاب بلا میں گرفتار ہو گئے۔ حضور کے چچا حضرت عباس بنو ہاشم میں آسودہ حال اور کھاتے پیتے آدمی تھے۔ حضور نے انہیں اس اہم اور فوری مسئلے کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا:

چچا جان! آپ کو معلوم ہے کہ آپ کے بھائی ابو طالب کثیر العیال آدمی ہیں۔ اوپر سے قحط نے لوگوں کا جو برا حال کر رکھا ہے وہ بھی آپ کے علم میں ہے۔ کیوں نہ ہم ان کے عیالداری کے بوجھ کو ہلکا کرنے کی کوئی سبیل کریں۔ انکی اولاد میں سے ایک آدمی کی کفالت میں اپنے ذمہ لیتا ہوں اور ایک کی آپ لے لیں۔ حضرت عباس نے بھتیجا کی اس عمدہ تجویز سے اتفاق کیا دونوں ابو طالب کے پاس آئے اور اپنی تجویز ان کے سامنے رکھی۔ ابو طالب کو اور کیا چاہیے تھا فوراً اس تجویز کی تائید کرتے ہوئے کہا: ایک عقیل کو

Marfat.com

چھوڑ دو باقی جس کو چاہو لے لو۔ چنانچہ اس وقت حضورؐ نے حضرت علیؓ کو اور حضرت عباس نے حضرت جعفر (سلام اللہ علیہم اجمعین) کو اپنے ساتھ ملا لیا۔ (۱۲۱)

حضرت علیؓ اسکے بعد ہمیشہ حضورؐ کی کفالت میں رہے۔ ان کے جملہ اخراجات و مصارف حضورؐ کے ذمہ تھے۔ جب آپؐ نے اعلان نبوت فرمایا تو اس وقت حضرت علیؓ دس سال کے ہو چکے تھے۔ چنانچہ بچوں میں سب سے پہلے مسلمان ہونے کا منفرد اعزاز انہیں ہی حاصل ہوا اور پھر تربیت نبوی نگاہ نبوت اور فیض نبوت نے ہی انہیں آگے چل کر "اسد اللہ الغالب" "کرم اللہ وجہ" "فاتح خیبر" "حیدر کرار" اور "علی المرتضیٰ" رضی اللہ تعالیٰ عنہ بنایا۔

حضرت زیدؓ کا آزادی پر غلامی محمدؐ کو ترجیح دینا

زید بن حارثہؓ سیدہ خدیجہؓ کے غلام تھے جنھیں آٹھ سال کی عمر میں ہی عرب لٹیروں نے اغوا کر کے غلام بنا کے بیچ دیا۔ حکیم بن حزام انہیں شام سے خرید کر لائے اور پھوپھی صاحبہ (سیدہ خدیجہ) کی خدمت میں پیش کر دیا۔ سیدہ نے حضورؐ کی زوجیت میں آکر جہاں اور سب کچھ حضورؐ کے لیے وقف کر دیا وہاں زید بھی آنجنابؐ کو ہبہ کر دیا۔ حضورؐ کا رویہ اس غریب غلام کے ساتھ عام آقاؤں اور مالکوں والا نہ تھا بلکہ آپؐ نے اسے بیٹوں اور گھر کے افراد کی طرح رکھا۔ حضورؐ کی پدرانہ شفقتوں کو دیکھ کر وہ گھر بار وطن بہن بھائی اور ماں باپ کو بھول گیا تھا۔ ادھر ماں باپ آخر ماں باپ ہی ہوتے ہیں ماں باپ کو اولاد کے ساتھ کتنا پیار اور کتنا قلبی تعلق ہوتا ہے یہ صاحب اولاد لوگ ہی سمجھ سکتے ہیں۔ زید کے باپ بیٹے کے اغوا کے صدمے میں پاگل ہو گئے تھے۔ انہیں بیٹے کا انتہائی غم تھا بیٹے کی یاد میں ہمہ وقت روتے رہتے تھے۔ بیٹے کی یاد میں وہ تڑپتے بے قرار ہوتے اور اشعار کی صورت میں "بَین" کہتے گھومتے تھے۔ ابن ہشام نے ان تمام درد بھرے اشعار کو درج کیا ہے۔ (۱۲۲)

Marfat.com

حلبی کے بیان کے مطابق زید کی قوم کے کچھ لوگ حج کے موقعہ پر مکہ مکرمہ آئے تو انہوں نے زید کو پہچان لیا۔ واپس جا کر انہوں نے زید کے باپ کو اطلاع دی تو ان کا باپ اور چچا حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حلبی نے ہی ایک دوسری روایت لکھی ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ زید حضرت ابو طالب کے چند اونٹ لے کر شام گئے۔ رستے میں اپنی قوم کے قریب سے گزرے وہ اب تک اپنی قوم اور اپنے وطن کی نشانیوں کو بھول چکے تھے مگر ان کے چچا نے انہیں پہچان لیا۔ چند سوالات کے بعد جب انہیں یقین ہو گیا کہ یہ زید بن حارثہؓ ہی ہے تو بھائی حارثہ کو اطلاع دی۔ باپ نے بیٹے کو دیکھا تو فوراً پہچان لیا اور اس سے اس کے مالک (حضور اکرمؐ) کے رویہ کے بارے میں پوچھا حضرت زیدؓ نے بتایا:

يُوثرني علىٰ أهلِهِ وَوَلَدِهِ وَرُزِقْتُ مِنْهُ حُباً فَلا أصنع إلا ما شئتُ (۱۲۳)

وہ مجھے اپنے اہل و عیال اور آل اولاد سے مقدم سمجھتے ہیں۔ میرے ساتھ انتہائی محبت فرماتے ہیں کام کا بھی کوئی زیادہ بوجھ نہیں اپنی مرضی کے مطابق کام کرتا ہوں۔

یہ سن کر ان کا باپ اور چچا اور بھائی انکے ہمراہ حضورؐ کے پاس آئے۔ سہیلی نے صرف باپ اور چچا کا نام لکھا ہے۔ بہرکیف ان لوگوں کے آنے کا باعث جو بھی ہوا ہو یہ حضورؐ کی بارگاہ میں آئے (یاد رہے جب یہ لوگ حضورؐ کے پاس آئے ہیں تو اس وقت تک آپؐ نے اعلانِ نبوت نہیں فرمایا تھا) اور عرض کیا حضورؐ آپ حرم شریف کے رہنے والے اور حرم کے پڑوسی ہیں۔ قیدیوں کو چھوڑنا اور بھوکوں کو کھلانا آپؐ کے آباؤ اجداد کا پرانا معمول ہے۔ ہمارا ایک بیٹا آپ کا غلام ہے۔ ہمارے اوپر احسان کرتے ہوئے اسے ہمارے سپرد فرما دیں ہم اس کا فدیہ دینے کے لیے تیار ہیں۔ حضورؐ نے پوچھا کونسا غلام انہوں نے عرض کیا: زید۔ آپؐ نے فرمایا: میں اسے تمہارے سامنے بلا لیتا ہوں اور اسے اپنی مرضی پر چھوڑ دیتا ہوں چاہے تو تمہیں اختیار

Marfat.com

کر لے اور چاہے تو مجھے اختیار کر لے۔ اگر وہ تمہیں اختیار کر لے گا تو وہ بغیر کسی فدیے کے تمہارا ہو گا۔ اور اگر مجھے اختیار کرے گا تو میں ایسا گھٹیا اور دنیا کا بھوکا آدمی نہیں ہوں کہ اسے چھوڑ کر تمہارے فدیے (معاوضے) کو اختیار کر لوں۔ چنانچہ زید کو بلایا گیا۔ حضورؐ نے ان سے پوچھا" جانتے ہو یہ کون لوگ ہیں زید نے عرض کیا' یہ میرے باپ حارثہ بن شرجیل ہیں اور یہ میرے چچا کعب۔ آپؐ نے فرمایا: زید! تجھے پورا اختیار ہے چاہے تو ان کے ساتھ چلا جا یہ لوگ تجھے لینے آئے ہیں اور چاہے تو حسب سابق میرے پاس رہ جا۔ زید نے عرض کیا حضورؐ! میں آپؐ ہی کے پاس رہوں گا۔ میں آپؐ پر کسی کو ترجیح نہ دوں گا۔ آپؐ ہی میرے ماں باپ ہیں۔ باپ نے متعجب ہو کر کہا:

زید! تو آزادی' اپنے باپ' اپنی ماں' اپنے وطن ، اپنے اہل بیت اور اپنی قوم کے مقابلے میں غلامی کو اختیار کر رہا ہے

زید نے جواب میں کہا:

ابا جان! جو پیار و محبت اور حسن سلوک میں نے اس گھر میں اور اس آقا سے دیکھا ہے اسے دیکھنے کے بعد اب میں کبھی بھی اپنے اس آقا سے جدا نہیں ہوں گا۔ اور اس کے مقابلے میں کسی کو اختیار نہیں کروں گا۔ زید کا یہ جواب سن کر اور یہ انتخاب دیکھ کر حضورؐ نے انہیں پیار سے اپنی گود مبارک میں لے لیا اور بھری مجلس میں اعلان فرمایا کہ:

لوگو! گواہ ہو جاؤ زید آج سے میرا بیٹا ہے۔ میں اس کا وارث بنوں گا اور یہ میرا۔ حارثہ اور کعب نے اپنے بیٹے کا یہ مثالی احترام اور اکرام دیکھا تو انکی طبیعت خوش ہو گئی۔ بیٹے کے بارے میں ان کے سارے اندیشے ختم ہو گئے اور خوش و خرم واپس چلے گئے۔ زید اس کے بعد "زید بن محمد" کہہ کر پکارے جانے لگے۔ (۱۲۴)

یہاں یہ نکتہ عرض کر دینا بھی ضروری ہے کہ زید نے جو حضورؐ کی غلامی کو اختیار کیا ہے تو یہ کسی ایمان اور عقیدت کی بنیاد پر نہیں تھا۔ یہ آخرت کو سنوارنے کی بنیاد پر نہیں تھا۔ یہ کسی مرید کا پیر کو یا کسی سالک راہ کا

Marfat.com

شیخ طریقت کو اختیار کرنا نہیں تھا۔ کیونکہ ابھی تک حضورؐ نے اپنے نبی ہونے کا اعلان نہیں فرمایا تھا۔ یہ سب کچھ ان پر حضورؐ کی انتہائی رافت و رحمت خصوصی توجہ' عنایت' شفقت اور محبت بھرے منفرد حسن سلوک کی وجہ سے تھا۔ وہ سمجھتے تھے کہ جتنا پیار انہیں یہاں مل رہا تھا اور جس طرح ان کے ناز نخرے یہاں پورے کیے جا رہے تھے جو "آزادی" انہیں یہاں ملی ہوئی تھی جو طمانیت نفس عزت نفس اور ذہنی سکون انہیں یہاں میسر تھا وہ بھلا ماں باپ کے ہاں کہاں مل سکتا تھا۔ زید کو حضورؐ کی غلامی میں جو لطف ملا تھا اس پر صدہا آزادیاں نثار تھیں۔

بہرحال وجہ جو بھی تھی زید نے حضورؐ کی غلامی کو اختیار کر لیا۔ غالباً ——— اسی غلامی محمد کو اختیار کرنے کی برکت تھی کہ اللہ کریم نے بعد میں انہیں وہ بلند اعزاز اور عظیم شرف عنایت فرمایا جو کسی بڑے سے بڑے صحابی کے حصے میں بھی نہ آسکا۔ وہ یہ کہ اللہ کریم نے زید کا نام لیکر اپنی آخری اور دائمی کتاب "قرآن مجید" میں ان کا ذکر کیا۔ دنیا کے بڑے بڑے شاہوں' فرمانرواؤں' ناموروں اور نامی گرامی لوگوں کے نام مٹ جائیں گے مگر جب تک یہ کائنات موجود ہے اس وقت تک محمدؐ کے غلام زیدؓ کا نام حافظوں کی تراویح میں قاریوں کی قراءت میں امام مسجد کے محراب میں اور خطیب کے خطبے میں پڑھا جاتا رہے گا۔ (رضی اللہ عنہ)

جب تک سورج چاند رہے گا
زید! تیرا نام رہے گا

غمزدہ اری کے بے کساں

یہ بات پیچھے عرض کی جا چکی ہے کہ سیدہ خدیجہؓ کے نکاح سے قبل ہی حضورؐ نے تجارتی شغل اختیار فرما رکھا تھا۔ تجارت کاروبار اور لین دین کے معاملات میں آپؐ کی دیانت' امانت' راستبازی' وعدہ وفائی' سچائی اور پھر تجارتی امور میں سوجھ بوجھ اور مہارت و تجربہ کی عام شہرت ہی نے سیدہ خدیجہؓ

Marfat.com

کو شوق دلایا کہ وہ آپؐ کو اپنا سامان تجارت دے کر بھیجیں۔ آپؐ کی اسی کاروباری ساکھ کی وجہ سے وہ آپؐ کو دوسرے تاجروں کے مقابلے میں دوگنا معاوضہ دینے پر بخوشی رضامند ہو گئیں۔ پھر تجارت میں کئی گنا منافع دیکھ کر انہوں نے ازخود طے شدہ معاوضہ سے بھی دوگنا معاوضہ پیش کیا۔ یہ تو ایک سفر کی رپورٹ ہے آپ نے سیدہ موصوفہ کے لیے کئی تجارتی سفر فرمائے۔ ظاہر ہے تمام سفروں میں معقول منافع ہی ملتا ہو گا تبھی تو انہوں نے کئی دفعہ مال دیکر بھیجا۔ اور پھر یہ امر بھی قرین قیاس ہے کہ آپؐ کو معاوضہ بھی معقول اور مناسب ہی ملتا ہو گا۔ علاوہ ازیں بھی لوگوں کے ساتھ مل کر آپؐ کا کاروبار کرنا منقول اور ثابت ہے۔ (۱۲۵) سوال پیدا ہوتا ہے آنجنابؐ کی کاروبار سے ہونے والی آمدنی آخر کہاں جاتی تھی یہ بات تو وثوق سے کہی جاسکتی ہے کہ سدہ خدیجہ کے ساتھ نکاح کے وقت آپؐ کے پاس کوئی سرمایہ نہیں تھا۔ جسکی دلیل یہ ہے کہ نفیسہ بنت منیہ جنہیں سیدہ خدیجہؓ نے حضورؐ سے نکاح کے بارے میں ابتدائی بات چیت کے لیے بھیجا تھا' کا بیان ہے کہ جب میں نے حضورؐ سے پوچھا کہ اب تک آپ نے کسی سے نکاح نہیں فرمایا اس میں کیا چیز مانع ہے تو آپؐ کا جواب تھا:

مَابِيَدِي مَا أَتَزَوَّجُ بِهِ (۱۲۶)

میرے پاس اتنا سرمایہ نہیں کہ اس سے شادی کر سکوں۔

خیر نفیسہ نے سیدہ خدیجہؓ کا عندیہ بتایا تو آپؐ تیار ہو گئے اور یوں یہ دو سعید روحیں جمع ہو گئیں۔ عرض یہ کرنا تھا کہ نکاح کے وقت آپؐ کے پاس کوئی پیسہ نہیں تھا۔ غور طلب مسئلہ یہ ہے کہ جہاں ابو لہب' عباس' ولید بن مغیرہ' ابو سفیان بن حرب' ابو بکرؓ اور دیگر بنو ہاشم و قریش کی تجارتیں ترقی کر رہی تھیں۔ کاروبار رنگ لا رہے تھے۔ پیسہ پیسے کو کھینچ رہا تھا' انکی دوکانیں چمک رہی تھیں وہ لوگ ہزاروں اور لاکھوں میں کھیل رہے تھے۔ وہاں نوجوان راستباز' صادق القول' صادق الوعد' دیانتدار اور انتہائی امانتدار تاجر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا کاروبار کیوں نہیں چمکا انکی تجارت اور تجارت بھی

Marfat.com

کامیاب تجارت۔ میں ترقی اور اضافہ کیوں نہیں ہوا اتنے سالوں میں ان کے پاس اتنا ذاتی سرمایہ کیوں نہ جمع ہو سکا کہ وہ لوگوں کا مال مضاربت یا اجارہ پر لے جانے کی بجائے اپنا سرمایہ لگاتے اور کاروبار کرتے؟اس کا جواب یہ ہے کہ دولت کمانا' پیسہ گن گن کر اور جوڑ جوڑ کر رکھنا' اپنی ذات اور تعیشات یا مفادات کے علاوہ کہیں پیسے کو خرچ نہ کرنا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پاک فطرت اور پاکیزہ جبلت میں ہی نہ تھا۔ ((۱۲۷) وہ جو کچھ کماتے غریب چچا کی ہتھیلی پر رکھ دیتے یا مکہ کے غرباء و مساکین اور ضرورت مند لوگوں پر خرچ کر دیتے۔

وہ رحمت تمام' وہ غمخوار بے کساں
ہے جس کا ناز فقر وہ سلطانِ دو جہاں

سیدہ خدیجہؓ کے ساتھ شادی کے بعد آپؐ کو مالی آسودگی حاصل ہوگئی۔ بھلا وہ شخص کہ جود و سخا' کرم و عطا' فضل و عنایت اور غربا و مساکین کی غمخواری اور خیر خواہی جسکی فطرت میں داخل تھی' محتاج لوگوں کو دے کر جسے سکون ملتا' جو ہر مفلس اور فقیر کا خیر خواہ تھا' جب اس کے ہاتھ کھل گئے ہوں گے' مالی اعتبار سے فراخی اور خوشحالی حاصل ہوگئی ہوگی تو کیا اس نے اپنے دل کے ارمان نہ نکالے ہوں گے اس نے اپنی متول زوجہ محترمہ کی دولت سے جو اب اسی کی ملک میں آچکی تھی' فقیروں کے فقر' تنگدستوں کی تنگدستی اور بھوکوں کی بھوک کا علاج نہ کیا ہوگا

سیرت کی کتابوں میں یہ پوری تفصیل تو نہیں ملتی کہ سیدہ خدیجہؓ کے ساتھ شادی کے بعد آپؐ کس طرح اور کس شکل میں غریب رشتہ داروں کی اعانت فرمایا کرتے تھے معاشرے کے مجبور اور مقہور لوگوں کی امداد کس طرح فرماتے تھے غرباء و مساکین' یتیموں' بیواؤں' ضرورت مندوں اور محتاجوں کی دستگیری کی کیا کیا صورتیں تھیں مظلوموں کی داد رسی کس طرح فرماتے تھے بڑوں کے ستائے ہوئے لوگوں کی دلجوئی کیسے فرماتے تھے وغیرہ وغیرہ۔اس وقت بھلا کسے معلوم تھا کہ یہ بظاہرغریب کل کو آفتاب نبوت بن کر طلوع ہونے والا ہے

Marfat.com

اور کسے اندازہ تھا کہ یہ آفتاب جب بلندیوں کے افق پر طلوع ہوگا تو پھر قیامت تک نصف النہار پر رہے گا۔ اور کبھی غروب نہ ہوگا۔ اللہ کروڑوں رحمتیں فرمائے محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ پر۔ کیا خوب اس مضمون کو ادا کیا ہے۔

اَفَلَتْ شُمُوْسُ الْاَوَّلِیْنَ وَشَمْسُنَا
اَبَداً عَلٰی اُفُقِ الْعُلٰی لَا تَغْرُبُ (۱۲۸)

تاہم کچھ باتیں تاریخ میں محفوظ ہو گئی ہیں جن سے اس میدان میں حضورؐ کی سرگرمیوں اور خدمات کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے مثلاً ایک مرتبہ آپؐ کی رضاعی ماں سیدہ حلیمہ آئیں اور قحط سالی کے باعث تنگدستی کی شکایت کی تو چالیس بکریاں اور سواری کے لیے ایک اونٹ دے کر ان کی امداد فرمائی۔ (۱۲۹) اس طرح دوسری رضاعی ماں حضرت ثویبہ کی ہمیشہ مالی امداد' خدمت اور تعظیم و تکریم فرما کر دلجوئی فرماتے رہتے۔ (۱۳۰) ایک اور بات ابن ہشام اور ابن جوزی نے بڑی عجیب لکھی ہے کہ منصب نبوت پر فائز ہونے سے کچھ سال پہلے آپؐ کا معمول ہو گیا تھا کہ ہر سال کئی کئی دن بعض اوقات ایک مہینہ تک غار حرا کے اندر اعتکاف فرماتے۔ اس اعتکاف میں اللہ کی عبادت اور ذکر و فکر میں مشغول رہتے۔ اس دوران بھی آپؐ ضرورت مند اور محتاج مخلوق کی امداد سے غافل نہ رہتے۔ مہینہ بھر کے لیے گھر سے جو توشہ اور کھانے پینے کا سامان لے کر جاتے وہ:

یُطْعِمُ مَنْ جَاءَهُ مِنَ الْمَسَاکِیْنِ (۱۳۱)

(اپنے پاس آنے والے مساکین کو کھلا دیتے)

اندازہ کیجئے جس غمخوار ذات کا دستر خواں شہر سے باہر جنگل میں اور پہاڑ کی غار میں بھی غرباء و مساکین کے لیے بچھا ہوا ہے وہ گھر میں اور شہر میں کیا کچھ نہیں کرتا ہوگا۔ (۱۳۲) پھر اس روایت سے یہ اشارہ بھی ملتا ہے کہ شہر کے مسکین لوگ آپؐ کی ذات گرامی کو ماوی و ملجا سمجھ کر مشکلات میں آپؐ کی طرف رجوع کرتے —— لازماً

Marfat.com

ہوں گے۔ تبھی تو پہاڑوں اور جنگلوں میں بھی آپؐ کے پیچھے جا پہنچتے تھے۔

مشہور مصری عالم ابو زہرہ نے اس مقام پر حضور اکرمؐ کی مزید ایک عادت طیبہ کو لکھا ہے۔ فرماتے ہیں:

''حضورؐ ہر سال رمضان کا مہینہ غار حراء میں اعتکاف فرماتے۔ ابتداء بیت اللہ کے طواف سے فرماتے پھر بہت سے صدقات کرتے اور (زائرین و غرباء کو) کھانا کھلاتے بعد ازاں غار حراء میں تشریف لے جاتے۔ جب یہ ماہ مبارک ختم ہو جاتا تو گھر لوٹتے مگر گھر جانے سے قبل بیت اللہ کا طواف کرتے جو کچھ زاد راہ اور کھانا وانا باقی رہ گیا ہوتا اسے صدقہ کرتے اور غرباء و مساکین کو کھلا دیتے اس کے بعد سیدہ خدیجہؓ کے پاس تشریف لاتے۔'' (۱۳۳)

عام غمخواری پر اہم گواہی

حضورؐ کی بے کسوں بے سہاروں اور بے آسروں کی عام ہمدردی' خیر خواہی' درد مندی اور غم خواری پر سب سے بڑی' اہم اور ناقابل تردید گواہی اس شخصیت کی ہے جسکی آنکھوں کے سامنے آپؐ کے شب و روز بیت رہے تھے' جو مسلسل پندرہ سال سے آپؐ کی عادات و اطوار کو نوٹ کر رہی تھیں۔ آپؐ کے اخلاق حسنہ' اوصاف حمیدہ اور خصال جمیلہ کا بغور مطالعہ کر رہی تھیں۔ اس شخصیت سے مراد آپؐ کی زوجہ محترمہ اور رفیقہ حیات سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ہیں۔ چالیس سال کی عمر میں پہلی مرتبہ جب غار حراء کے اندر آپؐ پر اللہ کا کلام جس کے اٹھانے کی سکت پہاڑوں میں بھی نہیں' نازل ہوا اور پہلی دفعہ ہی جبریل امینؑ کو دیکھا تو ڈر جانا اور گھبراہٹ محسوس کرنا ایک طبعی امر تھا۔ اسی طبعی گھبراہٹ میں کانپتے ہوئے غار حراء سے گھر تشریف لائے۔ اپنی جاں نثار اور وفا شعار بیوی سے اس معاملے کا ذکر کیا اور اپنی جان پر خدشے کا ذکر کیا تو اس وقت سیدہ خدیجہؓ نے جن الفاظ میں آپؐ کو حوصلہ دلایا وہ الفاظ ضرورت مند اور بیکس لوگوں کے ساتھ آپؐ کے رویہ اور

Marfat.com

ہمدردی و غمخواری کی پوری پوری عکاسی کرتے ہیں۔ بیوی کی عینی گواہی سے بڑھ کر کوئی گواہی نہیں ہو سکتی۔ حضورؐ نے جب اپنی جان پر خشیت کا اظہار کیا تو انہوں نے تسلی دیتے ہوئے عرض کیا:

كَلاَّ وَاللّٰهِ مَا يُخْزِيكَ اللّٰهُ أَبَداً إِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ وَتَحْمِلُ الْكَلَّ وَتَكْسِبُ الْمَعْدُومَ وَ تَقْرِي الضَّيْفَ وَتُعِينُ عَلٰى نَوَائِبِ الْحَقِّ (۱۳۴)

(ہرگز نہیں، قسم بخدا اللہ کریم آپؐ کو کبھی بھی رسوا نہیں فرمائے گا کیونکہ آپؐ صلہ رحمی فرماتے ہیں، بے آسرا لوگوں کا (ہر قسم کا) بوجھ اٹھاتے ہیں، فقیر لوگوں کو کما کر دیتے ہیں، مہمان نوازی کرتے ہیں اور حق کی وجہ سے پہنچنے والے مصائب میں اہل حق کی اعانت کرتے ہیں۔)

بے کس کی آس چارہ بیچارگاں ہو تم
ٹوٹے ہوئے دلوں کا سہارا تمہی سے ہے

حضور اکرمؐ کی ذہین و فطین پاکیزہ و طاہرہ اور عفت ماب رفیقہ حیات کی یہ گواہی آپ کےؐ حسن کردار کی عظمت آپکے اخلاق کی بلندی آپؐ کے محاسن و محامد کی بڑائی اور اپنے پرائے سب انسانوں کے ساتھ آپؐ کے جذبہ غمخواری پر بڑی واضح اور روشن دلیل ہے۔ انسان دوسروں سے تو چھپا رہ سکتا ہے دوسروں کی آنکھوں میں دھول جھونک سکتا ہے غیروں کے سامنے حقیقت کے برعکس لبادہ اوڑھ سکتا ہے مگر اپنے رفیق زندگی اور قریبی لوگوں بالخصوص بیوی کے سامنے ایسا نہیں کر سکتا۔ سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے ان الفاظ میں ان کے پندرہ سالہ عینی مشاہدات و واقعات کی ایک جھلک صاف دکھائی دیتی ہے۔ (۱۳۵)

Marfat.com

حوالہ جات اور حواشی باب دوم

۱۔ (الف) ابو حیان الاندلسی متوفی ۷۵۴ھ : تفسیر البحر المحیط: ۷ : ۴۷ طبع ریاض سعودی عرب
(ب) شیخ اسماعیل حقی متوفی ۱۱۳۷ھ : تفسیر روح البیان: ۶: ۳۱۳، طبع مکتبہ عثمانیہ
(ج) علی بن برھان الدین الحلبی م ۱۰۴۴ھ : سیرت حلبیہ: ۱: ۴۵: طبع مصر

۲۔ الحافظ امام ابن کثیر م ۷۷۴ھ : البدایہ والنھایہ: ۲: ۲۵۸: طبع مصر

۳۔ ابن سعد م ۲۳۰ھ : الطبقات الکبری: ۱: ۶۱: طبع بیروت ۱۳۸۰ھ

۴۔ ابن کثیر: البدایہ والنھایہ: ۲: ۲۵۵: طبع مصر ۱۳۵۱ھ

۵۔ ویسے تو حضرت آدمؑ تک حضورؐ کی اتنی مائیں نہیں بنتیں۔ ملا علی قاری کی تحقیق کے مطابق حضرت آدمؑ تک کل ۷۴ واسطے بنتے ہیں۔ اس تعداد میں آپؐ کی مائیں۔ آپ کے چچاؤں کی مائیں اور آپؐ کے اجداد کے چچاؤں کی مائیں بھی شامل ہیں۔ ملا علی قاری: شرح الشفا: ۱: ۳۴ طبع مکتبہ عثمانیہ ۱۳۱۶ھ۔

۶۔ ابن سعد: الطبقات الکبری: ۱: ۶۰: طبع بیروت ۱۳۸۰ھ
(ب) ابن سید الناس: عیون الاثر ج ۱: ص ۲۴

۷۔ ابن ہشام (م ۲۱۳ھ) : سیرۃ النبی ۱: ۱۴۱ طبع قاہرہ

۸۔ ایضاً

۹۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ۔ ج ۱۶ / ۲ ص ۹۹۔ ۱۰۰ مطبوعہ پنجاب یونیورسٹی لاہور ۱۹۷۸ء طبع اول۔

۱۰۔ شیخ اسماعیل حقی۔ م ۱۱۳۷ھ : تفسیر روح البیان: ۳: ۵۴۳ مطبع عثمانیہ (تحت آیت لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ الخ

۱۱۔ ابن سعد: الطبقات الکبری، ۱: ۷۳ طبع بیروت ۱۳۸۰ھ

۱۲۔ ابن ھشام: سیرۃ النبی: ۱: ۱۴۷ طبع قاہرہ ۱۳۵۶ھ

Marfat.com

ابن سعد: الطبقات الکبریٰ: ۱: ۷۶

۱۴۔ سیرت حلبیہ: ۱: ۹: طبع مصر

۱۵۔ حسین عبداللہ باسلامہ: حیاۃ سید العرب: ۱: ۴۴ طبع جدہ / بیروت ۱۹۹۲ء

۱۶۔ علامہ حلبی: سیرت حلبیہ: ۱: ۶ طبع مصر / ابن اثیر: الکامل فی التاریخ: ۲: ۱۵ طبع بیروت ۱۳۸۵ھ / ۱۹۶۲ء۔

۱۷۔ عزالدین ابن اثیر: الکامل فی التاریخ: ۲: ۱۵' طبع بیروت ۱۳۶۵ھ

۱۸۔ ابن حیان: السیرۃ النبویہ و اخبار الخلفاء ص ۳۷ طبع دارالفکر

۱۹۔ علی بن برھان الدین حلبی: سیرت حلبیہ: ۱: ۵۹ طبع مصر ۱۳۸۴ھ

۲۰۔ علی بن برہان الدین الحلبی (متوفی ۱۰۴۴ھ): السیرۃ الحلبیہ: ۱: ۶۲

۲۱۔ علی بن برہان الدین الحلبی: ۱: ۶۳: طبع مصر

(ب) ابن سید الناس: عیون الاثر: ۱: ۲۴ طبع بیروت

۲۲۔ ابی القاسم عبدالرحمن بن عبداللہ السہیلی (متوفی ۵۸۱ھ): الروض الانف: ۱: ۱۸۰ مصر

۲۳۔ ابن سعد۔ الطبقات: ۱: ۹۹' طبع بیروت۔

۲۴۔ ابن سعد۔ الطبقات الکبریٰ: ۱: ۱۰۰: طبع دار صادر بیروت ۱۹۶۰ء

۲۵۔ ابن سعد: الطبقات الکبریٰ ۱: ۱۰۰ / ابن ھشام: سیرۃ النبی: ۱: ۱۷۱

۲۶۔ علی بن برہان الدین الحلبی: سیرت حلبیہ: ۱: ۶۲: طبع مصر ۱۳۸۴ھ

۲۷۔ (الف) ابن سعد: الطبقات ۱: ۱۰۰ طبع بیروت۔

(ب) عماد الدین اسماعیل ابی الفداء (م ۷۳۲ھ): کتاب المختصر فی اخبار البشر المعروف تاریخ ابوالفداء: ج ۱' ص ۱۱۰ مطبع حسینیہ مصر۔

۲۸۔ ابن سعد: الطبقات الکبریٰ: ۱: ۲۳' طبع بیروت ۱۹۶۰ء۔

۲۹۔ امام بیہقی المتوفی ۴۵۸ھ کی دلائل النبوۃ پر حاشیہ لکھنے والے اور احادیث کی تخریج کرنے والے ڈاکٹر عبدالمعطی قلعجی نے حضورؐ کی رضاعی ماؤں کی کل تعداد دس بتائی ہے۔ (دلائل النبوۃ: ۱: ۱۳۱ طبع بیروت۔ لبنان) سیرت حلبیہ میں ایک قول آٹھ کا بھی ہے۔

۳۰۔ ابن سعد: الطبقات الکبریٰ: ۱: ۱۰۸، ۱۰۹ طبع بیروت / ابن عبدالبر:

Marfat.com

الاستیعاب : ۱ : ۲۸ مکتبہ نہضہ مصر۔

۳۱۔ سہیلی نے اشراف عرب اور قریش مکہ کے اس دستور و رواج کی چند وجوہات بھی تحریر کی ہیں۔ (الروض الانف : ۱ : ۱۸۷ طبع جامعہ ازہر)

۳۲۔ (الف) ابن ہشام متوفی ۲۱۳ھ : سیرۃ النبی : ج ۱ : ص ۱۷۴

(ب) علاء الدین علی بن بلبان الفاسی (م ۷۳۹ھ) الاحسان ترتیب صحیح ابن حبان : ۹ : ۸۳ طبع سانگلہ ہل ضلع شیخوپورہ۔

(ج) حافظ نورالدین ہیثمی (م ۸۰۷ھ) : مجمع الزوائد و منبع الفوائد : ج ۸ ص ۲۲۰ مطبوعہ مکتبہ قدسی قاہرہ ۱۳۵۳ھ

(د) محمد ابن اسحاق (م ۱۵۱ھ) : سیرۃ ابن اسحاق : ص ۴۹ طبع دارا لفکر بیروت ۱۹۷۸ء

(ہ) ابن سیدالناس : عیون الاثر : ۱ : ۳۳ طبع بیروت

۳۳۔ ابن سعد نے ان عورتوں کی تعداد دس لکھی ہے۔ (الطبقات الکبری : ۱ : ۱۱۰ طبع بیروت)

۳۴۔ حضور ﷺ نے فرمایا "اُوتِیتُ مَفَاتِیحَ خَزَائِنِ الْاَرْضِ" مجھے زمین کے خزانوں کی چابیاں دی گئیں (سیرت حلبیہ : ۱ : ۳۶۹ طبع مصر) اور بخاری شریف میں "اُعطِیتُ مَفَاتِیحَ خَزَائِنِ الْاَرْضِ" کے الفاظ ہیں۔ (بخاری کتاب الجنائز : ۱ : ۱۷۹ : طبع دہلی)

۳۵۔ ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری : الجامع الصحیح : ج ۱ : ۴۳۹ طبع نور محمد وکرزن پریس دہلی (اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وخازنٌ واللّٰہُ یُعْطِی)

۳۶۔ سہیلی : الروض الانف : ۱ : ۱۸۷ طبع مصر۔

۳۷۔ ابن ہشام : سیرۃ النبی : ۱ : ۱۷۳۔ ۱۷۴۔

۳۸۔ قسطلانی : المواہب اللدنیہ بالمنح المحمدیہ : ۱ : ۱۵۰ طبع بیروت

۳۹۔ حلبی کے بیان کے مطابق تو ایک تھن بالکل خشک ہو چکا تھا۔ حضور ﷺ نے منہ لگایا تو دودھ کے فوارے مارنے لگا۔ سیرت حلبیہ : ۱ : ۱۴۷

(الف) قسطلانی ص ۱۵۲ (ب) سیرت حلبیہ : ۱ : ۱۴۷ طبع مصر۔

Marfat.com

۴۱- سہیلی : الروض الانف : ۱ : ۱۸۷

۴۲- سیرۃ ابن ہشام : ۱ : ۱۷۴۔

۴۳- ایضاً ص ۱۷۵' طبع قاہرہ

۴۴- سیرت حلبیہ : ۱ : ۱۵۱ : طبع مصر۔

۴۵- شیخ حسین بن محمد بن الحسن الدیار بکری : تاریخ الخمیس فی احوال انفس نفیس : ۱ : ۲۲۴ طبع بیروت۔

۴۶- حلبی : سیرت حلبیہ : ۱ : ۱۶۷ طبع مصر۔

۴۷- قسطلانی : المواہب اللدنیہ : ۱ : ۱۵۴ طبع بیروت۔

۴۸- (الف) حلبی : سیرت حلبیہ : ۱ : ۵۴' ۱۴۴ طبع مصر۔

(ب) طبقات ابن سعد : ۱ : ۱۱۴ طبع بیروت ۱۹۶۰ء

(ج) محب طبری : ذخائر العقبیٰ فی مناقب ذوی القربیٰ : ص ۱۵۹ بیروت۔

(د) قاضی عیاض : الشفاء : ۱ : ۱۲۸۔ ۱۲۹ طبع مصر۔

(ہ) ابن کثیر : البدایہ والنہایہ : ۴ : ۳۶

۴۹- ابن سعد : الطبقات الکبریٰ : ۱ : ۱۱۳۔ ۱۱۴

(ب) البدایہ والنہایہ : ۴ : ۳۶۴

۵۰- ابن سعد : الطبقات : ۱ : ۱۱۲ طبع بیروت سیرت حلبیہ : ۱ : ۱۵۴ مصر۔

۵۱- امام رازی : تفسیر کبیر : ۳۱ : ۲۱۶ طبع مصر / سیرت حلبیہ ۱ : ۱۵۵ طبع مصر۔

۵۲- حلبی : سیرت حلبیہ : ۱ : ۱۶۵' طبع مصر۔

۵۳- ابن سعد : الطبقات الکبریٰ : ۱ : ۱۱۶ : طبع بیروت۔

۵۴- ایضاً

۵۵- ایضاً

۵۶- حلبی : سیرت حلبیہ : ۱ : ۱۷۲ طبع مصر۔

۵۷- ایضاً

۵۸- ابن سعد : الطبقات الکبریٰ : ۱ : ۱۱۷ طبع بیروت۔

۵۹- صحیح مسلم : ۲ : ۴۱۱ طبع قدیمی کتب خانہ کراچی۔

Marfat.com

۶۰۔ اسی چیز کی طرف اشارہ کرتے ہوئے امام بوصیری نے قصیدہ بردہ میں فرمایا
کفاک بالعلم فی الامر معجزۃ فی الجاهلیۃ والتادیب فی الیتم
۶۱۔ امام فخرالدین رازی: تفسیر کبیر: ۳۱: ۲۱۸ طبع مصر
۶۲۔ ابو حیان اندلسی (م ۷۵۴ھ) البحرالمحیط: ۸: ۴۸۶ طبع ریاض
۶۳۔ شیخ اسماعیل حقی: روح البیان: ۱۰: ۴۵۸ طبع استنبول ۱۹۲۸ء۔
۶۴۔ ماہرالقادری: دریتیم: ص ۶۳۔ ۶۴ طبع گوشہ ادب لاہور ۱۹۵۹ء
۶۵۔ ابن سعد: الطبقات الکبریٰ: ۱: ۱۱۸
۶۶۔ ابن ہشام: سیرۃ النبی: ج ۱: ص ۱۸۰ طبع مصر / البدایہ والنہایہ: ۲: ۲۸۱
۶۷۔ علی بن برہان الدین الحلبی: سیرت حلبیہ: ۱: ۱۸۰ طبع مصر۔
۶۸۔ ایضاً ص ۱۷۲ / قسطلانی: مواہب اللدنیہ: ج ۱: ص ۱۸۴۔
۶۹۔ ایضاً ص ۱۸۰۔
۷۰۔ ابن ہشام: سیرۃ النبی: ۱: ۱۸۰
۷۱۔ ابن سعد: الطبقات: ۱: ۱۱۹۔
۷۲۔ راجح، صحیح اور تحقیقی بات یہی ہے کہ حضرت عبدالمطلب کی وفات کے بعد حضورﷺ کی کفالت آپ کے چچا ابو طالب نے فرمائی نہ کہ آپؐ کے تایا زبیر نے۔ اس مسئلے کی مزید تحقیق و تصدیق کے لیے درج ذیل مقامات ملاحظہ کیے جائیں۔
(الف) البدایہ والنہایہ لابن کثیر: ج ۲، ص ۲۸۲ تحت مضمون کفالت
(ب) الاصابہ فی تمیز الصحابہ لابن حجر ج ۴، ص ۱۱۵ تحت کنیت ابی طالب
(ج) انساب الاشراف للبلاذری: ج ۱، ص ۸۵ تحت بحث کفالت
(د) سیرت حلبیہ ج ۱: ص ۱۳۴۔ ۱۳۵ تحت باب وفات عبدالمطلب
(ہ) سیرۃ ابن اسحاق ص ۴۷ طبع دارالفکر ۱۹۷۸ء بیروت
(و) دلائل النبوۃ لابی نعیم اصفہانی: ج ۱: ص ۵۱ طبع حیدر آباد
۷۳۔ طبقات ابن سعد: ۱: ۱۱۹ طبع بیروت
۷۴۔ ابن سعد: الطبقات الکبریٰ: ۱: ۱۱۹۔ ۱۲۰ طبع بیروت۔
(ب) دلائل النبوۃ لابی نعیم اصفہانی: ۱: ۵۱ طبع حیدر آباد دکن

Marfat.com

(ج) ابن سید الناس: عیون الاثر: ۱: ۴۰

۷۵۔ (الف) ابن سعد: الطبقات: ۱: ۱۲

(ب) حلبی: سیرت حلبیہ: ۱: ۱۸۹

۷۶۔ مقریزی: امتاع الاسماع بما للرسول من الانباء: ۱: ۷۔ ۸ قاہرہ

(ب) ابن سعد: ص ۱۶۸۔ ج ۱

۷۷۔ (الف) قسطلانی: المواہب اللدنیہ: ۱: ۱۸۵ طبع بیروت ۱۹۹۱ء

(ب) حلبی: سیرت حلبیہ: ۱: ۱۹۰ طبع مصر

نوٹ: یہ حضور ﷺ کی شان میں حضرت ابو طالب کے ایک طویل قصیدے کا شعر ہے۔ عین ممکن ہے انہوں نے اس موقع پر بھی یہ شعر کہا ہو۔

۷۸۔ ابن ہشام: سیرۃ النبی: ۱: ۲۹۸ طبع مصر

۷۹۔ حافظ ابن حجر عسقلانی: فتح الباری شرح بخاری: ۴: ۴۴۱ طبع لاہور ۱۹۸۱ء

انبیا سے بکریاں چروانے میں کیا حکمت تھی۔ حافظ ابن حجر نے بہت شاندار توجیہیں بیان کیں ہیں۔ جزاہ اللہ خیرا واحسن الجزاء

۸۰۔ احمد عبدالرحمن البنا: الفتح الربانی ترتیب مسند احمد: ۲۰: ۱۹۴

۸۱۔ ابن سعد: الطبقات الکبری: ج ۱: ص ۱۲۶

۸۲۔ ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری: الجامع الصحیح: ۱: ۳۰۱ طبع دہلی

۸۳۔ ابن سعد: الطبقات الکبری: ۱: ۱۲۵۔

۸۴۔ حلبی: سیرت حلبیہ: ۱: ۲۰۵

۸۵۔ علامہ بدرالدین عینی م ۸۵۵ھ: عمدۃ القاری: ۱۲: ۸۰ طبع بیروت

۸۶۔ ہیثمی، حافظ نورالدین: مجمع الزوائد ومنبع الفوائد: ۹: ۲۲۱

۸۷۔ ابن کثیر: البدایہ والنہایہ: ۲: ۲۹۱ طبع مصر / ابن جوزی: المنتظم فی تاریخ الامم والملوک: ۲: ۳۰۸ طبع بیروت ۱۹۹۲ء

۸۸۔ ابن ہشام: سیرۃ النبی: ۱: ۱۴۵۔

۸۹۔ ابن سعد: الطبقات: ۱: ۱۲۹ / الروض الانف: ۱: ۱۵۶ طبع مصر

۹۰۔ سہیلی: الروض الانف: ۱: ۱۵۷ طبع مصر و دیگر کتب سیرت

Marfat.com

۹۱۔ الروض الانف: ص ۱۵۶ جلد اول وغیرہ من کتب السیرۃ

۹۲۔ نظرۃ جدیدۃ فی سیرۃ رسول اللہ بحوالہ ضیاء النبی از پیر کرم شاہ الازہری: ۲: ۱۲۳

۹۳۔ ایضاً ص ۱۲۴

۹۴۔ ایضاً ص ۱۲۵

۹۵۔ علامہ حلبی: سیرت حلبیہ: ۱: ۱۵۳۔

۹۶۔ امام رازی: تفسیر کبیر: ۳۱: ۲۱۴ طبع مصر

۹۷۔ ابن ہشام: سیرۃ النبی: ۱: ۱۹۷ طبع مصر

۹۸۔ ابن سعد: الطبقات الکبری: ۱: ۱۲۱

۹۹۔ سورہ یونس: آیت ۱۶

۱۰۰۔ قریش مکہ آپؐ کو (نقل کفر، کفر نہ باشد) "مذمم" (مذمت کیا گیا) کہتے اور گالیاں دیتے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "یَسُبُّوْنَ وَیَہْجُوْنَ مُذَمَّماً وَاَنَا مُحَمَّدٌ" یہ لوگ مذمم کو گالیاں دیتے اور اسکی ہجو کرتے ہیں میں تو محمد (سراپا تعریف) ہوں۔ ابن ہشام: سیرۃ النبی: ۱: ۳۷۹

۱۰۱۔ ابن کثیر: البدایہ والنہایہ: ۲: ۲۸۷ طبع مصر

۱۰۲۔ ابن سعد: الطبقات: ۱: ۱۲۱۔

۱۰۳۔ ابن جریر طبری: تاریخ الطبری: ۲: ۲۷۸ طبع مصر ۱۹۶۱ء

۱۰۴۔ ابن سعد: الطبقات الکبری: ۱: ۱۲۹

۱۰۵۔ حلبی: سیرت حلبیہ: ۱: ۲۱۶ طبع مصر

۱۰۶۔ ایضاً

۱۰۷۔ ابن سعد: الطبقات الکبری: ۱: ۱۲۹

۱۰۸۔ حلبی: سیرت حلبیہ: ۱: ۲۱۶

۱۰۹۔ ابن سعد: الطبقات: ۱: ۱۳۰

۱۱۰۔ ایضاً

۱۱۱۔ حلبی: سیرت حلبیہ: ۱: ۲۱۹

Marfat.com

۱۱۲۔ ابن سعد : الطبقات : ۱: ۱۳۱

۱۱۳۔ ایضاً ص ۱۳۰

۱۱۴۔ حلبی : سیرت حلبیہ : ۱: ۲۲۱۔ ۲۲۳

۱۱۵۔ ابن جریر طبری : تاریخ طبری : ۲: ۲۸۱۔ ۲۸۲ طبع مصر ۱۹۶۱ء

۱۱۶۔ ابن سعد، ابن ھشام اور ابن کثیر وغیرہ۔

۱۱۷۔ رشید اختر ندوی : محمد سرور دوعالم : ص ۱۹۷ طبع ادارہ معارف ملی میکلوڈ روڈ لاہور ۱۹۶۵ء

۱۱۸۔ السہیلی (متوفی ۵۸۱ھ) : الروض الانف : ۱: ۲۷۷ طبع مصر

(ب) الفتح الربانی ترتیب مسند احمد : ۲۰: ۲۴۱ طبع قاہرہ

۱۱۹۔ سورۃ والضحیٰ : آیت ۸

۱۲۰۔ امام ابو عیسیٰ ترمذی : جامع ترمذی : ص ۲۸۹ طبع نور محمد کراچی

۱۲۱۔ ابن ھشام : سیرۃ النبی : ۱: ۲۶۴ طبع مصر

(ب) حلبی : سیرت حلبیہ : ۱: ۴۳۲ طبع مصر

(ج) ابن اثیر : الکامل فی التاریخ : ۲: ۵۸ طبع بیروت ۱۳۸۵ھ / ۱۹۶۵ء

۱۲۲۔ ابن ھشام : سیرۃ النبی : ۱: ۲۶۶۔ ۲۶۷

۱۲۳۔ حلبی : سیرت حلبیہ : ۱: ۴۳۹ طبع مصر

۱۲۴۔ (الف) سہیلی : روض الانف : ۱: ۲۸۷

(ب) حلبی : سیرت حلبیہ : ۱: ۴۳۹

(ج) طبقات ابن سعد : ۳: ۴۲

۱۲۵۔ سلیمان بن ابی اشعث : سنن ابی داؤد : ۲: ۶۶۵ (کتاب الادب)

۱۲۶۔ ابن سعد : الطبقات : ۱: ۱۳۱

۱۲۷۔ ولی الدین : مشکوٰۃ المصابیح : ۴۴۲ طبع سعید کمپنی کراچی

۱۲۸۔ یاد رہے شیخ جیلانیؒ کی مراد "شمسنا" سے رسولؐ اللہ کی ذات بابرکات تھی۔ بعض کم فہموں نے اس سے مراد خود شیخ کی ذات لے لی۔

(مولانا غلام رسول مہر : رسول رحمت : ۲۲ طبع شیخ غلام علی لاہور)

Marfat.com

۱۲۹۔ ابن سعد : الطبقات : ۱: ۱۱۳، ۱۱۴

۱۳۰۔ ایضاً ص ۱۰۸

۱۳۱۔ (الف) ابن ہشام : سیرت النبی : ۱: ۲۵۴

(ب) ابن جوزی متوفی ۵۹۷ھ : الوفا باحوال المصطفیٰ : ۱: ۱۶۵ طبع مصر ۱۹۶۶ء

(ج) ابن جریر طبری : تاریخ الطبری : ۲: ۳۰۰ طبع مصر ۱۹۶۱ء

۱۳۲۔ حلبی : سیرت حلبیہ : ۱: ۳۸۳ طبع مصر

۱۳۳۔ محمد ابو زہرہ : خاتم النبیین : ۱: ۳۰۰۔ ۳۰۱ طبع دارالفکر العربی

۱۳۴۔ ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری : الجامع الصحیح : ۱: ۳ طبع دہلی

۱۳۵۔ سیدہ خدیجہ کے ان الفاظ میں ساری انسانیت بالخصوص حضورؐ کے نام لیواؤں کے لیے بقول علامہ عینیؒ ایک سبق اور بشارت بھی ہے کہ:

إِنَّ مَكَارِمَ الْأَخْلَاقِ وَخِصَالَ الْخَيْرِ سَبَبٌ لِلسَّلَامَةِ مِنْ مَصَارِعِ الشَّرِّ وَالْمَكَارِهِ فَمَنْ كَثُرَ خَيْرُهُ حَسُنَتْ عَاقِبَتُهُ وَرُجِيَ لَهُ سَلَامَةُ الدِّيْنِ وَالدُّنْيَا

مکارم اخلاق اور اچھی عادات ہر قسم کے شر اور مصائب سے سلامتی کا سبب ہیں۔ جس شخص کی بھلائیاں زیادہ ہوں گی اس کا انجام ہمیشہ اچھا ہوگا اور اس کے واسطے دین دنیا کی سلامتی کی امید کی جا سکتی ہے۔

(علامہ بدرالدین عینی (م ۸۵۵ھ) : عمدۃ القاری شرح بخاری : ۱: ۶۳ طبع بیروت)

Marfat.com

باب سوم

بعثت تا ہجرت مدینہ
(مکی دور)

(نوٹ : حوالہ جات باب کے آخر میں ملاحظہ فرمائیں)

Marfat.com

Marfat.com

فصل

اعلانِ نبوت اور دعوتِ توحید

معروف سیرت نگار جناب سید سلیمان ندویؒ نے خطبات مدراس کے خطبہ کا ملیت میں ص ۹۵ پر فرانس کے مشہور فلسفی والٹیر (۱۷۹۴ء) کا ایک بڑا شاندار اور صدفی صد صحیح مقولہ نقل کیا ہے کہ

"No One is a here to his valet" (۱)

کوئی بھی آدمی اپنے قریبی لوگوں میں ہیرو نہیں ہوتا

کیونکہ قریبی لوگوں کی نظر میں آدمی کی نجی زندگی ہوتی ہے اور نجی زندگی میں کوئی بھی (الا ماشاء اللہ) ہر لحاظ سے کامل نہیں ہوتا۔ دور والوں کو ایک شخص جتنا اچھا معلوم ہوتا ہے نزدیک رہنے والے لوگوں کو اتنا اچھا معلوم نہیں ہوتا۔ اس قول کی صحت کا اندازہ حال اور ماضی کے دنیا کے بہت سے مذہبی سیاسی رفاہی سماجی اور حکومتی قائدین کی نجی زندگیوں اور ان کے بارے میں ان کے عزیز و اقارب دوست و احباب اور نوکروں چاکروں کے تاثرات کو معلوم کرکے لگایا جا سکتا ہے۔ مگر تاریخ اور واقعات اس امر پر شاہد ہیں کہ والیٹر کا یہ مقولہ یا کلیہ پیغمبر اسلام ﷺ پر صادق نہیں آتا۔ سیرت کی کتابیں ہمیں بتاتی ہیں کہ جو آدمی حضور ﷺ کا جتنا قریبی تھا وہ اتنا ہی غائبانہ طور پر بھی آپؐ کا گرویدہ اور آپؐ کی صداقت و حسن اخلاق کا معترف تھا۔ جس آدمی نے آپؐ کا جتنا قرب حاصل کیا وہ اتنا ہی آنجناب سے مانوس ہوا۔ (۲) اس دعویٰ کی دلیل اور ثبوت یہ ہے کہ جب آپؐ نے اعلان نبوت فرمایا تو جن لوگوں نے سب سے پہلے آپؐ کی تصدیق کی ہے آپؐ کی ذات پر اور آپؐ کے مشن پر تن من دھن قربان کر دیا ہے اور دامے درمے سخنے آپؐ کی مدد کی ہے۔ پھر سب سے بڑھ کر یہ کہ مخالفین کی طرف سے ہر قسم کے دباؤ ہر قسم کی رکاوٹوں اور ہر قسم کی ذہنی جسمانی اور مالی اذیتیں پہنچائے جانے کے باوجود

Marfat.com

آپؐ کے دست و بازو اور آپؐ کے لیے سہارا اور آسرا بنے ہیں، وہ آپؐ کے قریبی لوگ یعنی گھر والے اور دوست ہیں۔

آپؐ پر سب سے پہلے ایمان لانے والی اور مصائب والام اور پریشانیوں میں ڈھارس بندھانے والی آپؐ کی زوجہ محترم سیدہ خدیجہ الکبریٰؓ ہیں۔ بیوی سے بڑھ کر مرد کی خوبیوں اور کمزوریوں کو جاننے والا اور محرم راز کون ہو سکتا ہے۔ اس کا اپنے شوہر نامدار کو سچا سمجھ کر اس پر ایمان لے آنا اس کی انقلاب انگیز تحریک میں بطور ایک فعال و سرگرم کارکن کے شامل ہونا اور اپنی ساری پونجی اس کے سامنے ڈھیر کر دینا پھر ایسی محبت اور ایسے خلوص کا مظاہرہ کرنا کہ شوہر زندگی بھر اس محبت و خلوص کو نہ بھلا سکا، عقل و فکر سے کام لینے اور حق و صداقت کی آرزو اور جستجو کرنے والوں کے لئے سب سے بڑی محبت اور دلیل ہے (۳) اسی طرح گھر کے ایک دوسرے فرد حضرت علیؓ تھے جو اگرچہ ابھی بچے تھے تاہم اتنے بھی چھوٹے نہیں تھے کہ کھرے اور کھوٹے کی تمیز نہ کر سکیں وہ دس سال سے حضورؐ کی محبت اور لاڈ پیار کا مزہ لے رہے تھے۔ وہ ایمان لائے۔ گھر کے ایک تیسرے فرد زید بن حارثہ تھے جو پندرہ سال سے بطور خادم حضورؐ کی نجی اور پرائیویٹ زندگی کا مشاہدہ کر رہے تھے حضورﷺ کا ظاہر و باطن ان کے سامنے عیاں تھا وہ اپنے تجربہ و مشاہدہ کی بنیاد پر فورا" ایمان لائے۔ گھر سے باہر قریب ترین دوست ابوبکر بن ابی قحافہ تھے۔ وہ بچپن سے حضورؐ کے ہم مشرب ہم پیالہ ہم نوالہ اور ہمراز تھے۔ "کند جنس باہم جنس پرواز" کے مصداق بچپن سے دونوں میں دوستی یارانہ اور تعلقات تھے۔ حضورؐ نے جب انہیں ایمان کی دعوت دی تو انہوں نے اپنے دوست کی دیرینہ صداقت کی بنیاد پر بلا حیل و حجت فورا" دعوت کو قبول کیا دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے اور اس شان اور خلوص سے داخل ہوئے اور پہلے سے موجود دوستی میں اتنا اضافہ ہوا اور اتنی شدت آئی کہ محبت کی دنیا میں "یار غار" کی اصطلاح ہمیشہ ان کی بے مثال دوستی کی یاد تازہ کرتی رہے گی۔

مختصر یہ کہ حضورؐ کے قریب ترین لوگوں کا ایمان لانا آپؐ کے اخلاص اور آپؐ کی صداقت کا بجائے خود ایک بہت بڑا ثبوت ہے۔ یہ وہ ہستیاں تھیں جو کئی

Marfat.com

برس سے آپؐ کی نجی اور پبلک زندگی اور آپؐ کے ظاہر و باطن سے پوری طرح واقف تھیں۔ پھول کا کھلنا تو بعد کی بات تھی یہ لوگ تو غنچہ کی بالیدگی کا بھی ہر لمحہ مشاہدہ کر رہے تھے۔ ان سے بڑھ کر آپؐ کی زندگی آپؐ کی سیرت آپؐ کے اخلاق آپؐ کی سوچ اور آپؐ کے ذہن و فکر کو جاننے والا کوئی اور نہیں ہو سکتا تھا۔ ان قریب ترین حضرات نے بالکل آغاز ہی میں حضورؐ کے بلاوے پر لبیک کہہ کر گویا ایک شہادت بہم پہنچا دی آپؐ کے اخلاص اور صداقت کی۔

غریب لوگوں کا ایمان لے آنا اور اس کی وجوہات

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب عام تبلیغ اور لوگوں کو توحید و رسالت اور دین اسلام کی دعوت دینا شروع کی تو جو خوش نصیب لوگ اس دعوت کو قبول کرنے میں پہل کر کے "السابقون الاولون" میں شمار ہوئے۔ ان میں اکثریت غریب' غلام کمزور اور چھوٹے درجے کے لوگوں کی تھی۔ ابتدائے اسلام میں اسلام قبول کرنا اور پیغمبر اسلام کیساتھ کوئی دینی و مذہبی ناطہ جوڑنا خالہ جی کا گھر نہ تھا۔ اسلام لے آنا اپنی جان کو ہتھیلی پر رکھنے اور سارے مکہ بالخصوص ذی اثر طبقہ کی دشمنی مول لینے کے مترادف تھا۔ غرباء کلمہ پڑھنے کے نتیجے میں ان مشکلات اور آزمائشوں سے بخوبی واقف تھے۔ اور انہیں عملاً ان آزمائشوں اور امتحانوں سے دو چار ہونا بھی پڑا۔ مگر اس کے باوجود غریب مومنین کی تعداد میں کمی کی بجائے اضافہ ہی ہوتا رہا۔ سوال پیدا ہوتا ہے آخر اس کی وجہ کیا تھی پیغمبرؐ کے پاس کونسی ایسی مقناطیسی قوت تھی جو ان غریبوں کو سختیاں سہہ کر بھی دامن اسلام اور دامن نبوت سے مضبوطی کے ساتھ چمٹائے ہوئی تھی ظاہر ہے اس میں کوئی مالی مفاد نہ تھا۔ پیغمبر کی طرف سے انہیں کوئی چقمہ نہیں دیا جا رہا تھا کوئی سبز باغ نہیں دکھائے جا رہے تھے۔ کوئی خوش کن جذباتی نعرہ نہ تھا کسی قسم کے دنیوی انعام و اکرام کا لالچ نہیں دیا جا رہا تھا اور نہ ہی کوئی پُر کشش اور پُر فریب وعدہ تھا جو غریب لوگوں کو کشاں کشاں اسلام کی طرف کھینچے چلے آ رہا تھا۔ دراصل غرباءَ و مساکین اور چھوٹے لوگوں کو اسلام اور پیغمبرؐ اسلام کی طرف لانے میں اسلام کی حقانیت اور صداقت

Marfat.com

کے علاوہ جو وجوہات اور محرکات کار فرما تھے ان میں دو چیزیں بڑی نمایاں اور انسانی فطرت و طبیعت کے عین مطابق نظر آتی ہیں۔

پہلی وجہ

ایک تو اسلام کی وہ ازلی و بنیادی تعلیمات تھیں جن میں سارے انسانوں کو بحیثیت انسان برابر کا محترم و مکرم قرار دیا گیا ہے۔ اسلام کسی طبقاتی تقسیم کا روادار نہیں اس میں کسی منصب امارت دولت مندی اور ذات برادری کو وجہ فضیلت نہیں بنایا گیا۔ یہاں کوئی آدمی محض اس لیے قابلِ احترام نہیں کہ وہ کسی بڑے خاندان یا اونچی ذات سے تعلق رکھتا ہے یا اس کے پاس دولت کا انبار لگا ہوا ہے اور کوئی غریب و نادار آدمی صرف اس وجہ سے کمتر اور گھٹیا نہیں سمجھا جا سکتا کہ اس کے پاس دولت نہیں یا کسی نچلے طبقہ سے تعلق رکھتا ہے۔ بلکہ یہاں تو ایک بد کردار خاندانی اور امیر و غنی آدمی اپنی دولت کے ڈھیر ہوتے ہوئے بھی اس فقیر و کنگال سے کمتر ہو سکتا ہے جسے اللہ کریم نے قول و فعل کی صداقت اور ایمان و خلوص کے خزانوں سے مالا مال کر رکھا ہو۔ اسلام میں ہر چھوٹے بڑے انسان کی عزتِ نفس' اس کی تکریم ذات' اس کے انسانی جذبات قلبی احساسات اور اس کی جملہ ضروریات کا پورا پورا خیال رکھا گیا ہے یہاں کوئی رنگ نسل اور خاندان کا امتیاز نہیں اسلام میں کسی بھی حکومتی عہدے دار اور منصب دار حتی کہ امیر المومنین اور خلیفۃ المسلمین تک کو کوئی خصوصی استحقاق حاصل نہیں۔ عوام کے مقابلے میں وہ کوئی وی آئی پی کا درجہ نہیں رکھتا۔ مکہ کی سرزمین پر' جہاں غریب لوگوں کو دوسرے درجہ کا انسان گردانا جاتا' جن کی کوئی تعظیم تکریم اور استحقاق نہ تھا' جنہیں امراء و روساء اور وڈیرے لوگ انسان سمجھنے کے لئے بھی تیار نہ تھے۔ جن کے جذبات اور احساسات کو مسلسل کچلا جا رہا تھا اور جن کا کوئی پرسان حال نہ تھا وہاں

وَلَقَدۡ كَرَّمۡنَا بَنِيۡۤ اٰدَمَ (سورۃ بنی اسرائیل: ۷۰)

اور ہم نے تمام بنی آدم کو عزت دی ہے

Marfat.com

اور لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ

(بلاشبہ ہم نے ہر انسان کو بہترین انداز میں پیدا کیا ہے)

کے جانفزا خدائی اعلان میں بلا کی کشش اور جاذبیت تھی۔ اس کے ساتھ ہی پیغمبر اسلام کی زبان سے جاری ہونے والا مساوات انسانی کا مستقل ضابطہ اور قانون "اَلنَّاسُ کَاَسْنَانِ الْمُشْطِ" (۴) (سارے انسان کنگھی کے دانوں کی طرح برابر ہیں) اور

"اَلْمُسْلِمُوْنَ تَتَکَافَأُ دِمَاءُ ھُمْ وَیَسْعٰی بِذِمَّتِھِمْ اَدْنَاھُمْ" (۵)

(تمام مسلمانوں کا خون برابر ہے اور ادنی مسلمان بھی دوسروں کا ذمہ اٹھا سکتا ہے۔)

ان کے اسلام کے دامن رحمت میں پناہ لینے کا داعیہ بن رہا تھا۔ فقیروں، معاشی دھکوں کے ماروں، پریشان حالوں مظلوموں کمزوروں، مجبوروں، غریبوں مسکینوں، غلاموں اور بڑوں کے ڈسے ہوئے لوگوں کے گویا یہ دل کی آواز تھی۔ حضورؐ ان کے قلبی جذبات و احساسات کی ترجمانی کر رہے تھے یہاں ان کے انسانی جذبات کا پورا پورا احساس کیا جا رہا تھا اس لیے ان غریب لوگوں کا اسلام کے دامن میں پناہ لینا ایک فطری امر تھا۔

یہی اسلامی تعلیمات تھیں جو غریب و کمزور لوگوں کو ہمیشہ اسلام اور نبیوں کے قریب لانے کا بڑا باعث تھیں۔ حضرت نوح علیہ السلام پر پہلے پہل ایمان لانے والے غریب اور کمزور لوگ ہی تھے۔ جنہیں آپؑ کی قوم کے نخوت شعار امراء "اراذل" اور "ارذلون" کے ہتک آمیز الفاظ اور ناموں سے یاد کرتے تھے۔ (۶) حضرت صالح علیہ السلام پر ابتدا ہی میں ایمان لانے کی سعادت حاصل کرنے والے بھی کمزور لوگ تھے (۷) اسی طرح حضرت مسیح عیسی علیہ السلام کے ابتدائی ماننے والے غریب مچھیرے ہی تھے اور ایک قول کے مطابق دھوبی (۸) اور یہی وہ دین اسلام کی احترام آدمیت اور انسانی عظمت و مساوات کی تعلیم تھی جس نے فارس

Marfat.com

کے سپہ سالار رستم کے دربار میں غریب کمزور اور نیچے کے لوگوں کو متاثر کیا جس کا قصہ یوں ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ کے دور حکومت میں فارس (ایران) کے ساتھ جنگ کے دوران ایک مرتبہ معروف صحابی حضرت مغیرہؓ بن شعبہ سفیر بن کر رستم کے دربار میں تشریف لے گئے دربار کو سفیر اسلام پر رعب ڈالنے کے لئے بڑے اہتمام سے سجایا گیا تھا۔ جس آدمی کے دل میں خدا تعالیٰ کا خوف سما جائے وہ دنیا کی کسی طاقت سے بھلا مرعوب کیوں ہو گا۔ حضرت مغیرہؓ بڑے دھڑلے اور بے باکی سے رستم کے ساتھ اس کے تخت پر بیٹھ گئے۔ درباری چمچوں نے حضرت مغیرہؓ کا یوں رستم کے برابر بیٹھنا رستم کی توہین سمجھا۔ انہوں نے آپؓ کو نیچے اتار لیا اس موقعہ پر حضرت مغیرہؓ نے بڑے پر جوش اور مؤثر انداز میں عربوں اور مسلمانوں کے اندر پائی جانیوالی انسانی عظمت اور انسانی مساوات کو بیان کیا۔ ان کی یہ تقریر طبری کے حوالے سے پہلے باب میں گزر چکی ہے۔ درباریوں پر اس تقریر کا رد عمل یہ ہوا کہ

فَقَالَتِ السفلةُ صَدَقَ وَاللهِ العَرَبِیُّ وَقَالَتِ الدها قِیْنُ وَاللهِ لقدْرَمیٰ بکِلَامٍ لَا یَزَالُ عَبِیْدنا یَنزِعُوْنَ اِلَیْهِ قاتَلَ اللهُ اَولینَا مَاکَانَ اَحْمَقَهُمْ حِیْنَ کَانُوا یَصغُرُوْنَ اَمْرَهٰذِہِ الاُمَّةِ (۹) أشْرَافُ الناسِ یَتبعُوْنَهُ اَمْ ضُعَفَاءُهُمْ ؟

(نیچے کے لوگوں نے کہا خدا کی قسم اس عربی نے سچ بات کہی ہے۔ سرداروں نے کہا قسم بخدا!! اس آدمی (حضرت مغیرہؓ) نے ایسی بات پھینکی ہے کہ ہمارے سب غلام اس کی طرف کھنچے چلے جائیں گے۔ خدا ہمارے پہلوں کو غارت کرے وہ کس قدر احمق تھے کہ انہوں نے اس قوم (مسلمانوں) کے معاملے کو ہلکا سمجھا)

دوسری وجہ

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم پر غریب کمزور اور نچلے درجے کے تصور کیے گئے لوگوں کے

Marfat.com

پہلے پہل ایمان لانے کی دوسری بڑی وجہ آپؐ کا ان لوگوں کے ساتھ ذاتی اور عملی رویہ تھا۔ حضورﷺ انسانی عظمت و مساوات، احترام آدمیت اور غریب و کمزور لوگوں کے ساتھ ہمدردی خیر خواہی اور غمخواری کا محض زبانی کلامی لیکچر نہیں دے رہے تھے۔ خالی خولی جلسے کرنا جلوس نکالنا اور جذباتی و جوشیلی تقریریں کرنا آپؐ کا معمول نہیں تھا۔ آپؐ سمجھتے تھے کہ خالی تقریر اور شعلہ بیانی سے بھوکے آدمی کا پیٹ نہیں بھر سکتا۔ اس کی غربت کا علاج نہیں ہو سکتا۔ اور نہ ہی اس کے معاشی دُکھوں کا مداوا ہو سکتا ہے۔ آنجنابﷺ کا کام آفت زدوں کے نام پر چندے کرنا یا مظلوموں کے نام پر جلسے کرنا نہیں بلکہ مظلوموں کی عملی داد رسی تھا۔ حضورﷺ اس بات کو بخوبی جانتے تھے کہ مظلوموں کے نام پر جلسے کرنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی شخص زخمی ہو جائے اور آپؐ اس کو ہسپتال یا ڈاکٹر کے پاس لے جانے کی بجائے ایک شاندار "زخمی کانفرنس" منعقد کرنے کے لئے دوڑ پڑیں۔ حضورﷺ کی مجلس میں شاہان روم و فارس اور رؤساء مکہ کی مجلسوں کی مانند کوئی درجہ بندی نہیں تھی۔ حضورﷺ جس نگاہ سے ابوبکرؓ، عثمان بن عفانؓ، عبدالرحمن بن عوف اور سعد بن ابی وقاصؓ جیسے شرفاء کو دیکھ رہے تھے اس سے کہیں زیادہ پیار و محبت رافت و رحمت اور شفقت کی نگاہ سے غریب مسلمانوں بلال حبشیؓ، صہیب رُومیؓ، خباب بن الارتؓ، یاسرؓ اور ان کے بیٹے عمارؓ کو دیکھ رہے تھے نبی رحمتﷺ اتنی بڑی خاندانی اور روحانی جلالت شان کے باوجود ان غریبوں کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے ان کے ساتھ کھانے پینے اور ان کے ساتھ چلنے پھرنے میں کوئی عار محسوس نہیں فرماتے تھے۔ ان کے دکھ درد اور خوشی و غمی میں برابر کے شریک تھے۔ پھر یہ کہ حضورﷺ کی طبیعت میں یہ تبدیلی کوئی اچانک اور ڈرامائی انداز میں نہیں آگئی تھی۔ غریب لوگ چالیس سال سے مسلسل آپؐ کی انسانی ہمدردی اور غریب و لاچار حضرات کے ساتھ آپؐ کی عملی غمخواری کا مشاہدہ کر رہے تھے جس کی گواہی اعلان نبوت کے وقت آپؐ کی محرم راز رفیقہ حیات سیدہ خدیجہ الکبریٰؓ نے بھی دی تھی۔

اس امر میں کوئی شبہ نہیں اور ہمارا اس بات پر عقیدہ ہے کہ ہدایت و گمراہی اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ اسی کی توفیق سے یہ غریب اور کمزور لوگ دائرہ

Marfat.com

اسلام میں داخل ہوئے انہیں دین اسلام کی طرف لانے میں ان کے ازلی مقدر و نصیب کا بھی دخل تھا تاہم ان غریب لوگوں کے پہلے پہل اسلام قبول کرنے میں یقیناً حضور ﷺ کی محبتوں، کرم نوازیوں، اور بندہ نوازیوں کا بھی بڑا دخل اور حصہ ہے۔ اگر حضور ﷺ بلال حبشیؓ کو اپنے پاس نہ بٹھاتے ہوتے اگر آپؐ کا خباب بن الارت لوہار کے پاس آنا جانا نہ ہوتا، اگر آپؐ کا غریب اور اجنبی یاسر کے خاندان سے کوئی تعلق نہ ہوتا اگر آپؐ ان غریب لوگوں کی تکالیف کو رفع نہ کرتے ہوتے ان کے زخموں پر مرہم نہ رکھتے ہوتے۔ ان کے دکھوں میں ان سے ہمدردی نہ کرتے ہوتے ان کے آنسو نہ پونچھتے ہوتے، ان کے بوجھوں کو نہ اٹھاتے ہوتے اور ان کی ہر طرح کی مشکلات کو حل نہ کرتے ہوتے تو شاید وہ صورت حال نہ ہوتی جو آج تاریخ کی کتابوں میں موجود ہے۔ یہ عام مشاہدے کی بات ہے کہ کسی حیوان سے بھی پیار کیا جائے تو وہ پیار کرنے والے سے مانوس ہو جاتا ہے۔ اس کے پیچھے پیچھے دوڑتا اور دم ہلا ہلا کر اپنی محبت کا اظہار کرتا ہے۔ یہ تو عقل و شعور سے عاری حیوان کا حال ہے۔ ظاہر ہے جب کسی انسان سے پیار کیا جائے گا۔ اس پر احسان کیا جائے گا۔ اس کے ساتھ بے لوث ہمدردی اور خیر خواہی کی جائے گی تو وہ اپنے محسن کا کیونکر ممنون نہیں ہو گا اور کیونکر اس کی غلامی کا دم نہیں بھرے گا۔ احسان کے بدلے میں غلامی اور عبدیت کا اظہار تو انسان کی فطرت میں داخل ہے۔ بڑے لوگوں، صاحب ثروت اور اصحاب جاہ و مال کی تو ہر کوئی عزت کرتا ہے۔ مگر غریب آدمی کو کون عزت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ حضور ﷺ نے ان غریبوں کو عزت دی انہیں پیار دیا۔ ان کی اہمیت بنائی معاشرے میں انہیں بلند مرتبہ عطا کیا۔

نشہ پلا کے گرانا تو سب کو آتا ہے
مزہ تو جب ہے کہ گرتوں کو تھام لے ساقی

پیغمبروں کے ابتدائی پیروکار۔ غریب اور کمزور لوگ

پیغمبروں کی تاریخ پر نظر ڈالیں تو معلوم ہو گا کہ سب کے ابتدائی پیروکار غریب لوگ ہی تھے حتیٰ کہ غریبوں اور کمزوروں کا ایمان لے آنا پیغمبروں کی نبوت و

Marfat.com

صداقت کی ایک نشانی بن گیا تھا۔ شاید اس کی وجہ یہ بھی ہو کہ ان لوگوں پر حب جاہ' حب مال اور حب ریاست کی تہیں بہت ہلکی چڑھی ہوتی ہیں۔ حضورؐ نے ۷ھ میں جب شاہان وقت کو اسلام کی دعوت دینے کے لئے دعوت نامے ارسال فرمائے تھے تو ایک دعوت نامہ یا خط ہرقل قیصر روم کو بھی بھیجا تھا۔ قیصر نے حقیقت حال معلوم کرنے کے لئے ابو سفیان سے جو مکہ کے ایک رئیس تھے اور جو ابھی تک اسلام نہیں لے آئے تھے' حضورؐ کے بارے میں چند سوالات کیے۔ پھر ان سوالات پر اپنے تاثرات بھی بیان کیے۔ ابو سفیان اور ہرقل کے درمیان یہ مکالمہ بڑی تفصیل کے ساتھ بخاری شریف جلد اول کی کتاب الجہاد میں نقل ہوا ہے ان سوالوں میں ہرقل کا ایک سوال یہ بھی تھا کہ

اشراف الناس یتبعونه ام ضعفاء هم

شرفا اور بڑے لوگ اس کی اتباع کر رہے ہیں یا کمزور لوگ

تو ابو سفیان نے جواب دیا

بَلْ ضُعَفَاءُهُمْ

بلکہ ضعیف لوگ ہی اس کی پیروی کر رہے ہیں

اس کے جواب میں قیصر نے اپنے تاثرات بیان کرتے ہوئے کہا

ہُم اَتْبَاعُ الرُّسُولِ (۱۰)

ایسے غریب و کمزور لوگ ہی پیغمبروں کے پیرو کار ہوا کرتے ہیں

بالکل اس قسم کی بات مدینہ کے یہودی علماء نے اس وقت کی تھی جب ان کے پاس اہل مکہ نے نضر بن حارث اور عقبہ بن ابی معیط کو اس لیے بھیجا تھا کہ وہ توراۃ و انجیل کی روشنی میں اس مدعی نبوت کے بارے میں ان سے معلوم کریں۔

یہودی علماء نے اس سفارت سے ایک سوال یہ کیا کہ

فَمَنْ یَتْبَعُهٗ مِنْکُمْ

تم میں سے کون لوگ اس کی اتباع کر رہے ہیں

سفیروں نے کہا **سفلتنا**

ہم میں سے نچلے اور ادنیٰ درجہ کے لوگ

Marfat.com

یہ سن کر یہودی علماء نے کہا اگر یہ بات ہے تو یہ مدعی نبوت وہی نبی ہے جس کی صفات اور نشانیاں آسمانی کتابوں میں بیان ہوئی ہیں (۱۱)

غریب آدمی کے نبی ہونے پر روٴساء مکہ کا تعجب

یہ شعر جسے غالباً" معروف عربی شاعری ابو تمام نے حماسہ میں نقل کیا ہے' کتنا سچا اور مبنی بر حقیقت ہے کہ

ویزری بعقل المرء قلة ماله
وان کان اسری من رجال واحولا

یعنی ایسا آدمی جو دنیا بھر سے زیادہ صاحب مروت' ہوشیار' دانا اور عقلمند ہے اگر اس کے پاس مال نہیں ہے تو وہ دنیا کے نزدیک بے عقل ہے۔

غریب آدمی کے متعلق جاہل دنیا پرستوں بے خبر دنیا داروں اور غافل سرمایہ داروں کی ذہنیت اور رویہ ہمیشہ کچھ یوں رہا ہے کہ

لینے نہ پائے نشوونما سایہ میں ان کے
چھتنار درختوں کی اسی میں ہے بڑائی

کسی عاقل سے عاقل غریب شخص کی سیادت و قیادت کو بھلا کوئی امیر کبیر وڈیرا اور جاگیردار کیسے مان سکتا ہے وہ اس کو اٹھتا کیسے دیکھ سکتا ہے۔ یہ تو خود ساختہ اور مزعومہ بڑائی کی ہتک اور توہین ہے۔ کسی آدمی کو پیغمبر اور رسول ﷺ تسلیم کر لینے کا صاف مطلب یہی ہے کہ تمام چھوٹے بڑے معاملات میں اس کو قائد اتھارٹی اور حرف آخر مانا جائے اس کے حکم اور فیصلے کو قبول نہ کرنا تو بہت دور کی بات ہے۔ اس کے فیصلہ پر دل میں کسی قسم کی تنگی اور ناگواری بھی محسوس نہ کی جائے۔ (۱۲)

جب رسول ؐ کا مطلب یہ ہے تو کیسے ممکن تھا کہ مکہ کے روساء' امراء اور وڈیرے مکہ کے ایک غریب آدمی کو اپنا نبی اور قائد تسلیم کر لیتے۔ عتبہ' شیبہ' عاص بن وائل' امیہ بن خلف' اخنس بن شریق' ولید بن مغیرہ' ابولہب اور ابو جہل جیسے

Marfat.com

سرمایہ دار، سود خور، بتوں کے پجاری اور پروہت حضورؐ کی مخالفت میں اٹھ کھڑے ہوئے۔ ان کے پلید اور گندے ذہن میں اور تنگ کھوپڑی میں یہی بات نہیں آتی تھی کہ ایک غریب آدمی کو کیونکر نبوت جیسے اہم منصب پر فائز کیا جا سکتا ہے۔ اگر اللہ نے کسی انسان کو نبی اور رسولؐ کے طور پر منتخب کرنا ہی تھا تو اس کے اولین مستحق مکہ اور طائف کے سردار تھے۔ انگوروں کے باغات کے مالک، زر و جواہر میں کھیلنے والے اور بنو مخزوم کے تزک و احتشام کے امین ولید بن مغیرہ نے اس تعجب اور حیرانی کا ذکر کرتے ہوئے کہا۔

أَيُنزَلُ عَلَىٰ مُحَمَّدٍ وَأُتْرَكُ وَ أَنَا كَبِيرُ قُرَيْشٍ وَ سَيِّدُهَا وَيُتْرَكُ أَبُو مَسْعُودٍ عَمْرو بنِ عُمَيْرِ الثَّقَفِي سَيِّدُ ثَقِيفٍ فَنَحْنُ عَظِيمَا الْقَرْيَتَيْنِ (۱۳)

(کیا مجھے چھوڑ کر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر قرآن اتارا جائے گا حالانکہ میں قریش کا وڈیرا اور سردار ہوں اور کیا قبیلہ ثقیف کے رئیس ابو مسعود عمرو بن عمیر کو ترک کر دیا جائے گا جب ہم دو آدمی مکہ اور طائف کے سرکردہ ہیں تو ہمیں چھوڑ کر اس غریب محمدؐ کو نبی کیسے بنایا جا سکتا ہے)

امام غزالیؒ نے اس ولید پلید کے الفاظ یوں نقل کیے ہیں۔

اِنَّ الْوَلِيْدَ بنَ مُغِيْرَة قَالَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْكَانَتِ النبوّة حَقًّا لَكُنْتُ اَوْلٰى بِهَا مِنْكَ لِاَنِّيْ اَكْبَرُ مِنْكَ سِنًّا وَاَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا

(امام غزالی فقہ السیرۃ ص ۲۶ طبع قاہرہ ۱۹۶۴)

(ولید بن مغیرہ نے حضورؐ سے کہا! اگر نبوت حق ہوتی تو میں تجھ سے زیادہ اس کا مستحق تھا کیونکہ میں تجھ سے عمر میں بڑا اور مال میں زیادہ ہوں)

Marfat.com

سمیع و بصیر رب نے ولید بن مغیرہ وغیرہ کی اس بات کو یوں بیان کیا ہے۔

وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ (سورة زخرف: ۳۱)

(اور کہنے لگے یہ قرآن ان دو بستیوں (مکہ اور طائف) کے کسی بڑے آدمی پر کیوں نہیں نازل کیا گیا)

قریش مکہ کے ہاں اکثر جاہل قوموں کیطرح کسی شخص کا اولاد اکبر میں سے ہونا ایک بڑا معیار ریاست و سرداری کا تھا۔ حضورؐ کے والد اول تو اپنے والد کی اولاد اکبر نہ تھے اور پھر آپؐ کی پیدائشی یتیمی، جس کی بنا پر آپؐ اپنی کفالت کے لئے پہلے دادا اور پھر ایک نسبتا" مفلس چچا کے ظاہرا" دست نگر رہے۔ یہ سب باتیں مل ملا کر آپؐ کو کسی طرح بھی قریش کی نظر میں "عظیم" نہیں بننے دیتی تھیں۔ وہ تو توہین آمیز تعجب میں کہتے تھے۔

ءَاُنْزِلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ مِنْۢ بَيْنِنَا (سورة ص: ۸)

(کیا ہمارے ہوتے ہوئے ہم میں سے اس پر قران اتارا گیا کیا ایسا ہو سکتا ہے ہرگز ممکن نہیں)

امیہ بن خلف اپنے مال اور زر و جواہر کے نشہ میں ہی غریب و صابر محمدؐ کو اپنی زہریلی زبان سے ڈستا اور آپؐ کے معصوم دل کو زخمی کرتا تھا جس کے جواب میں اللہ کریم نے ارشاد فرمایا ہے (۱۴)

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِ ۙ الَّذِيْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ... الخ (سورة الهمزه: ۱تا۴)

(ہلاکت ہے ہر عیب جوئی کرنیوالے اور طعنہ دینے والے کے لئے جو مال جمع کرتا رہتا اور گن گن کر رکھتا ہے وہ یہ سمجھتا ہے کہ اس کا مال اس کے پاس سدا رہے گا۔ ہرگز نہیں وہ ضرور بہ ضرور چور چور کر دینے والی آگ میں جھونکا جائے گا)

Marfat.com

حضور ﷺ نے ابوجہل کا کیا بگاڑا تھا آپ کا کیا قصور تھا کہ وہ کوئی اذیت کا موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتا تھا۔ ظاہر ہے آپ کا یہی جرم تھا کہ بظاہر غریب ہو کر ان روساء کی سرداریوں نمبرداریوں اور چودھراہٹوں کو چیلنج کر رہے تھے۔ ابوجہل دولت کے نشے میں ہی حضور کے ساتھ یہ گھٹیا اور نازیبا رویہ اختیار کیے ہوئے تھا۔ جس کی طرف اللہ نے یوں اشارہ کیا۔ (۱۵)

كَلَّا إِنَّ الْإِنسَانَ لَيَطْغَىٰ أَن رَّآهُ اسْتَغْنَىٰ

(ہاں بیشک انسان حد سے نکل جاتا ہے کیونکہ وہ اپنے آپ کو بڑا مستغنی دیکھتا ہے)

ابولہب اور اس کی مردود بیوی کے ناپاک ذہن میں بھی یہی اپنی دولت مندی کا خناس اور مالداری کا بھوت سوار تھا جو انہیں اپنے شریف بھتیجے اور پڑوسی محمد رسول اللہ فداہ ابی وامی کو بلاوجہ ذہنی و جسمانی تکلیف پہنچانے پر اکسا رہا تھا اور انہیں جہنم کا ایندھن بنا رہا تھا۔ ان کے اسی ذہنی فتور کی طرف قرآن نے اشارہ کرتے ہوئے کہا ہے

مَا أَغْنَىٰ عَنْهُ مَالُهُ وَمَا كَسَبَ (سورة تبت يدا: ۲) (سورة تبت يدا: ۲)

(نہ اس کا مال اس کے کام آیا اور نہ ہی اس کی کمائی اسے بچا سکی)

طائف کے وڈیرے اور غریبِ مکہ

اہل طائف اور وہاں کے خرمست رئیسوں کا انکار بھی محض ان کی امارت اور حضور ﷺ کی ظاہری غربت کی بنا پر تھا۔ حضور ﷺ جب اہل مکہ سے نا امید ہو کر طائف کی قسمت جگانے کے لئے وہاں تشریف لے گئے اور وہاں کے سرداروں کو توحید کی دعوت دی تو رئیسان طائف نے اپنی دولت مندی کے نشے اور گھمنڈ میں آپ کے ساتھ انتہائی ذلت آمیز تحقیر آمیز، گھٹیا ترین اور انسانیت سے بھی گرا ہوا رویہ اختیار کیا۔ ان بدبختوں نے عام انسانی اخلاق کا بھی مظاہرہ نہ کیا۔ چلو حضور کی بات نہ مانتے کلمہ نہ پڑھتے کم از کم ایک اجنبی مسافر اور مہمان کا ہی خیال

Marfat.com

کر لیتے مگر انہوں نے ایسا کرنے کی بجائے الٹا حضور ﷺ کا مذاق اڑایا اور انتہائی گستاخانہ انداز میں آپ کی بات سننے سے بھی انکار کر دیا۔ بھلا یہ وڈیرے لوگ بظاہر ایک غریب و مسکین کی بات کیونکر سن سکتے تھے۔ ابن سعد کے بیان کے مطابق آپ دس دن تک طائف میں قیام پذیر رہے اور ان دنوں میں آپ نے کوئی سردار ایسا نہ چھوڑا جس کے پاس تشریف نہ لے گئے ہوں مگر سب نے انکار کیا۔ انکی ذہنیت بھی وہی رؤسا مکہ جیسی تھی کہ ایک غریب و فقیر آدمی کیونکر نبی بن سکتا ہے۔ چنانچہ ایک نے ناک چڑھاتے ہوئے کہا:

اما وجد الله احدا یرسله غیرک(١٦)

(اللہ کو کیا تمہارے سوا کوئی آدمی نہ ملا تھا جس کو وہ رسول بنا کر بھیجتا)

پھر ان بدبختوں نے صرف انکار پر ہی اکتفا نہ کیا بلکہ آپ کو شہر سے نکال دیا اور اوباش چھوکرے آپ کے پیچھے لگا دیے۔ جنہوں نے پتھروں سے آپ کے جسم اطہر کو لہو لہان کر دیا۔ جتنی اذیت رنج اور دکھ آپ کو اس روز پہنچا اتنا نہ کبھی پہلے پہنچا تھا اور نہ کبھی بعد میں پہنچا۔ (۱۷)

قرآن مجید کے الفاظ میں مشرکین کا درج ذیل جملہ اور مطالبہ بھی اسی فرعونی ذہنیت کی عکاسی کرتا ہے کہ غریب اور بے مایہ آدمی کیسے نبی مانا جا سکتا ہے۔ ان کا کہنا تھا۔

لَوْلَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْهِ مَلَكٌ فَیَكُوْنَ مَعَهٗ نَذِیْرًا اَوْ یُلْقٰۤى اِلَیْهِ كَنْزٌ اَوْ تَكُوْنُ لَهٗ جَنَّةٌ یَّاْكُلُ مِنْهَا

(اس کے پاس کوئی فرشتہ کیوں نہیں بھیجا گیا کہ وہ اس کے ساتھ ڈراتا یا اس کے پاس کوئی خزانہ۔ غیب سے آپ اتارا جاتا یا اس کے پاس کوئی باغ ہوتا جس سے یہ کھاتا (پیتا))

مشرکین مکہ کے اس بے بنیاد مطالبے کا جواب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا کہ کسی منصب بالخصوص رسالت جیسے اہم اور عظیم و عالی مقام منصب کے لئے معیار دولت نہیں ہے۔ نبوت کا استحقاق روپے پیسے کے ڈھیر، زر و جواہر کے خزائن

Marfat.com

اور باغات کی کثرت کی بنیاد پر نہیں۔ نبوت تو محض ھبہ اور عطیہ الٰہی ہے۔ جس میں کسی انسان کے کسب کا دخل نہیں ہوتا ورنہ تو

تَبٰرَكَ الَّذِيْ اِنْ شَآءَ جَعَلَ لَكَ خَيْرًا مِّنْ ذٰلِكَ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَيَجْعَلْ لَّكَ قُصُوْرًا

(سورۃ الفرقان: ۱۰)

(وہ ذات بڑی عالیشان ہے کہ اگر چاہے تو آپ کو اس سے بہتر بھی چیز دیدے یعنی بہت سے باغات جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں اور وہ آپ کے لئے بہت سے محلات بنادے)

ابو جہل کے انکار کی کہانی۔ خود اس کی اپنی زبانی

حقیقت ہمیشہ چھپی نہیں رہتی۔ اس پر جتنا بھی پردہ ڈالا جائے بالآخر کسی نہ کسی طرح ظاہر ہو کر ہی رہتی ہے۔ ابوجہل (عمرو بن ہشام) جسے حضورؐ نے "فرعون ھذہ الامتہ" اس امت کا فرعون قرار دیا تھا' آپؐ کی مخالفت اور اذیت رسانی میں سب سے گوئے سبق لیے ہوئے تھا۔ آپؐ کو اس قدر ستانے اور تنگ کرنے میں آخر کونسا داعیہ اور محرک تھا جس کی وجہ سے وہ مردود اتنی مشقت میں پڑا ہوا تھا اور خواہ مخواہ "اوکھا" ہو رہا تھا یہ داعیہ اور اصل سبب کیا تھا خود اس کی زبان باطل ترجمان سے سن لیجئے۔

مکہ کی دھرتی پر اللہ کے پاک کلام نے ایک تہلکہ مچا دیا تھا۔ پاک پیغمبرؐ کی مبارک زبان پر یہ لاہوتی نغمہ کوئی معمولی بات نہ تھی بلکہ حالی کے الفاظ میں "اک نسخہ کیمیا" اور "بجلی کا کڑکا" تھا

اتر کر حرا سے سوئے قوم آیا
اور اک نسخۂ کیمیا ساتھ لایا

وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوتِ ہادی
عرب کی زمیں جس نے ساری ہلا دی

Marfat.com

روساءِ مکہ جو دن بھر حضورؐ کی اور قرآن کی مخالفت میں سرگرم رہتے راتوں کو چھپ چھپ کر زبان نبوت پر جاری اس لاہوتی نغمے کو سن کر اپنی ادبی حس اور ذوق کے لئے طراوت کا سامان مہیا کرتے۔ ایک مرتبہ ابوسفیان بن حرب ابوجہل اور اخنس بن شریق نے مسلسل تین راتیں ایسا کیا۔ تیسرے دن صبح اخنس ابوجہل کے پاس پہنچا اور اس نے پوچھا یار اکیلے بیٹھے ہیں سچ سچ بتا جو کچھ تو نے محمدؐ کی زبان سے سنا ہے اس کے بارے میں تیری رائے کیا ہے ابوجہل نے جواب دیا کہ اصل بات یہ ہے۔

تَنَازَعْنَا نَحْنُ وَبَنُوْ عَبْدِمَنَاف الشرفَ اَطْعَمُوا فَاَ طْعَمْنا وَحَمَلُوا فَحَمَلْنَاوَاَعْطَوْ ا فَاَعْطَيْنَاحتىٰ اِذَا تَجَارَيْنَا عَلَى الرُكْب وَكُنَاكَفَرْ سَى رَهان قَالُوا مِنَا نَبِيٌ يَاْتِيهِ الْوَحْيُ مِن السَّمَاءِ فَمَتىٰ نُدْرِكُ مِثْلَ هٰذِه وَاللّٰهِلانُوْمِنُ بِه اَبَداً وَلَا نُصَدِّقُهُ فَقَامَ عَنْهُ الاَخْنَسُ وَ تَرَكَهُ(۱۸)

(ہم میں اور عبد مناف کے بیٹوں میں مقابلہ ہوا۔ انہوں نے کھلایا تو ہم نے بھی کھلایا۔ انہوں نے سوار کرایا تو ہم نے بھی سوار کرایا۔ انہوں نے دیا تو ہم نے بھی دیا۔ پھر جب ہم نے ان کے کندھے سے کندھا ملا لیا اور گھوڑ دوڑ کے میدان کے دو برابر گھوڑوں کی مانند ہو گئے تو عبد مناف والوں نے کہا: ہم میں ایک نبی ہے جس پر آسمان سے وحی آتی ہے بھلا ہم ایسی بات کہاں سے پائیں اللہ کی قسم! ہم اس پر کبھی بھی ایمان نہیں لائیں گے اور نہ کبھی اس کی تصدیق کریں گے۔ اخنس یہ سن کر اٹھا اور دفع ہوا)

یہ تھی وہ اصل بات اور اصل حقیقت اور پس پردہ چیز جس کی وجہ سے ابوجہل اور دیگر روسائے مکہ آپؐ کی مخالفت پر تلے ہوئے تھے۔ ان کی سرداریاں

Marfat.com

اور مفادات خطرے میں پڑ گئے تھے۔ ورنہ آپؐ ان سے کوئی چندہ اور مالی مفاد تو نہیں چاہتے تھے۔ دنیا تو آپؐ جوتے کی نوک پر بھی نہیں لکھتے تھے مخالفین کی طرف سے لاکھوں کروڑوں کی پیشکشوں کو پائے حقارت سے ٹھکرا کے رکھ دیا تھا۔ ان کی تکذیب کسی اشتباہ یا کسی دلیل کی بنیاد پر نہ تھی بلکہ محض ضد' ہٹ دھرمی' تعصب' مخالفت برائے مخالفت کیوجہ سے تھی۔ مشرکین مکہ کی تکذیب کی اصل وجہ بیان کرتے ہوئے اللہ کی علیم بذات الصدور ذات نے فرمایا:

بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ عِزَّةٍ وَّشِقَاقٍ (۱۹)

(کافروں کا انکار کسی دلیل پر مبنی نہیں اصل یہ ہے کہ یہ لوگ تعصب اور مخالفت میں پڑے ہوئے ہیں)

Marfat.com

ابواب

روساءِ مکہ کا مذاق

حضور ﷺ کی غربت کا مذاق

حضور ﷺ خود بھی مالی اعتبار سے فقیر آدمی تھے اور پہلے پہل جو لوگ اسلام لائے ان کی اکثریت بھی غریب اور کمزور لوگوں پر مشتمل تھی۔ دولت کے نشے میں مخمور سرداران مکہ ایک طرف حضور ؐ کے اتنے بڑے دعوی (دعوی نبوت) کو دیکھتے دوسری طرف ظاہرا" آپ ؐ کی غربت اور ناداری کی کیفیت دیکھتے تو آپ ؐ کا مذاق اڑاتے۔ سورہ الفرقان میں ہے۔

وَاِذَا رَاَوْكَ اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا اَهٰذَا الَّذِيْ بَعَثَ اللّٰهُ رَسُوْلًا (سورة الفرقان: ۴۱)

اور جب یہ لوگ آپ ؐ کو دیکھ لیتے ہیں تو بس آپ ؐ کا تمسخر ہی اڑاتے ہیں (اور کہتے ہیں) کیا یہی وہ حضرت ہیں جنہیں خدا نے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے۔ یاد رہے بقول مفسرین "ھذا" یہاں تحقیر کے لئے ہے۔ اسی قسم کا ایک استہزائیہ جملہ سورہ الانبیاء میں بھی ذکر ہوا ہے:

وَاِذَا رَاٰكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا اَهٰذَا الَّذِيْ يَذْكُرُ اٰلِهَتَكُمْ (سورة الانبياء: ۳۶)

(اور یہ کافر لوگ جب آپ ؐ کو دیکھتے ہیں تو آپ ؐ کے ساتھ ہمیشہ مذاق ہی کرتے ہیں (اور کہتے ہیں) کیا یہی وہ پیغمبر ہیں جو تمہارے معبودوں کا ذکر (برائی سے) کیا کرتے ہیں)

حلبی کے بیان کے مطابق پاک معصوم اور بے ضرر پیغمبر ؐ کے ساتھ مذاق

Marfat.com

کرنے والوں میں ابوجہل ابولہب عقبہ بن ابی معیط' حکم بن العاص' عاص بن وائل' ولید بن مغیرہ۔ اسود بن المطلب نضر بن حارث' اسود بن عبد یغوث اور حارث بن قیس وغیرہ جیسے ازلی بدبخت' پیش پیش تھے۔ یہ بدبخت خدا فراموش اور آخرت فراموش وڈیرے مختلف انداز میں کس طرح حضورؐ کے ساتھ مذاق کرتے' کیسے بدتمیزیاں کرتے کیسے تنگ کرتے کیسے ستاتے۔ کیسے منہ و ناک بناتے' کیسے طنزیہ اشارے کرتے۔ یہ دلگداز اور جگرپاش داستان ابن ہشام اور علی بن برہان الدین حلبی وغیر نے بڑی تفصیل سے بیان کی ہے۔ اردو میں مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ نے سیرت المصطفٰے کی جلد اول میں اس موضوع پر خاصا مواد جمع کیا ہے (۲۰)

آسمان پر تھوکا واپس تھوکنے والے کے منہ پر ہی آتا ہے۔ ان کے ہر حربے آزمانے' ایڑی چوٹی کا زور لگانے اور پھونک مارنے کے باوجود چراغ مصطفوی کی روشنی مدھم نہ ہو سکی بلکہ آہستہ آہستہ یہ روشنی بڑھتی گئی اور تاریک دلوں کو منور کرتی گئی۔

يُرِيدُونَ اَنْ يُّطْفِئُوا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَيَاْبَى اللّٰهُ اِلَّآ اَنْ يُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُوْنَ.

(یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے منہ سے بجھا دیں حالانکہ اللہ کو نا منظور ہے (ہر صورت) بجز اس کے کہ اپنے نور کو کمال تک پہنچائے خواہ کافروں کو (کیسا ہی) ناگوار گزرے۔) سورۃ توبہ: ۳۲

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

جس آدمی کی پشت پر جس کی حفاظت کرنے والا اور جس کی تائید و نصرت کرنے والا اللہ قادر مطلق ہو' اسے کوئی بڑے سے بڑا وسائل کا مالک اور قوت و طاقت والا بھلا کیسے نقصان پہنچا سکتا ہے۔ مکہ کے جس غریب کو اس کا رب بلند کرنا چاہتا تھا۔ روساء مکہ کی یہ بھونڈی حرکتیں اسے انتہائی بلندیوں تک پہنچنے سے کیسے

Marfat.com

روک سکتی تھیں۔ رب کریم نے کائنات ارضی و سماوی اولین و آخرین اور نوری وخاکی مخلوق میں اسے وہ شان اور بے حد ولا انتہاء رفعت اور ایسی بزرگی عطا فرمائی کہ اصحاب بصیرت اس تک عدم رسائی کا اعتراف کرتے ہوئے کہہ اٹھے

لَا یُمْکِنُ الثَّنَاءُ کَمَا کَانَ حَقُّہٗ
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

امام بوصیری نے قصیدہ بردہ میں اس حقیقت کا اظہار یوں کیا ہے:

فَاِنَّ فَضْلَ رَسُوْلِ اللّٰہِ لَیْسَ لَہٗ
حَدٌّ فَیُعْرِبُ عَنْہُ نَاطِقٌ بِفَمٍ

غریب مومنین کے ساتھ مذاق

مکہ کی سنگلاخ زمین پر اللہ کریم کی طرف سے باران رحمت ہو رہی تھی۔ اور سب پہ برابر کی پڑ رہی تھی۔ ابوجہل ابولہب عتبہ شیبہ امیہ بن خلف اور عاص بن وائل جیسے رئیسوں اور ازلی بدبختوں کے دلوں کی زمینیں شور زدہ اور سیم زدہ تھیں ان کے اندر روئیدگی کی صلاحیت ہی ختم ہو گئی تھی اور نہ ہی وہ اپنی زمینوں کو ہرا اور آباد کرنے کے خواہاں تھے اس لیے یہ بارش ان کے بگاڑ میں مزید تقویت کا باعث بنی۔ جبکہ اس کے مقابلے میں عمار بن یاسر' امیہ کے غلام بلال' ابو فکیہہ صہیب رومی' عامر بن فہیرہ' یاسر' مکہ کے غریب لوہار خباب بن الارت جیسے خوش نصیبوں کے دلوں کی زمینیں قابل اور روئیدگی کی صلاحیت رکھنے والی تھیں۔ مکہ کے روحانی مالی نے جب ان میں ایمان کا بیج بویا اور اوپر سے وحی الٰہی کی صورت میں رحمت کی بارش ہونے لگی تو ان غرباء کے دل کی زمینیں ہری بھری اور آباد ہو گئیں۔

باراں کہ در لطافت طبعش خلاف نیست
درباغ لالہ روید وذر شور بوم خس

یہ ہے اپنی اپنی قسمت یہ نصیب اپنا اپنا

Marfat.com

کوئی پھول چن کے لایا کوئی خار گلستاں سے

حسن زبصرہ بلال از حبش صہیب از روم
زخاک مکہ ابوجہل ایں چہ بو العجبی است

ایمان کی دولت سے سرفراز یہ غرباء و مساکین جب مکہ کے وڈیروں' جاگیرداروں' رئیسوں اور دولت کے گھمنڈ میں مخمور امراء کے پاس سے گزرتے تو یہ بڑے لوگ ان کی غریبانہ اور مسکینانہ ہیئت کو دیکھ کر ان پر انگلیاں اٹھاتے آوازیں کستے استہزاء کرتے اور ازراہ طنز کہتے:

اَهٰٓؤُلَآءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنْ بَيْنِنَا (انعام:۵۳)

(کیا یہی حضرات ہیں جن پر ہم میں سے اللہ نے احسان کیا ہے۔)

اجی ان لوگوں کی بدحالی دیکھو یہ تو اپنے دین کو اللہ کی نعمت بتلاتے ہیں کیا یہی بدحالی اور بھوک ننگ (العیاذ باللہ) اللہ کی نعمت ہے۔ ان کا پیغمبر تو کہتا ہے کہ اگر تم یہ کلمہ پڑھ لو تو

مَلَكْتُمْ بِهَا الْعَرَبَ وَدَانَتْ لَكُمْ بِهَا الْعَجَمُ (۲۱)

(تم اس کلمے کی برکت سے سارے عرب کے بادشاہ بن جاؤ گے اور سارا عجم تمہارا باجگزار ہو گا)

کیا یہی وہ لوگ ہیں جو عرب و عجم کے بادشاہ بنیں گے غرض اس قسم کے زبانی نشتروں سے ان غریب اور مظلوم مؤمنین کے دلوں کو چھلنی کرتے رہتے ایمان کی پاداش میں ان غریب اور غلام مسلمانوں پر ان کے امیر آقاؤں نے مصائب و آلام کے پہاڑ ڈھا دیے۔ جسمانی اذیت اور صعوبتوں کے ریکارڈ توڑ دیے اور ظلم وزیادتی کی تمام حدیں عبور کر گئے (۲۲) پھر ٹھٹھہ مذاق استہزا تشنیع اور طعن کے تیر اور نوکدار نشتروں سے جب ان کے پہلے سے شکستہ دلوں کو چھلنی کرتے ہوں گے تو ان پر کیا گزرتی ہو گی اور ان قلبی زخموں سے انہیں کتنی تکلیف پہنچتی ہو گی اس کا کچھ اندازہ وہی غریب لوگ کر سکتے ہیں جنہیں اس قسم کی صورت حال سے دو چار

Marfat.com

ہونے کا موقع اکثر ملتا رہتا ہے۔ سچ ہے۔

جراحات السنان لہا التیام
ولا یلتام ماجرح اللسان

نیزوں کے زخم تو مندمل ہو جایا کرتے ہیں۔ مگر زبان کا لگایا ہوا زخم کبھی مندمل نہیں ہوتا۔ مگر قربان جائیں استقامت کے ان کوہ ہمالیوں پر کہ ظالموں کا کوئی حربہ' کوئی طاقت' کوئی زور' کوئی لالچ' کوئی چارہ کوئی خوف کوئی دبدبہ۔ کوئی پنجہ آزمائی اور کوئی مار ان کے بظاہر نحیف اور در حقیقت مضبوط ترین ہاتھوں سے محمد عربی کا دامن نہ چھڑا سکی۔ محمد رسول اللہ ﷺ نے انہیں توحید کا ایسا جام پلایا کہ زندگی بھر اس کا نشہ اتر نہ سکا۔ رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ۔

لٹ جائے اگر دولت کونین تو کیا غم
لیکن نہ چھٹے ہاتھ سے دامان محمد ﷺ

اللہ کے ہاں غریب مسلمانوں کا مقام

اللہ کے نزدیک کسی انسان کے معزز' محترم' مکرم صاحب حیثیت اور قابل وقعت ہونیکا پیمانہ وہ نہیں جو دولت کے نشے میں مخمور خاندانی بڑائی پہ مغرور نخوت پسند روساء دنیا داروں اور سرمایہ داروں کے نزدیک عام طور پر ہوا کرتا ہے۔ ظاہر پرست اور دنیا کی پر فریب چمک دمک اور بھول بھلیوں میں گرفتار لوگ ہر انسان کو روپے پیسے قوم و نسل اور جاہ و منصب کی عینک سے دیکھتے ہیں۔ ان کے نزدیک یہی روپیہ پیسہ' سیم و زر خاندان و برادری رنگ و نسل اور کرسی و اقتدار کسی آدمی کو دیکھنے کا معیار اور کسوٹی ہے۔ جو آدمی اس معیار اور کسوٹی پر پورا اترتا ہو وہ ان کے ہاں قابل احترام ہے چاہے اس کے اندر آدمیت اور انسانیت کی بو تک نہ ہو۔ اور وہ آدمی جو ان کے اس خود ساختہ اور مزعومہ معیار پر پورا نہ اترتا ہو وہ رذیل و ذلیل ہے اور ان کی نظروں میں پرکاہ کی حیثیت بھی نہیں رکھتا خواہ وہ غریب آدمی کتنی ہی انسانی خوبیوں اور کمالات کا مالک اور فرشتہ سیرت کیوں

Marfat.com

نہ ہو۔ اسلامی تعلیمات سے نابلد دولت والے' جاگیردار' سرمایہ دار اور کالے دھن کے مالک لوگوں کی ذہنیت جو آج ہے ہر دور میں یہی رہی ہے۔ اسی غلط ذہنیت اور گھٹیا سوچ کے نتیجے میں روساء مکہ غریب مسلمانوں کے ساتھ استہزاء کرتے' انہیں بنظر حقارت دیکھتے اور بالکل بے حیثیت و بے وقعت سمجھتے۔ حتی کہ ان غریب مسکین اور کمزور مسلمانوں کے ساتھ مل کر ایک مجلس میں بیٹھنا بھی اپنی کسر شان گردانتے۔ اس لئے انہوں نے ایک مرتبہ حضورﷺ کے پاس مشروط پیغام بھیجا کہ اگر آپؐ ان غریب مسلمانوں کو اپنی مجلس سے ہٹا دیں یا کم از کم ہمارے لئے علیحدہ مجلس بنا دیں تو ہم آپؐ کی بات سنتے ہیں۔ مگر ان جاہلیت اور کفر کی تاریکیوں میں ڈوبے ہوئے وڈیروں کو کیا معلوم تھا کہ بلال حبشیؓ' صہیب رومیؓ' عمار بن یاسرؓ' سالم مولی ابی حذیفہؓ' صبیح مولی اسیدؓ' مقداد بن عمروؓ اور ابن مسعودؓ جیسے مفلسین جنہیں وہ حقارت کی نگاہوں سے دیکھ رہے تھے اور جن کے قریب بیٹھنا بھی قبول نہیں کر رہے' وہ اللہ جل شانہ کی بارگاہ میں کتنا بلند مرتبہ و مقام رکھتے تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمتہ للعالمین ذات نے اپنی طبعی رحمتؐ کے تقاضے اور ان سرداران مشرکین کے ایمان و اخروی نجات اور پھر ان کی وجہ سے ان کی متبعین کے ایمان کی آرزو میں غریب و مخلص صحابہ کو اپنی مجلس سے ہٹا دینے کا ارادہ کر لیا تھا (۲۳) اور یہ ارادہ بھی ایک عظیم دینی مصلحت اور دین کے فروغ کے لئے فرمایا تھا مگر اللہ کو یہ بات پسند نہ تھی کہ چند دنیا داروں کی خاطر مخلص مومنین کو بارگاہ نبوی سے اٹھا دیا جائے اس لئے فوراً" وحی نازل ہوئی۔

وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ

(سورۃالانعام: ۵۲)

(اور ان لوگوں کو (اپنی مجلس سے) نہ نکالیے جو صبح شام اپنے پروردگار کو پکارتے رہتے ہیں خاص اسی کی رضا کا قصد کرتے

Marfat.com

ہوئے۔ آپؐ کے ذمہ ان کا حساب ذرا بھی نہیں اور نہ ان
کے ذمہ آپؐ کا ذرا بھی حساب ہے جس سے آپؐ انہیں (اپنی
مجلس سے) نکالنے لگیں اور یوں آپؐ کا شمار بے انصافوں میں
ہو جائے۔)

حضورؐ کی غمخوار ذات کو اس بات کی بڑی فکر بڑا غم بڑا افسوس اور بڑا رنج تھا کہ مشرکین مکہ ایمان نہیں لا رہے اور عدم ایمان کی وجہ سے اپنی عاقبت خراب کر رہے ہیں۔ قلب مصطفویؐ میں مخلوق کی بے پایاں شفقت و رحمت کا سمندر کس قدر موجزن تھا یا آنجنابؐ کو مشرکین مکہ ایمان نہ لانے کا کتنا اندوہ کتنا غم اور کتنا تاسف تھا اس کا صحیح اندازہ لگانے کے لئے ہمارے پاس کوئی پیمانہ نہیں اور نہ ہی دلی کیفیات و جذبات کو پیمانوں سے ناپا جا سکتا ہے تاہم اللہ نے حضورؐ کی اس غمگینی اور اندوہناکی سے تھوڑا سا پردہ یوں ہٹایا ہے۔

فَلَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفۡسَکَ عَلٰۤی اٰثَارِهِمۡ اِنۡ لَّمۡ یُؤۡمِنُوۡا بِهٰذَا الۡحَدِیۡثِ اَسَفًا (سورۃ الکهف:٦)

(اے پیغمبرؐ تیری حالت تو یہ ہو رہی ہے کہ اگر یہ لوگ اس
تعلیم پر ایمان نہ لے آئیں تو عجیب نہیں کہ تو ان کے پیچھے
افسوس کے مارے اپنی جان ہلاکت میں ڈال دے)

معلوم ہوا حضورؐ کو ایک تو ان سرکردہ مشرکین کے کسی نہ کسی طرح ایمان کی زبردست تمنا اور خواہش تھی۔ دوسرے یہ خیال تھا کہ رئیس لوگ ایمان لے آئیں گے تو اسلام کی رونق بڑھے گی۔ اسلام کو ترقی ملے گی اور بڑے لوگوں کے ایمان لانے سے ان کے متبعین پیروکار اور زیر اثر لوگ بھی دائرہ اسلام میں داخل ہوں گے تو مسلمانوں کی تعداد و قوت اور مالی حیثیت میں مزید اضافہ ہو گا۔ بعض صحابہؓ نے روساء مکہ کے مذکورہ مطالبہ کو پورا کر دینے کا مشورہ بھی دیا (۲۴) مگر اللہ کریم یہ نہیں چاہتا تھا کہ محض زینت دنیا کے لئے اور دولت مندی کی وجہ سے مکہ کے رئیسوں کی پذیرائی کی جائے اور ان غریب مسلمانوں کو جو سراپا

Marfat.com

اطاعت سراپا اخلاص سراپا بندگی اور سراپا محبت تھے' بارگاہ نبویؐ سے محض اس لیے اٹھا دیا جائے کہ وہ دولت سے تہی دامن ہیں۔ اللہ کے نزدیک امت مسلمہ کا جمال و کمال یا اسلام کی رونق مال و متاع اور ظاہری ساز و سامان دنیوی سے نہیں بلکہ اخلاص و اطاعت سے ہے وہ غریب فقیر مسکین اور کمزور درجہ کے لوگوں میں ہو تو بھی رونق اسلام بڑھے گی اور امت کو عروج و ترقی ملے گی۔ بارگاہ الٰہی میں اصل دولت ایمان و اخلاص ہے نہ کہ دنیوی جاہ و مال۔ اس لیے سختی کے ساتھ تاکید فرما دی گئی کہ

> وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا (سورۃ الکھف:۲۸)
>
> (اے پیغمبر ﷺ آپؐ اپنے آپؐ کو مقید رکھا کیجئے ان لوگوں کے ساتھ جو اپنے پروردگار کو پکارتے رہتے ہیں صبح و شام محض اس کی رضا جوئی کے لئے اور اپنی آنکھوں کو ان سے نہ ہٹایئے دنیوی زندگی کی رونق کے خیال سے)

ان غریب مگر وفا و اخلاص کے پتلوں کی عزت افزائی پر اتنا ہی اکتفا نہیں فرمایا کہ اللہ نے محبوب نبی کو اپنی مجلس سے اٹھانے سے منع فرما دیا اور ان کے ساتھ اپنے آپؐ کو روک رکھنے کا تاکیدی حکم دیا بلکہ مزید ایک قدم آگے بڑھ کر پیغمبر کو حکم ہوا

> وَاِذَا جَآءَكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ (سورۃ الانعام:۵۴)
>
> (اے پیغمبر ﷺ جب تیرے پاس میرے یہ (غریب) بندے آئیں جو ہماری آیات پر ایمان رکھتے ہیں تو انہیں (میری طرف سے) سلام کہہ دے اور انہیں بتا دے کہ

Marfat.com

تمہارے رب نے اپنی ذات پر رحمت کو لازم کر رکھا ہے وہ تمہارے ساتھ دنیا و آخرت میں رحمت ہی کا معاملہ کرے گا۔)

یہاں ایک قاری کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ رؤساء مشرکین کا یہ مطالبہ تو بڑا آسان اور قابل عمل تھا کہ کم از کم ان کے لئے ایک مجلس علیحدہ کر دی جاتی یا ان کے واسطے ایک نشست خاص کر دی جاتی تا کہ ان کے اسلام قبول کرنے کی بھی کوئی صورت نکل آتی۔ مگر ہمارے پاس کونسا ثبوت ہے اور کیا دلیل ہے کہ اگر ایسا کر دیا جاتا تو وہ ضرور ایمان لے آتے۔ وہ اب تک کتنے منہ مانگے معجزات دیکھ چکے تھے اس کے باوجود انہیں راہ راست پر آنے کی توفیق نہ ہوئی۔ چند دولت مندوں دنیا داروں اور سرکشوں کی خاطر اسلام کے بنیادی اصولوں کو کیوں توڑا جاتا۔

اسلام تو آیا ہی خاندان نسل ذات برادری رنگ پیشے اور دولت کی بنیاد پر جنم لینے والی طبقاتی تقسیم کو مٹانے کے لئے تھا۔ جو فساد فی الارض کا سب سے بڑا باعث ہے۔ جہاں بھی یہ تقسیم ہو گی وہاں معاشی اور سماجی بگاڑ ہی ہو گا تمیز بندہ و آقا فساد آدمیت ہے۔ دوسرے وعظ و نصیحت اور تبلیغ اسلام کے لئے اس طرح کی الگ مجلس میں سرکش اور مغرور سرمایہ داروں کا ایک خاص اعزاز تھا جس سے غریب مگر مخلص مسلمانوں کی دل شکنی یا حوصلہ شکنی ہو سکتی تھی۔ تو اللہ کریم جو شکور ہے جو بہت بڑا لجپال اور وفا شعار ہے وہ اپنے ان بندوں کی دل شکنی کیسے گوارا کر سکتا تھا جن کی زندگی کا مقصد صرف اپنے رب کی رضا جوئی تھا اور جو صبح شام بلکہ ہر لحہ اور ہر دم اس کی یاد اور محبت میں محو اور مست رہتے تھے اور جو اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے دم قدم سے جی رہے تھے جو حضور ﷺ کی نگاہ کرم کے پیاسے اور نظر محبت کے بھوکے تھے۔ حضور ﷺ ایک مرتبہ نظر التفات فرما دیتے اور محبت و شفقت سے انہیں دیکھ لیتے تو ان کے فقر و فاقہ ناداری اور تنگدستی کے سارے غم کافور ہو جاتے ان کے زخم مندمل ہو جاتے انہیں روحانی و قلبی تسکین ہو جاتی اور رئیسان مکہ کی طرف سے پہنچنے والی ساری اذیتیں بھول جاتیں اس لیے

Marfat.com

اللہ کریم نے فرمایا: اے پیغمبرﷺ اِن مخلصین سے شعوری طور پر اور قصداً" بے توجہی اور عدم التفاتی تو کجا غیر شعوری اور غیر دانستہ طور پر بھی آپؐ کی نظرِ التفات ان سے ہٹنے نہ پائے۔

مندرجہ بالا آیت کریمہ کے نازل ہونے کے بعد پیغمبر اکرمﷺ اٹھے۔ خود چل کر ان غریب صحابہؓ کے پاس تشریف لے گئے اور فرمانے لگے اس اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے اپنی امت میں سے تم لوگوں کے ساتھ اپنے آپؐ کو روک رکھنے اور مقید کرنے کا حکم دیا ہے اب میرا جینا اور مرنا تمہارے ساتھ ہی ہو گا (۲۵)

اندازہ کیجئے جس دین میں ان غریب اور کمتر درجہ کے لوگوں کا جن کی اب تک معاشرے میں کوئی حیثیت نہ تھی' اتنا خیال رکھا جا رہا تھا انہیں امراء کے مقابلے میں اتنی اہمیت دی جا رہی تھی ان کی دلجوئی کا اتنا اہتمام کیا جا رہا تھا وہ کیوں نہ دین اسلام اور پیغمبر اسلامﷺ کے فدائی اور شیدائی بنتے۔ ایک اور مکی سورت میں بڑے زور دار اور تاکیدی الفاظ میں پیغمبر اکرم اور آپؐ کی معرفت سارے مسلمانوں کو حکم فرمایا گیا۔

لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِّنْهُمْ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِينَ (۲۶)

(آپؐ اپنی آنکھ اٹھا کر بھی ان چیزوں کو نہ دیکھیے جو ہم نے ان (مشرکین مکہ و دیگر کفار کی) مختلف قسموں (گروہوں یا جماعتوں) کو دے رکھی ہیں اور نہ ان لوگوں (کے ایمان نہ لانے) پر غم کیجئے۔ آپؐ تو ایمان لانے والوں کے لئے اپنے بازو جھکائے رکھیے)

خفض جناح کے لفظی معنی بازو جھکانے کے ہیں محاورہ میں اس سے مراد ہوتا ہے شفقت و نرم خوئی سے پیش آنا اس آیت میں گو مطلق "مومنین" کا لفظ آیا ہے تاہم آیت کا سیاق سباق بتاتا ہے کہ یہاں فقراء مومنین بطور خاص مراد ہیں۔ اسی چیز کی طرف نکتہ سنج مفسر رازی نے یوں اشارہ کیا ہے۔

Marfat.com

وَالْمَقْصُوْدُاَنَّہٗ تَعَالٰی لَمَّا نَہَاہُ عَنِ الْاِلْتِفَاتِ اِلٰی اُولٰئِکَ الْاَغْنِیَاءِ مِنَ الْکُفَّارِ اَمَرَہٗ بِالتَّوَاضُعِ لِفُقَرَاءِ الْمُسْلِمِیْنَ(۲۷)

مقصد یہ ہے کہ جب اللہ نے حضورﷺ کو کفار کے ان غنی لوگوں کی طرف التفات سے منع فرمایا تو آپؐ کو مسلمانوں کے فقیر حضرات سے تواضع انکساری شفقت اور نرمی سے پیش آنے کا حکم فرمایا ذرا اندازہ کیجئے کہاں پیغمبر اور پیغمبر اعظم و آخر اور کہاں یہ غریب امتی شرف و منزلت کے اعتبار سے مقابلہ ہی کیا مگر یہاں صراحت کے ساتھ اور بڑی تاکید کے ساتھ حکم آقا اور پیغمبر کو مل رہا ہے کہ وہ اپنے غلاموں اور امتیوں کے ساتھ ہمیشہ شفقت اور نرمی سے پیش آتا رہے۔ یہ تعلیم بھلا اسلام کے سوا کہاں نظر آئے گی سورۃ الانعام کی مذکورہ آیت اور اس کی ہم مفہوم احادیث سے استنباط کرتے ہوئے فقہاء نے لکھا ہے کہ

وَقَدْ حَصَلَ مِنْ قُوَّۃِ الْاٰیَۃِ وَالْحَدِیْثِ النَّھْیُ عَنْ اَنْ یعظم اَحَدٌ لِجَاھِہٖ وَلِثَوْبِہٖ وَعَنْ اَنْ یُّحْتَقَرَ اَحَدٌ لِخُمُوْلِہٖ وَلِرَثَاثَۃِ ثَوْبِہٖ(۲۸)

آیت کے زور دار الفاظ یعنی صیغہ نہی اور اس قسم کی احادیث سے اس امر کی ممانعت معلوم ہوئی کہ کسی آدمی کی محض اس کے جاہ و مرتبہ اور خوش لباسی کی وجہ سے تعظیم و تکریم کی جائے اور کسی غریب آدمی کی محض کمزوری اور بدلباسی کیوجہ سے تحقیر کی جائے۔ یہ دونوں باتیں ناجائز ہیں۔

ایک غریب نابینا کی خاطر پیغمبر اکرمﷺ کو تنبیہ

اسلام کے ابتدائی زمانہ کی بات ہے جب ایک بار حضورؐ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم روسائے مکہ ابوجہل بن ہشام، عتبہ ابن ربیعہ، ابی بن خلف، امیہ ابن خلف اور شیبہ وغیرہ کو سمجھا رہے تھے اور جیسا کہ پیچھے گزرا حضورﷺ کی اپنی طبعی و جبلی رافت و رحمت اور شفقت کیوجہ سے زبردست خواہش تھی کہ یہ لوگ کسی طرح ایمان لے آئیں اور یوں آخرت کے دائمی عذاب سے نجات پا جائیں۔ دوران

Marfat.com

گفتگو ایک غریب نابینا صحابی عبداللہ بن ام مکتوم نامی آگئے انہیں اپنی نابینائی اور معذوری کیوجہ سے شاید ان لوگوں کی موجودگی اور گفت و شنید کا پتہ نہ چل سکا اور آتے ہی حضور ﷺ سے کوئی مسئلہ دریافت کرنے لگے بقول مولانا عبدالماجد دریا آبادی جاہلی تہذیبوں میں (حسب بیان سابق) اونچ نیچ کا فرق (Social Status) ہمیشہ بہت ہی مبالغہ آمیز رہا ہے۔ برہمن کے برابر شودر بھلا کہیں بیٹھ سکتا ہے لارڈز کے ساتھ (Commoner) کھانے کی ایک میز پر کہیں جمع ہو سکتا ہے قریش کے جاہلی تمدن میں بھی ایک غریب آدمی کی جسارت بڑی بد تہذیبی میں داخل تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تبلیغ و اشاعت دین کی دھن میں ان لوگوں کی تالیف قلب خاص طور پر مد نظر تھی۔ ایسے موقعہ پر ان نابینا صحابی کی نادانستہ مداخلت آپؐ کو قدرۃً" ناگوار گزری۔" (تفسیر ماجدی تحت سورۃ عبس)

اصولی طور پر حضور ﷺ کی ناگواری غلط نہ تھی۔ کیونکہ یہ نابینا صحابی پکے مسلمان تھے حل طلب مسئلہ کسی اور وقت میں بھی پوچھا جا سکتا تھا جبکہ دوسری طرف روسائے مکہ کے ایمان و اسلام کا مسئلہ تھا۔ ظاہر ہے دل کے خطرناک مرض اور جان بلب مریض کا علاج پہلے کیا جانا ضروری ہے نہ کہ ایک صحت مند و تندرست آدمی کو مزید صحت کے لئے کوئی دوائی دینا۔ مگر اللہ کریم کو جو صرف امراء و روساء کا ہی نہیں غرباء و مساکین کا بھی رب ہے' غریب نابینا کے ساتھ حضور ﷺ کا یہ طرز عمل اور رویہ پسند نہ آیا۔ حضور ﷺ کو چونکہ رہتی دنیا تک کے لئے ایک نمونہ بننا تھا۔ اس لیے آپؐ کو تنبیہ فرمائی گئی اور تنبیہہ بھی بڑے محبت آمیز لہجے میں۔ ارشاد ہوا۔

عَبَسَ وَتَوَلّٰىٓ اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّهٗ يَزَّكّٰىٓ اَوْ يَذَّكَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰى اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰى فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰى وَمَا عَلَيْكَ اَلَّا يَزَّكّٰى وَاَمَّا مَنْ جَآءَكَ يَسْعٰى وَهُوَ يَخْشٰى فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰى (سورۃ عبس: ۱تا ۱۰)

Marfat.com

وہ (پیغمبرؐ) چیں بہ جبیں ہوئے اور منہ پھیر لیا اس بات پر کہ ان کے پاس نابینا آیا اور (اے محبوبؐ!) آپؐ کو کیا خبر، شاید وہ سنور ہی جاتا یا نصیحت قبول کر لیتا اور اس کو نصیحت کرنا فائدہ ہی پہنچاتا۔ سو جو شخص (دین سے) بے پروائی کرتا ہے آپؐ اس کی تو فکر میں پڑ جاتے ہیں درانحالیکہ آپؐ پر کوئی الزام نہیں اگر وہ نہ سنورے۔ اور جو شخص آپؐ کے پاس دوڑتا ہوا آتا ہے اور وہ (اللہ سے) ڈرتا (بھی) ہے تو آپؐ اس سے بے اعتنائی برتتے ہیں۔

سبحان اللہ! کتنا پاس ہے کتنا لحاظ ہے اور کس قدر بلند و مرتبہ و اعزاز ہے ایک غریب و مخلص مومن کا اللہ کے نزدیک کہ اس کی خاطر اپنے محبوب پیغمبرؐ کو تنبیہ اور ایک قسم کی سرزش کی جا رہی ہے۔

پھر قربان جاؤں اس عظیم امین پیغمبرؐ پر جس نے اپنی تنبیہ اور سرزنش پر مشتمل آیات کو بھی قیامت تک کے لئے دنیا کے سامنے پیش کر دیا ورنہ کس کو معلوم ہو سکتا تھا کہ پیغمبر کو ایک غریب نابینا سے عدم التفاتی پر تنبیہ کی گئی ہے۔ اس مقام پر "رسول عربی اور عصر جدید" کے مؤلف سید محمد اسمٰعیل صاحب (ریٹائرڈ چیف آڈیٹر مغربی پاکستان) نے بڑی عمدہ بات لکھی ہے۔ فرماتے ہیں۔

"باتیں اکثر چھوٹی چھوٹی ہوا کرتی ہیں لیکن ان کے نتائج بہت بڑے ہوا کرتے ہیں۔ جو کچھ حضور اکرمؐ نے کہا بشری فراست کا وہی تقاضا تھا جو کچھ خدا نے فرمایا اس کے محیط علم کا بھی وہی تقاضا تھا۔ نفس واقعہ کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتا لیکن قرآن کریم میں سورہ عبس و تولی کا وجود بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ ماہرین نفسیات جانتے ہیں کہ اس کا وجود حضور اکرمؐ کی صداقت کی منہ بولتی دلیل ہے۔ کوئی مدعی کاذب اپنی کسی ذاتی خامی یا کوتاہی کا ذکر گوارا نہیں کرتا اور کوئی مصلحت بین دانشور مصلح بھی ایسی چیزوں کا اپنی کتاب میں ذکر کرنا مناسب نہیں سمجھتا جس سے اس کی خامی ظاہر ہوتی ہو یہ صرف ایک سچے رسول سے ہی توقع کی جا سکتی ہے کہ وہ پیغام الٰہی کو بلا کم و کاست انسانوں تک پہنچا دے اور اس کی بالکل پرواہ نہ کرے کہ اس کی کسی بشری خامی یا عملی کوتاہی پر تنقید تفہیم یا سرزنش ہو رہی ہے۔ قرآن کریم میں سے ایسے کئی اور نظائر پیش کیے جا سکتے ہیں جو قلب رسول اکرمؐ کی پاکیزگی کی

Marfat.com

روشن دلیلیں ہیں۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔"
(سید محمد اسماعیل : رسول عربی اور عصر جدید : ص ۱۸۴ طبع مکتبہ ظلوع سحر کمرشل ایریا کراچی ۱۹۶۹ء)

ابن ام مکتوم کے لئے چادر بچھا دینا

اس تنبیہ الٰہی کے بعد مذکور نابینا صحابی جب کبھی حضورؐ کے پاس آتے تو آپؐ ان کی کتنی عزت کتنی تکریم اور کتنی دلداری فرماتے۔ حلبی کے الفاظ میں مشاہدہ فرمایئے۔ فکانَ بَعْدَ ذالِکَ اِذا جَاءَ یقولُ مَرْحَباً بِمَنْ عَاتَبَنِیْ فِیه رَبیْ وَیَبْسُط لَہٗ رِدَائه (۲۹)

اس کے بعد جب ابن ام مکتومؓ حضور ﷺ کے پاس آتے تو آپؐ فرماتے خوش آمدید ہو اس (عظیم الرتبت) شخص کے لئے جس کی وجہ سے میرے رب نے مجھے سرزنش فرمائی پھر ان کے واسطے اپنی چادر کو بچھا دیتے۔

ابن ام مکتومؓ کی خاطر تواضع

ساتھ ہی مؤرخ مذکور کی ایک اور روایت ملاحظہ فرمایئے اور اس معذور کو مبارک دیجئے کہ اہل بیت نبوی اس نابینا صحابی کی کتنی تکریم اور کتنی خاطر تواضع کرتے ہیں۔ شعبی کا بیان ہے کہ

Marfat.com

"ایک آدمی ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس آیا۔ کیا دیکھتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن ام مکتوم سیدہؓ کے پاس بیٹھے ہیں اور آپؓ لیموں کاٹ کر اور شہد میں ملا کر انہیں کھلا رہی ہیں۔ اس آدمی نے عرض کیا سیدہ! یہ کیا فرمایا: آل محمد ﷺ کی طرف سے ان کے ساتھ یہ تواضعانہ برتاؤ آج نہیں بلکہ اس وقت سے کیا جا رہا ہے جب سے اللہ نے ان کی خاطر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تنبیہ فرمائی ہے۔"
(۳۰)

کیا بلند ستارہ اور کتنا بلند نصیب ہے اس غریب نابینا صحابی کا جس کے سامنے خود پیغمبر ﷺ اور ان کے سب گھر والے بچھے جا رہے ہیں۔

Marfat.com

فصل

عزت و فضیلت کا اسلامی معیار

جیسا کہ پیچھے عرض کیا گیا کہ بعثت نبوی سے قبل عرب و عجم میں انسانی عزت و احترام اور فضیلت کا معیار خاندان' ذات' برادری' رنگ' نسل' دولت و حشمت اور جاہ و مال تھا۔ حضور ﷺ کی رحمتہ للعالمین ذات گرامی نے اس معیار کو یکسر ختم فرمایا اور اس ذہنیت و سوچ کی جا بجا نفی فرمائی۔ بخاری و مسلم کے حوالے سے مشکوٰۃ میں ہے۔

> "حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ایک آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزرا۔ آپ نے پاس بیٹھے ہوئے آدمی سے پوچھا۔ اس گزرنے والے آدمی کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے وہ کہنے لگا یہ آدمی شریف اور معزز لوگوں میں سے ہے اللہ کی قسم! یہ آدمی اس لائق ہے کہ کسی کے ہاں پیغام نکاح بھیجے یا رشتہ طلب کرے تو اسے رشتہ دیا جاتا ہے اور اگر کسی معاملے میں کسی کی سفارش کر دے تو اس کی سفارش قبول کی جاتی ہے۔ حضور ﷺ جواب سن کر خاموش ہو گئے تھوڑی دیر بعد ایک دوسرا آدمی قریب سے گزرا۔ آپؐ نے پاس بیٹھے ہوئے اس آدمی سے اس گزرنے والے کے بارے میں بھی رائے طلب کی۔ اس نے کہا: یارسول اللہ! یہ آدمی فقیر مسلمانوں سے تعلق رکھتا ہے اس غریب کا حال تو یہ ہے کہ اگر کسی سے رشتہ طلب کرے تو کوئی اسے رشتہ دینے کے لئے تیار نہ ہو

Marfat.com

اور اگر کسی کی سفارش کر دے تو کوئی اس کی سفارش قبول نہ کرے اور اگر کوئی بات کرے تو کوئی آدمی اس کی بات تک نہ سنے۔ (یہ ایک عام رجحان اور ذہنیت تھی جس کی ترجمانی پاس بیٹھنے والا آدمی کر رہا تھا۔ اس عام ذہنیت کا قلع قمع کرنے کے لئے) رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

هٰذا خَيْرٌ مِّنْ مِلْأِ الْأَرْضِ مِثْلَ هٰذَا

(یہ فقیر و غریب مسلمان دنیا بھر کے اس قسم کے امراء و اشراف سے کہیں بہتر ہے) (۳۱)

حضورؐ نے انسانی فضیلت و برتری اور اکرمیت کا معیار ہی تبدیل فرما دیا۔ شریعت مصطفوی میں کسی کی عزت اور بڑائی اس کے حسب و نسب، متاع دنیا، دولت و ثروت، مال و منال، اور جاہ و منصب کی وجہ سے نہیں اور نہ ہی کوئی انسان محض اس بنا پر عزت کا مستحق سمجھا جا سکتا ہے کہ وہ کروڑ پتی یا ارب پتی ہے اس کا رنگ گورا ہے اس کا تعلق آریائی نسل سے ہے یا وہ خان، میاں، ٹوانہ، وٹو، دولتانہ، بھٹو، جتوئی، سادات، لالیکا، اور بھروانہ خاندان سے نسبت رکھتا ہے یا صاحبزادہ اور سردار زادہ ہے۔ بلکہ اس کی عزت و بڑائی اس کے ایمان، اخلاص، تقویٰ، علم، حق پرستی، جاں نثاری، فدا کاری، نیکو کاری، راست بازی، پرہیز گاری اور حسن عمل کی بنیاد پر ہے۔ جس آدمی میں بھی ایمان و تقویٰ ہو گا وہ چاہے امیر ہو یا غریب، اللہ و رسولؐ کے نزدیک معزز و محترم ہے اور جو آدمی مؤمن اور متقی و پرہیز گار نہیں۔ دنیوی اعتبار سے وہ ثریا تک کیوں نہ پہنچا ہوا ہو اللہ و رسولؐ کے نزدیک اس کی کوئی حیثیت اور وقعت نہیں۔ وہ دنیوی ٹھاٹھ باٹھ اور آن بان کے باوجود اسلام کی نگاہ میں صفر ہے۔ ہر دور میں خوشحال اور مالدار طبقہ اپنی خوشحالی اور اپنی مالی و افرادی قوت کو عنداللہ اپنے قرب، قبولیت اور حقانیت کی دلیل سمجھتا آیا ہے۔ اسی زعم باطل کی وجہ سے مرفہ الحال لوگ انبیاء کرامؑ کی تکذیب میں پیش پیش رہے اور معصوم انبیاءؑ کو محض ان کی مالی ناداری کی بنا پر جھٹلاتے رہے۔ قرآن مجید نے حضورؐ کی زبانی رہتی دنیا تک اس زعم باطل اور اس غلط سوچ

Marfat.com

پر کاری ضرب لگائی اور واضح طور پر فرمایا کہ ظاہری خوشحالی اور مرفہ الحالی ہرگز عنداللہ قرب یا حقانیت کی دلیل نہیں جیسا کہ اکثر جاہل مالدار سمجھتے ہیں یہ اونچ نیچ اور تفاوت تو تمام تر مشیت تکوینی اور انتظامی مصالح کی بنیاد پر ہے۔ رضاء الٰہی اور اللہ کے قرب و قبولیت سے اس کا کوئی تعلق نہیں ارشاد ہوا۔

قُلْ اِنَّ رَبِّیْ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیَقْدِرُ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ. وَمَآ اَمْوَالُکُمْ وَلَآ اَوْلَادُکُمْ بِالَّتِیْ تُقَرِّبُکُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰی اِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِکَ لَهُمْ جَزَآءُ الضِّعْفِ بِمَا عَمِلُوْا وَهُمْ فِی الْغُرُفٰتِ اٰمِنُوْنَ
(سورة سبا: ۳۶.۳۷)

(اے پیغمبر ﷺ آپ فرما دیں کہ میرا پروردگار جس کے لئے چاہتا ہے رزق (یا روزی) کو پھیلا دیتا (یا زیادہ کر دیتا) ہے اور جس کے لئے چاہتا ہے روزی کو تنگ کر دیتا ہے لیکن اکثر لوگ اس (فراخی رزق یا تنگی رزق کی مصلحتوں) کا علم نہیں رکھتے۔ تمہارے مال اور تمہاری اولاد (میں سے کوئی بھی) ایسی چیز نہیں جو تم کو کسی درجہ میں ہمارا مقرب بنا دے مگر ہاں جو کوئی ایمان لائے اور نیک عمل کرے۔ سو ایسے لوگوں کے لئے ان کے عمل کا کہیں بڑھا ہوا صلہ ہے اور وہ بالا خانوں میں (بروز قیامت) چین سے بیٹھیں ہوں گے۔

اللہ کے ہاں اس دنیوی مال و دولت کی کوئی قدر نہیں۔ نہ اس کا دیا جانا عنداللہ قرب کی دلیل ہے۔ حدیث میں ہے کہ "اگر اللہ کے نزدیک دنیا کی قدر ایک مچھر کے بازو کے برابر ہوتی تو کافر کو ایک گھونٹ پانی کا نہ دیا جاتا" (۳۲) بھلا جو چیز اللہ کے نزدیک اس قدر حقیر ہو اسے سیادت و وجاہت کا معیار قرار دینا کہاں تک صحیح ہو گا۔ قریش مکہ نے نبوت و رسالت جیسے عظیم منصب پر کسی غریب آدمی

Marfat.com

کے فائز کیے جانے کو بعید از قیاس سمجھا اور یہ کہا کہ اگر اللہ کو کوئی انسان نبی بنانا ہی تھا اور کسی آدمی پر وحی اتارنا ہی تھی تو مکہ و طائف کے کسی عظیم (وڈیرے) آدمی پر یہ وحی کیوں نہ نازل ہوئی تو اس کے جواب میں اللہ کریم نے واضح فرمایا کہ دنیا' اس کا سارا ساز و سامان روپیہ پیسہ اور مال و دولت اللہ کے ہاں ایسی چیز نہیں کہ اس کی بنیاد پر وہ کسی کو نبی بناتا۔ دنیا تو اللہ کے نزدیک اتنی حقیر اور بے وقعت شے ہے کہ اگر لوگوں کے کفر میں مبتلا ہو جانے کا اندیشہ نہ ہوتا تو وہ کافروں پر جو اس کے نزدیک انتہائی مبغوض ہیں' سونے چاندی کی بارش کر دیتا۔ فرمایا۔

وَلَوْ لَا اَنْ يَكُوْنَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً لَّجَعَلْنَا لِمَنْ يَّكْفُرُ بِالرَّحْمٰنِ لِبُيُوْتِهِمْ سَقُفًا مِّنْ فِضَّةٍ وَّمَعَارِجَ عَلَيْهَا يَظْهَرُوْنَ وَلِبُيُوْتِهِمْ اَبْوَابًا وَّسُرُرًا عَلَيْهَا يَتَّكِئُوْنَ وَزُخْرُفًا

(سورۃ زخرف: ۳۳.۳۴)

اور اگر یہ بات (متوقع) نہ ہوتی کہ سب لوگ ایک ہی طریقہ کے (کافر) ہو جائیں گے تو جو لوگ خدائے رحمن کا انکار کرتے ہیں (اور اس وجہ سے خدا کے نزدیک مبغوض ہیں) تو ہم ان کے گھروں کی چھتیں چاندی کی بنا دیتے اور زینے بھی (چاندی کے بنا دیتے) جن پر یہ چڑھا کرتے ہیں اور ان کے گھروں کے دروازے اور تخت بھی (چاندی کے کر دیتے) جن پر تکیہ لگا کر یہ بیٹھتے ہیں اور یہی چیزیں سونے کی بھی کر دیتے۔

دنیوی دولت کی کمی بیشی قطعاً" اللہ کے نزدیک فضیلت و عزت کا معیار نہیں کہ اس کی بنیاد پر اللہ کریم کسی کو ایمان یا نبوت سے سرفراز فرماتے۔ مال و دولت یا رزق میں تفاوت صرف اور صرف تکوینی اور انتظامی مصالح کی وجہ سے ہے۔ اور یہ عین انسانی فطرت اور عقل کے مطابق ہے۔ یہ تفاوت نہ ہو تو دنیا کا انتظام چلنا مشکل ہو جائے۔ دنیا کی آبادی چہل پہل رونقیں اور حکومتوں کے نظام کا چلنا اسی باہمی تفاوت کے دم قدم سے ہے۔ اس چیز کی طرف قرآن مجید نے اپنے بلیغ انداز میں یوں اشارہ کیا ہے۔

Marfat.com

نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا
بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا"
(سورة زخرف:٣٢)

(ہم نے ان (لوگوں) کے درمیان ان کی معیشت (روزی) کو اس دنیوی زندگی میں تقسیم کیا اور (اس تقسیم میں) ہم نے بعض لوگوں کو بعض پر فضیلت دے رکھی ہے تا کہ ایک (صاحب فضیلت) دوسرے (مفضول) سے کام اور خدمت لے سکے۔) (۳۳)

کس آدمی کا جی نہیں چاہتا کہ اس کا رنگ گورا ہو' اس کا چہرہ مہرہ خوبصورت ہو' اس کی شکل و صورت پری صفت ہو' اس کے اعضاء و جوارح میں عمدہ تناسب ہو' اس کی تخلیق میں کوئی عیب نہ ہو' صحت مند اور توانا ہو۔ اس کا تعلق کسی اونچے گھرانے سے ہو۔ اس کا نسب کسی شریف خاندان سے ملتا ہو۔ کسی معزز قوم کے ساتھ نسبت رکھتا ہو پھر اس کے رہنے کے لئے فلک بوس کوٹھی اور خدم و حشم ہوں۔ مال و دولت کی ریل پیل ہو پھر اس پر جاہ و اقتدار کا مالک بھی ہو غرض دنیا کی ہر سہولت اور سامان تعیش اس کے پاس موجود ہو۔ مگر دنیا میں عملاً ایسا نہیں ہے ہر آدمی کی خواہشات اور تمنائیں پوری نہیں ہوتیں دراصل کسی آدمی کا خوبصورت ہونا یا بد صورت' گورا ہونا یا کالا' صحیح الاعضاء پیدا ہونا یا لنگڑا لولا' غریب گھرانے میں آنکھ کھولنا یا امیر گھرانے میں' خاندانی اعتبار سے کسی اونچے خاندان سے ہونا یا چھوٹے خاندان سے' امیر ہونا یا غریب۔ کسی کا زیادہ عقل مند ہونا یا کم عقل' عرب میں پیدا ہونا یا عجم میں' مغرب کا ہونا یا مشرق کا' زمیندار ہونا یا غیر زمیندار۔ یہ تمام وہ چیزیں ہیں جنہیں خالق کریم نے اپنے ہاتھ میں رکھا ہوا ہے اس تفریق میں کیا کیا تکوینی مصلحتیں ہیں؟ کیا کیا حکمتیں ہیں؟ انہیں خالق کائنات ہی بہتر جانتا ہے۔ تاہم یہ بات واضح ہے کہ انسانوں کے اندر اس فرق و امتیاز میں انسان کے کسی قسم کے دخل اور کسی بھی درجے میں مرضی کا اختیار نہیں۔ رب

Marfat.com

کریم جس طرح چاہے، جس رنگ روپ میں چاہے جس خاندان میں چاہے جس نوع میں چاہے انسان کو پیدا فرما دے۔

اور یہ ایک اصولی اور عقلی بات ہے کہ جس چیز میں انسان بے چارا مجبور محض ہے اس میں اس کے اپنے اختیار اور مرضی کا کوئی عمل دخل نہیں ہے اس چیز کو انسان کی وجہ فضیلت اور معیار برتری اور عزت و تکریم کا باعث بنا دیا جائے تو ظاہر ہے یہ قرین انصاف نہیں ہو گا۔ وجہ امتیاز تو اسی شے کو قرار دیا جانا چاہیے جس میں انسان کی اپنی مرضی اس کے اختیار اور کسب کا عمل دخل ہو۔

قاضی عیاض رحمتہ اللہ علیہ کی قبر کو اللہ کریم منور فرمائے بڑی پتے کی بات لکھ گئے ہیں۔ الشفاء کے باب دوم میں جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف، خصائل، اخلاق، کمالات اور محاسن کی ایمان افروز اور محبت بھری تفصیل دی ہے۔ وہاں شروع میں ایک اصولی بات لکھی ہے کہ انسان میں جمال و کمال کے خصائل اور محاسن کی دو قسمیں ہوتی ہیں۔ ایک قسم تو ان خصائل اور کمالات کی ہے جو دنیوی اور ضروری ہیں جن کا تقاضا فطرت اور اس دنیا کی ضرورت کرتی ہے یہ وہ کمالات ہیں جن میں انسان کا کسی اختیار اور اس کے کسی کسب کا دخل نہیں ہوتا۔ دوسری قسم کے کمالات کسب شدہ اور دینی ہوتے ہیں۔

وَھُوَ مَا یُحْمَدُ فاعِلُہٗ وَیُقرِّبُ اِلَی اللہِ تَعالیٰ زُلفیٰ(۳۴)

(اور یہ وہ کمالات ہیں جن کے کرنے والے کی تعریف کی جاتی ہے اور یہی کمالات انسان کو اللہ کا قرب عطا کرتے ہیں)

پھر آگے ان **مکتسب** کمالات کی تفصیل دی ہے کہ یہ سارے اخلاق عالیہ اور آداب شرعیہ ہیں مثلاً دین داری، علم، حلم، صبر، شکر، عدل، زہد، تواضع، درگزر، پاکدامنی، سخاوت، شجاعت، حیاء، مروت، خاموشی، سوچ سمجھ کر کام کرنا، وقار، رحمت اور معاشرتی آداب وغیرہ جس کے مجموعے کو "حسن خلق" کہا جاتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ انسان کی فضیلت کا معیار اس کا رنگ، نسل، خاندان،

Marfat.com

نسب، ذات، قوم، علاقہ، پیشہ، مال و دولت اور جاہ و اقتدار نہیں بلکہ اس کے اندر موجود اس کا اخلاص حسن عمل حسن اخلاق اور کردار ہے۔ قاری طیب صاحبؒ نے ایک واقعے اور حکایت کے ذریعے اس چیز کو یوں واضح کیا ہے فرماتے ہیں۔

ارسطو مشہور حکیم اور فلسفی گزرا ہے رات دن جڑی بوٹیوں کی تلاش میں رہتا اور ان کا امتحان لیا کرتا تھا وہ اپنے کام میں اتنا مشغول رہتا تھا کہ اسے نہ دن کی خبر ہوتی اور نہ رات کی۔ ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ سارے دن کا تھکا ہارا راستہ پر سو گیا۔ اتفاق سے اس دن بادشاہ کی سواری نکلی ہوئی تھی آگے آگے نقیب و چوبدار ہٹو بچو ہٹو بچو کی صدائیں لگاتے آرہے تھے مگر یہ نیند میں اس طرح مست کہ اسے کچھ خبر نہیں پڑا سوتا رہا۔ بادشاہ کی سواری کا گزر اس کے پاس سے ہوا اسے اس طرح سوتے دیکھ کر چلتے چلتے بادشاہ نے غصہ میں اسے ایک ٹھوکر ماردی اس پر اس نے کہا "بے ادب" بادشاہ نے کہا گستاخ! تو نہیں جانتا کہ میں کون ہوں ارسطو نے جواب دیتے ہوئے کہا! آپ جنگل کے درندے معلوم ہوتے ہیں اس لیے کہ وہی ٹھوکر مارتے ہوئے چلا کرتے ہیں۔ بادشاہ کو اس کے اس گستاخانہ کلام کو سن کر اور بھی غصہ آیا اس نے کہا بدتمیز! میرے پاس خزانہ ہے فوجیں ہیں قلعہ ہے تخت و تاج ہے پھر تو مجھ سے یہ گستاخانہ انداز اختیار کیے ہوئے ہے۔ ارسطو نے کہا یہ ساری چیزیں تو باہر کی ہیں تیرے اندر کون سی چیز کونسی خوبی اور کون سا کمال ہے جس دن تیرے اوپر سے یہ قباشاہی اتر جائے گی تو ذلیل ہو جائے گا تجھے کوئی پوچھنے والا نہ ہوگا۔ آدمی کو فخر اپنے اندر کی چیز پر کرنا چاہیے جب تیرے اندر کوئی کمال نہیں ہے تو تو کپڑوں اور تخت و تاج سے باکمال نہیں بن جائے گا۔ (۳۵)

نسلی اور خاندانی برتری کی حیثیت

اسی طرح خاندان قوم نسل اور اونچی ذات پر اترانا اور ذات برادری کو وجہ فضیلت گردانا بھی اللہ و رسول ﷺ کے نزدیک کوئی معنی نہیں رکھتا۔ سارے چھوٹے بڑے امیر غریب اور اونچی و نیچی ذات سے تعلق رکھنے والے دنیا بھر کے انسانوں کی اصل ایک ہی ہے

Marfat.com

ایک ڈالی کے سب ہیں برگ و ثمر
ہے کوئی ان میں خشک اور کوئی تر

(حالی)

سب کا باپ ایک ہی ہے (۳۶) یہ برادریاں قبائل جماعتیں خاندان قوم نسل اور نسب محض ایک دوسرے کی پہچان اور باہم تعارف کے لئے ہیں (۳۷) پیدائشی طور پر سب ایک دوسرے کے برابر ہیں (۳۸) محض نسب کی بنیاد پر کسی انسان کو بارگاہ الٰہی میں کوئی مقام اور برتری حاصل نہیں۔ اسی لیے مولانا جامی رحمتہ اللہ نے فرمایا۔

بندۂ عشق شدی ترکِ نسب کن جامی
کہ دریں راہ فلاں ابنِ فلاں چیزے نیست

"پدرم سلطان بود" کہنا مردانگی نہیں۔ مردانگی یہ ہے کہ خود سلطان بن کے دکھائے۔

اِنَّ الْفَتیٰ مَنْ یَقُوْلُ ھَا اَنَا ذَا
لَیْسَ الْفَتیٰ مَنْ یَقُوْلُ کَانَ اَبِیْ کَذَا

(حضرت علی المرتضیٰؓ)

(مرد وہ ہے جو کہے کہ میں ایسا ہوں نہ وہ جو کہے کہ میرا باپ ایسا تھا)

غرض نبی رحمتﷺ نے دور جاہلیت کے نسب و ذات اور امارت و غربت پر مبنی خود ساختہ معیار برتری اور مناط بزرگی کی نفی کرکے معاشرے کے غرباء مساکین اور کمزور طبقات کو ایک معاشرتی مقام عطا فرمایا۔ انہیں احساس کمتری اور احساس کمتری کے ذہنی و فکری بوجھوں سے نجات عطا فرمائی۔ دنیا میں انہیں باوقار سماجی مرتبہ اور مناسب جگہ عنایت فرمائی۔ غریب کمزور اور نچلے درجے کے لوگ جنہیں دولت کے نشے میں مست، مغرور، سرکش اور متکبر امراء و اغنیاء انسان سمجھنے کے لئے بھی تیار نہ تھے۔ جب پیغمبر اکرمﷺ کی مجلس میں روساء و شرفاء کے برابر بیٹھتے ہوں گے اور ان کا بھی وہی احترام اور وہی عزت ہوتی ہوگی جو شرفاء کی ہوتی تھی تو اندازہ لگائیں کہ ان غریبوں و کمزوروں کا قد کتنا بلند ہو جاتا اور وزن کتنا بڑھ

Marfat.com

جاتا ہو گا۔ یقینی بات ہے جن لوگوں کے لئے زندگی اجیرن بن چکی تھی۔ اور جو موت کو زندگی پر ترجیح دیتے ہوں گے انہیں زندگانی کا لطف بارگاہ نبویؐ ہی میں ملا ہو گا۔

امیروں اور غریبوں کو لڑایا نہیں گیا

یہاں اس امر کی طرف توجہ دلا دینا بھی مناسب ہے کہ حضورؐ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات عالی کسی ایک طبقے کے واسطے پیغمبر بن کے نہیں آئی تھی نہ ہی آپؐ کی رحمت کسی خاص گروہ تک محدود تھی۔ آپؐ تو رسول العالمین اور رحمتہ للعالمین بن کر تشریف لائے تھے۔ آپؐ کے پیش نظر ساری کی ساری قوم تھی۔ آپؐ کی بعثت کسی ایک طبقہ کی اصلاح کے لئے نہیں ہوئی تھی۔ آپؐ تو انسانوں کے ہر طبقہ کے مصلح اور معلم بنا کر بھیجے گئے تھے۔ غریب و امیر اور مسکین و دولت مند دونوں آپؐ کی نگاہ میں یکساں تھے۔ اس لیے آپؐ نے کسی ایک ہی طبقہ کی اصلاح کا فرض انجام نہیں دیا بلکہ دونوں طبقوں کو ترازو کے دونوں پلڑوں میں رکھ کر برابر باٹ سے تولا اور اپنی تعلیمات اور اصلاحات میں سے دونوں کو مساوی حصہ دیا۔ آپؐ نے غرباء و مساکین اور مظلوم و مقہور لوگوں کے سرمایہ داروں کے خلاف طبعی انتقامی جذبات سے فائدہ اٹھانے کی کبھی کوشش نہ فرمائی۔ قوم کے اندر ہر دلعزیزی پیدا کرنے کے لئے کبھی روٹی کپڑے اور مکان جذباتی نعرہ بلند نہ فرمایا۔ حضور ﷺ نے غرباء کو امراء کا دشمن نہیں بنایا اور نہ ہی امراء کے خلاف بھڑکایا۔ حضور ﷺ نے مزارع اور زمیندار۔ مل مالک اور مزدور، کسان اور لینڈ لارڈ، افسر اور ماتحت اور امیر و غریب کے درمیان کسی قسم کی منافرت دوری بغض یا تصادم پیدا نہیں ہونے دیا بلکہ امیروں کی تکریم اور ان کے مناسب مرتبہ کا خیال کرتے ہوئے غرباء کا معاشرتی مقام اونچا کر دکھایا۔ معاشرتی انقلاب ذہنی تبدیلی کا متقاضی تھا چنانچہ آپؐ نے سب سے پہلے قوم کے ذہن میں زبردست تبدیلی پیدا کی۔ جس کے باعث امیروں نے غریبوں کو اپنا بھائی سمجھا۔ اور اس پر عمل کر دکھایا۔ اس کے مقابلے میں غریبوں نے امراء کی تکریم اور تعظیم کو قائم رکھا۔ یہی انسان سازی اور

Marfat.com

عرب کے اجڈوں کی اخلاقی و ذہنی تربیت حضورﷺ کا بہت بڑا معجزہ اور حیرت انگیز کارنامہ ہے۔ ہر ملک اور ہر قوم میں امراء اور غرباء کے طبقے تکوینی و انتظامی مصالح کے تحت ہمیشہ موجود رہیں گے۔ ان دونوں کا وجود ایک دوسرے کے لئے مفید ہی نہیں بلکہ عقلی طور پر ضروری بھی ہے۔ اس لیے حضورؐ نے غرباء کو تعلیم دی کہ جس کو خدا نے عزت عطا کر رکھی ہو اس کی تکریم کرنا اور اس کے شایان شان مرتبہ دینا ضروری ہے (۳۹) اور امراء کو تلقین کی غرباء کی کہ محنت و مشقت کی وجہ سے ہی تمہیں دولت و عزت نصیب ہوتی ہے اس لیے تمہارا فرض ہے کہ تم غرباء کے ساتھ واجب و مناسب سلوک کرو۔ انہیں اپنا بھائی سمجھو اور انہیں ان کی غربت کی بنا پر ذلیل و حقیر اور "کمیں" نہ سمجھو

Marfat.com

فصل

غرباء کو کھانا کھلانے اور ان کے ساتھ ہمدردی کی تعلیمات

یہ جو کسی دانا نے کہا ہے کہ

"پیٹ نہ پیاں روٹیاں تے سبھے گلاں کھوٹیاں"

تو غلط نہیں کہا بلکہ انسانی فطرت کی عین ترجمانی کی ہے غالباً" اسی انسانی فطرت کو مد نظر رکھتے ہوئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جیسی اہم عبادت کو کھانے سے مؤخر کر دینے کی اجازت فرمائی۔ صحاح ستہ کی حدیث ہے

اِذَا حَضَرَ الْعَشَاءُ وَاُقِیْمَتِ الصَّلٰوۃُ فَابْدَءُوا بِالْعَشَاءِ (۴۰)

(جب شام کا کھانا آجائے اور ادھر جماعت کھڑی ہو جائے تو پہلے کھانا کھا لو (تاکہ کھانا نماز بنے نہ کہ ساری نماز کھانا بن جائے)۔

ظاہر ہے جس آدمی کا پیٹ خالی ہو جس کا ذہن روٹی میں پھنسا ہوا ہوا' جسے بھوک مضطرب کیے ہوئے ہو جو معاشی طور پر مطمئن نہ ہو یا کسی اور پریشانی میں مبتلا ہو وہ نماز یا اعلیٰ اخلاقی قدروں کی طرف کیا توجہ دے سکتا ہے وہ بلند مقاصد اور بلند نظریات کی فکر کیسے کر سکتا ہے وہ اعلیٰ تر حقیقتوں کا ذوق کیونکر پا سکتا ہے وہ علمی و عملی میدانوں میں کیونکر عظیم کارنامے انجام دے سکتا ہے اسی لئے تو حضور ﷺ بھوک سے پناہ مانگا کرتے تھے۔

Marfat.com

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْجُوْعِ فَاِنَّہٗ بِئْسَ الضَّجِیْعُ(۴۱)

(اے اللہ! میں بھوک سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ بلاشبہ بھوک بہت برا ساتھی ہے)

فقرو فاقہ سے پناہ مانگتے ہوئے حضور ﷺ نے یوں دعا فرمائی

اللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْفَقْرِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنَ الْقِلَّۃِ وَالذِّلَّۃِ(۴۲)

(اے اللہ میں فقرو تنگدستی مال کی قلت اور ذلت سے تیری پناہ چاہتا ہوں)

کیونکہ یہ فقرو فاقہ بعض اوقات انسان کو کفر تک پہنچا دیتا ہے (۴۳)

اور پھر یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ خالق کائنات نے جب انسان اول کو تخلیق فرمایا تو سب سے پہلے اس کی روٹی اور معاش کا انتظام کیا۔ بعد میں اس سے دوسرے احکامات کی تعمیل کا مطالبہ کیا گیا۔ حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔

یٰاٰدَمُ اسْکُنْ اَنْتَ وَزَوْجُکَ الْجَنَّۃَ وَکُلَا مِنْھَا رَغَدًا حَیْثُ شِئْتُمَا(۴۴)

(اے آدم! تم اور تمہاری بیوی بہشت میں رہو سہو اور اس میں جہاں سے چاہو خوب کھاؤ)

شیخ سعدیؒ کے نزدیک تو کائنات کا سارا نظام ہی انسان کی روٹی کے لئے ہے۔ فرماتے ہیں!

ابرو بادومہ و خورشید ہمہ درکارند
تاتونانے بکف آری و بغفلت نہ خوری

اللہ کریم چونکہ انسان کا خالق رازق اور رب ہے پھر وہ اس کی فطرت اور طبعی تقاضوں کو بھی بخوبی جانتا ہے اس لیے اس نے انسان کے اس طبعی تقاضے کو سب سے پہلے پورا کرنے کے انتظامات فرمائے نبی رحمتؐ جنہیں اللہ کریم نے رحمۃ

Marfat.com

للعالمین اور مؤمنین کے واسطے رؤف رحیم بنا کر مبعوث فرمایا تھا مخلوق خدا کی ہمدردی، غمگساری، خیر خواہی اور شفقت و رحمت جن کی طبیعت ثانیہ تھی کیسے ممکن تھا کہ آپؐ ضرورت مندوں محتاجوں غریبوں مسکینوں کمزوروں اور بھوکوں کی معاشی فلاح کا کوئی انتظام نہ فرماتے۔ آنجنابؐ کی ذاتی غمخواری اور دردمندی کا یہ عالم تھا کہ جب تک بھوکے کو کھانا نہ کھلا لیتے، ننگے کو کپڑا مہیا نہ فرما لیتے، مصیبت زدہ کی مصیبت دور نہ فرما لیتے، پریشان حال کی پریشانی کا علاج نہ فرما لیتے ضرورت مند کی ضرورت نہ پوری فرما لیتے۔ محتاج کی احتیاجی کا بندوبست نہ فرما لیتے، مشکل میں پھنسے ہوئے کو مشکل سے نہ نکال لیتے، درد سے کراہنے والوں کو چپ نہ کرا لیتے مظلوم کو ظلم سے نجات نہ دلوا لیتے، خوف زدوں کے خوف کو دور نہ فرما لیتے، مقروض لوگوں کی ادائیگی قرض کا کوئی انتظام نہ فرما لیتے، یتامی و بیوگان کی دیکھ بھال کی کوئی صورت پیدا نہ فرما لیتے، بے آسرا اور بے سہارا لوگوں کے لئے کوئی آسرا و سہارا ڈھونڈ نہ لیتے، مسافر و اجنبی کو ٹھہرا نہ لیتے، نہ کما سکنے والوں کی زیست کی کوئی شکل نہ بنا لیتے، اس وقت تک آنجناب کی ذات گرامی کو چین نہ آتا۔ یہ محض لفاظی نہیں بلکہ حقیقت ہے۔ حضورؐ کی اس شفقت علی الخلق اور انسانیت کے ساتھ ہمدردی و غمخواری کے طبعی جذبہ کی طرف قرآن نے یوں اشارہ کیا ہے۔

عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ

(سورۃ توبہ:۱۲۸)

(لوگو!) تمہارا کسی مشقت میں پڑنا میرے رسول پر بہت گراں گزرتا ہے وہ تمہاری خیر خواہی اور بھلائی کا حریص ہے خصوصاً" مؤمنین کے حق میں تو بڑا ہی شفیق اور مہربان ہے۔

دکھ تمہیں ہوتا ہے مصیبت میں تم مبتلا ہوتے ہو درد تمہیں ہوتا ہے مگر اس درد کی ٹیس وہ محسوس کرتا ہے مولانا آزاد نے کیا خوب لکھا ہے "وہ تمہارا دکھ برداشت نہیں کر سکتا۔ تمہاری ہر تکلیف خواہ جسمانی ہو یا روحانی اس کے دل کا درد و غم بن جاتی ہے وہ تمہاری بھلائی کی خواہش سے لبریز ہے۔ وہ اس کے لئے

Marfat.com

ایسا مضطرب قلب رکھتا ہے کہ اگر اس کی بن پڑتی تو ہدایت و سعادت کی ساری پاکیاں پہلے ہی دن گھونٹ بنا کر پلا دیتا۔ پھر اس کی محبت و شفقت تمہارے ہی لیے نہیں وہ تو تمام مؤمنوں کے لئے خواہ عرب کے ہوں یا عجم کے "رؤف رحیم" ہے۔ "رؤف" رافت سے ہے۔ اور اس کا اطلاق ایسی رحمت پر ہوتا ہے جو کسی کی کمزوری اور مصیبت پر جوش میں آئے۔ پس رافت' رحمت کی ایک خاص صورت ہے اور رحمت عام ہے۔ دونوں کے جمع کر دینے سے رحمت کا مفہوم زیادہ قوت و تاثیر کے ساتھ واضح ہو گیا" (۴۵)

آپؐ نے کبھی بھی محض وعظ و نصیحت اور غریبوں کمزوروں بھوکوں اور مظلوموں کے حق میں زور دار تقریر پر اکتفا نہیں کیا صرف زبانی الفاظ اور جھوٹ موٹ کے ٹسوؤں سے غریب لوگوں کو کبھی بہلانے کی کوشش نہ فرمائی کیونکہ تقریر سے کسی بھوکے کا پیٹ نہیں بھرا کرتا نہ تقریر سے مصیبت زدہ اور مظلوم کی داد رسی ہوا کرتی ہے اس لیے آپؐ ہمیشہ زبان سے زیادہ عمل کے ذریعے غرباء و مساکین کی ہر طرح سے امداد ہمدردی غمخواری اور دلداری فرماتے رہے۔ نبوت سے پہلے بھی آپؐ کی یہی عادت کریمہ تھی اور نبوت کے بعد بھی ساری زندگی یہی معمول رہا۔ قبل از نبوت کی زندگی میں یتامیٰ بیواؤں ضرورت مندوں' غریبوں کمزوروں اور بے سہارا لوگوں کی عملی ہمدردی اور غمخواری پر گھر کے اور انتہائی قریبی دو معتبر افراد حضرت ابو طالب اور سیدہ خدیجہ الکبریٰؓ کی گواہی پیچھے گزر چکی ہے۔ بعد از نبوت کے عرصہ حیات میں غریب بے بس' کمزور اور مظلوم و مقہور طبقات کے ساتھ آپؐ کے انتہائی شفقت بھرے رویہ کی عملی مثالیں انشاء اللہ آگے آرہی ہیں۔ اپنی ذاتی ناداری گھریلو ضرورت اور اہل و عیال کے فقر و فاقہ کے باوجود آپؐ نے ہمیشہ بلا امتیاز دوسرے ضرورت مندوں کو ترجیح دی۔

یہ تو تھا غرباء و مساکین کمزوروں اور ضرورت مندوں کے ساتھ آپؐ کا ذاتی رویہ۔ یہی اخلاق' یہی انسانی محبت' یہی غمخواری کا جذبہ' یہی عام شفقت' یہی درد دل' اور یہی ایثار و قربانی' یہی انفاق' یہی فیاضی' یہی بذل و عطا اور یہی انسانیت کے لئے جینے کا جذبہ آپؐ اپنے ماننے والوں میں بھی پیدا فرمانا چاہتے تھے۔

Marfat.com

فرمایا میری بعثت ہی ان مکارم اخلاق کی تکمیل کے لئے ہوئی ہے۔

بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَکَارِمَ الْاَخْلَاقِ (۴۶)

جو خوش نصیب لوگ آپؐ کے قریب آرہے تھے آپؐ ان کی تربیت بھی فرما رہے تھے ان کے قلوب کا تزکیہ بھی فرما رہے تھے۔ ان کے دلوں سے خود غرضی حرص لالچ اور دنیا کی ہوس جیسے رذائل نکال کر آپ ان میں ایثار' قربانی' بے نفسی' قناعت' ہمدردی' اور جود و سخا جیسی صفات عالیہ کا بیج بو رہے تھے۔ اوپر سے وحی الہی کے ذریعے ان قلوب کی آبیاری فرما رہے تھے۔ اسی وحی الہی کے ذریعے آپؐ نے بیمار دلوں کا علاج فرمایا اسی حیات بخش کلام کے ذریعے آپؐ نے مردہ دلوں کو حیات نو بخشی۔ حضورﷺ نے اسی کلام ربی سے عرب کی سر زمین پر ایک انقلاب بپا کیا اور اکیلے ہی ایک تہلکہ مچا کے رکھ دیا۔

اتر کر حرا سے سوئے قوم آیا
اور اک نسخہ کیمیا ساتھ لایا
وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوت ہادی
عرب کی زمیں جس نے ساری ہلا دی

یہ قرآن حضورﷺ کا دائمی معجزہ اور نظام مصطفوی یا اسلامی ریاست کا منشور دستور اور آئین ہے۔

جس ریاست کے دستور میں غرباء و مساکین ضرورت مند اور محتاج و بے کس لوگوں کی فلاح و بہبود اور ان کی حالت زار کو سنوارنے کی کوئی دفعہ نہ ہو وہ ریاست بھلا فلاحی ریاست کیسے بن سکتی ہے۔ اور جس قوم کی ایک بڑی اکثریت ہر وقت "کھائیں گے کیا" کے سوال پر سوچتی رہے۔ وہ کیا جوہر دکھا سکتی ہے۔ اس لیے اس قرآن میں مکی دور کے اندر ہی غرباء و مساکین' سائلوں' محتاجوں اور محروم المعیشت لوگوں کی معاشی حالت کو بہتر بنانے اور انہیں معاشی فکر سے مطمئن کرنے کے لئے دفعات دوسرے لفظوں میں احکامات اور ہدایات اترنا شروع ہو گئیں۔ قانون نافذ کرنے سے قبل ترغیبی اور تشویقی انداز میں صاحب حیثیت حضرات کو غرباء و مساکین کی امداد و دستگیری اور ان کی ضروریات کو پورا کرنے کی ہدایات

Marfat.com

فرمائی گئیں۔ انہیں ذہنی و قلبی طور پر مختلف انداز اور مختلف پیرایوں میں غریبوں کی رضا کارانہ مالی امداد و تعاون پر ابھارا گیا۔ کیونکہ جب تک کسی معاشرے میں ذہنی قلبی اور اخلاقی تبدیلی نہیں آجاتی اس وقت تک ان میں کوئی تبدیلی لانا اور کوئی انقلاب بپا کرنا آسان نہیں۔ اور اگر طاقت و زور کے بل بوتے پر کوئی انقلاب بپا ہو بھی جائے تو وہ دیرپا اور مستقل نہیں ہوتا۔ طاقت کے بل بوتے پر جسموں پر تو حکومت کی جا سکتی ہے مگر دلوں پر نہیں۔ اللہ چونکہ علیم و حکیم ہے اور انسان کی فطرت کو سمجھتا ہے اس لیے اس نے ایسا نہ کیا بلکہ پہلے ذہنی تبدیلی لائی گئی۔ جب ذہن تیار ہو گئے تو اسلامی انقلاب آنے میں زیادہ دیر نہ لگی۔

غرباء و مساکین اور معاشرے میں کمزور محتاج اور ضرورت مند لوگوں کے ساتھ رضا کارانہ طور پر احسان اور ہمدردی و غمخواری بالخصوص ان کے کھانے پینے جس پر انسان کی زندگی کا دار و مدار ہوتا ہے' کا اہتمام کرنے کا شوق اور رغبت دلانے کے لئے ابرار (اہل جنت) کے اوصاف بیان کرتے ہوئے اللہ نے ارشاد فرمایا

وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّ اَسِيْرًا. اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا. اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِيْرًا

(سورۃالدھر:۸تا۱۰)

(اور وہ ابرار کھانا کھلاتے رہے ہیں مسکینوں یتیموں اور غریبوں کو اللہ کی محبت سے (پھر ان پر کوئی احسان نہیں جتلاتے بلکہ کہتے ہیں ہم تو تم کو بس اللہ ہی کی خوشنودی کے لئے کھانا کھلاتے ہیں ہم تم سے اس چیز کا نہ کوئی عوض چاہتے ہیں اور نہ کسی قسم کا شکریہ۔ ہم تو اپنے پروردگار کی طرف سے اندیشہ رکھتے ہیں ایک سخت اور تلخ دن کا)

آیت میں "مسکین یتیم اور اسیر" کے الفاظ کا واحد اور نکرہ ہونا اس بات پر

Marfat.com

دلالت کرتا ہے کہ مذہب مسلک کی تمیز کے بغیر ہر مسکین یتیم اور اسیر کی امداد کرنا نیکو کاروں کا عام شیوہ ہے۔ پھر امام رازیؒ کے مطابق "یُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ" (وہ کھانا کھلاتے ہیں) میں مذکورۃ الصدور محتاج لوگوں کے ساتھ حسن سلوک اور غمخواری کی جملہ صورتیں مراد ہیں جس کی ایک شکل ان لوگوں کو کھانا کھلانا بھی ہے۔ فرماتے ہیں۔

وَاِطْعَامُ الطَّعَامِ كِنَايَةٌ عَنِ الْاِحْسَانِ اِلَى الْمُحْتَاجِيْنَ وَالْمُوَاسَاةُ مَعَهُمْ بِاَيِّ وَجْهٍ كَانَ وَاِنْ لَمْ يَكُنْ ذَالِكَ بِالطَّعَامِ بِعَيْنِهٖ (۴۷)

کھانا کھلانا کنایہ ہے ان محتاجوں پر احسان کرنے اور ان کے ساتھ غمخواری کرنے سے۔ یہ غمخواری چاہے جس طریقے سے ہو بعینہ کھانا کھلانا ضروری نہیں۔

مطلب یہ ہے کہ "اطعام الطعام" اگرچہ اپنی جگہ بہت بڑی نیکی ہے لیکن کسی حاجت مند کی دوسری حاجتیں پوری کرنا بھی ویسا ہی نیک کام ہے جیسا بھوکے کو کھانا کھلانا مثلاً کوئی کپڑے کا محتاج ہے یا کوئی بیمار ہے اور علاج کا محتاج ہے یا کوئی قرضدار ہے اور قرضخواہ اسے پریشان کر رہا ہے تو اس کی مدد کرنا کھانا کھلانے سے کم درجے کی نیکی نہیں ہے۔ اس لیے اس آیت کریمہ میں نیکی کی ایک صورت کو اس کی اہمیت کے لحاظ سے بطور مثال پیش کیا گیا ہے ورنہ اصل مقصود تو حاجت مندوں کے ساتھ احسان کرنا ان کی خیر خواہی و غمخواری کرنا اور ان کی مدد کرنا ہے۔

اس "اطعام الطعام" جس میں امام رازی کے بقول ضرورت مندوں اور حاجت مندوں کی تمام حاجتیں پوری کرنا شامل ہے' کی اللہ کے نزدیک کتنی اہمیت ہے اس کا اندازہ ایک دوسری آیت کریمہ سے لگایئے سورۃ الحاقہ پارہ ۲۹ میں اہل جہنم کے جہنم میں جلنے کی بنیادی علت بتاتے ہوئے قرآن نے ارشاد فرمایا

اِنَّهٗ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ (الحاقہ:۳۳-۳۴)

Marfat.com

(وہ (جہنمی) ایک تو خدائے بزرگ و برتر پر ایمان نہیں رکھتا تھا دوسرے مسکین (کو خود کھلانا تو درکنار دوسرے لوگوں کو بھی اس) کے کھلانے پر ترغیب نہیں دیتا تھا)

زمخشری نے یہاں خوب نکتہ پیدا کیا ہے۔ لکھتے ہیں۔

دليلان قويان على عظم الجرم فى حرمان المسكين احدهما عطفه على الكفر و جعله قرينة له والثانى نكر الحض دون الفعل ليعلم ان تارك الحض بهذه المنزلة فكيف بتارك الفعل (۴۸)

مسکین کے کھلانے پر ترغیب نہ دلانے کے جرم کے غیر معمولی ہونے پر یہاں دو قوی دلیلیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ یہاں ترغیب نہ دلانے کا عطف کفر پر ہے اور اسے کفر کے ساتھ ملا کر بیان کیا گیا ہے۔ دوسری دلیل اس جرم کے عظیم ہونے پر یہ ہے کہ یہاں صرف ترغیب نہ دینے کا بیان ہے تا کہ پتہ چل سکے کہ ترغیب کو چھوڑنے والے کا جب یہ انجام ہے تو اصل کام کے تارک کا کیا حشر ہو گا۔

اسی لیے حضرت ابوالدرداء اپنی بیوی کو ترغیب دیا کرتے کہ سالن کا شوربا زیادہ بنا دیا کرو۔ اور اس سے کہتے کہ ہم نے دوزخ کی نصف زنجیر تو بذریعہ ایمان اتار دی ہے تو کیا باقی نصف بذریعہ اطعام الطعام نہیں اتاریں گے۔ (۴۹)

سورۃ المدثر میں بھی مساکین کو کھانا نہ دینے کو دخول جہنم کا ایک بڑا باعث بتایا گیا ہے۔ اہل جہنم سے جب جہنم میں داخلے کی وجہ پوچھی جائے گی تو وہ ایک وجہ یہ بتائیں گے کہ

ولم نک نطعم المسكين (سورۃ المدثر: آیت ۴۴)

(ہم لوگ مسکین کو کھانا نہیں کھلاتے تھے۔)

قرآن مجید نے ایسے نمازیوں کی مذمت کی ہے جو یتیم و مسکین کی امداد اور

Marfat.com

ہمدردی کی بجائے ان سے بدتمیزی اور بے دردی سے پیش آتے ہیں ایسے نمازی نماز کی غرض و غایت کو نہیں سمجھتے۔ پھر یتیم کی توہین اور مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب کے ترک کو دین کے جھٹلانے کے مترادف قرار دیا گیا ہے۔ فرمایا

ارایت الذی یکذب بالدین فذالک الذی یدع الیتیم ولا یحض علی طعام المسکین فویل للمصلین الذین ھم عن صلاتھم ساھون

(سورۃ الماعون: آیت ۱۔ ۵)

(اے مخاطب! کیا تو نے اس شخص کو بھی دیکھا ہے جو روز جزاء کو جھٹلاتا ہے۔ سو وہ' وہ شخص ہے جو یتیم (کے ساتھ ہمدردی کے بجائے اس) کو دھکے دیتا ہے اور محتاج مسکین کو نہ خود کھلاتا ہے نہ دوسروں کو کھلانے کی ترغیب دیتا ہے۔ سو بڑی خرابی ہے ایسے نمازیوں کے لئے جو اپنی نماز (کے اصل مقصد) سے غافل ہیں۔)

ایک دوسرے مقام پر غرباء و مساکین کو کھانا نہ کھلانے والے ایک کردار کے اخروی انجام کے متعلق نہایت ہی تہدید آمیز لہجے میں فرمایا:

خذوہ فغلوہ ثم الجحیم صلوہ ثم فی سلسلۃ ذرعھا سبعون ذراعا فاسلکوہ انه کان لا یومن باللہ العظیم ولا یحض علی طعام المسکین

(سورۃ الحاقہ: آیت ۳۰ تا ۳۴)

(اس کو پکڑو اور اس کے گلے میں طوق ڈالو پھر اسے جہنم کی آگ میں ڈالو پھر اسے ایک ستر گز لمبی زنجیر میں جکڑ دو۔ یقیناً یہ وہی ہے جو عظمت والے اللہ پر ایمان نہیں لایا تھا اور نہ ہی مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب دیتا تھا)۔

ایک اور مکی سورت میں غلاموں کو آزاد کرنے قحط و گرانی میں بھوکوں کو

Marfat.com

کھانا کھلانے تیموں کی خدمت کرنے اور محتاجوں کی خبر لینے کو عین دین کے کام قرار دیا گیا۔ اللہ فرماتا ہے ہم نے انسان کو آنکھیں دیں زبان دی ہونٹ دیے خیرو ہدایت کا راستہ دکھایا مگر اس کے باوجود

فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ وَمَا اَدْرٰکَ مَا الْعَقَبَةُ فَکُّ رَقَبَةٍ اَوْاِطْعَامٌ فِیْ یَوْمٍ ذِیْ مَسْغَبَةٍ یَتِیْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ اَوْ مِسْکِیْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ (سورۃ البلد: ۱۱.۱۶)

(وہ ناشکر انسان) گھاٹی (دین کی گھاٹی) میں سے ہو کر نہ نکلا۔ اور آپؐ سمجھے کہ گھاٹی کیا ہے وہ گردن کا چھڑانا ہے یا کھانا کھلانا ہے فاقہ کے دن میں کسی رشتہ دار یتیم کو یا کسی خاک نشین مسکین (محتاج) کو۔

کسی بھوکے کو کھلانا گویا اللہ کو کھلانا

نبی رحمت ﷺ اور غرباء کے خیر خواہ و غمخوار نبی نے کسی مریض کی عیادت اور کسی بھوکے پیاسے کے کھلانے کو اللہ کو کھلانے کے مترادف قرار دیا۔ درجہ ذیل حدیث کو پڑھیے اور انسانی عظمت کا اندازہ لگائیے۔ "قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ایک بندے سے پوچھے گا

یَا ابْنَ اٰدَمَ مَرِضْتُ فَلَمْ تَعُدْنِیْ

اے ابن آدم میں بیمار ہو گیا تھا مگر تو میری عیادت کے لئے نہ آیا۔ اس پر بندہ حیران ہو کر عرض کرے گا بھلا یہ کیونکر ہو سکتا ہے جبکہ تو خود رب العالمین ہے۔ اس پر ارشاد الٰہی ہو گا کیا تجھے معلوم نہیں کہ میرا فلاں بندہ بیمار ہو گیا مگر تو نے اس کی عیادت (بیمار پرسی) نہ کی۔ اگر تو اس کی احوال پرسی کے لئے اس کے پاس جاتا تو مجھے اس کے پاس پاتا۔ اسی طرح خدا تعالیٰ فرمائے گا

یَا ابْنَ اٰدَمَ اِسْتَطْعَمْتُکَ فَلَمْ تُطْعِمْنِیْ

اے ابن آدم! میں نے تجھ سے کھانا مانگا تھا لیکن تو نے کھانا نہ کھلایا اس پر

Marfat.com

بندہ عرض کریگا کہ یا اللہ تو خود تمام مخلوق کا کفیل ہے بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ تو کھانا مانگے۔ اس پر جناب الٰہی کا ارشاد ہو گا تجھے یاد نہیں کہ میرے فلاں بندے نے تجھ سے کھانا مانگا تھا لیکن تو نے اس کو کھانا نہ دیا اگر تو اس کو کھانا دیتا تو اس کھانے کو میرے پاس پاتا۔ (۵۰)

حضور اکرم ﷺ نے ساری مخلوق کو خدا کا کنبہ قرار دیتے ہوئے صاحب حیثیت لوگوں کو مخلوق خدا کے ساتھ احسان اور بھلائی کی یوں توجہ دلائی:

اَلْخَلْقُ عِیَالُ اللّٰہِ فَاَحَبُّ الْخَلْقِ اِلَی اللّٰہِ مَنْ اَحْسَنَ اِلٰی عیالہ (۵۱)

(ساری مخلوق اللہ کا کنبہ ہے۔ اللہ کے نزدیک مخلوق میں پسندیدہ ترین آدمی وہ ہے جو اس کے کنبے کے ساتھ بھلائی کرتا ہے۔)

یہ پہلا سبق تھا کتابِ ہُدیٰ کا
کہ ہے ساری مخلوق کنبہ خدا کا

شادی بیاہ کے مواقع پر لوگ عموماً "بڑے" مالدار اور تعلق والے لوگوں کو دعوت دیا کرتے ہیں اور ان دعوتوں میں غرباء و مساکین اور محتاجوں کا مطلق خیال نہیں رکھا جاتا۔ نبی کریم ﷺ کی رؤف رحیم ذات نے اپنے ماننے والوں کے لئے ایسے طرز عمل کو جس میں غرباء کو یکسر نظر انداز کر دیا جاتا ہو اور جس میں غرباء کی تحقیر کی بو آتی ہو، پسند نہیں فرمایا چنانچہ ارشاد ہوا

شَرُّ الطَّعَامِ طَعَامُ الْوَلِیْمَۃِ یُدْعٰی لَھَا الْاَغْنِیَاءُ وَیُتْرَکُ الْمَسَاکِیْنُ (۵۲)

بدترین کھانا اس **ولیمے** کا کھانا ہے جس میں غنی لوگوں کو تو دعوت دی جائے مگر مساکین کو چھوڑ دیا جائے۔

اپنی پسند۔غریب کی پسند

ہر انسان کی طبیعت اور فطرت میں یہ بات داخل ہے کہ وہ مالی خوشحالی

Marfat.com

فارغ البالی اور مکان لباس خوراک وغیرہ کے معاملے میں وسعت و فراخی چاہتا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایمان کا ایک بنیادی اصول اور تقاضا یہ بتایا ہے کہ جو چیز تم اپنے لیے پسند کرتے ہو جب تک وہی چیز دوسروں کے لئے بھی پسند نہیں کرو گے کامل الایمان نہیں کہلا سکو گے۔ فرمایا

لَا یُؤمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّیٰ یُحِبَّ لِاَخِیْہِ مَا یُحِبُّ لِنَفْسِہٖ (۵۳)

(تم میں سے کوئی آدمی اس وقت تک کامل ایماندار نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنے بھائی کے لئے وہی کچھ پسند نہ کرے جو اپنے لئے کرتا ہے)

دین اور ایمان جیسا کہ پیچھے گزرا صرف کلمہ پڑھنے اور نماز روزے کا نام نہیں بلکہ غرباء مساکین کی حاجت روائی بھی ایمان و دین کا ایک لازمی جزو ہے۔ یہ جزو نہ رہے تو ایمان نامکمل ہے۔ حضورﷺ نے فرمایا!

لَیْسَ الْمُؤمِنُ بِالَّذِیْ یَشْبَعُ وَجَارُہٗ جَائِعٌ اِلٰی جَنْبِہٖ رواہ البیھقی فی شعب الایمان (۵۴)

(وہ آدمی صحیح معنوں میں مومن نہیں جو خود تو سیر ہو کر کھالے اور اس کا پڑوسی اس کے پہلو میں بھوکا پڑا ہو)

یہ تو تھیں چند ترغیبی و ترہیبی اور اخلاقی ہدایات جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ماننے والوں کو غریب اور ضرورت مند مسلمانوں کی پریشانی و بدحالی، شکستہ حالی اور غربت و مسکینی دور کرنے کے لئے ارشاد فرمائیں۔ مگر آپ کی دوربین شریعت نے صرف اخلاقی اور رضاکارانہ امداد' صدقہ' اطعام الطعام اور احسان پر انحصار کر کے غریب لوگوں کو امراء کے رحم و کرم پر نہیں چھوڑ دیا بلکہ ان کی ضروریات زندگی کو باعزت طور پر پورا کرنے کے لئے اہل ثروت کے مالوں میں قانونی طور پر غرباء کی مالی اعانت کے لئے کچھ لازمی اور واجبی حقوق ابتدائے اسلام میں ہی رکھ دیے گئے۔ ان لازمی واجبی اور ضروری حقوق میں سب سے بڑا

Marfat.com

اور ضروری حق "زکوۃ" ہے۔ جسے شریعت نے اسلام کا بنیادی رکن قرار دیا ہے۔ اس کا بڑا مقصد ہی غرباء و مساکین' ناداروں' یتیموں' اپاہجوں' بیواؤں اور معذور لوگوں کی خبر گیری کرنا اور ان کی تنگدستی و احتیاجی کا علاج کرنا ہے۔ اس زکوۃ کی تفصیلات زیادہ تر اگرچہ مدینہ منورہ میں ہجرت فرمانے کے بعد سامنے آئیں تاہم زکوۃ کا حکم مکی دور میں ہی نازل ہو چکا تھا۔ المختصر غرباء کی غربت دور کرنے اور معاشی طور پر انہیں مطمئن کر دینے کے سلسلے میں شریعت مصطفوی ﷺ نے مستقل ہدایات دی ہیں جو اپنی جگہ پر ایک مستقل موضوع ہے اور الگ کتاب کا متقاضی ہے۔

Marfat.com

فصل

غرباء و مساکین کے ساتھ حضور ﷺ کا عملی رویہ

بعثت کے بعد تیرہ سالہ مکی دور حضور ﷺ کی زندگی کا بڑا کٹھن زمانہ ہے۔ اس زمانے میں آپ ؐ نے تمام تر توجہ دعوت توحید، دعوت حق، تلاوت آیات، تزکیہ نفوس، تعلیم حکمت، ایمان باللہ، ایمان بالرسالت اور ایمان بالآخرۃ اور دین کے حقائق سمجھانے اور کفریہ و شرکیہ عقائد نظریات خیالات اور رسوم و رواج کے مٹانے پر مرکوز رکھی۔ کبھی اقرباء کو عذاب آخرت سے ڈرا رہے ہیں تو کبھی دیگر قریش کو۔ کبھی بیت اللہ میں قرآن سنا رہے ہیں تو کبھی بازاروں میں۔ کبھی منیٰ میں دنیا بھر سے آئے ہوئے قبائل کو دعوت حق دے رہیں اور کبھی عرفات میں۔ کبھی مکہ میں لوگوں کو دین کی طرف بلایا جا رہا ہے۔ اور کبھی طائف میں۔ کبھی عتبہ سے بحث ہو رہی ہے تو کبھی ولید سے کبھی عقائد کی اصلاح فرمائی جا رہی ہے کبھی رسوم کی پھر اس دعوت توحید اور اعلاء کلمتہ اللہ کی پاداش میں کبھی آپ ؐ کو مجنوں کہا جا رہا ہے اور کبھی ساحر۔ (العیاذ باللہ) کبھی دیوانہ کبھی جھوٹا۔ کبھی ٹھٹھہ مذاق کبھی طعن و تشنیع کبھی نماز پڑھتے ہوئے مبارک پیٹھ پر اوجھری پھینکی جا رہی ہے تو کبھی نازک گلے میں پھندا ڈالا جا رہا ہے۔ کبھی رستے میں کانٹے بچھائے جا رہے ہیں تو کبھی پاک سر پر کوڑا کرکٹ۔ کبھی دروازے پر گندگی پھینکی جا رہی ہے تو کبھی آوازیں کسے جا رہے ہیں۔ حتی کہ تین سال تک شعب ابی طالب میں معاشرتی مقاطعہ کا شکار رہے۔ طائف میں جسم اطہر لہولہان ہوا۔ غریب مسلمانوں پر الگ ان گنت مظالم کئے گئے۔ اللہ کا نام لینا اہل مکہ کی دشمنی مول لینا تھا۔ اندازہ کریں جہاں دوستی کے جواب میں دشمنی خیر خواہی کے جواب میں پتھراؤ اور کلمہ حق کے جواب میں طعن و تشنیع ہو۔ وہاں کوئی مصلح کیا کر سکتا ہے۔ مگر کروڑوں سلام اور

Marfat.com

کروڑوں درود ہوں اس سراپا رافت و شفقت و پیغمبر پر جو ان مشکل ترین مصائب و آلام سے بھرپور اور کم پرسی کے حالات میں غرباء و مساکین اور محتاجوں کی دستگیری سے غافل نہ رہے۔ دامے درمے سخنے غریبوں اور مظلوموں کی عملاً ہمیشہ امداد اور فریاد رسی فرماتے رہے۔ ابتدائے وحی کے زمانے میں ہی اللہ کریم نے حضور ﷺ اکرم کو آپ کی یتیمی اور غربت کا زمانہ یاد دلاتے ہوئے فرمایا

فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ ۝ وَاَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ (سورۃ الضحیٰ: آیت ۹، ۱۰)

(تو آپ بھی یتیم پر سختی نہ کیا کیجئے اور (کسی) سوالی کو بھی نہ جھڑکا کیجئے۔)

اس دور میں غرباء کی اعانت ہمدردی اور غمگساری کے زیادہ واقعات تو سیرت و تاریخ کی کتابوں میں نہیں ملتے تاہم کچھ واقعات ضرور محفوظ ہو گئے ہیں جن سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ آپ کے رحیم و شفیق دل میں انسانیت کا کتنا درد اور غم تھا۔

ایک بچے کو قمیص اتار کر دے دینا

سورۃ بنی اسرائیل جو بالاتفاق مکی سورت ہے، کی آیت نمبر ۲۹ اور نمبر ۳۰ کے تحت متعدد مفسرین مثلاً زمخشری نے کشاف میں، ابوحیان اندلسیؒ نے بحرالمحیط میں، علامہ آلوسیؒ نے روح المعانی میں، شیخ اسماعیل حقیؒ نے روح البیان میں اور قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ نے تفسیر مظہری میں بیان کیا ہے کہ ایک خاتون نے ایک لڑکا قمیص کی درخواست کے ساتھ بارگاہ نبویؐ میں بھیجا۔ آپ نے اسے فرمایا کہ اس وقت تو کچھ نہیں پھر کبھی آجانا۔ لڑکا واپس گیا۔ تو اس کی ماں نے دوبارہ اسے بھیجا اور کہا کہ حضور ﷺ سے کہو "اور قمیص نہیں تو آپ کے جسم پر تو ہے۔ یہی عنایت فرما دیں" حضور ﷺ اندر تشریف لے گئے اور قمیص اتار کر لڑکے کے حوالے کر دی۔ اب مزید کوئی کپڑا نہ ہونے کی وجہ سے گھر میں ہی بیٹھے رہے حتی کہ نماز کے لئے بھی باہر تشریف نہ لا سکے۔ صحابہؓ کو تشویش ہوئی اندر گئے تو اصل صورت حال معلوم ہوئی

Marfat.com

اس موقعہ پر یہ آیت نازل ہوئی۔

وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً إِلَىٰ عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُومًا مَّحْسُورًا. إِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَن يَشَاءُ وَيَقْدِرُ إِنَّهُ كَانَ بِعِبَادِهِ خَبِيرًا بَصِيرًا

(سورۃ نبی اسرائیل: ۲۹۔۳۰)

(اے پیغمبر ﷺ نہ تو آپ اپنا ہاتھ گردن سے باندھ لیں (کہ کسی کو کچھ دیں ہی نہیں) اور نہ اسے بالکل ہی کھول دیں کہ (بخل کی صورت میں ملامت زدہ اور (سب کچھ لٹا دینے کی صورت میں حسرت زدہ ہو کر بیٹھ جائیں۔ بیشک آپ کا پروردگار جس کے لئے چاہتا ہے رزق بڑھا دیتا ہے اور جس کے لئے چاہتا ہے ہاتھ تنگ کر دیتا ہے۔ وہ اپنے بندوں کی مصلحتوں سے خبر رکھنے والا اور ان کے حالات دیکھنے والا ہے۔ (لہٰذا آپ کو ان کی تنگی معاش کی اتنی فکر نہ ہونی چاہیے)

حضور ﷺ کی ذات گرامی چونکہ سارے انسانوں کے واسطے ایک نمونہ ہے اور انسانوں کی اکثریت کا اپنی طبعی اور بشری کمزوریوں اور کم ہمتی کی وجہ سے بس کا روگ نہیں کہ وہ گھر کا سارا اثاثہ اور آپ نے پاس موجود سب کچھ اللہ کی راہ میں خرچ کر سکیں۔ اس لئے حضور ﷺ کو تعلیم امت کے واسطے انفاق میں میانہ روی کا حکم ارشاد فرمایا گیا ورنہ حضور ﷺ کی ذاتی طبعیت فطرت اور جبلت تو یہ تھی کہ سب کچھ خرچ کرنے پر حسرت یا افسوس کی بجائے اس وقت تک چین نہیں آتا تھا جب تک کہ خرچ نہ کرلیں۔ دوسری بات یہ تھی کہ جبلی جود کرم کے باعث لا (نہیں) کا لفظ آپ کی ڈکشنری میں ہی نہیں تھا۔ عینی شاہدوں کا بیان ہے۔

مَا سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عليه وسلم عَنْ شَيْءٍ قَطُّ فَقَالَ لَا (۵۵)

(جس چیز کے متعلق بھی آپ سے سوال کیا گیا آپ نے کبھی "

Marfat.com

نہ" نہیں فرمائی) قسطلانی کے الفاظ ہیں۔

مَاسُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا اِلَّا اَعْطَاهُ (۵٦)

(جب بھی حضورؐ سے کوئی چیز مانگی گئی آپؐ نے وہ چیز عطا فرما دی)

ایک ضرورت مند کو چادر دے دینا

بخاری کی ہی ایک اور ایمان افروز روایت سنئے اور فیاض وجواد نبیؐ کی فیاضی جود وکرم اور بذل وعطا پر سردھنیے۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک صحابیہ بنی ہوئی ایک چادر حضورؐ کے پاس لائیں اور عرض کیا یارسول اللہؐ اس چادر کو میں نے اپنے ہاتھ سے بنا ہے اور میری خواہش ہے کہ آپؐ اسے زیب تن فرمائیں۔ حضورؐ نے وہ چادر قبول فرمائی اور اس وقت آپؐ کو چادر کی ضرورت بھی تھی پھر آپؐ چادر زیب تن فرما کر باہر تشریف لائے تو ایک صاحب نے کہا یارسول اللہؐ! کیسی خوبصورت چادر ہے مجھے عنایت فرما دیجئے۔ آپؐ نے اتار کر اسے دے دی۔ جب آپؐ مجلس سے تشریف لے گئے تو لوگوں نے اس آدمی سے کہا تو نے اچھا نہیں کیا۔ تجھے معلوم تھا کہ حضورؐ کو چادر کی ضرورت تھی اور تجھے اس بات کا بھی علم تھا کہ آپؐ نے کبھی کسی کا سوال رد نہیں فرمایا۔ وہ صحابیؓ کہنے لگے واللہ! میں نے یہ چادر پہننے کے واسطے نہیں مانگی میری تو فقط اتنی آرزو ہے کہ اس مبارک چادر کو اپنا کفن بناؤں۔ چنانچہ وہ چادر راوی کے بیان کے مطابق اس خوش قسمت صحابی کا کفن بنی (۵۷)

غریب اراشی کو ابوجہل سے اونٹ کی قیمت دلوانا

غریب کمزور اور مظلوم لوگوں کی جائز امداد ظالموں اور غاصبوں سے بچاؤ

Marfat.com

اور ان کے حقوق کے تحفظ کی حضور کو کتنی فکر تھی۔ ان بیچاروں کے ساتھ بلا امتیاز داے قدے سخنے کس قدر تعاون اور ہمدردی فرماتے تھے اس کا اندازہ درج ذیل واقعے سے لگائیے جسے ابن ہشام نے اپنی سیرت میں بیان کیا ہے۔ اور اس آدمی کی زبانی بیان کیا ہے جو اس واقعے کا عینی شاہد ہے۔

عبداللہ بن ابی سفیان ثقفیؒ کا بیان ہے کہ قبیلہ اراش کا ایک آدمی اپنا اونٹ فروخت کرنے کے لئے مکہ مکرمہ لے آیا۔ ابوجہل نے وہ اونٹ اس سے خرید لیا مگر قیمت ادا کرنے میں لیت و لعل اور بہانے کرنے لگا۔ وہ اجنبی آدمی قریش کی ایک جماعت کے پاس پہنچا۔ حضور اس وقت مسجد حرام کے ایک کونے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اراشی نے قریشیوں سے کہا کہ کون آدمی ابوالحکم بن ہشام (ابوجہل) کے مقابلے میں میری مدد کرے گا اور اس سے میرا حق وصول کر دے گا۔ میں ایک غریب اور مسافر آدمی ہوں اور وہ میرا حق غصب کرکے بیٹھا ہے۔ اہل مجلس نے حضور کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا اس آدمی کو دیکھ رہے ہو۔ وہ یہ بات ازراہ مذاق کر رہے تھے کیونکہ وہ لوگ حضورؐ اور ابوجہل کے درمیان عداوت و اختلاف کو اچھی طرح جانتے تھے۔ کہنے لگے اس (حضورؐ) کے پاس جاؤ وہ ابوجہل کے مقابلے میں تمہاری مدد کرے گا۔ اس بیچارے کو اندر کی بات کا علم نہیں تھا۔ وہ حضورؐ کے پاس آیا اور سارا ماجرا کہہ سنایا۔ ساتھ ہی یہ بھی بتایا کہ میں نے ان لوگوں سے اپنا حق وصول کر دینے کی درخواست کی تھی مگر انہوں نے آپؐ کی طرف بھیج دیا ہے۔ لہٰذا آپؐ اس سے میرا حق وصول کروا دیں اللہ آپؐ پر رحم فرمائے مہربانی کرکے ابوجہل کے پاس چلئے۔ ظاہر ہے حضورؐ مسجد حرام میں ذکر و فکر تسبیح و تہلیل اور عبادت الٰہی میں مصروف ہوں گے۔ مگر کسی مظلوم انسان کی مدد اور اس کے دل کو خوش کرنا بھی کوئی معمولی عبادت نہ تھی۔ کسی رنجیدہ دل کو راحت پہنچانا تو ہزاروں حجوں سے بڑھ کر تھا۔

دل بدست آور کہ حج اکبر است
از ہزاراں کعبہ یک دل بہتراست

اس لئے حضورؐ اٹھ کر اس کے ہمراہ چل پڑے۔ قریش مکہ بھی دیکھ رہے تھے

Marfat.com

انہوں نے ایک آدمی کو جاسوس بنا کر پیچھے پیچھے بھیجا کہ دیکھو ابو جہل کیا کرتا ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ حضورؐ ابو جہل کے مکان پر پہنچے دروازے پر دستک دی۔ ابو جہل نے اندر سے پوچھا کون۔ حضورؐ نے فرمایا "میں محمد ہوں باہر نکلو" ابو جہل باہر آیا تو اس کے چہرے کا رنگ اڑا ہوا اور اس پر خوف طاری تھا۔ آپؐ نے فرمایا اس بیچارے کا حق فوراً ادا کرو کہنے لگا ضرور ذرا ٹھہریے میں اس کی رقم اندر سے لے آتا ہوں۔ راوی کہتا ہے ابو جہل اندر گیا اور اسی وقت اراشی کی قیمت لیکر باہر آگیا اور اس کے حوالے کر دی۔ حضورؐ واپس تشریف لائے اور اراشی سے کہا جاؤ اپنا راہ لو۔ اراشی نے آکر جماعت قریش کو سارا واقعہ سنایا اور دعا کی اللہ اس آدمی کو جزائے خیر عطا فرمائے جس نے میرا حق لے دلوایا۔ اتنے میں ان کا جاسوس بھی پہنچ گیا۔ انہوں نے اس سے پوچھا بتاؤ کیا صورت حال پیش آئی اس نے کہا میں نے عجیب بات دیکھی ہے۔ حضورؐ نے جب ابو جہل کے دروازے پر دستک دی اور وہ باہر نمودار ہوا تو اس کے چہرے کا رنگ فق ہو گیا تھا اور فوراً آپؐ کے حکم کی تعمیل کی۔ تھوڑی دیر بعد ابو جہل بھی آگیا۔ وہ لوگ کہنے لگے۔ تیرے لئے ہلاکت ہو تجھے کیا ہو گیا اس قسم کی بات ہم نے کبھی نہیں دیکھی تھی اس نے جواب دیا واللہ جب محمدؐ نے میرا دروازہ کھٹکھٹایا اور میں نے اس کی آواز سنی تو میرے اوپر ایک رعب طاری ہو گیا۔ پھر جب میں اس کے پاس باہر آیا تو میں نے دیکھا کہ اس کے سر پر ایک بہت بڑا اونٹ کھڑا ہے۔ اس جیسا ڈراؤنا سر ڈراؤنی گردن اور ڈراؤنی داڑھیں میں نے آج تک نہیں دیکھی تھیں۔ اللہ کی قسم اگر میں انکار کرتا تو وہ اونٹ مجھے نگل جاتا (۵۸)

ایک زبیدی کو ابو جہل کے ظلم سے بچانا

غریب مظلوم بے کس اور بے یار و مدد گار لوگوں کی امداد کے لئے حضورؐ خالی وعظ نہیں فرمایا کرتے تھے۔ صرف تقریر اور جوش خطابت سے انہیں خوش نہیں کرتے تھے بلکہ عملاً ان کی ہر ممکن مدد اور انہیں ظالموں کے ظلم و زیادتی سے بچانے کی کوشش فرماتے تھے۔ اس قسم کا ایک واقعہ علی بن برہان الدین حلبی (م

Marfat.com

۱۰۴۴ھ) نے سیرت پر اپنی معروف کتاب سیرت حلبیہ میں درج کیا ہے۔ وہ یوں کہ "ایک مرتبہ حضورؐ مسجد میں تشریف فرما تھے چند دیگر صحابہ بھی پاس بیٹھے تھے کہ قبیلہ زبید کا ایک آدمی قریش کے حلقوں پر باری باری گھومنے لگا۔ وہ کہہ رہا تھا " اے قریش! کیسے کوئی آدمی باہر سے تمہارے پاس آئے گا اور کس طرح کوئی تاجر اپنا سامان تجارت تمہارے شہر میں لائے گا جب کہ تم حرم شریف میں بھی داخل ہونے والے پر ظلم کرنے سے باز نہیں آتے۔" وہ آدمی سب کے سامنے یہ بات کہتا کہتا بالآخر حضورؐ کے پاس پہنچا۔ آپؐ نے اس سے پوچھا کس نے تمہارے اوپر ظلم کیا اس نے بتایا کہ وہ عمدہ قسم کے اپنے تین اونٹ لے آیا تھا ابوجہل نے ان کی اصل قیمت کی بجائے صرف تہائی حصہ قیمت پر مجھ سے سودا کیا ہے۔ ایک تو میرے سودے کی قیمت گھٹائی ہے دوسرے اب قیمت نہیں ادا کرتا اور نہ ہی ادائیگی کے لئے کوئی مدت مقرر کرتا ہے۔ حضورؐ نے پوچھا تمہارے اونٹ کہاں ہیں اس نے عرض کیا قریب ہی اس ٹیلے پر ہیں۔ حضورؐ اٹھے صحابہ بھی ساتھ چلے۔ سب نے اونٹوں کو دیکھا تو واقعی اونٹ خوبصورت تھے آپؐ نے اس آدمی سے اس قیمت پر اونٹوں کا سودا فرمایا جس پر وہ خود راضی تھا۔ حضورؐ نے وہ اونٹ پکڑے اور پھر انہیں وہیں مناسب داموں پر فروخت بھی کر دیا اور ایک اونٹ کی قیمت بنی عبدالمطلب کے مسکینوں اور بیوہ عورتوں میں تقسیم کر دی۔ ابوجہل یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا مگر اسے کوئی بات کرنے کی جرات نہ ہوئی۔ حضورؐ اس مردود کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے عمرو! آئندہ ایسی حرکت کرنے سے اجتناب کرو ورنہ اس کا انجام تمہارے حق میں ٹھیک نہ ہو گا۔ وہ کہنے لگا بہت اچھا

لَا اَعُوْدُ یَا مُحَمَّدُ لَا اَعُوْدُ یَا مُحَمَّدُ

(اے محمد ﷺ آئندہ ایسا نہیں کروں گا۔ آئندہ ایسا نہیں کروں گا)

حضورؐ جب واپس تشریف لے گئے تو امیہ بن خلف اور اس کے ساتھی ابوجہل سے کہنے لگے۔ تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سامنے ذلیل ہوا۔ لگتا ہے تو اس کی اتباع کا ارادہ رکھتا ہے یا اس کا رعب تجھ پر طاری ہو گیا ہے۔ اس نے کہا

Marfat.com

میں اس کی اتباع تو جیتے جی نہیں کروں گا۔ باقی رہا اس کے سامنے سہم جانے اور دب جانے کا معاملہ تو اس کی اصل وجہ یہ تھی کہ میں نے اس کے دائیں بائیں کچھ ایسے لوگوں کو دیکھا جن کے ہاتھوں میں نیزے تھے اور وہ میری طرف سیدھے کیے ہوئے تھے۔ اگر میں اس کی مخالفت کرتا تو یقیناً وہ آدمی مجھے زندہ نہ چھوڑتے (۵۹)

ابوجہل سے ایک یتیم کا مال دلوانا

جو نبی رحمت بچپن میں یتیمی کا زمانہ دیکھ چکا تھا۔ اسے یتیموں کے دکھ درد کا بڑا احساس تھا وہ زندگی بھر یتیموں کا والی و وارث بنا رہا۔ ان کے سر پر دست شفقت پھیرتا اور ہمیشہ ان کی حمایت و نصرت کرتا رہا۔ اس نوع کا ایک واقعہ لگے ہاتھوں اور سن لیجئے وہ یہ کہ ابوجہل ایک یتیم بچے کا وصی تھا۔ یتیم کی کون حمایت کرتا ہے۔ ابوجہل اس بیچارے کا مال بھی ہڑپ کر گیا اور اسے گھر سے بھی نکال باہر کیا۔ اسے معلوم تھا کہ ابوجہل کے مقابلے میں کوئی رئیس اور سرکردہ آدمی میری امداد نہیں کرے گا۔ سیدھا پیغمبرؐ کی بارگاہ مین پہنچا جہاں سے کبھی کوئی مایوس نہیں لوٹا۔ اور آپؐ سے ابوجہل کے مقابلے میں فریاد چاہی آپؐ اس کے ساتھ ابوجہل کے پاس تشریف لے گئے اور اسے مال لوٹانے کو کہا اس نے فوراً مغصوبہ مال یتیم کے سپرد کر دیا۔ بعد میں اس سے اس قدر فوری ادائیگی اور اس کی مرعوبیت کے بارے میں پوچھا گیا تو کہنے لگا۔ میں اس کے دائیں بائیں نیزوں سے ڈر گیا اگر ادائیگی سے انکار کرتا تو مارا جاتا (۶۰)

ایک نصرانی کی امداد

مخدوم الملک شرف الدین یحییٰ منیریؒ ہندوستان کے معروف صوفیاء میں سے ہیں انہوں نے ایک آدمی کی فریاد رسی کی درخواست پر سلطان فیروز شاہ تغلق کو مظلوموں کی امداد پر ابھارتے ہوئے ایک مکتوب لکھا۔ اس مکتوب میں انہوں نے حضور اکرمؐ کی مظلوموں کی حد درجہ حمایت و نصرت کا ایک بڑا عجیب واقعہ لکھا

Marfat.com

بے پڑھے اور بے زوروں کے زور بے آسروں کے آسرا بے سہاروں کے سہارا دکھیوں کے چین مغموم دلوں کے سرور اور رحیم و کریم نبی پر درود و سلام کے ہدیے بھیجے۔ فرماتے ہیں۔

"حضرت بلال مؤذن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں حضرت رسالت مآب علیہ السلام کے ساتھ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر میں بیٹھا تھا کہ ایک شخص آیا پیغمبر علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا باہر جا کر دیکھو، جب میں باہر آیا، تو ایک نصرانی کو کھڑا دیکھا۔ اس نے پوچھا محمدؐ یہاں ہیں، میں نے کہا ہاں، وہ گھر کے اندر آیا، اور کہا، یا محمدؐ تم کہتے ہو کہ میں خدا کا رسول ہوں، اور خدا کا بھیجا ہوا ہوں، مجھ کو اور لوگوں کو دین اسلام کی دعوت دیتے ہو اگر تم رسول برحق ہو تو اس کو دیکھو کہ قوی ضعیف پر ظلم نہ کرے، پیغمبر علیہ السلام نے پوچھا، تم پر کس نے ظلم کیا ہے، اس نے کہا ابوجہل نے میرا مال لے لیا ہے، یہ وقت آپؐ کے قیلولہ کا تھا، اور بڑی گرمی پڑ رہی تھی، لیکن آپؐ اسی وقت روانہ ہوئے، تاکہ مظلوم کی مدد فرمائیں، میں نے (یعنی حضرت بلالؓ نے) عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ قیلولہ کا وقت ہے، گرمی پڑ رہی ہے ابوجہل بھی قیلولہ کر رہا ہو گا، وہ برہم ہو گا، لیکن آپؐ نہ رکے اور اسی طرح خشمگیں ابوجہل کے دروازہ پر پہنچ کر اس کو کھٹکھٹایا ابوجہل کو غصہ آیا، اس نے اپنے بتوں لات و عزیٰ کی قسم کھا کر کہا کہ جس نے دروازہ کھٹکھٹایا ہے اس کو جا کر مار ڈالوں گا، باہر آیا تو دیکھا کہ حضرت رسالت مآبؐ کھڑے ہیں بولا، کیسے آئے، کسی آدمی کو کیوں نہ بھیجا۔" پیغمبر علیہ السلام نے غصہ میں فرمایا "اس نصرانی کا مال تم نے کیوں لے لیا ہے، اس کا مال واپس کرو۔" ابوجہل نے کہا "اگر اسی کے لئے آئے ہو تو کسی آدمی کو کیوں نہ بھیج دیا، مال واپس کر دیتا" پیغمبر ﷺ نے فرمایا باتیں نہ بناؤ اس کا مال واپس کرو، ابوجہل اس کا تمام مال باہر لایا، اور اس کے حوالہ کیا، نصرانی سے پیغمبر ﷺ نے فرمایا، اب تو تمہارا مال تمہارے پاس پہنچ گیا، اس نے کہا لیکن ایک اونی تھیلا رہ گیا ہے، پیغمبر ﷺ نے (ابوجہل سے) فرمایا تھیلا بھی دو، ابوجہل نے کہا اے محمدؐ تم واپس جاؤ میں اس کو پہنچا دوں گا۔ حضرت رسالت مآب ﷺ نے فرمایا، میں اس وقت تک واپس نہ جاؤں گا جب تک کہ تم تھیلا بھی واپس

Marfat.com

نہ کر دو گے' ابوجہل گھر کے اندر گیا' اسے وہ تھیلا نہ ملا' لیکن اس سے بہتر تھیلا لایا اور بولا وہ تو مجھ کو نہیں ملا مگر اس سے بہتر لایا ہوں' اور اسی کو اس کے بدلہ میں دیتا ہوں۔" پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا' اے نصرانی یہ تھیلا بہتر ہے یا وہ بہتر تھا اس نے کہا اے محمدؐ یہ بہتر ہے' پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا اگر تم کہتے کہ وہ بہتر تھا' تو میں اس وقت تک واپس نہ جاتا' جب تک میں قیمت لیکر تمہارے حوالے نہ کر دیتا۔ (۶۱)

اپنے غلاموں سے کمال وفا

انتہائی بے لوث ہمدردانہ برادرانہ اور خیر خواہانہ جذبات کے ساتھ تبلیغ اور دعوت توحید مشرکین مکہ کی آنکھوں سے جب تعصب کی پٹی نہ اتار سکی اور انہوں نے تیرہ سال تک ہٹ دھرمی' ضد' عناد کے باعث اپنے قلب و نظر اور دماغ کے دریچوں کو بند کیے رکھا مسلسل اِعراض عنِ الحق اور دانستہ کج روی کو اختیار کیے رکھا ٹھنڈے دودھ کو پھونک مارتے رہے اور اللہ کریم نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل میں بلا مانگے چھت پھاڑ کر جو نعمتِ عُظمیٰ انہیں عنایت فرمائی تھی جب بار بار کی تنبیہ کے باوجود اس کے انکار اور ناشکری پر تلے رہے تو اللہ کریم نے اب یہ نعمتِ عظمیٰ مکہ کے ناشکروں سے واپس لیکر یثرت کے قدر دانوں اور شکر گزاروں کے ہاں منتقل کرنے کا فیصلہ فرمالیا اور اپنے پیغمبرؐ کی تسکین کے لئے فرمایا:

فَاِنْ يَّكْفُرْ بِهَا هٰٓؤُلَاۤءِ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَّيْسُوْا بِهَا بِكٰفِرِيْنَ
(سورۃ الانعام:۸۹)

(سو اگر یہ لوگ اس (توحید و نبوت کی نعمت) سے انکار کرتے ہیں تو ہم نے اس کے (ماننے کے لئے) ایک ایسی قوم کو مقرر کر دیا ہے جو اس (نعمت) کے منکر نہیں ہیں)

دوسرے جب ٹھونک بجا کے رسولؐ کے ماننے والوں کو پرکھ لیا گیا انہیں

Marfat.com

آزمائش کی بھٹی میں کندن بنا دیا گیا اور تعلیم و تربیت نبوی ﷺ سے ان کا تزکیہ ہو گیا، نگاہ نبوت نے ان پر اللہ کا رنگ چڑھا دیا، جب وہ توحید کے نشے سے سرشار ہو گئے تو اب اللہ نے اپنے رسول ﷺ کے غلاموں جنہیں بالکل کمزور اور بے بس سمجھا جا رہا تھا۔ اور جن کے متعلق یہ گمان کیا جا رہا تھا کہ ان کا کوئی والی وارث کوئی پشت پناہ کوئی مشکل کشا اور کوئی پرسان حال نہیں، پر احسان فرمانے انہیں دنیا کی امامت و حکومت دینے اور زمین کا وارث بنانے اور مکہ کے فرعونوں اور ہامانوں کو اپنی عظیم قدرت کا مشاہدہ کرانے کا فیصلہ فرمایا۔

وَنُرِيدُ أَن نَّمُنَّ عَلَى الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا فِي الْأَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ أَئِمَّةً وَنَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِينَ. وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِي الْأَرْضِ وَنُرِيَ فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَجُنُودَهُمَا مِنْهُم مَّا كَانُوا يَحْذَرُونَ (سورۃ القصص: ۵.۶)

(اور ہم کو یہ منظور ہوا کہ ان لوگوں پر احسان کریں جنہیں ملک میں کمزور کر دیا گیا تھا اور انہیں پیشوا بنائیں اور انہیں (زمین کا) مالک بنائیں اور ہم انہیں زمین میں حکومت دیں اور فرعون و ھامان اور ان کے لشکروں کو ان میں وہ (زوال اقتدار) دکھلائیں جس سے وہ بچنا چاہتے تھے۔)

تیسرے اللہ کریم نے اپنے پیغمبر ﷺ کو ہدایت اور دین حق دے کر مبعوث ہی اس لیے فرمایا تھا کہ وہ اسے تمام باطل ادیان پر غالب کر دے چنانچہ اب اس نے اسباب پیدا فرمانے شروع کر دیے۔ مکہ مکرمہ سے تین سو میل دور اہل یثرب کے دلوں میں اس نے اسلام اور پیغمبر اسلام کی والہانہ محبت حمایت و نصرت اور جاں نثاری کا جذبہ پیدا فرما دیا اور یوں قادر مطلق نے اپنے محبوب اور اس کے دین کی اشاعت کے لئے ایک محفوظ و مامون مقام اور انتہائی مخلص مددگار پیدا فرما دیے۔ اپنے پیغمبر ﷺ اور دین حق کی نصرت کے لئے اللہ نے انہیں یک جان اور یک قالب بنا دیا۔ فرمایا:

Marfat.com

هُوَالَّذِیْٓ اَیَّدَکَ بِنَصْرِهٖ وَبِالْمُؤْمِنِیْنَ ۝ وَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِهِمْ ؕ لَوْاَنْفَقْتَ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مَّآ اَلَّفْتَ بَیْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلٰکِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَیْنَهُمْ ؕ اِنَّهٗ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ (سورۃ الانفال: ٦٢۔٦٣)

(وہ وہی (قادر ذات) ہے جس نے آپؐ کو اپنی خصوصی نصرت اور مومنین کے ذریعے قوت دی۔ اور اس نے ان کے قلوب میں محبت ڈال دی۔ اگر آپؐ دنیا بھر کا مال خرچ کر ڈالتے جب بھی ان کے قلوب میں محبت نہ ڈال سکتے۔ لیکن اللہ کریم نے ان میں محبت پیدا فرما دی۔ بیشک وہ بڑی قدرت والا بڑی حکمت والا ہے)

تفصیلات کی یہاں گنجائش نہیں۔ سیرت کی کتابوں کے مطابق اہل مدینہ نے حضور کی ہر طرح حفاظت اور تائید و نصرت کا جو عہد و پیمان باندھا اور جان پر کھیل کر تنگی ترشی میں جس طرح انہوں نے دین صاحب دین اور مسلمانوں کی نصرت کا حق ادا کیا اس کی نظیر پوری تاریخ انسانیت میں نہیں ملتی۔ دین کی اسی بے مثال اور عدیم النظیر نصرت کے نتیجے میں اللہ کریم نے انہیں ''انصار'' کا معزز لقب عنایت فرمایا۔

ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ ؕ

قارئین! مجھے یہاں آپؐ کی توجہ حضور اکرم ﷺ کی ایک کمال لجپالی اور کمال وفا کی طرف مبذول کرانا ہے۔ وہ یہ کہ آپؐ کو شہر یثرب جس کی قسمت میں مدینہ منورہ کہلانا لکھا تھا جس کی پاک سرزمین پر محمد رسول اللہ نے قدم رکھنے تھے جسے قیامت تک حضور اکرم ﷺ کے جسد اطہر کو اپنی آغوش میں لینے کا امتیازی شرف حاصل ہونا تھا جس کی پاک سطح پر مسجد نبوی اور گنبد خضریٰ بننا تھا اور جسے قیامت تک کے لئے دین اسلام کا مرکز اور مہبط وحی بننے کا اعزاز ملنا تھا، (٦٢) میں تشریف لانے

Marfat.com

کی پر خلوص دعوت مل جاتی ہے۔ اہل یثرب نے جان مال اور اولاد کے ذریعے آپؐ کی حفاظت کا ذمہ لے لیا ہے۔ مگر اس کے باوجود آپؐ غریب و مقہور مسلمانوں اپنے غلاموں اور اپنے نام لیواؤں کو یوں ہی مکہ میں چھوڑ کر بھاگ نہیں گئے بلکہ پہلے انہیں فرمایا ہے کہ

قَدْ اُخْبِرْتَ بِدَارِ هِجْرَتِكُمْ وَهِيَ يَثْرِبُ فَمَنْ اَرَادَ الْخُرُوْجَ فَلْيَخْرُجْ اِلَيْهَا (٦٣)

مجھے تمہارے دار الہجرت کی خبر دے دی گئی ہے (جہاں تم آزادی کے ساتھ اپنے رب کی عبادت کر سکو گے) اور وہ ہے شہر یثرب تو جو آدمی جانا چاہے وہ وہاں چلا جائے۔ غریب مسلمان جن پر مکہ کی سرزمین اپنی وسعت کے باوجود تنگ ہو چکی تھی۔ جنہیں محض اس وجہ سے ستایا جا رہا تھا کہ وہ کہتے تھے کہ ہمارا رب اللہ ہے اگرچہ اپنے پیغمبر اور دنیا و آخرت کے قائد کو اکیلا چھوڑ کر نہیں جانا چاہتے تھے مگر اسی قائد کا حکم تھا جس کی اطاعت اور فرمانبرداری کو رب کریم نے لازم ٹھرایا ہے۔ اس لئے اَلْاَمْرُ فَوْقَ الْاَدَبِ (حکم ادب سے زیادہ فوقیت رکھتا ہے) کے تحت فردا" فردا" اور قافلوں کی صورت مین مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنے لگے یہ الگ بات ہے کہ بعض حضرات کو ہجرت کے وقت مشرکین مکہ کی طرف سے اذیت اور دل آزاری کا بھی سامنا کرنا پڑا۔ مگر حضورؐ نے اس وقت تک ہجرت نہ فرمائی حتی کہ اپنے اہل و عیال کو بھی نہ بھیجا جب تک کہ آپؐ کے سارے ساتھی سوائے چند مجبور' مریض اور ہجرت سے عاجز لوگوں کے' مدینہ منورہ میں محفوظ نہیں ہو گئے

پھر ہجرت فرمانے کے بعد جب تک تمام مہاجرین کے قیام و طعام کا انتظام نہیں ہو گیا آپ نے اپنا ذاتی کوئی مکان نہیں بنایا۔ مؤاخات مدینہ کے ذریعے جب سب مہاجرین کی رہائش اور خورد و نوش کا ضروری اہتمام ہو گیا تو آپؐ نے اپنے لیے جھونپڑے (حجرے) بنوائے اور یہ معمولی جھونپڑے جن کی تفصیل انشاء اللہ آگے آئے گی' آپ کے واصل تک جب کہ اسلامی حکومت کا دائرہ حجاز یمن نجد طائف اور بحرین تک پھیل چکا تھا' جوں کے توں رہے۔ ان میں کوئی فرق نہ آیا۔

Marfat.com

حوالہ جات اور حواشی باب سوم

۱۔ سید سلیمان ندوی: خطبات مدراس: ۲۰۵ طبع لاہور اکیڈمی سرکلر روڈ لاہور۔

۲۔ احمد بن محمد القسطلانی (م ۹۲۳ھ): المواہب اللدنیہ: ۲: ۳۵۴ طبع بیروت

۳۔ آپ دنیا کے بڑے سے بڑے آدمی کو دیکھ لیں۔ باقی ساری دنیا تو اس کی عقیدت مند ہو سکتی ہے۔ مگر بیوی اسے (الا ماشاء اللہ) صلواتیں ہی سناتی ہو گی۔ جبکہ حضورؐ کی ازواج مطہرات کی عقیدت کا اندازہ صحیح بخاری کتاب المغازی باب غزوۃ الطائف کی اس روایت سے لگایئے کہ چند صحابہ حضورؐ کے وضو کا بقیہ پانی پینے اور بطور تبرک اپنے جسموں پر ملنے لگے تو ام المومنین سیدہ ام سلمہؓ نے پردے کے پیچھے سے انہیں فرمایا "اپنی ماں کے لیے بھی کچھ تبرک چھوڑنا" چنانچہ صحابہ نے کچھ پانی انہیں بھی دیا۔

۴۔ قاضی عیاض (م ۵۴۴ھ): الشفاء بتعریف حقوق المصطفےٰ: ۱: ۸۰ طبع مصر

۵۔ ایضاً

۶۔ سورۃ ھود: آیت نمبر ۲۷ اور سورۃ الشعراء آیت نمبر ۱۱۱

۷۔ سورۃ الاعراف: آیت نمبر ۷۵

۸۔ امام رازی: تفسیر کبیر: ۷: ۶۷ طبع مصر ۱۹۳۸ء / ۱۳۷۵ھ

۹۔ ابن جریر طبری: تاریخ الطبری: ۳: ۵۲۲ طبع مصر ۱۹۶۲ء

۱۰۔ (الف) ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری الجامع الصحیح: ۱: ۴۱۳ طبع دہلی

(ب) مسلم شریف: ۲: ۹۸ طبع کراچی۔

(ج) امام زمخشری (م ۵۲۷ھ): الکشاف: ج ۳: ص ۳۲۴ طبع بیروت، لبنان

(د) امام عبداللہ نسفی: تفسیر نسفی المعروف بمدارک: ۲: ۱۲۰۰ طبع قدیمی کتب خانہ کراچی

(ہ) صحیح ابن حبان: ۹: ۱۷۷ طبع سانگلہ ہل ضلع شیخوپورہ

۱۱۔ حلبی: سیرت حلبیہ: ۱: ۴۹۹ طبع مصر

۱۲۔ اسی چیز کی طرف قرآن مجید نے بڑے تاکیدی الفاظ میں یوں اشارہ کیا ہے۔

Marfat.com

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا (سورۃ النساء: ٦٥)

(سو آپؐ کے پروردگار کی قسم ہے کہ یہ لوگ ایماندار نہ ہوں گے جب تک کہ یہ لوگ اس جھگڑے میں جو ان کے آپس میں ہو، آپ کو حکم نہ بنا لیں اور پھر جو فیصلہ آپ کر دیں اس سے اپنے دلوں میں کوئی تنگی نہ پائیں اور اس کو پورا پورا تسلیم کر لیں)۔

۱۳۔ ابن ہشام: سیرۃ النبی: ۱: ۳۸۵ / حلبی: سیرت حلبیہ: ۱: ۴۹۹

۱۴۔ ابن ہشام: سیرۃ النبی: ۱: ۳۷۹ طبع مصر

۱۵۔ حلبی: سیرت حلبیہ: ۱: ۴۶۴ طبع مصر

۱۶۔ ابن ہشام: سیرۃ النبی: ۲: ۲۹

(ب) قسطلانی: المواہب اللدنیہ (حاشیہ) ۱: ۲۶۷ طبع بیروت المکتب الاسلامی

(ج) ابن جریر طبری: تاریخ الطبری: ۲: ۳۴۴ طبع مصر ۱۹۶۱ء

۱۷۔ حضورؐ کی اسی ذہنی اذیت اور قلبی رنج کی تلافی کے لئے اللہ کریم نے آپ کو عرش بریں پر بلا کر دلداری فرمائی اور آپ کو اللہ کے رستے میں اس تکلیف کے بدلے وہ رفعت اور وہ قربِ الٰہی نصیب ہوا جو کسی نبی کے حصے میں نہیں آیا تھا۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء

۱۸۔ ابن ہشام: سیرۃ النبی: ۱: ۳۳۸ طبع مصر

(نوٹ) سیرت حلبیہ: ۱: ۴۹۷ پر بھی ابوجہل کا یہ جواب ہے مگر وہاں مختصر ہے۔

۱۹۔ سورۃ ص: آیت نمبر ۲

۲۰۔ معصوم پیغمبرؐ کے ساتھ بلاوجہ اور بلا جواز استہزاء کرنے والے اور ستانے والے ان تمام لعینوں کا انجام بڑا عبرت ناک ہوا ہر ایک کو گستاخیٔ رسولؐ کی سزا

Marfat.com

ملی کچھ تو مختلف خطرناک اور ناگہانی قسم کی عجیب بیماریوں میں مبتلا ہو کر ایڑیاں رگڑ رگڑ کر کتوں کی سی موت مرے اور باقی ماندہ بدر کے میدان میں جہنم رسید ہوئے۔ ان گستاخانِ رسول ﷺ کی من جانب اللہ کس کس انداز میں خوفناک گرفت ہوئی کن کن خطرناک بیماریوں میں مبتلا ہوئے۔ کس طرح ذلیل و خوار ہوئے۔ عبرت پذیری کے لئے اس کی تھوڑی سی تفصیل ابن حبیب بغدادی کی کتاب المحبر ص ۱۵۸ - ۱۵۹ طبع بیروت کے حاشیے میں' الکامل فی التاریخ لابن اثیر ج ۲: ص - ۷۰ تا ۷۶' السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۹ ص ۸ (کتاب السیر) اور دیگر کتب سیرت میں دیکھی جا سکتی ہے۔

۲۱- (الف) ابن سعدؒ : الطبقات الکبریٰ : ۱ : ۲۰۲
(ب) ابن جریر طبریؒ : تاریخ الطبری : ۲ : ۳۲۴ طبع مصر ۱۹۶۱

۲۲- غریب مسلمانوں پر ظلم کی خونچکاں داستان ایک الگ مستقل موضوع ہے جس کی یہاں گنجائش نہیں۔

۲۳- (الف) علامہ آلوسی بغدادیؒ : روح المعانی : ۷ : ۱۵۸ طبع بیروت
(ب) امام یحییٰ بن شرف نووی : ریاض الصالحین : ۱۳۴ طبع مکتبہ رحمانی اردو بازار لاہور ۱۹۸۱ء

۲۴- حوالہ مذکور ص ۱۵۹

۲۵- (الف) علامہ آلوسی بغدادیؒ : تفسیر روح المعانی : ۱۵ : ۲۶۲ طبع بیروت لبنان
(ب) ابو نعیم اصبہانی : حلیتہ الاولیاء : ۱ : ۳۴۵ طبع مصر

۲۶- سورۃ الحجر : آیت نمبر ۸۸

۲۷- امام رازی : تفسیر کبیر : ۱۹ : ۲۱۱ طبع مصر مطبعہ بہیہ ۱۳۸۷ھ / ۱۹۳۸ء

۲۸- ابو عبداللہ القرطبی : الجامع لاحکام القرآن : ۶ : ۴۳۴ طبع قاہرہ

۲۹- علی بن برہان الدین حلبی : سیرت حلبیہ : ۱ : ۴۹۰ طبع مصر ۱۳۸۴ھ / ۱۹۶۴ء

۳۰- (الف) سیرت حلبیہ : ۱ : ۴۹۰
(ب) المستدرک حاکم : ۳ : ۶۳۴ طبع حیدر آباد دکن ۱۳۴۰ھ

۳۱- ولی الدین : مشکوٰۃ المصابیح : ص ۴۴۶ طبع سعید کمپنی کراچی۔

Marfat.com

۳۲۔ امام ابو زکریا یحیی بن شرف النووی: ریاض الصالحین: ص ۲۱۸ طبع لاہور

۳۳۔ یہاں اگر یہ اشکال پیدا ہو کہ بعض لوگوں کے پاس تو اندھی اور بے حساب دولت ہے۔ روپے پیسے اور سونے چاندی سے ان کے خزانے اور بینک بھرے پڑے ہیں انہیں اپنی زمینوں اور جاگیروں کی وسعت کا بھی صحیح پتہ نہیں، دنیا بھر کا سامان عیش و عشرت ان کے پاس موجود ہے جبکہ انکے مقابلے میں بعض لوگ نان جوینہ کو بھی ترستے ہیں۔ تن ڈھانپنے کے لئے انکے پاس کپڑا نہیں اور سر چھپانے کے لئے جھونپڑا نہیں تو ان بیچاروں کا کیا پیدائشی قصور تھا؟ تو اس اشکال کا ایک جواب تو خود قرآن نے دیا ہے۔

اِنَّ رَبَّکَ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیَقْدِرُ اِنَّہٗ کَانَ بِعِبَادِہٖ خَبِیْرًا بَصِیْرًا (سورة بنی اسرائیل: ۳۰)

(بے شک تیرا رب جس کے لئے چاہتا ہے رزق کشادہ کر دیتا ہے اور (جس کے لئے چاہتا ہے) تنگ کر دیتا ہے۔) بلاشبہ وہ اپنے بندوں کے حال سے باخبر اور دیکھنے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ کس شخص کے لئے کونسی نعمت مناسب ہے اور کونسی نقصان دہ۔ لہٰذا اس نے ہر بندے کو اس کے مناسب حال نعمت دی ہے۔ اگر اس سے کوئی نعمت سلب کی ہے تو کسی انفرادی یا اجتماعی مصلحت کی بنیاد پر ہی ایسا ہو گا۔ ضروری نہیں کہ وہ مصلحت ہماری سمجھ میں بھی آئے۔ ایک حدیث قدسی میں فرمایا گیا ہے کہ "میرے بعض بندے ایسے ہیں جن کے لیے فقر ہی مناسب ہے اگر میں انہیں غنی کردوں تو ان کا دین تباہ ہو جائے اور بعض بندے ایسے ہیں جن کے لیے غنا ہی بہتر ہے۔ اگر ان پر فقر آجائے تو دین سے ہی ہاتھ دھو بیٹھیں۔"

(تفسیر ابن کثیر: ۳: ۳۸: طبع سہیل اکیڈمی لاہور ۱۹۷۳ء)

ایک دوسرے پہلو سے غور کیا جائے تو تسلیم کرنا پڑے گا کہ اللہ کسی کے ساتھ بے انصافی نہیں کرتا۔ اگر اس نے تکوینی مصلحتوں کے تحت کسی کو ایک نعمت سے محروم کر رکھا ہے تو اس کے بدلے میں کوئی دوسری نعمت ضرور عطا فرمائی ہو گی۔ دنیا میں صرف مال و دولت ہی

Marfat.com

اللہ کی نعمت نہیں۔ صحت و تندرستی' حسن و جمال' ہمت و جرت شجاعت و مردانگی' اعضاء کی سلامتی اور علم و حکمت بھی اللہ کی بہت بڑی نعمتیں ہیں۔ اگر کسی کے پاس مال نہیں تو ان نعمتوں میں سے کسی نہ کسی کا وافر حصہ اسے ضرور ملا ہو گا۔

۳۴۔ قاضی ابوالفضل عیاضؒ : الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ : ج ۱ ص ۵۴ - ۵۵ طبع مصر

۳۵۔ قاری محمد طیب : خطبات حکیم الاسلام : ۴:۳۸۱ طبع کتب خانہ

۳۶۔ سورہ النساء : آیت نمبر۱

۳۷۔ سورہ الحجرات : ۱۳

۳۸۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا :

الناس من جهة التمثال اکفاء ابوهم ادم والام حواء

(سارے (چھوٹے بڑے) لوگ باعتبار پیکر عنصری کے ایک دوسرے کے برابر ہیں کیونکہ سب کے باپ آدم اور ماں حواء ہیں۔)

۳۹۔ ایک موقعہ پر انصار کے سردار حضرت سعد بن معاذ آئے تو حضورؐ نے حاضرین سے فرمایا

قوموا الی سیدکم

(اٹھو اور اپنے سردار کا بڑھ کر استقبال کرو)

(الف) صحیح ابن حبان : ۱۰ : ۸۷ طبع سانگلہ ہل

(ب) بخاری : ۲ : ۵۹۱ طبع دہلی)

۴۰۔ (الف) ابو عیسیٰ ترمذی : جامع ترمذی : ۷۷ طبع نور محمد کراچی

(ب) بخاری : ۲ : ۸۲۱

(ج) ابو داؤد : ۲ : ۵۲۷

۴۱۔ (الف) محمد ابن سعد : الطبقات الکبریٰ : ۴۰۸۱ - ۴۰۹ طبع بیروت ۱۹۶۰ء

(ب) سنن نسائی : ۲ : ۲۷۳ طبع کراچی

(ج) تاریخ الاسلام (السیرۃ النبی) للذہبی : ص ۷۷۴ طبع بیروت

Marfat.com

۴۲۔ قاضی احمد بن شعیب : سنن نسائی : ۲ : ۲۷۲ طبع کراچی
۴۳۔ "کَادَ الْفَقْرُ اَنْ یَّکُوْنَ کُفْرًا" بعید نہیں کہ فقر کفر کا باعث بن جائے (کنز العمال لعلی متقی ہندی : ۶ : ۲۷۵
۴۴۔ سورۃ البقرہ : آیت ۳۵
۴۵۔ رسولِ رحمت (مقالات مولانا ابو الکلام آزاد) مرتبہ مولانا غلام رسول مہر : ص ۱۳۶ طبع لاہور
۴۶۔ سیرت حلبیہ : ۳ : ۴۴۵
۴۷۔ امام فخر الدین رازی : تفسیر کبیر : ۳۰ : ۲۴۴ طبع مصر
۴۸۔ زمخشری : تفسیر کشاف : ۴ : ۶۰۵ طبع کتب خانہ مظہریہ کراچی (عکس بیروت)
۴۹۔ ایضاً
۵۰۔ مسلم بن حجاج قشیری : الجامع الصحیح (مسلم شریف) : ۲ : ۳۱۸ طبع کراچی
۵۱۔ مشکواۃ : ۴۲۵ طبع سعید کمپنی کراچی
۵۲۔ ابو داؤد سلیمان بن اشعث : سنن ابی داؤد : ۲ : ۵۶۵ اصح المطابع کراچی
۵۳۔ امام بخاری : الجامع الصحیح (کتاب الایمان) : ۱ : ۶ طبع کرزن پریس دہلی
۵۴۔ ولی الدین : مشکوۃ المصابیح (کتاب الاداب باب الشفقۃ والرحمۃ علی الخلق) ص ۴۲۴ طبع سعید کمپنی کراچی۔
۵۵۔ بخاری شریف (کتاب الادب) : ۲ : ۸۹۲ طبع دہلی / مسلم شریف : ۲ : ۲۵۳ طبع قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۹۵۶ء
۵۶۔ زرقانی : شرح مواہب اللدنیہ : ۴ : ۲۹۵ طبع مصر
۵۷۔ بخاری شریف (کتاب الجنائز : ۱ : ۱۷۰ طبع دہلی
۵۸۔ ابن ہشام : سیرۃ النبی : ۱ : ۴۱۶۔۴۱۷ طبع مصر
(ب) حلبی : سیرت حلبیہ : ۱ : ۵۰۶۔۵۰۷
(ج) امام محمد بن یوسف الصالحی الشامی۔ سبل الہدی والرشاد فی سیرۃ خیر العباد : ۲ : ۳ : ۵۲۔۵۵۱ طبع قاہرہ
۵۹۔ حلبی سیرت حلبیہ : ۱ : ۵۰۶ طبع مصر

Marfat.com

۶۰۔ ایضاً

۶۱۔ سید صباح الدین عبدالرحمن: بزم صوفیہ: ص ۴۱۲۔ ۴۱۳ طبع کراچی

۶۲۔ قسطلانی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمانے اور وصال تک وہیں اقامت اختیار کیے رکھنے کی ایک بڑی ایمان افروز حکمت لکھی ہے۔ جو اہل ذوق اور اہل عشق و محبت کے لئے بڑی وجد آفرین ہے۔ فرماتے ہیں:

حکمت اللہ یہ ہے کہ دنیا کی چیزیں حضورؐ پاک علیہ التحیۃ والثناء کے وجود سے بزرگی و شرف پائیں نہ یہ کہ خود حضورؐ کو کسی چیز کی وجہ سے بزرگی حاصل ہو۔ اگر آپؐ ساری زندگی مکہ مکرمہ میں ہی قیام پذیر رہتے تو وہم ہو سکتا تھا کہ آنجنابؐ کو جتنی فضیلت عظمت اور شان ملی ہے وہ مکہ مکرمہ کی برکت سے ہے جسے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے باعث یہ شرف حاصل ہوا۔ چنانچہ اللہ کریم نے آپ کے ذاتی شرف اور فضل و کمال کو ظاہر کرنے کا ارادہ فرمایا اور آپؐ کو مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمانے کا حکم دیا۔ جب آپ نے مدینہ میں قدم رنجا فرمایا تو آپؐ کے قدوم میمنت سے مدینہ منورہ کو عظیم شرف حاصل ہو گیا۔ حتیٰ کہ اس بات پر اہل علم کا اجماع ہے کہ گنبد خضریٰ کا وہ قطعہ جو آپ کے جسم اطہر سے ملا ہوا ہے وہ ساری زمین سے افضل ہے۔

(قسطلانی: المواہب اللدنیہ: ۱: ۲۸۷، ۲۸۸ طبع المکتب الاسلامی بیروت)

قاضی عیاضؒ وغیرہ کی تصریح کے مطابق جسم نبوی کو مس کرنے والا حصہ صرف زمین ہی نہیں بلکہ عرش معلیٰ سے بھی افضل ہے۔ کیونکہ عرش بھی آخر مخلوق ہے اور حضورؐ کی ذات گرامی افضل المخلوقات ہے۔

۶۳۔ طبقات ابن سعد: ۱: ۲۲۶ طبع بیروت ۱۹۶۰ء

Marfat.com

Marfat.com

باب چہارم

آمدِ مدینہ منورہ تا وصالِ مبارک

(مدنی دور)

(نوٹ: باب ہذا کی فصلوں کے حوالہ جات بابؐ کی ہر فصل کے آخر میں ملاحظہ فرمائیں)

Marfat.com

Marfat.com

فصل اول

غرباء و مساکین کی تسکین کے لئے فقیرانہ زندگی

بادشاہی میں فقیری

ظاہری حالات کی بنیاد پر کہا جا سکتا ہے کہ مکہ مکرمہ میں نبی اکرم، نور مجسم، سراپا رحم و کرم، شافع امم، فخر بنی آدم، رحمت دو عالم، شاہ عرب و عجم، عبداللہ کے لخت جگر، آمنہ کے لال سیدی و مولائی حضرت محمدؐ مصطفےٰ احمد مجتبےٰ علیہ التحیۃ والثناء کی حیثیت ایک مجبور مقہور نادار اور کمزور کی سی تھی۔ (۱) اسی کمزوری اور مقہوری کیوجہ سے آپؐ کو اور آپؐ کے متبعین کو مکہ مکرمہ سے ہجرت کرنا پڑی۔ لیکن جب آپؐ مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو ہم دیکھتے ہیں کہ یہاں آپؐ نہ صرف رسولﷺ ہیں بلکہ ایک حاکم و سربراہ مملکت بھی ہیں اور سربراہ مملکت بھی ایسے جن کی حکومت اور اقتدار دس لاکھ مربع میل کے علاقے پر پھیلا ہوا ہے۔(۲)

علامہ خفاجیؒ کی تفصیل کے مطابق ایک وقت ایسا بھی آیا کہ رب کریم نے آپؐ کے واسطے زمین کے خزانے کھول دیے اور متعدد ممالک کے اقتدار کی چابیاں دے دی گئیں۔ حجاز یمن اور سارا جزیرۃ العرب فتح ہو گیا۔ شام و عراق اور ارد گرد کے علاقے آپ کے زیر نگیں آگئے۔ آپ کی حکومت طول میں عدن سے لیکر عراق تک اور عرض میں جدہ سے لیکر شام تک وسیع ہو گئی۔ ان تمام علاقوں کا خمس، جزیہ

Marfat.com

اور صدقات کی رقم آپؐ کے پاس پہنچ رہی تھی۔ مختلف ممالک کے بادشاہوں اور فرمانرواؤں کے تحائف اور ہدیے اس کے علاوہ تھے۔ مثلاً مقوقس ملک القبط نے ایک دفعہ دو لونڈیاں ایک جوڑا کپڑے اور ایک خوبصورت سفید خچر بھیجا جس کا نام دُلدُل تھا۔ فروہ بن عمر جذامی (عامل قیصر) نے ایک عمدہ خچر گھوڑا کپڑے اور سندس کی قبا بھیجی۔ اسی طرح اکیذر دومتہ الجندل نے قیمتی ہدیے بھیجے۔ بادشاہوں کے علاوہ مختلف وفود جو ہدایا لاتے تھے ان کا تو کوئی حساب ہی نہیں۔ (۳) صرف ھوازن سے جو مال غنیمت حاصل ہوا اس میں واقدی اور ماوردی کی وضاحت کے مطابق چھ ہزار غلام و باندیاں، چوبیس ہزار اونٹ چالیس ہزار بکریاں اور چار ہزار اوقیہ چاندی تھی۔ (۳ الف) باغ فدک اور خیبر کی زمینوں کی مستقل آمدنی اسکے علاوہ تھی۔ اس کے باوجود جب ہم احادیث و سیرت کی کتابوں میں اس شاہ عرب کے زہد فقر اور درویشانہ معیشت کا باب دیکھتے ہیں اس کے اہل و عیال کی زاہدانہ و فقیرانہ زندگی کا مطالعہ کرتے ہیں اور اس کی ازواج مطہرات کی "کوٹھیوں" کے حدود اربعہ ان کی بناوٹ اور ان میں موجود "بیڈ، ملبوسات، کراکری، فرنیچر" اور دیگر گھریلو سامان کی تفصیل معلوم کرتے ہیں تو انسان ورطہ حیرت میں پڑ جاتا ہے کہ وہ عظیم آدمی جو دس لاکھ مربع میل کا بلا شرکت غیرے حکمران ہے۔ جس کے در پر ساری دنیا پلتی ہے۔ جو سارے محتاج ضرورت مند اور بے آسرا لوگوں کا سہارا ہے جس نے ساری غریب عوام کی کفالت کا ذمہ اٹھا رکھا ہے (۴) جس کے ہاتھ میں زمین کے خزانوں کی کنجیاں ہیں (۵) جس کے دربار میں زکوۃ عشر خمس خراج اور جزیہ کی رقوم کا ڈھیر لگ جاتا ہے۔ جس کی زبان سے نکلا ہوا ایک ایک لفظ قانون کا درجہ رکھتا ہے جو صرف جسموں پر نہیں دلوں پر بھی حکومت کرتا ہے۔ جس کی حکمرانی دنیا پر بھی صرف دنیا کی زمین پر نہیں بلکہ دلوں کی مملکت ہے۔ جس کی ذات پر اس کے ماننے والے اپنا تن من دھن وار دینا اپنی سعادت تصور کرتے ہیں، اس کے گھروں میں کھانا پکانے کے لئے دو دو مہینے آگ نہیں جلتی۔ اس چیز کی شہادت اور آپ بیتی خود آپؐ کی چہیتی زوجہ محترمہ ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی زبانی سن لیجئے جسے بخاری و مسلم کے علاوہ متعدد محدثین نے نقل کیا ہے۔ مسلم کے الفاظ ہیں۔

Marfat.com

" عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ اِنَّهَا كَانَتْ تَقُولُ
وَاللّٰهِ يَا ابْنَ اُخْتِيْ اِنْ كُنَّا لَنَنْظُرُ اِلَى الْهِلَالِ ثُمَّ الْهِلَالِ
ثُمَّ الْهِلَالِ اَهِلَّةً فِيْ شَهْرَيْنِ وَمَا اُوْقِدَ فِيْ اَبْيَاتِ
رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَارٌ قَالَ قُلْتُ يَا
خَالَةُ فَمَا كَانَ يُعِيْشُكُمْ قَالَتْ الْاَسْوَدَانِ التَّمْرُ وَ
الْمَاءُ اِلَّا اَنَّهُ قَدْ كَانَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ جِيْرَانٌ مِنَ الْاَنْصَارِ وَ كَانَتْ لَهُمْ مَنَائِحُ فَكَانُوْا
يُرْسِلُوْنَ اِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ
اَلْبَانِهَا فَيَسْقِيْنَاهُ (۶)

حضرت عروہؓ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہؓ مجھے فرمایا کرتی تھیں اے میرے بھانجے! اللہ کی قسم ہم لوگ ایک چاند کو دیکھتے پھر دوسرے کو پھر دوسرے مہینے کے اختتام پر تیسرے ماہ کے چاند کو بھی دیکھ لیتے مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروں میں آگ جلانے کی نوبت نہ آتی۔ حضرت عروہؓ کہتے ہیں میں نے پوچھا خالہ جان! تو پھر آپکا گزارہ کس چیز پر تھا؟ فرمایا دو چیزوں یعنی کھجور اور پانی پر البتہ کچھ انصار حضورﷺ کے پڑوسی تھے جن کے پاس اونٹنیاں تھیں اور جو از راہ محبت اور بطور ہدیہ آپ کے پاس دودھ بھیج دیا کرتے تھے۔ چنانچہ وہ دودھ آپؐ ہمیں پلا دیتے تھے۔

ایک اور گواہی بھی اسی ام المومنینؓ سے سن لیجئے جس نے اپنی آنکھوں سے حضورﷺ کے زہد کو دیکھا اور بنفس نفیس تمام آل محمدﷺ سمیت فاقے پر فاقے برداشت کیے۔ اور کبھی زبان پر حرف شکایت نہ آیا۔ فرماتی ہیں۔

"حضورﷺ کے مدینہ منورہ میں تشریف لانے سے وصال کے دن تک مرغن غذا تو کیا آل محمدﷺ کو کبھی متواتر دو دن تک جو کی روٹی بھی پیٹ بھر کر کھانا نصیب نہیں ہوئی۔" (۷)

لگتے ہاتھوں ایک اور چشم دید گواہ کی گواہی بھی ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ اَبِيْ طَلْحَةَ قَالَ شَكَوْنَا اِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

Marfat.com

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْجُوْعَ فَرَفَعْنَا عَنْ بُطُوْنِنَا عَنْ حَجَرٍ حَجَرَ فَرَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بُطْنِهِ عَنْ حَجَرَيْنِ (۸)

(حضرت ابو طلحہؓ کہتے ہیں ہم نے ایک موقعہ پر حضورؐ کے پاس بھوک کی شکایت کی اور اپنے پیٹوں پر بندھا ہوا ایک ایک پتھر کھایا تو آپؐ نے بھی اپنے پیٹ مبارک سے کپڑا ہٹا کر پیٹ پر بندھے ہوئے دو پتھر دکھائے)

وشد من سغب احشاءہٗ وطوی
تحت الحجارۃ کشحا مترف الادم

(اور باندھا بھوک کی وجہ سے اس نفس قدسی نے اپنے شکم مبارک کو اور اپنے ناز پروردہ پہلوؤں کو کسا۔)

حضورؐ کے گھروں میں فاقے کی وجہ

حضورؐ کے گھروں میں اکثر فاقوں اور اہل بیت کے کمال صبر و شکر کی متعدد روایات حدیث و سیرت کی کتابوں میں موجود ہیں جن کی یہاں گنجائش نہیں ہو سکتی۔ البتہ ابن سعد نے ان فاقوں کی ایک وجہ بتائی ہے جس کا بیان کرنا ضروری ہے۔ لکھتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہؓ (جنہیں دن رات حضورؐ کے قریب رہنے کا اتفاق ہوتا تھا) نے بیان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اکثر بھوکے رہتے تھے۔ سننے والے راوی اعرج نے دریافت کیا اس بھوک کی وجہ کیا تھی؟ تو حضرت ابو ہریرہؓ نے بتایا کہ

لِكَثْرَةِ مَنْ يَغْشَاهُ وَاَضْيَافُهٗ وَ قَوْم يَلْزَمُوْنَهٗ لِذَالِكَ فَلَايَا كُلُ طَعَامًا اَبَدًا اِلَّامَعَهٗ اَصْحَابُهٗ وَاَهْلُ الْحَاجَةِ يَتَتَبَّعُوْنَ مِنَ الْمَسْجِدِ (۹)

ترجمہ: کثرت سے آپؐ کے ہاں آنے والے مہمانوں اور ان مفلس لوگوں کی وجہ سے جو کھانے کے لئے آپؐ کے ساتھ چمٹے رہتے تھے۔ آپؐ جب بھی

Marfat.com

کھانا تناول فرماتے تو آپؐ کے ساتھ آپؐ کے صحابہؓ اور وہ اہل حاجت بھی شریک ہو جاتے جو مسجد سے ہی آپؐ کے پیچھے آجاتے۔

ابوبصرہ غفاری کا بیان ہے کہ میں اسلام لانے سے قبل ایک رات حضورؐ کے ہاں مہمان ٹھہرا۔ آپؐ نے اس بکری کا دودھ دوہ کر مجھے پلا دیا جس کا گھر والوں کو ملا کرتا تھا۔ حضورﷺ کے اہل و عیال بھی کوئی ہمارے اہل و عیال نہ تھے۔ صبر و شکر ان کی طبیعت ثانیہ بن چکی تھی۔ سب کہنے لگے۔ ہم آج رات بھی اسی طرح بھوکے گزار لیں گے جس طرح کل رات بھوکے گزار لی تھی۔

حضورﷺ کے ہاں مہمان نوازی میں اپنے پرائے اور مسلم و غیر مسلم کی کوئی تمیز نہ تھی۔ جو بھی مہمان کاشانہ نبوی میں آتا آپؐ اس کی بھرپور خاطر تواضع فرماتے۔ ابوبصرہ مذکور کی بھی حسب عادت آپؐ نے خاطر تواضع فرمائی۔ مہمان کو سیر ہو کر کھلایا مگر سب گھر والوں نے رات بھوکے گزار دی۔ حضورﷺ کا یہ بلند اخلاق اور کمال ایثار اپنا اثر کر چکا تھا۔ ابوبصرہ حضورﷺ کی اس ایثار نفسی سے اتنا متاثر ہوئے کہ صبح ہوتے ہی کلمہ پڑھ کر دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ (۹۸)

یہی وجہ تھی کہ شاہ دوسرا علیہ التحیۃ والثناء اور آپؐ کا سارا گھرانا رات کو اکثر بھوکا سو رہتا۔ حضرت عبداللہ بن عباس کا بیان ہے!

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَبِيْتُ اللَّيَالِيَ الْمُتَتَابِعَةَ طَاوِيًا وَاَهْلُهٗ لَا يَجِدُوْنَ عَشَاءً وَكَانَ اَكْثَرُ خُبْزِهِمْ خُبْزَ الشَّعِيْرِ (۱۰)

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے گھر والے کئی کئی متواتر راتیں بھوکے رہ جاتے تھے کیونکہ رات کا کھانا میسر نہ ہوتا تھا۔ علاوہ ازیں جب کبھی روٹی میسر ہوتی تو اکثر جو کی روٹی ہوتی

آپؐ کی راتوں کا زیادہ تر حصہ اپنے رب کے حضورﷺ قیام و سجود میں گزر جاتا تھوڑا بہت جو آرام فرماتے اس کے لیے بھی کوئی "پلنگ" اور نرم و گداز بستر نہ تھا بلکہ بان کی ایک کھردری چارپائی یا چٹائی ہوتی تھی جس سے نازک اور نازنین

Marfat.com

جسم پر نشان پڑ جاتے (۱۱) حضرت ابن مسعودؓ نے بستر بچھانے کی اجازت چاہی تو فرمایا : "مالی و للدنیا" مجھے دنیا کے ساتھ کیا سروکار

یہی چیزیں دیکھ کر ایک عاشق پکار اٹھا۔

قبضہ میں جن کے ساری خدائی
ان کا بچھونا ایک چٹائی
وہ بھی جی بھر کے نہ سونا
صلی اللہ علیہ وسلم
کھانا جو دیکھو جو کی روٹی
ان چھنا آٹا روٹی موٹی
وہ بھی پیٹ بھر کر نہ کھانا
صلی اللہ علیہ وسلم

دیانددار

دنیا کے بادشاہوں اور سربراہان مملکت کے گھروں میں روشنی کا کیا کچھ انتظام نہیں ہوتا۔ کتنے قیمتی فانوس ہوتے ہیں" قمقمے ہوتے ہیں' طرح طرح کی ٹیوب لائیٹیں ہوتی ہیں۔ مگر اس شاہ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کا یہ حال ہے کہ گھر میں روشنی کرنے کے لئے دیا تک نہیں (۱۲) اور اگر کبھی دیا میسر ہوا ہے تو اس میں جلانے کے لئے تیل نہیں حتی کہ پیر (جس دن آپؐ کا وصال ہوا) کی رات جب آپؐ پر نزع کا عالم طاری تھا تو "خاتون اول" سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اپنا مٹی کا دیا ایک عورت کی طرف بھیجا اور فرمایا۔

اُقْطِرِیْ لَنَا فِی مِصْبَا حِنَا مِنْ عِکَتِکِ السَّمَنَ فَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسلم اَمْسٰی فِی جُدَیْدِ الْمَوْتِ (۱۳)

(ہمارے دیئے میں چند قطرے گھی کے ڈال دو کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر نزع کا عالم طاری ہے۔)

اندازہ کیجئے یہ وہ آفتاب ہدایت اور سراج منیر ہے جس کی روشنی ساری

Marfat.com

دنیا میں پھیلی ہوئی ہے جس کے دم قدم سے اور جس کے نعلین کی برکت سے آج بھی عرب کی زمینیں سونا اگل رہی ہیں۔ وہاں کے صحراؤں کے نیچے پٹرول کے دریا بہہ رہے ہیں جہاں کا تیل ساری دنیا میں پہنچ رہا ہے۔ اور جس کے بل بوتے پر آج عرب کے "شیوخ" اور "شاہوں" کے فلک بوس اور عالی شان محلات تعمیر ہو رہے ہیں اور جس کی آمدنی پر ان کی حکومتیں اور عیاشیاں چل رہی ہیں مگر اس مہر منیر اور عرب حکومتوں کے بانی اول کے گھر میں دیا جلانے کے لئے تیل تک نہیں۔ حضورؐ کے گھر میں زہد اور فقر و فاقہ کا یہ عالم تھا کہ جس دن آپؐ نے اس دنیا سے انتقال فرمایا اس دن آپؐ کی زرع ابو شحمہ نامی یہودی کے ہاں صرف تیں صاع جو کے عوض گروی رکھی ہوئی تھی اور گھر میں اتنا پیسہ موجود نہ تھا کہ اس سے گروی میں رکھی ہوئی زرع کو چھڑایا جا سکتا۔ (۱۳۸ A) یہ زہد اور فقر اختیاری اور تعلیم امت کے لئے تھا جیسا کہ آگے آ رہا ہے۔

ازواجِ مُطہرات کے حُجرے

اب تھوڑا سا تذکرہ شاہ مدینہؐ کی ازواجِ مطہرات کے "بنگلوں" اور "محلات" کا بھی ہو جائے تو باعث فکر آخرت ہو گا۔ یہ وہ پاک بیبیاں ہیں جو سارے مسلمانوں کی مائیں ہیں اور جن کے شوہر نامدارؐ کی حکومت جزیرۃ العرب کے لاکھوں مربع میل پر پھیلی ہوئی ہے۔ خواتین کو طبعی اور فطری طور پر خوبصورت اور کھلے مکانات، منقش درو دیوار، سنگ مرمر کے فرش، قیمتی قالین، فرنیچر، ڈرائنگ روم، بیڈ، صوفہ سیٹ، کراکری، عمدہ ساز و سامان، زیب و زینت خوبصورتی اور نمائش کی چیزیں اور پتہ نہیں کن کن کپڑوں، سیٹوں اور برتنوں کا جنون کی حد تک شوق ہوتا ہے۔ مگر قربان جائیں ان اہل بیت یعنی پیغمبرؐ کی صابر قانع اور شاکر بیبیوںؓ پر جنہوں نے دیگر گھریلو ساز و سامان تو درکنار چند مربع فٹ پر مشتمل کچے اینٹوں کے تنگ اور تاریک حجروں میں بھوکے پیاسے اپنی زندگیاں گزار دیں اور امت کے لئے نمونہ چھوڑ گئیں۔ ولید کے زمانے میں جب ان حجروں کو شہید کر کے مسجد میں شامل کیا گیا تو حضرت تابعی سعید ابن المسیبؒ نے کہا: اگر

Marfat.com

ان حجروں کو اپنی اصل پر باقی رکھا جاتا اور شہید کر کے مسجد نبوی میں شامل نہ کیے جاتے تو دنیا کو اندازہ ہوتا کہ سید الرسل اور سید الثقلین ؑ نے کتنی کم دنیا پر اکتفا کیا دوسرے حصول دنیا اور تکاثر کی دوڑ میں شریک ہوس زر کے اندھوں میں دنیا سے بے رغبتی اور فکر آخر کا داعیہ پیدا ہوتا (۱۴)

اس موقعہ پر ابو امامہ نے کہا تھا:

"اے کاش یہ گرائے نہ جاتے یوں ہی چھوڑ دیے جاتے تا کہ لوگ عمارات کی تعمیر سے رکتے اور دیکھتے کہ نبی علیہ السلام کتنی دنیا پر راضی ہو گئے تھے۔ حالانکہ ان کے ہاتھ میں دنیا کے خزانوں کی کنجیاں تھیں

طول اور عرض کتنا تھا ان کی دیواریں کون کونسی قسم کے "سنگ مرمر" سے چنی گئی تھیں ان کی چھت پر کس قسم کا "لنٹر" اور کس نوع کی "غیر ملکی لکڑی" ڈالی گئی تھی ان تمام چیزوں کی تفصیل معتبر ترین مورخین اور محدثین امام بخاری اور ابن سعد وغیرہ نے درج کی ہے۔

ابن سعد اور امام بخاری دونوں نے حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ "میں حضرت عثمانؓ بن عفان کے زمانے میں ازواج مطہرات کے گھروں میں داخل ہوتا تھا اور ان کی اونچائی صرف اتنی تھی کہ آسانی سے میرا ہاتھ چھت تک پہنچ جاتا تھا" (۱۵) گویا سات آٹھ فٹ سے اونچے نہ تھے۔

تمام ازواج مطہرات کے گھر کچی اینٹوں سے بنے ہوئے تھے جن پر مٹی کے گارے سے لپائی کر دی جاتی تھی۔ بعض حجروں کے سامنے تو چاردیواری ہی نہ تھی البتہ بعض کے آگے کھجور کی ٹہنیوں کی چار دیواری تھی۔ (یہ غالباً" چک کی طرز پر ٹہنیاں جوڑ کر پردہ بنایا گیا ہو گا) بارش اور دھوپ سے بچاؤ کے لئے بالوں کے کمبل حجروں کی گرد لپٹے رہتے تھے۔ داؤد بن قیس کے بیان کے مطابق جنہوں نے خود ان حجروں کو دیکھا' چار دیواری کے دروازے اور گھر کے دروازے کے درمیان کوئی چھ یا سات ہاتھ (ہاتھ عموماً" دو فٹ کا ہوتا ہے) کا فاصلہ تھا۔ اور اصل حجروں کی لمبائی چوڑائی کوئی دس دس ہاتھ تھی۔ (۱۶) تمام حجروں کی چھتیں کھجور کے پتوں اور شاخہائے خرما سے بنائی گئی تھیں۔ سیدہ عائشہ صدیقہؓ جو آپؐ

Marfat.com

کی چہیتی بیوی اور محبوبہ تھیں۔ جن کی گود میں اور جن کے حجرے میں آپؐ نے وصال فرمایا اور جس حجرے میں آپؐ آج بھی محو استراحت ہیں۔ اس حجرے کا کل ساز و سامان اور کل کائنات کیا تھی۔ ایک سیرت نگار سے سنیے۔

۱۔ ایک چارپائی جو دو لکڑیوں سے بنائی گئی تھی اور ان لکڑیوں کو عام سی رسیوں سے باندھ دیا گیا تھا۔

۲۔ چارپائی کے اوپر ایک پرانی چادر پڑی رہتی جسے گرمیوں میں تہہ کر کے نیچے بچھا دیا جاتا اور سردیوں میں آدھی گدے اور آدھی رضائی کے طور پر اوپر اوڑھ لیتے۔

۳۔ ایک تکیہ جس میں کھجور اور درختوں کی چھال بھری تھی۔

۴۔ ایک مٹکا پانی کے لئے۔

۵۔ وضوء اور نہانے کے لئے مٹی کا ایک لگن۔

۶۔ کھانے کے لئے مٹی کا ایک برتن۔

۷۔ ایک کھونٹی جس پر چند مٹھی جو اور کھجور لٹکے رہتے۔

۸۔ جو پیسنے کے واسطے ایک چکی۔

یہ تھا کاشانہ نبوی، دولت کدہ رسول، مُہبطِ وحی، اور فرشتوں کا جائے نزول اور یہ تھا صابر و قانع پیغمبرؐ کا دنیا میں حصہ (۱۷)

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَلٰوۃً وَّسَلَامًا "کثیراً" کثیرا"

رہے پہننے کے "سوٹ" تو سوائے روئی کے ایک آدھ قمیص، ایک آدھ چادر اور ایک آدھ عمامہ کے کوئی فالتو کپڑا ہی نہ تھا جسے "سوٹ کیسوں" میں رکھنے کی نوبت آتی۔ (۱۸) ان حجروں کے علاوہ ایک بالا خانہ بھی تھا۔ اس بالاخانہ میں ایک مرتبہ فاروق اعظمؓ حاضر ہوئے تو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے مندرجہ بالا قسم کے انتہائی مختصر ساز و سامان اور چٹائی جس کے نشان جسم نبویؐ پر پڑ چکے تھے، کو دیکھ کر ان کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ حضورؐ نے وجہ پوچھی تو فاروق اعظمؓ نے عرض کیا:

"یا رسول اللہ ﷺ میں کیوں نہ روؤں درانحالیکہ اس

Marfat.com

چٹائی نے آپؐ کے جسم نازنین پر نشان ڈال دیے ہیں۔ اور یہ آپؐ کا کل خزانہ ہے! جو میری آنکھوں کے سامنے ہے جب کہ قیصر و کسریٰ مال و دولت باغات اور نہروں کے مزے لے رہے ہیں اور آپؐ کا یہ حال ہے حالانکہ آپؐ اللہ کے فرستادہ اور اس کے محبوب ہیں"

یہ سن کر آپؐ نے فرمایا

یَا ابْنَ الْخَطَّابِ اَلَاتَرْضٰی اَنْ تَکُوْنَ لَنَا الْاٰخِرَۃُ وَلَھُمُ الدُّنْیَا

اے ابن خطاب کیا تو اس امر پر راضی نہیں کہ ہمارے لیے آخرت اور ان (قیصر و کسریٰ) کے لئے فقط دنیا کی نعمتیں ہوں۔

تو حضرت عمرؓ نے عرض کیا: کیوں نہیں (۱۹)

سیدہ عائشہ صدیقہؓ نے وصال نبوی پر کیا خوب مرثیہ کہا اور کتنا شاندار خراجِ عقیدت پیش کیا۔ فرمایا

یَامَنْ لَمْ یَلْبَسِ الْحَرِیْرَ
وَلَمْ یَنَمْ عَلٰی فِرَاشِ الْوَتِیْرِ
وَ یَا مَنْ خَرَجَ الدُّنْیَا
وَلَمْ یَشْبَعْ مِنْ خُبْزِ الشَّعِیْرِ
وَیَا مَنِ اخْتَارَ الْحَصِیْرَ عَلَی السَّرِیْرِ
وَیَامَنْ لَمْ یَنَمْ بِاللَّیْلِ مِنْ خَوْفِ السَّعِیْرِ

ترجمہ:

۱۔ اے وہ (کالی کملی والے) جنہوں نے کبھی ریشم کا کپڑا نہ پہنا اور جو زندگی بھر نرم بستر پر نہ سوئے۔

۲۔ اے وہ (صابر و قانع رسول) جو دنیا سے اس حال میں رخصت ہوئے کہ کبھی جو کی روٹی بھی سیر ہو کر نہ کھائی۔

Marfat.com

۳۰۔ اے وہ (شہنشاہ) جس نے چارپائی پر (نرم و گداز گدوں اور مخملی بستروں کی بجائے) چٹائی کو اختیار کیے (بچھائے) رکھا اور اے وہ (شب زندہ دار) جو دوزخ کے خوف سے (تعلیم امت کے لئے) رات بھر نہ سوتے تھے۔ (۲۰)

پیغمبری سے بادشاہی کا طعن

اس مقام پر بعض مستشرقین کے ایک طعن کا تجزیہ اور تار پول بھی کھولتے جائیں اور اسے عقل و انصاف کی میزان پر تولتے جائیں۔ وہ یہ کہ ہجرت نبوی کے بعد جب فتوحات کا عظیم سلسلہ شروع ہو گیا سارا جزیرۃ العرب حضورؐ کے زیر نگیں ہو گیا اکناف و اطراف سے مختلف محاصل کی رقم اور مال غنیمت آنے لگا اور قبائل عرب فوج در فوج اللہ کے دین میں داخل ہونے لگے تو ظاہر بینوں کو یہ چیزیں دیکھ کر سلطنت اور جہانبانی کا دھوکا ہوا۔ اس لیے اہل فرنگ عموماً" طعن کیا کرتے ہیں کہ "حضورؐ مکہ میں تو واقعی پیغمبر تھے لیکن مدینہ جا کر آپؐ پیغمبرؐ سے بادشاہ ہو گئے۔" مگر دیکھنا یہ ہے کہ اس طعن میں کوئی وزن بھی ہے اس دعوی پر کوئی دلیل بھی ہے؟ حضورؐ کی ساری زندگی میں اس کا کوئی ثبوت اور کوئی شہادت بھی ملتی ہے؟ جس شاہ مدینہ اور اس کے اہل و عیال کی عام طور پر خوراک اور بود و باش کی ایک تھوڑی سی جھلک ہم پیچھے دیکھ چکے ہیں کیا اس صابر قانع اور دل کے غنی رسول پر عام معنوں میں بادشاہ کا اطلاق ہو سکتا ہے؟ اس شاہ مدینہ اور دنیا کے دوسرے بادشاہوں میں جو زمین و آسمان کا فرق ہے وہ تو اندھے کو بھی نظر آ رہا ہے ذہنی تعصب اور عناد کو تھوڑی دیر کے لئے تلاش حق کی خاطر ایک طرف رکھیے اور پھر غور کر کے بتائیے کہ کیا دنیا میں کوئی ایسا بادشاہ گزرا ہے یا اس وقت کسی خطہ ارض پر حکومت کر رہا ہے جسے اسراف' تکلفات نمود و نمائش' زیب و زینت اور دنیوی شان و شوکت سے نفرت ہو۔ جس کی جائے رہائش جس کی پوشش (ملبوسات) جس کی غذا' جس کے اہل و عیال کی معیشت' اور بود و باش پیغمبرؐ عربیؐ (فداہ ابی دامی) اور آپؐ کے اہل بیت کے طرز زندگی سے کچھ بھی نسبت رکھتی

Marfat.com

ہو؟ ایسا بادشاہ آپ کو صفحہ ارضی پر اور بادشاہوں کی تاریخ میں کہیں نظر نہیں آئے گا۔

فَارْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ اِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِيْرٌ ○

(سورۃ الملک: آیت ۳، ۴)

چنانچہ تو پھر نگاہ ڈال کر دیکھ لے کہیں تجھ کو خلل نظر آتا ہے؟ پھر بار بار نگاہ ڈال کر دیکھو نگاہ ہی آخر ذلیل اور درماندہ ہو کر تیری طرف لوٹ آئے گی۔

مولانا مناظر احسن گیلانی مرحوم نے اس خلاف حقیقت اور مفروضہ پر مبنی طعن کا جواب دیتے ہوئے اہل فرنگ سے بڑے ایمان افروز انداز میں چند عقلی اور عام سی باتوں کا سوال کیا ہے۔ جن کا جواب یقیناً ان کے پاس نہیں۔ پوچھتے ہیں!

"انصاف کے خونیو! کیا یہی مکہ کا وہ فقیر ہے جس کے متعلق تمہاری گندی زبانوں نے غل مچایا کہ وہ مدینہ کا بادشاہ ہو گیا تھا اور کیا آج ہی اس کا یہ حال ہے۔ دس سال کی مدت میں کسی نے اس کے گھر سے روز دھواں اٹھتے دیکھا؟ ایسے بادشاہ کس دنیا میں گزرے ہیں جن کے منہ کو جو کے بے چھنے آٹے کی روٹی بھی میسر نہ آئی؟ بادشاہوں نے بھی کبھی دو دو تین مہینے تک صرف پانی اور خشک چھوہاروں پر زندگی گزاری ہے؟ بادشاہ نے بھی کبھی بھوک کی شدت میں پیٹ پر دو دو پتھر باندھے ہیں؟ بادشاہوں کی لڑکیوں کے ہاتھ پر آٹا پیسنے کا گٹھا اور گردن میں پانی کے نشانات دیکھے گئے؟ ایسی شاہزادی زمین کے کس خطے میں پائی گئی جس کو جس کے بچوں کو دو دو تین تین دن بھوک کی شدت سے دن کو رات اور رات کو دن کرنا پڑتا ہے؟ بادشاہوں کا قصر کیا اسی کو کہتے ہیں جن کے کھجوروں کے پتوں کی چھت سے بھی آدمی کا سر لگتا ہو۔ مدینہ کے بادشاہ کا شاہی محل تو اس وقت بھی موجود ہے اس کے طول و عرض کو تو اب بھی ناپ سکتے ہو باہر میں اس کے کچھ بھی ہو لیکن اندر تو اس کے وہی ہے جو پہلے تھا" (۲۱)

Marfat.com

اختیاری فقر

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زاہدانہ اور فقیرانہ زندگی کی ساری تفصیلات کی یہاں گنجائش نہیں۔ پچھلے اوراق میں ایک مختصر سی جھلک دکھائی گئی ہے آپؐ کا یہ سارا فقر و فاقہ انتہائی سادگی انتہائی قناعت اور ناداری محض تعلیم امت (۲۲) اور غرباء و مساکین اور تنگ حال لوگوں کی دلی تسکین کے لئے تھی۔ آپؐ جس دین رحمت اور شریعت مطہرہ کے نفاذ کے لئے تشریف لائے تھے اس کا بنیادی تقاضا تھا کہ جب تک سارے کے سارے مسلمان اور تمام رعیت روٹی کپڑے سے بے نیاز نہ ہو جائے۔ جب تک اسلامی معاشرہ کے ایک ایک فرد کو پورا پورا لباس اور خوراک مہیا نہ ہو جائے' نہ خود عمدہ لباس پہنیں نہ عمدہ خوراک کھائیں اور نہ یہ سہولتیں اپنے اہل و عیال ہی کو پہنچائیں۔

نکتہ شرع مبین ایں است و بس
کہ درجہاں محتاج باشد نہ کس

آپؐ نے بعض مواقع پر اگر قیمتی لباس زیب تن فرمایا ہے عمدہ خوراک کھائی ہے حج کے موقعہ پر سو اونٹ ذبح کیے ہیں۔ ایک اعرابی کو پورا ریوڑ بکریوں کا دے دیا ہے' یا کوئی اور نفیس چیز استعمال فرمائی ہے۔ تو وہ صرف بیان جواز کے واسطے تھی۔ اس فانی دنیا میں عام طور پر آپؐ کا جو حصہ رہا ہے اس کا مختصر سا بیان پیچھے گزر چکا ہے۔

غریب اور معاشی طور پر کمزور لوگوں کے ساتھ ہمدردی خیر خواہی اور غمخواری کی ایک شکل یہ بھی ہے کہ انسان اپنے معیار زندگی کو ان سے بلند نہ ہونے دے۔ کھانے پینے کپڑے لتے اور بود و باش میں گنجائش کے باوجود ان سے بلند ہونے کی کوشش نہ کرے ورنہ ان کے دلوں میں مالی پریشانیوں پر مزید رنج و الم اور دکھ و تاسف کے جذبات پیدا ہوں گے۔ اور اگر ان کا سردار رئیس یا بڑا آدمی بھی انہی کی طرح کے مکانوں میں رہتا ہے انہی کی طرح پھٹے پرانے کپڑے پہنتا ہے انہی کی طرح روکھا سوکھا کھاتا ہے انہی کی طرح فاقے برداشت کرتا ہے تو فطری اور نفسیاتی طور پر انہیں حوصلہ ملتا ہے۔ ان میں احساس کمتری پیدا نہیں ہوتا۔ غالباً" اسی انسانی نفسیات

Marfat.com

کو مد نظر رکھتے ہوئے اور اپنی ذات اور اپنے اہل و عیال پر غرباء اور ضرورت مندوں کو ترجیح دیتے ہوئے آپؐ نے فقر و فاقہ کی صبر آزما روش اختیار فرمائے رکھی۔ اس سے بڑھ کر فقراء و مساکین کے ساتھ اور کیا ہمدردی اور موافقت ہو سکتی ہے کہ اس سرور دو عالمؐ نے بارگاہ ایزدی میں یوں دعا کی۔

اَللّٰهُمَّ اَحْيِنِیْ مِسْكِيْنًا وَّاَمِتْنِیْ مِسْكِيْنًا وَّاحْشُرْنِیْ فِیْ زُمْرَةِ الْمَسَاكِيْنِ (۲۳)

(اے اللہ مجھے مسکینی کی حالت مین زندہ رکھنا مسکینی کی حالت میں وفات دینا اور مساکین کے گروہ میں ہی میرا حشر فرمانا)

سیرت نگار حلبی کی ایک روایت میں "اللھم توفنی فقیرا ولا توفنی غنیا" (اے اللہ مجھے فقیر ہونے کی حالت میں وفات دینا نہ کہ غنی و مالدار ہونے کی صورت میں) کے الفاظ بھی آئے ہیں۔

انسان خود تو بھوک پیاس برداشت کر لیتا تنگی ترشی سہ لیتا اور گرم سرد دیکھ لیتا ہے مگر حتی الامکان اس کی کوشش اور خواہش ہوتی ہے کہ اس کی آل اولاد خوش حال رہے۔ اور اپنے انتقال کے بعد اپنی اولاد کے واسطے زیادہ سے زیادہ بینک بیلنس اور مالی وسائل چھوڑ جانے کی کوشش کرتا ہے۔ مگر یہ سیدہ حفصہؓ سیدہ عائشہؓ سیدہ زینبؓ سیدہ ام سلمہؓ اور دیگر جلیل القدر خواتین کا شوہرؐ سیدہ فاطمۃ الزہراؓ کا باپؐ اور سیدنا امام حسن و حسینؓ کا ناناؐ عجیب زاہد اور فقیر ہے جو خود ہی نہیں اپنی آل اولاد کو بھی دنیا میں زاہد اور فقیر ہی دیکھنا چاہتا ہے۔ صرف خواہش ہی نہیں بلکہ اس چیز کی رب کریم سی دعا بھی کرتا ہے۔

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ رِزْقَ اٰلِ مُحَمَّدٍ قُوْتًا (۲۴)

(اے اللہ آل محمدﷺ کی روزی کو بس گزارے کے لائق بنا۔)

تاریخ انسانیت میں کوئی ایسا دل گردے والا آدمی جو سب کچھ ہونے کے باوجود خود بھی قوت لا یموت پر گزارہ کرتا رہا ہو اور اپنے گھر والوں اور اپنی آل اولاد جس کی محبت انسان کی جبلت میں داخل ہے' کے واسطے بھی قوت لا یموت کا

Marfat.com

ہی متمنی ہو، کم از کم ناچیز کی نظروں سے نہیں گزرا۔

پھر اسلامی حکومت میں ہر مفلوک الحال تنگدست، ضرورت مند اور معاشی دوڑ میں پیچھے رہ جانے والا آدمی چاہے وہ مسلم ہو یا غیر مسلم، صدقہ و زکوۃ کا مستحق ہے مگر یہ شاہ مدینہ سرور قلب و سینہ صلی اللہ علیہ وسلم جس کی زبان اقدس سے نکلا ہوا ایک ایک لفظ قانون کا درجہ رکھتا ہے اور جس کا روحانی و حکومتی دبدبہ اتنا ہے کہ اس کے سامنے کسی کو دم مارنے کی مجال نہیں، عجیب حکمران ہے کہ اپنی نسلوں کی نسلوں کو سنوارنے اور پشتوں کی پشتوں کو مالی طور پر مستحکم کرنے اور ہمیشہ کے لئے انہیں اپنے پاؤں پر کھڑا کرنے کی بجائے الٹا ہمیشہ کے واسطے یہ قانون نافذ کر دیتا ہے کہ

اِنَّ الصَّدَقَةَ لَا تَحِلُّ لِمُحَمَّدٍ وَلَا لِاَهْلِ بَيْتِهٖ (۲۵)

(بیشک صدقہ (زکوۃ) محمدﷺ اور آپ کے اہل بیت کے لیے جائز نہیں)

ی دوسری روایت میں ہے۔

اِنَّ الصَّدَقَةَ حَرَامٌ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَ عَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ (۲۶)

(بیشک صدقہ (زکوۃ) محمدﷺ (فداہ روحی) اور آل محمدﷺ پر حرام ہے)

قارئین! شاید آپ سوچ رہے ہوں گے کہ اس شاہ دوسرا نے جس کے دارالحکومت میں خمس خراج جذیے اور صدقات و زکوٰۃ کا سامان اور درہم و دینار اونٹوں پر لد کے آتے تھے اور جس کے سامنے سونے چاندی کے ڈھیر لگ جاتے تھے، چلو زندگی میں نہ سہی کم از کم وصال کے وقت تو اپنی آل اولاد اور بیویوں کے واسطے معقول رقم کوئی بڑی جائیداد یا عظیم ترکہ چھوڑا ہو گا۔ مگر آپ حیران ہوں گے جب یہ حدیث پڑھیں گے کہ:

مَاتَرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ مَوْتِهٖ دِرْهَمًا وَلَا دِيْنَارًا وَلَا عَبْدًا وَلَا اَمَةً وَلَا شَيْئًا اِلَّا بَغْلَتَهُ الْبَيْضَاءَ وَ

Marfat.com

سلاحه وارضا جعلها صدقة (۲۷).

(رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے وصال کے وقت نہ کوئی درھم چھوڑا نہ دینار نہ غلام نہ باندی نہ کوئی اور چیز سوائے اپنے سفید خچر اور جنگی ہتھیاروں کے اور تھوڑی سی زمین کے جسے آپؐ نے صدقہ کر دیا تھا۔

سونے کے پہاڑوں کی پیشکش

الغرض اس ساری بحث کا مقصود یہ ہے کہ نبی آخر الزماں سید انس و جاں حامی بیکساں شفیع مجرماں انیس غریباں کفیل یتیماں، قرار بیقراراں، محب غلاماں ہمدم خادماں، آسرائے کنیزاں، سہارائے بیوگاں اور حسنؓ و حسینؓ کے نانا علیہ التحیتہ والثناء کا یہ فقر اضطراری فقر نہ تھا اور نہ ہی بخل و کنجوسی کی بنا پر تھا بلکہ سرا سر اختیاری فقر تھا اور غریب لوگوں کی تسلین کے لئے تھا۔ (۲۸) ورنہ چاہتے تو رب قادر و کریم آپؐ کے ساتھ سونے کے پہاڑ چلا دیتا بعض سیرت نگاروں نے ایک روایت درج کی ہے کہ:

"ایک انصاری عورت اُمّ المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ کے پاس آئی تو اس نے حضورؐ کے بستر پر صرف ایک چادر دیکھی۔ اس نے سیدہ سے کہا میں حضورؐ کے واسطے بستر بھیجتی ہوں جس میں روئی بھری ہوئی ہو گی۔ چنانچہ اس نے ایسا بستر بھیج دیا۔ حضورؐ تشریف لائے تو سیدہ سے پوچھا یہ کیا ہے؟ سیدہ کہتی ہیں میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ فلاں انصاری عورت میرے پاس آئی تھی اس نے آپؐ کے بستر کو دیکھ کر از خود اور از راہِ محبت یہ بستر آپؐ کے واسطے بھیجا ہے۔ آپؐ نے سیدہ عائشہ سے فرمایا اسے واپس کر دو۔ مگر مجھے یہ بستر بڑا پسند آیا اور میں نے چاہا کہ یہ میرے گھر میں رہے اس لئے میں نے واپس نہ کیا۔ آپؐ نے تین مرتبہ مجھے واپس لوٹانے کو کہا اور

Marfat.com

آخری مرتبہ فرمایا عائشہ! اسے لوٹا دو

فَوَاللّٰہِ لَوْشِئْتَ لَاَجْرَی اللّٰہُ مَعِیَ جِبَالَ الذَّھَبِ وَالْفِضَّۃِ

(۲۹)

(قسم بخدا اگر میں چاہوں تو اللہ کریم میرے ساتھ سونے اور چاندی کے پہاڑ چلا دے)

ایک روایت میں ہے کہ حضورؐ سے کہا گیا۔ اگر آپ پسند کریں تو آپ کو زمین کے وہ خزانے دے دیے جائیں جو نہ آپ سے پہلے کسی کو دیے گئے اور نہ بعد میں کسی کو دیے جائیں گے اور نہ آپ کے اخروی درجات میں کوئی کمی ہو گی۔ آپؐ نے فرمایا یہ سب چیزیں میرے لیے آخرت میں جمع کر دی جائیں تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

تَبٰرَکَ الَّذِیْٓ اِنْ شَآءَ جَعَلَ لَکَ خَیْرًا مِّنْ ذٰلِکَ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ وَیَجْعَلْ لَّکَ قُصُوْرًا

(سورۃ الفرقان: ۱۰)

وہ ذات بڑی عالی شان ہے کہ اگر وہ چاہے تو آپ کو اس سے بھی بہتر چیز دیدے یعنی بہت سے باغات کہ ان کے نیچے نہریں بہتی ہوں اور آپ کو بہت سے محل دیدے۔

عَرَضَ عَلَیَّ رَبِّیْ عَزَّوَجَلَّ لِیَجْعَلَ لِیْ بَطْحَاءَ مَکَّۃَ ذَھَبًا فَقُلْتُ لَا یَارَبِّ وَلٰکِنْ اَشْبَعُ یَوْمًا وَاَجُوْعُ یَوْمًا اَوْنَحْوَ ذَالِکَ فَاِذَا جُعْتُ تَضَرَّعْتُ اِلَیْکَ وَ ذَکَرْتُکَ وَاِذَا شَبِعْتُ حَمِدْتُکَ وَ شَکَرْتُکَ (۳۰)

(میرے کریم پروردگار عزوجل نے یہ پیشکش فرمائی کہ وہ مکہ کی وادی کو میرے لیے سونا بنا دے تو میں نے عرض کیا پروردگار! نہیں اس کی بجائے میں تو یہ چاہتا ہوں کہ ایک دن سیر ہو کر کھاؤں اور ایک دن بھوکا رہوں یا اسی قسم کا کوئی دوسرا جملہ فرمایا۔ تاکہ جب میں بھوکا رہوں۔ تو تیری بارگاہ

Marfat.com

میں تضرع و زاری کروں اور تیری یاد کروں۔ اور جس دن سیر ہو کر کھاؤں اس دن تیری حمد و ثناء کروں)

غالباً" اسی روایت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے امام بوصیریؒ نے اپنے مشہور زمانہ قصیدہ بُردہ میں حضور اکرم ﷺ کو یوں خراج عقیدت پیش کیا ہے۔

وراودته الجبال الشم من ذهب
عن نفسه فاراها ايما شمم
واكدت زهده فيها ضرورته
ان الضرورة لا تعدو على العصم
وكيف تدعوالى الدنيا ضرورة من
لولاه لم تخرج الدنيا من العدم

بلند پہاڑوں نے سونے کا بن کر حضور ﷺ کی توجہ کو اپنی طرف مبذول کرانا چاہا تو حضور ﷺ نے اپنے بلند حوصلہ اور استغناء سے انہیں ذلیل دیکھا اور حضور اکرم ﷺ کے زہد کو ضرورتوں نے اور مضبوط کر دیا۔ اس لیے کہ ضرورتیں پرہیز گاری اور عصمت مآبی پر غالب نہیں آسکتیں۔ اور کیونکر دنیا کی ضرورتیں ایسے نفس زکی کو بلاسکتی ہیں کہ اگر وہ نہ ہوتے تو دنیا عدم سے منصۂ شہود پر ظاہر نہ ہوتی۔ (۳۰ الف)

محمد کی جلوہ نمائی نہ ہوتی!
تودارین میں روشنائی نہ ہوتی

ایک روایت میں مخبر صادق علیہ التحیۃ والسلام نے بتایا کہ اللہ کریم نے مجھے اس امر میں اختیار دیا کہ "اگر میں چاہوں تو مجھے بادشاہ نبی بنا دیا جائے اور اگر چاہوں تو بندہ نبی" مگر حضرت جبریل امین کے مشورے پر میں نے بندہ نبی بننا پسند کیا۔ اس کے بعد حضور ﷺ کا یہ حال ہو گیا تھا کہ کبھی ٹیک لگا کر کھانا نہ کھایا۔ فرمایا کرتے میں اس طرح کھاتا ہوں جس طرح بندہ (غلام) کھاتا ہے اور اس طرح بیٹھتا ہوں جس طرح غلام بیٹھتا ہے (۳۱)

Marfat.com

ازواج مطہرات اور زیادتی نفقہ کا مطالبہ

اسی اختیاری فقر کی وجہ سے آپؐ نے ازواج مطہرات کے ازدیاد نفقہ سے متعلق مطالبہ کو پسند نہ فرمایا اور ایک ماہ تک ان سے علیحدگی اختیار فرمائے رکھی۔ اس کا اختصار کے ساتھ قصہ یوں ہے کہ ۹ھ تک عرب کے دور دراز صوبے زیر نگین ہو چکے تھے۔ کثرت فتوحات کی بدولت اموال غنیمت اور سالانہ محاصل کی بھرمار ہو گئی تھی تمام مسلمان افلاس اور ناداری کے پنجے سے چھٹکارا پا کر آسودگی اور خوشحالی کی زندگی بسر کرنے لگے تھے۔ فتح خیبر کے بعد حضورؐ نے غلے اور کھجور کی جو سالانہ مقدار مقرر فرمائی تھی وہ امہات المومنین کی فیض گستری اور عام فیاضی طبع کے باعث سال بھر تک کفایت نہ کرتی تھی۔ آئے دن جیسا کہ پیچھے گزر چکا حضورؐ کے گھروں میں فاقے رہتے تھے۔ ازواج مطہرات میں بڑے بڑے روساء اور سرداران قبائل کی بیٹیاں بھی تھیں جنھوں نے کاشانہ نبوت میں آنے سے پہلے ناز و نعم کی زندگیاں بسر کی تھیں۔ علاوہ ازیں آخر وہ عورت زاد تھیں جن کے متعلق خود قرآن نے کہا ہے "من ینشاء فی الحلیة" جو زیورات کی دنیا میں آنکھ کھولتی ہیں اور پیدا ہوتے ہی گلے میں ہی نہیں، کان چھید کر بھی ان کو سونا چاندی پہنا دیا جاتا ہے۔ اس لیے مال و دولت کی فراوانی اور عام مسلمانوں کی مرفہ الحالی دیکھ کر انہوں نے بھی بتقاضائے بشریت آپؐ سے تھوڑی سی وسعت و کشائش کی درخواست کر دی۔ مگر ازواج مطہرات کی طرف سے دنیا طلبی کا یہ مطالبہ حضورؐ کو ناگوار گزرا اور بطور تنبیہ ایک ماہ تک ان سے علیحدگی اختیار کیے رکھی۔ اسی پس منظر میں سورۃ الاحزاب کا ایک پورا رکوع (رکوع نمبر۴) ازواج مطہرات کی شان میں نازل ہوا اور ازواج النبیؐ ہونے کے ناطے سے انہیں اپنا مرتبہ و مقام پہنچاننے کی طرف توجہ دلائی گئی۔ اور پیغمبرؐ کو حکم ہوا کہ اپنی بیبیوں کو دو ٹوک الفاظ میں کہہ دو۔

إِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ أُمَتِّعْكُنَّ وَأُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا وَإِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَإِنَّ اللّٰهَ أَعَدَّ لِلْمُحْسِنَاتِ مِنْكُنَّ أَجْرًا عَظِيْمًا

Marfat.com

(سورۃ الاحزاب : آیت ۲۸،۲۹)

(اگر تم دنیوی زندگی اور اس کی بہار کو مقصود رکھتی ہو تو آؤ میں تمہیں کچھ متاع (دنیوی) دے دلا کر خوبی کے ساتھ رخصت کردوں اور اگر تم مقصود رکھتی ہو اللہ کو اس کے رسول کو اور آخرت کے گھر کو تو (یقین رکھو) اللہ نے تم میں سے نیک کرداروں کے لئے اجرِ عظیم تیار کر رکھا ہے۔

مگر قربان جائیں ان جاں نثار اور صبر کے پہاڑ خواتین پر کہ ان میں کسی نے بھی پہلی شق کو اختیار نہ کیا۔ سب کی سب نے رسول اکرمؐ کے دامن فقر سے وابستہ رہنے کو ترجیح دی۔

سیدہ عائشہؓ فرماتی ہیں :

خَيَّرَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاخْتَرْنَا اللهُ وَرَسُولَهُ (۳۲)

(رسول مقبول ﷺ نے ہمیں دنیا اور اللہ و رسول میں سے ایک کو رکھنے کا اختیار دیا تو ہم سب نے اللہ اور اس کے رسول کو اختیار کیا)

خدا کی طرف سے اس اختیار حکم میں بہت سی مصلحتیں پوشیدہ تھیں۔ یہ ازواجِ مطہرات کے لئے بڑی آزمائش تھی دنیا کو دکھلانا تھا کہ جن خواتین کو خدا کے رسول ﷺ نے اپنی زندگی کا شریک سفر بنایا ہے ان کے تزکیہ باطنی اور خدا پرستی کا کیا حال ہے۔ اگر اس طرح کے واقعات پیش نہ آتے تو ازواجِ مطہرات کی محبتِ الٰہی اور محبتِ رسول ﷺ کیونکر دنیا کے سامنے واضح ہوتی؟ یہ بھی حضور ﷺ کی خصوصیت تھی کہ آپؐ کی ازواجِ مطہرات تمام معاملات میں آپؐ کی معاون و مدد گار بنیں (۳۲ الف)

بصیرت کا ایک نکتہ

قرآن مجید میں مذکور تمام واقعات اور قصص سے مقصود عبرت پزیری ہے

Marfat.com

یہ واقعہ ایلاء بھی اگرچہ صرف ازواجِ مطہرات سے متعلق تھا تاہم اس میں بھی ہمارے لیے ایک سبق اور بصیرت پوشیدہ ہے۔ مولانا ابو الکلام ازاد مرحوم نے یہاں خوب نکتہ پیدا کیا ہے۔ فرماتے ہیں۔

> اس واقعے کے ضمن میں خدا تعالیٰ نے ظاہر کیا ہے کہ دو چیزیں ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتیں۔ جو دل خدا اور اس کے رسولؐ کی محبت اور مرضیات کے طالب ہوں انہیں چاہیے کہ پہلی ہی نظر میں دنیا اور اہل دنیا کی طرف سے دست بردار ہو جائیں۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ ایک طرف تو خدا کی محبت کا بھی دعوی ہو' دوسری طرف زخارف دنیا کے پیچھے بھی سرگرداں رہیں۔ وللہ درما قال

سرمد گلہ اختصار می باید کرد
یک کار ازیں دو کار می باید کرد
یا تن برضائے دوست می باید داد
یا قطعِ نظر زیار می باید کرد (۳۳)

غرباء کی تسکین کا سامان

معاشی اونچ نیچ اور تفاوت کا معاشرہ میں ہونا قدرتی بات ہے۔ یہ اللہ کا قانون ہے اس باہمی تفاوت میں بے شمار تکوینی اور انتظامی مصلحتیں ہے۔ معاشی مساوات کی کوشش کرنا خلاف فطرت تھا اس لیے آپؐ نے معاشی مساوات نہیں بلکہ معاشی مواسات کی علمی و عملی طور پر تعلیم دی کتب احادیث میں موجود کتاب الرقاق اور کتاب الفتن سے اندازہ ہوتا ہے کہ آنجنابﷺ کو معلوم تھا کہ آپؐ کی امت میں غریب نادار مفلس تنگدست اور کمزور لوگ ہوں گے۔ آپؐ کو اس بات کا بھی علم تھا کہ بڑے لوگ تمام مالی و سائل پر غاصبانہ قبضہ کر کے بیٹھ جائیں گے دنیا کی دوڑ لگ جائے گی مال و زر کی ہوس بڑھ جائے گی۔ دولت کی نمود و نمائش ہو گی روپے پیسے کی ریل پیل ہو گی۔ عمارات اور مکانات پر بے تحاشہ خرچ ہو گا۔

Marfat.com

پیسے کی دوڑ میں ایک دوسرے سے بڑھ جانے کا دنیاداروں کو جنون ہو گا ظاہر ہے ایسے حالات میں غرباء اور ناداروں کا معاشی طور پر پس جانا' دب جانا' پیچھے رہ جانا' ذہنی طور پر احساس کمتری کا شکار ہونا اور ملول و رنجیدہ خاطر ہونا قدرتی بات ہے۔

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے غریب' بے سہارا' بے آسرا' ضرورت مند' محتاج اور مفلوک الحال لوگوں کے اس بنیادی اور سب سے بڑے مسئلے کا حل ابدی تعلیمات ہدایات اور قوانین کے علاوہ ایک (میرے خیال میں) یہ بھی سوچا کہ دنیا کے قدموں میں ہوتے ہوئے اور خزائن الارض کی چابیاں ہاتھ میں ہوتے ہوئے بھی قیامت تک کے لئے زاہدانہ اور فقیرانہ زندگی کا نمونہ پیش کیا جائے تاکہ نان جویں کا ترسنے والا اور بھوک کا شکار آدمی محمدؐ عربی اور آپؐ کے اہل بیت کے کئی کئی راتیں بھوکا سو رہنے کو دیکھ کر کچھ تسلی پا لے۔ گوشت' دیسی گھی' فروٹ' مربوں' اچار اور چٹنی کی گنجائش نہ رکھنے والا آل محمدؐ کی جو کی روٹی کو دیکھ کر دل کو کچھ اطمینان دلالے۔ گلبرگ' ماڈل ٹاؤن' کلفٹن اور شادمان کی فلک بوس، محل نما سنگ مرمر سے تعمیر شدہ اور کئی کئی کنالوں میں پھیلی ہوئی کوٹھیوں کے قریب کچی آبادیوں میں تنگ و تاریک دو دو اور تین تین مرلہ پر مشتمل ایک ہی کچے کمرے یا جھونپڑی میں رہائش پذیر آٹھ دس افراد کا کنبہ ازواج النبیؐ کے حجروں سے حوصلہ پا سکے۔ گراسی پارک' ٹی وی لان' ڈرائنگ روم' گیراج' ٹی وی سیٹ اور فریج نہ رکھنے والا غریب آدمی سیدہ عائشہؓ کے مٹی کے گارے سے بنے ہوئے اور کھجور و خرما کے پتوں کی چھت والے حجرے سے کچھ تسکین پا سکے۔ نامعلوم رقبہ کے مالک زمینداروں جاگیرداروں' مل مالکوں' سرمایہ داروں اور وڈیروں کے مقابلے میں بے زمین کسان' منت سماجت اور کئی کئی دن کی خوشامدوں کے بعد جاگیرداروں سے ایک قطعہ زمین حاصل کرکے اس پر مکان بنانے والے غریب لوگ' ملوں اور فیکٹریوں کو خون پسینہ سے چلانے والے مزدور' سرمایہ داروں اور وڈیروں کے گھروں میں محنت مزدوری کرکے اپنے بچوں کا پیٹ پالنے والے مجبور و مقہور لوگ حضورؐ کی غیر جاگیرداری بے سروسامانی ناداری اور گلہ بانی کو معلوم کرکے قدرے سکون پاتے رہیں۔

Marfat.com

کالے دھن اور اندھی دولت کے مالک اور اپنی اولادوں کی شادیوں میں شادیانے' لائٹیں' تنبو قناتیں' لمبی چوڑی دعوتیں' مال و دولت کی نمائش کرنے والے اور لڑکیوں کو جہیز میں صوفے سیٹ' فریج' پلنگ' کراکری' ملبوسات' طرح طرح کے برتن اور گھریلو استعمال کی چیزیں۔ وی سی آر۔ ٹی وی سیٹ اور اس طرح کے دیگر قیمتی تحائف دینے والوں کے مقابلے میں وہ غریب آدمی جو ان تمام چیزوں کی استطاعت نہیں رکھتا' جس کے پاس لمبے چوڑے ولیمہ کرنے کی گنجائش نہیں جس کے پاس اپنی لخت جگر کو رخصتی کے وقت دینے کے لئے کچھ نہیں' وہ کم از کم سیدۃ نساء اہل الجنتہ سیدہ فاطمتہ الزاہرہ رضی اللہ عنہا کی انتہائی سادگی سے رخصتی اور استعمال کی چند انتہائی کم قیمت چیزوں پر مشتمل سامان جہیز کو دیکھ کر خود بھی تسلی پا سکے گا اور اپنی روتی لخت جگر کے سر پر ہاتھ رکھ کر اس کی سسکیاں بند کرانے کا کچھ تو انتظام کر سکے گا۔

آپ خود سوچیں حضورؐ سیدہ فاطمہؓ جنہیں آپؐ نے "بضعۃ منی" (میرے دل کا ٹکڑا) قرار دیا تھا' جن کی جدائی آپؐ برداشت نہیں کر سکتے تھے' اور جو تمام اولاد میں محبوب ترین اولاد تھیں کو کیا کچھ نہیں دے سکتے تھے۔ چاہتے تو جہیز میں سونے کے پہاڑ دے دیتے مگر یہ چیز امت کے غریب لوگوں کے واسطے ایک سوہانِ روح بن جاتی۔ امت کی تعلیم اور غریبوں کی تسکین اسی طریقے میں تھی جو آپؐ نے اختیار فرمایا۔

المختصر مالی یا معاشرتی طور پر آپؐ نے جتنے مصائب برداشت کیے یہ صرف اور صرف تعلیم امت اور غرباء کی تعزیت و تسکین کے واسطے تھے مولانا مناظر احسن گیلانی مرحوم نے اللہ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے' بڑے شاندار مؤثر اور اپنے مخصوص پیرائے میں اس چیز کو یوں بیان کیا ہے:

ہیں۔

"اس کے بعد اگر میں کبھی کہتا ہوں کہ احد میں دانت ٹوٹے نہیں بلکہ توڑ وائے گئے چہرہ مبارک زخمی نہیں ہوا بلکہ زخمی کرایا گیا' خندق میں پیٹ پر پتھر بندھے نہیں بلکہ باندھے گئے۔

Marfat.com

الغرض اس کے بعد جو کچھ گزرا میں کیا غلط کہتا ہوں جب لوگوں سے کہتا ہوں کہ گزرے نہیں بلکہ گزارے گئے مہینوں گھر میں آگ جلی نہیں بلکہ نہ جلوائی گئی' کھانا پکا نہیں بلکہ نہ پکوایا گیا۔ "مجھے مسکین ہی زندہ رکھ' مجھے مسکین ہی مار اور مسکینوں ہی کے ساتھ اٹھا" کیا اس آرزو کی ہر کلیجے میں قوت ہے کس کا جگر ہے جو یہ کہہ سکتا ہے لیکن جن کو سب کچھ مل جاتا ہے۔ اپنے لیے نہیں غیروں کے لئے سب کچھ کرتے ہیں۔ نعمت والے تو اپنی نعمتوں سے خوش ہیں لیکن مصیبت زدوں کی تسلی تو صرف اسی کی ذات سے ہو سکتی ہے جس کے پاس سب کچھ ہو سکتا تھا لیکن صرف اس لیے کہ جن کے پاس کچھ نہیں ہے' ان کے آنسو تھمیں اس نے اپنے پاس کچھ نہیں رکھا۔ موطا امام مالک کی اس روایت کا کیا مطلب ہے کہ

میرے مصائب ہر مسلمان کی تعزیت کریں گے

سوچنا چاہیے کہ مصیبت کی کونسی ایسی قسم ہے جو اس وجودِ اطہر پر نہ گزری جو دنیا والوں کے لئے اسوہ اور نمونہ بنا کر بھیجا گیا تھا۔" (۳۴)

زیر بحث چیز کے حوالے سے مولانا جعفر شاہ پھلواری مرحوم کا ایک اقتباس بھی انشاء اللہ وجد و کیف اور ذوق و محبت میں زیادتی کا باعث ہو گا انہوں نے حضورﷺ اور آپؐ کے اہل بیت کی معاشی زندگی اور فقر و فاقہ کو مساکین کے لئے باعث تسکین قرار دیتے ہوئے لکھا ہے!

"ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معیشی اور معاشی زندگی کے چند نمونے دیے ہیں ورنہ اس باب میں بہت احادیث موجود ہیں۔ یہ نمونے ہم نے اس لیے پیش کیے ہیں کہ عمدہ

Marfat.com

نصیحتیں کر دینا دشوار نہیں۔ پرکھ وہاں ہوتی ہے جہاں عمل کرنا پڑے۔ حضور نے طبقہ مساکین کے لئے صرف زبانی باتیں ہی نہیں فرمائیں بلکہ اپنے لئے زندگی کا وہی معیار پسند فرمایا جو کسی غریب سے غریب انسان کا ہو سکتا ہے۔ کیا ایک مسکین کے لئے اس سے بھی کوئی بڑی ڈھارس ہو سکتی ہے؟ سب سے زیادہ قابل غور بات یہ ہے کہ اپنی لیڈری چمکانے کے لئے یا مجبوری کی حالت میں اس قسم کا فقیرانہ انداز اختیار کرنے والے بہت مل سکتے ہیں لیکن اصلی پرکھ اس وقت ہوتی ہے جب ہن برس رہا ہو اور اقتدار قدم چوم رہا ہو' اس وقت بھی اپنے فقر کو کوئی قائم رکھے رہے تو فقرپسندی کا پتہ چلے۔ آغاز میں مصیبتیں جھیل کر آخر میں آرام اٹھانے والے تو بہت ملیں گے لیکن عیش و آرام کے تمام مواقع میسر آنے کے بعد بھی اپنے فقر پر اسی طرح قائم رہنا اسی کا کام ہو سکتا ہے جسے واقعی مسکینوں سے محبت ہو اور مسکینوں ہی کی خاطر فقر کو غنا پر ترجیح دیتا ہو۔ مسکینوں ہی کے لئے جیتا ہو مسکینوں ہی کے لیے موت قبول کرتا ہو اور مسکینوں کے زمرے میں اپنے حشر کا متمنی ہو۔" (۳۵)

Marfat.com

حوالہ جات اور حواشی فصل اول

۱۔ یہ الگ بحث ہے کہ آپؐ چاہتے تو وہاں بھی زر و جواہر اور مال و دولت کے انبار لگا سکتے تھے۔ اپنی تجارت کو فروغ دے سکتے تھے۔ کم از کم مکہ کی متمول ترین خاتون سے نکاح کے بعد تو عالمی تجارتی منڈیوں میں نام پیدا کر سکتے تھے اور اگر پسند فرماتے اور اہل مکہ سے دین کے نام پر کوئی سودا بازی کر لیتے تو بڑے سے بڑا عہدہ اور ریاست و امارت بھی حاصل کر سکتے تھے۔

۲۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ: عہد نبوی میں نظام حکمرانی: ص ۲۴۴ طبع کراچی ۱۹۸۱ء

۳۔ شہاب الدین خفاجی: نسیم الریاض شرح شفاء للقاضی عیاض: ۱: ۴۷۱ تا ۴۷۴ (ملخصاً) طبع مصر ۱۳۲۵ھ

۳ (الف) ماوردی: اعلام النبوۃ ص ۲۱۱ طبع ازہر

(ب) کتاب المغازی للواقدی: ۳: ۹۴۳

۴۔ امام ابو عبداللہ محمدؒ بن اسماعیل بخاری: الجامع الصحیح: ۲: ۸۰۹ طبع دہلی

۵۔ "قَدْ اُعْطِیْتُ مَفَاتِیْحَ خَزَائِنِ الْاَرْضِ" مجھے زمین کے تمام خزانوں کی کنجیاں دی گئی ہیں (بخاری: ۲: ۹۵۱ طبع دہلی)

۶۔ مسلم شریف: ۲: ۴۰۱ (مع شرح نووی طبع کراچی)

(ب) بخاری شریف: ۲: ۹۵۶

(ج) صحیح ابن حبان: ۹: ۸۸

(د) مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳: ۲۴۹ طبع کراچی

(ھ) ابن سعد از ابی ہریرۃ: ۱: ۴۰۱

(ز) ابوبکر احمد بن الحسین البیہقی: دلائل النبوۃ: ۱: ۳۴۱ طبع لاہور

۷۔ صحیح مسلم: ۲: ۴۰۹ طبع قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۹۵۶ء

(ب) جامع ترمذی: ص ۳۴۰ طبع نور محمد کراچی

(ج) کنز العمال لعلی متقی: ۷: ۱۲۰ طبع حیدر آباد دکن

۸۔ مشکوٰۃ المصابیح ص: ۴۴۸ طبع کراچی

Marfat.com

(ب) امام بغوی : شرح السنہ : ۱۴ : ۲۷۶ طبع بیروت ۱۹۸۳ء

(ج) جامع ترمذی : ص ۳۴۲ طبع نور محمد کراچی

۹۔ ابن سعد : الطبقات الکبریٰ : ۱ : ۴۰۹ / ابو عبیدہ کتاب الاموال : ۱ : ۳۳۱

۹A۔ مسند احمد بن حنبل ج ۶ : ۳۹۷ طبع مصر (قدیم)

۱۰۔ ابو عیسیٰ ترمذی : جامع ترمذی : ص ۳۴۱ طبع نور محمد کراچی

۱۱۔ مشکوٰۃ : ص ۴۴۲ طبع سعید کمپنی کراچی

۱۲۔ ابن سعد : الطبقات : ۱ : ۴۰۵ / سیرت حلبیہ : ۳ : ۴۵۱ طبع مصر / بخاری : ۱ : ۵۶

۱۳۔ ابو الفرج عبدالرحمن ابن الجوزی (م ۵۸۷ھ) : المنتظم فی تاریخ الامم و الملوک : ۴ : ۳۳ طبع بیروت ۱۴۲۱ھ / ۱۹۹۲ء

۱۳A۔ ابن سعد : الطبقات : ۱ : ۴۴۲

(ب) شہاب الدین خفاجی : نسیم الریاض شرح شفاء : ۱ : ۴۷۴ طبع مصر ۱۳۲۵ھ

(ن) مسند ابی یعلی الوصلی : ۴ : ۱۱۷ طبع جدہ / بیروت

(د) قسطلانی : المواہب اللدنیہ : ۲ : ۳۸۵

۱۴۔ ابن سعد : الطبقات : ۱ : ۴۴۹، ۵۰۰

۱۵۔ امام بخاری : الادب المفرد : ص ٦٦ طبع بیروت، لبنان

۱۶۔ ایضاً

۱۷۔ احمد التاجی : السیرۃ النبی العربی : ۱ : ۳۳۳ ۲۳۴ طبع مصر ۱۲۹۸ھ

۱۸۔ (الف) علامہ حلبی : سیرت حلبیہ ۳ : ۴۵۱، ۴۵۲

(ب) امام احمد بن حنبل : کتاب الزہد ص ۶۹ / دارالفکر

(ج) الماوردی : اعلام النبوہ ص ۱۹۹ طبع ازہر

(د) ابن جوزی کتاب الحدائق ۱ : ۲۹۷ بیروت

(ھ) السیرۃ النبویہ لابن کثیر : ۴ : ۱۳۷ طبع قاہرہ

۱۹۔ بخاری : ۱ : ۴۴۵

(ب) مسلم شریف : ۱ : ۴۸۰

Marfat.com

(ج) مسند ابی یعلی الموصلی م ۳۰۷ھ: ۱: ۱۱۱: ۱۱۲ حدیث نمبر ۱۵۹ طبع جدہ

(د) ابوبکر احمد بن الحسین البیہقی (م ۴۵۸ھ) دلائل النبوہ: ۱: ۳۳۵ طبع المکتبۃ الاثریہ اردو بازار لاہور / بیروت لبنان

(ہ) امام احمد بن حنبل: کتاب الزہد ص ۹۷ دارالفکر

۲۰- اوحد الدین میرزا خان البرکی: نظم الدرر والمرجان فی تلخیص سید الانس والجان: ص ۱۰۳ (مخطوطہ دیال سنگھ لائبریری لاہور)

۲۱- مولانا مناظر احسن گیلانی، النبی الخاتم: ص ۱۰۲، ۱۰۳ لاہور

۲۲- علامہ حلبی: سیرت حلبیہ: ۳: ۴۵۰ مصر ۱۹۲۴ء

۲۳- (الف) علامہ حلبی: سیرت حلبیہ: ۳: ۴۵۳

(ب) قسطلانی: المواہب اللدنیہ: ۲: ۳۹۱

(ج) جامع ترمذی: ص: ۳۴۰ طبع کراچی

۲۴- مسلم شریف: ۲: ۴۰۹ طبع قدیمی کتب خانہ کراچی

(ب) بخاری شریف: ۲: ۹۵۷ طبع نور محمد کراچی

(د) کنز العمال لعلی متقی: ۶: ۲۷۴ طبع حیدر آباد دکن

(ہ) ابن سید الناس: عیون الاثر: ۲: ۳۳۴ بیروت

۲۵- (الف) صحیح ابن حبان: ۹: ۱۸۱

(ب) صحیح مسلم شریف: ۱: ۳۴۵

(ج) کتاب المغازی للواقدی: ۲: ۶۹۷

۲۶- مسند ابی یعلی الموصلی: ۳: ۱۶۲ (حدیث نمبر ۲۷۲۰)

(ب) ابو عبید قاسم بن سلام (م ۲۲۴ھ) / کتاب الاموال اردو ترجمہ: باب نمبر ۵۰ ص ۴۹۲ طبع ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد ۱۹۸۶ء

۲۷- (الف) بخاری شریف: ۱: ۳۸۲ (کتاب الوصایا)

(ب) محی السنہ ابی محمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی (م ۵۱۶ھ) شرح السنہ ۱۴: ۵۱ طبع بیروت ۱۴۰۳ھ / ۱۹۸۳ء

(ج) صحیح ابن حبان: ۹: ۹۶ طبع سانگلہ ہل

Marfat.com

(د) مسلم: ۲: ۴۲ طبع کراچی

(ہ) تاریخ الاسلام (السیرۃ النبویۃ) حافظ ذھبی ص ۵۸۹ طبع بیروت

(و) الماوردی: اعلام النبوہ ص ۲۱۱ طبع مصر

۲۸۔ ابن حزم اندلسی (م ۴۵۶ھ): جوامع السیرۃ ص ۴۲ طبع گوجرانوالہ

(ب) قسطلانی: المواھب اللدنیہ: ۲: ۳۸۱

۲۹۔ (الف) محمد ابو زہرہ: خاتم النبیین: ۱: ۲۴۳۱ طبع دارالفکر العربی بیروت

(ج) مختصر تاریخ دمشق لابن عساکر جلد ۲: ص: ۲۴۹ طبع دمشق

(د) الماوردی: اعلام النبوہ: ص: ۱۹۸/(ب) حلبی: ۳: ۴۵۴

۳۰۔ احمد عبدالرحمٰن البناء: الفتح الربانی لترتیب مسند احمد: ۲۲: ۲۸ طبع قاہرہ

(ب) مشکوۃ: ص ۴۴۲ طبع کراچی

(ج) قسطلانی: المواھب اللدنیہ: ۲: ۳۸۹

(د) طبقات ابن سعد: ۱: ۳۸۱

۳۱۔ ابن سعد: الطبقات الکبریٰ: ۱: ۳۸۱

(ب) امام بغوی: شرح السنہ: ۱۳: ۲۴۸ بیروت ۱۴۰۳ھ

(ج) قسطلانی: المواھب اللدنیہ: ۳۹۰۲

۳۲۔ بخاری کتاب الطلاق باب من خیر نساءہ

۳۲۔ (الف) شیخ یوسف نبہانی: جواہر البحار: ۱: ۲۸۵

۳۳۔ رسول رحمت ﷺ (مقالات مولانا آزاد) مرتبہ مولانا غلام رسول مہر ص: ۴۹۱ مطبوعہ شیخ غلام علی لاہور

۳۴۔ مولانا مناظر احسن گیلانی: النبی الخاتم: ص: ۶۵، ۶۶: مطبوعہ لاہور

۳۵۔ مولانا محمد جعفر شاہ پھلواری: اسلام، دین آسان: ص ۲۷۴، ۲۷۵: ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور ۱۹۵۵ء

Marfat.com

فصل دوم

ذاتی غلاموں اور خُدّام کے ساتھ حُسنِ سلوک

پیچھے عرض کیا جا چکا ہے کہ اللہ کریم نے جو علیم و بصیر اور حکیم بھی ہے، بعض تکوینی و انتظامی مصلحتوں اور حکمتوں کے تحت دنیا میں بعض لوگوں کو غلام بعض کو آقا، بعض کو خادم بعض کو مخدوم، بعض کو حاکم بعض کو محکوم، بعض کو مافوق بعض کو ماتحت، معاشی اور معاشرتی اعتبار سے بعض کو اونچا اور بعض کو نیچا بنایا ہے۔ اس قدرتی تفاوت اور اونچ نیچ کا مطلب اور منشائے خداوندی ہرگز یہ نہیں کہ آقا، مخدوم، حاکم، امیر اور بڑے لوگ تو فرعون بن کر بیٹھ جائیں زندگی کی تمام آسائشیں اور آرام و سکون انہی کے لئے خاص ہو جائے۔ اور اس کے برعکس غلاموں خدمت گزاروں محکوموں ماتحتوں اور زیردستوں کو انسانیت کے درجے سے بھی گرا دیا جائے۔ ان کے آرام و سکون اور ضروریات زندگی کا خیال نہ رکھا جائے۔ ان کے عام انسانی حقوق کا پاس نہ کیا جائے ان کے جذبات اور احساسات کو مدنظر نہ رکھا جائے دن رات ان سے مشینوں کی طرح کام لیا جائے مگر دنیا میں بالعموم اس کے برعکس ہوا اور آج بھی ہو رہا ہے۔ بعثت نبوی ﷺ سے قبل دور جاہلیت میں عرب، ایران، روم، ہندوستان اور یورپ کے انسانی معاشروں میں ان بیچارے غلاموں خادموں اور زیردستوں اور ماتحتوں کے ساتھ جو انسانیت سوز سلوک کیا جاتا رہا ہے اس کی قدرے وضاحت اور تفصیل پہلے باب میں بیان کی جا چکی ہے۔

نبی رحمت ﷺ جو تمام جہانوں کے لئے رحمت بن کر تشریف لائے تھے اور قرآن مجید کے الفاظ میں جن کی ایک علامت اور فرض منصبی یہ بھی تھا کہ

Marfat.com

يَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِىْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ

(سورۃ الاعراف: آیت ۱۸۷)

(وہ (امی نبی) ان (مظلوم لوگوں) سے ان کا بوجھ اتار دے گا اور وہ ان زنجیروں کو کاٹ دے گا جن میں یہ جکڑے ہوئے ہیں)

کیسے ممکن تھا کہ آپ غلاموں خادموں اور زیردستوں کے اس مظلوم مجبور بے چارہ بے سہارا بے اسرا بے کس اور غریب طبقہ کی طرف توجہ نہ فرماتے۔ آپ نے غلاموں خادموں اور زیردستوں کو وہ حقوق' وہ رعایتیں' وہ سہولتیں' وہ آسانیاں' وہ نرمیاں' وہ احترام' وہ اعزاز' وہ شرف اور وہ مقام بخشا جو دنیا کے کسی مذہب اور قانون میں نہیں تھا۔ اور نہ آج کے کسی بڑے سے بڑے ملک حتیٰ کہ امریکہ اور یورپ کے آئین و نظام میں بھی نہیں ہے جو انسانی حقوق کا سب سے بڑا چیمپئن اور دعویدار ہے۔

غلاموں خادموں زیردستوں اور ماتحتوں کے ساتھ حسن سلوک اور ان کے انسانی حقوق و مراعات کے سلسلے میں ساری اسلامی اور نبویؐ تعلیمات کا احاطہ تو ممکن نہیں۔ تاہم یہاں ایک تو غلاموں اور خادموں کے متعلق چند ان بنیادی تعلیمات اور انقلابی اصلاحات کا ذکر کرنا مناسب ہے جن کے بعد اس مظلوم و مقہور اور کمزور طبقہ کی دنیا ہی تبدیل ہو گئی۔ زندگی میں انہیں سکھ اور چین کا سانس نصیب ہوا۔ نیز انہیں پہلی مرتبہ اپنے اشرف المخلوقات ہونے کا احساس ہوا (۱)

دوسرے یہ عرض کرنا اور دکھانا ہے کہ غلاموں اور خدام کے ساتھ حسن سلوک کی ان تعلیمات نبویؐ پر خود نبی اکرمﷺ کا ذاتی عمل کتنا تھا آپؐ کس طرح اپنے غلاموں اور خادموں پر مہربانی اور شفقت فرماتے تھے۔ اور کس طرح انہیں اپنے گھر کا ایک فرد تصور فرماتے تھے۔

Marfat.com

غلام اور خادم تمہارے بھائی

نبی رحمت ﷺ نے دنیا میں جو بہت بڑا اور ہمہ جہتی انقلاب برپا فرمایا اس کی بنیاد اور اساس یہ نظر آتی ہے کہ آپ ؐ نے سب سے پہلے غلط اور باطل تصورات نظریات عقائد اور فکر کی اصلاح فرمائی ہے۔ جب مکمل ذہن سازی ہو گئی تزکیہ نفس ہو گیا اور افکار و نظریات اور عقائد و خیالات درست ہو گئے تو اس کے بعد اوامر و نواہی کے عملی احکام صادر فرمائے گئے۔ غلاموں اور خادموں کے بارے میں بھی یہی اصول اختیار فرمایا گیا۔ آقا مالک اور مخدوم قسم کے بڑے لوگوں کے ذہن میں اپنے خادموں اور غلاموں کا جو غلط تصور تھا پہلے اس کو دور کیا گیا۔ بڑے لوگ اپنے نوکروں چاکروں کو انسان تک نہیں سمجھتے تھے ان کے نزدیک وہ کسی قسم کے انسانی حقوق یا رعایت کے حقدار نہیں تھے ان کی حیثیت ذاتی جاگیر اور پالتو جانور سے زیادہ نہ تھی۔ وہ صرف خدمت ہی کے لئے پیدا کئے گئے تھے۔ حضور اکرم ﷺ نے نہ صرف ان بیچارے غلاموں اور خادموں کے انسانی حقوق متعین فرمائے بلکہ مالکوں اور مخدوموں کو بتایا کہ یہ نوکر چاکر اور غلام تمہاری طرح صاحب حس و شعور انسان ہیں اور انسان ہونے کے ناطے سے تمہارے بھائی ہیں۔ بعض انتظامی مصلحتوں کی بنا پر اللہ نے انہیں تمہارا ماتحت بنا دیا ہے۔ ان کے ساتھ وہی سلوک کرو جو تم اپنے ماں باپ جائے بھائی کے ساتھ کرتے ہو۔

صحاح ستہ کے مؤلفین نے تھوڑے بہت الفاظ کے اختلاف کے ساتھ معرور بن سوید رضؓ سے ایک روایت نقل کی ہے۔ وہ (معرور) کہتے ہیں: میں ربذہ کے مقام پر معروف صحابی حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے ملا۔ میں نے دیکھا کہ ان پر ایک حُلّہ (چادر) ہے اور اسی قسم کا ایک حُلّہ (چادر) ان کے غلام پر بھی ہے۔ ایسا دیکھ کر مجھے تعجب سا ہوا۔ چنانچہ میں نے اس کے بارے میں ان سے دریافت کیا تو انہوں نے بتایا کہ (اصل بات یہ ہے کہ) میں نے ایک مرتبہ ایک (غلام) آدمی کو گالی دی۔ (شارحین نے لکھا ہے کہ یہ غلام آدمی حضرت بلال رضی اللہ عنہ تھے) اور اسے ان کی ماں کا عار دلایا۔ انہوں نے جا کر بارگاہ نبوی ؐ میں شکایت کر دی تو حضور اکرم ﷺ نے مجھے ڈانٹ پلاتے ہوئے فرمایا: اے ابوذر! کیا تو

Marfat.com

نے اسے ماں کا عار دلایا۔ بیشک تو ایسا آدمی ہے جس میں جاہلیت (کے تکبر اور فخرو غرور) کی بو ہے۔ اس کے بعد ایک عام اصول اور بنیادی تعلیم کے طور پر تاکیدی پیرائے میں فرمایا:

اِخْوَانُكُمْ خَوَلُكُمْ جَعَلَهُمُ اللّٰهُ تَحْتَ اَيْدِيْكُمْ فَمَنْ كَانَ اَخُوْهُ تَحْتَ يَدِهٖ فَلْيُطْعِمْهُ مِمَّا يَأْكُلُ وَلْيُلْبِسْهُ مِمَّا يَلْبَسُ وَلَا تُكَلِّفُوْهُمْ مَا يَغْلِبُهُمْ فَاِنْ كَلَّفْتُمُوْهُمْ فَاَعِيْنُوْهُمْ (۲)

(تمہارے غلام (اور نوکر چاکر) تمہارے بھائی ہیں جنہیں اللہ نے تمہارے ماتحت اور قبضہ میں کر دیا ہے۔ تو جس کا (انسانی یا دینی) بھائی اس کے قبضے میں ہو تو اسے چاہیئے کہ وہ اپنے غلام اور خادم بھائی کو اسی کھانے مین سے کھلائے جو وہ خود کھاتا ہے اور اسے وہی پہنائے جو خود پہنتا ہے اور انہیں ایسے مشکل کام کی تکلیف نہ دو جوان کے لیے ناقابل برداشت ہو اور اگر ایسے کام کی زحمت دینا ناگزیر ہو تو اس کام میں ان کا ہاتھ بٹاؤ اور ان کی اعانت کرو۔)

یہ حدیث اگرچہ ایک غلام کے واقعہ میں وارد ہوئی ہے تاہم اس میں " خول" کا لفظ اصطلاحی غلام کے علاوہ عام خادموں اور نوکروں چاکروں کو بھی شامل ہے (۳) جس کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ امام ترمذی اس حدیث کو

"بَابُ مَا جَاءَ فِي الْاِحْسَانِ اِلَى الْخَادِمِ"

(خادم کے ساتھ احسان کا باب)' کے تحت لائے ہیں۔

دوسرے اس حدیث میں صاحب جوامع الکلمؐ نے کلام میں مزید زور اور تاکید پیدا کرنے کے لئے "خَوَلُكُم" کو متوخر کر دیا ہے جبکہ اصولی اور نحوی اعتبار سے "خَوَلُكُم" کو پہلے اور "اِخْوَانُكُم" کو بعد میں ہونا چاہیے۔ اس تقدیم تاخیر سے مقصود یہ ہے کہ یہ غلام اور خادم جنہیں تم عام طور پر انسان ہی نہیں سمجھتے ہو اور اگر سمجھتے ہو تو دوسرے درجے کا انسان

Marfat.com

سمجھتے ہو، تمہارے بھائی (انسانی یا دینی) ہی ہیں۔ ان کے ساتھ تمہارا عام رویہ اور برتاؤ وہی ہونا چاہئے جو تم اپنے برادری کے بھائیوں کے ساتھ اختیار کرتے ہو۔ ان کے لئے تمہیں وہی کچھ پسند کرنا چاہئے جو تم اپنے لئے کرتے ہو کیونکہ

لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یُحِبَّ لِاَخِیْہِ مَا یُحِبُّ لِنَفْسِہٖ (۴)

(تم میں سے کوئی آدمی اس وقت تک کامل ایمان والا نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنے بھائی کے لئے وہی کچھ پسند نہ کرے جو اپنے لیے کرتا ہے)

مندرجہ بالا حدیث لمحہ فکریہ ہے ان اصحاب ثروت کے واسطے جو خود لمبے چوڑے بنگلوں اور ایکڑوں پر پھیلی کوٹھیوں میں رہتے ہیں مگر ان کے خادم اور نوکر ان کی عالیشان کوٹھیوں کے پہلو میں دو تین مرلے کے تنگ و تاریک "سرونٹ کوارٹرز" میں رہتے ہیں۔ وہ خود تو سردیوں اور گرمیوں کے کئی کئی جوڑے اور قیمتی ملبوسات رکھتے ہیں مگر ان کے خادم لنڈا بازار کے کپڑوں میں زندگی گزارتے ہیں۔ وہ خود تو پر تکلف اور انواع و اقسام کے کھانے اور نعمتیں کھاتے ہیں مگر ان کے خادموں کو دال روٹی بھی نہیں ملتی۔ ان کے کتوں کے لئے تو سپیشل ڈاکٹرز ہوتے ہیں مگر ان کے خادم ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرجاتے ہیں۔ کاش یہ حدیث سرمایہ دار اور بڑے لوگوں کے واسطے اسی طرح مشعل راہ بن سکے جس طرح عاشق صادق حضرت ابوذر غفاریؓ کے واسطے بن گئی تھی۔

خادم کو ساتھ بٹھا کر کھلاؤ

نوکروں چاکروں کے بارے میں غلط ذہنیت اور گھٹیا سوچ کی بنا پر بڑے لوگ خادموں کے پاس بیٹھنا اپنی توہین اور کسر شان سمجھتے تھے۔ حضورؐ نے زبانی کلامی نہیں اپنے عمل سے بڑے لوگوں کے اس متکبرانہ رویہ کی اصلاح فرمائی۔ خود اپنے غلاموں اور خادموں کے ساتھ کندھے سے کندھا ملا کر برابر کی جگہ پر بیٹھے ان کے ساتھ مل کر کھایا پیا (۵) اور اسی بات کی اپنی امت کو تعلیم اور ہدایت فرمائی۔

Marfat.com

تمام معاملات میں حضورؐ کا ایک امتیازی وصف یہ بھی تھا کہ آپؐ نے جس چیز کے بھی کرنے کا حکم دیا پہلے خود اس پر عمل کر کے دکھایا۔ پہلے چالیس سال تک قرآن بن کر دکھایا اس کے بعد قرآن پڑھ کر سنایا اور عمل کا حکم دیا۔ پہلے خود ساری ساری رات کھڑے ہو کر عبادت کی۔ پوری پوری رات رکوع و سجود اور تسبیح و تہلیل میں گزاری تب جا کر لوگوں کو دن رات میں صرف پانچ وقت کی نماز کا حکم دیا پہلے خود اپنا سب کچھ اللہ کی راہ میں خرچ کیا تب کہیں لوگوں کو صرف اڑھائی فیصد زکوٰۃ کا حکم دیا۔ کچھ یہی معاملہ غلاموں اور خادموں کے سلسلے میں تھا۔ پہلے ان کو بھائی سمجھا بھائیوں جیسا ان سے برتاؤ کیا تب آقا اور مخدوم کو غلاموں اور خادموں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا۔ پہلے خادموں کے ساتھ مل کر کھایا تب دوسرے لوگوں کو حکم دیا حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرمؐ نے فرمایا

اِذَا صَنَعَ لِاَحَدِكُمْ خَادِمُهٗ طَعَامَهٗ ثُمَّ جَاءَ بِهٖ وَ قَدْوَلِيَ حَرَّهٗ وَدُخَانَهٗ فَلْيُقْعِدْهُ مَعَهٗ فَلْيَأْكُلْ فَاِنْ كَانَ الطَّعَامُ مَشْفُوْهًا قَلِيْلًا فَلْيَضَعْ فِيْ يَدِهٖ مِنْهُ اُكْلَةً اَوْ اُكْلَتَيْنِ(٦)

جب تم میں سے کسی کا خادم کھانا تیار کر کے اس کے پاس لائے درانحالیکہ اس خادم نے کھانا تیار کرنے کی گرمی سہی ہے اور اس نے آگ کا دھواں برداشت کیا ہے تو اس مالک کو چاہیے کہ وہ خادم کو اپنے ساتھ بٹھا کر کھلائے۔ اور اگر کھانا کم ہو تو بھی اس کے ہاتھ میں ایک دو لقمے ضرور رکھ دے۔

غلام آل محمدؐ میں داخل

غلاموں کے مظلوم کمزور اور پسے ہوئے طبقے پر نبی رحمتؐ نے کتنی کرم نوازی فرمائی۔ کتنی نوازشات فرمائیں۔ کتنا پیار دیا۔ کتنی محبت دی۔ کتنی شفقت فرمائی۔ اس کا اندازہ خادم خاص حضرت انسؓ کی اس روایت سے لگائیے کہ

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دو غلام تھے۔ ایک حبشی تھا اور ایک قبطی۔ ایک مرتبہ دونوں میں گالی گلوچ ہوئی۔ ان

Marfat.com

میں سے ایک نے دوسرے کو "یا حبشی" کہہ کر پکارا اور دوسرے نے اس کے جواب میں "یا قبطی" کہا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! "تم دونوں ایسا نہ کہو (اب تم نہ حبشیوں میں داخل ہو اور نہ قبطیوں میں بلکہ) تم تو آل محمد ﷺ میں داخل ہو"

(رواہ الطبرانی فی الصغیر والاوسط) (۷)

ذرا خیال فرمایئے جس غلام اور خادم کو حضور ﷺ فرما دیں کہ تو آل محمد ﷺ میں داخل ہے تو اس کے لئے اس سے بڑھ کر بڑا اعزاز کیا ہو سکتا ہے۔ حضور ﷺ کے ساتھ تو ادنیٰ نسبت بھی اتنا بڑا شرف ہے کہ اس کے سامنے دنیا کے تمام شرف اور بزرگیاں ہیچ ہیں چہ جائے کہ حضور ﷺ کسی غلام کو اپنی آل میں شامل فرما لیں۔ ایسا خوش نصیب غلام آزادی کو کیا کرے گا۔ اور کیونکر اسے اپنے غلام ہونے کا احساس ہو گا۔

زید ہمارا بھائی اور مولیٰ

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے متعلق پیچھے گزر چکا ہے کہ بچپن میں غلام بنا لیے گئے اور حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کی معرفت سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں پہنچے۔ حضور ﷺ سے نکاح کے بعد سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے انہیں حضور ﷺ کی خدمت میں پیش فرما دیا۔ حضور ﷺ نے انہیں اتنا پیار دیا کہ جب ان کے والد اور چچا انہیں لینے کے لئے اور آزاد کرانے کے لئے آئے تو انہوں نے از خود غلامی محمد ﷺ کو اپنی آزادی پر ترجیح دی۔ اس وقت غلامی محمد ﷺ کو اختیار کرنے میں کوئی اخروی نجات یا ثواب کا تصور بھی نہیں تھا کیونکہ یہ واقعہ اعلان نبوت سے قبل کا ہے۔ ان کا آزادی کی بجائے غلامی محمد ﷺ کو اختیار کرنا اور والدین اور گھربار کو چھوڑ کر حضور ﷺ کے درِ دولت کو ترجیح دینا صرف اور صرف اخلاق نبوی ﷺ اور محبت نبوی ﷺ کی وجہ سے تھا۔

حضور اکرم ﷺ نے زندگی بھر اپنے اس غلام کو کس طرح اجنبیت کا احساس نہ ہونے دیا اور کس طرح انہیں ہمیشہ اپنے گھر کا فرد ہی تصور کیا، اس کی ایک ادنیٰ

Marfat.com

ی جھلک عمرۃ القضاء سے واپسی کے موقعہ پر ایک ایمان افروز اور محبت آمیز جھگڑے سے لگایئے جو حضرت علی المرتضیٰؓ حضرت جعفر طیارؓ اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہم کے درمیان پیش آیا۔ حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی یتیم بچی کی تربیت اور کفالت کرنے پر تینوں جلیل القدر صحابہ اپنا اپنا استحقاق جتا رہے تھے (۸) حضورؐ نے بچی کا فیصلہ تو حضرت جعفر طیارؓ کے حق میں فرمایا کیونکہ ان کے گھر میں بچی کی خالہ تھی اور خالہ کفالت کا زیادہ حق رکھتی ہے۔ مگر اپنے غلام حضرت زید بن حارثہؓ کے اس جذبہ کی داد دیتے ہوئے اور انہیں تسلی دیتے ہوئے ان کے حق میں جو محبت بھرے اور پیار بھرے انمول الفاظ ارشاد فرمائے ان پر لاکھوں آزادیاں اور لاکھوں سرداریاں قربان۔ فرمایا

وَاَمَّا اَنْتَ یَا زَیْدُ: فَاَخُوْنَا وَمَوْلَانَا (۹)

(اے زید جہاں تک تیرا معاملہ ہے تو تو ہمارا بھائی اور ہمارا مولیٰ ہے۔)

واہ زید تیری قسمت پہ قربان۔ جسے قدرت نے چار چاند لگا دیے۔ اللہ نے تجھے غلام کے درجے سے بلند کرکے پیغمبر اکرم ﷺ کا بھائی اور مولیٰ بنا دیا۔ اور پیغمبر ﷺ کی معرفت تو ساری دنیا کا مولی (آقا' سردار) بن گیا سچ ہے۔

این سعادت بزور بازو نیست
تانہ بخشد خدائے بخشندہ

زید بن حارثہؓ کا استقبال معانقہ اور بوسہ

نبی رحمت ﷺ کے نزدیک اپنے اس وفادار غلام جس نے اپنے خاندان گھربار بہن بھائیوں اور ماں باپ پر حضورؐ کو ترجیح دی تھی اور حضور ﷺ کی طرف سے بخوشی اجازت کے باوجود آپؐ کی غلامی کو اختیار کیا تھا' کا کیا مرتبہ و مقام تھا آپؐ اس کے ساتھ کتنی محبت فرماتے تھے اور اس کا کتنا احترام فرماتے تھے اس چیز کا ملاحظہ ترمذی کی درج ذیل روایت میں موجود واقعہ سے لگایئے جس کی راوی سیدہ عائشہ صدیقہؓ ہیں اور جن کے سامنے یہ ایمان افروز اور سبق آموز واقعہ پیش آیا۔

Marfat.com

فرماتی ہیں۔

"ایک موقعہ پر زید بن حارثہؓ مدینہ منورہ پہنچے تو حضورؐ اس وقت گھر میں تشریف فرما تھے۔ زید آئے اور دستک دی تو حضورؐ بے ساختہ اٹھ کھڑے ہوئے بڑھ کر زید کا استقبال کیا حالانکہ آپؐ اس وقت گھر میں پورے کپڑوں میں ملبوس نہ تھے اور جلدی میں چادر جسم سے گری جا رہی تھی۔ سیدہؓ فرماتی ہیں یہ پہلا موقعہ تھا جب میں نے آپؐ کو یوں ننگے جسم دیکھا۔ نہ اس سے پہلے کبھی اس حالت میں دیکھا تھا اور نہ کبھی بعد میں دیکھا۔ آپؐ نے زید سے معانقہ فرمایا اور ان کا بوسہ لیا۔" (۱۰)

دیکھا آپ نے؟ عرش معلیٰ کا جانشینؐ کس طرح اپنے غلام سے محبت اور اعزاز و اکرام کے ساتھ پیش آرہا ہے؟ بڑے لوگ اپنے غلاموں اور خادموں کے ساتھ معانقہ تو بہت دور کی بات ہے پورا ہاتھ پنجہ ملانے میں بھی بڑی کنجوسی سے کام لیتے ہیں۔ کاش مسواک، پگڑی، ٹخنوں سے اوپر چادر اور بیعت و ارشاد کی سنتوں پر زور دینے والے ہمارے اکابرین اپنے عظیم رسولؐ کی اس سنت کو بھی زندہ کر سکیں۔

ایک شاعر نے خوب کہا ہے۔

تیری حکمت نے یتیموں کو کیا دُرِّ یتیم
اور غلاموں کو زمانے بھر کا مولیٰ کر دیا
آدمیت کا غرض سامان مہیا کر دیا
اک عربؐ نے آدمی کا بول بالا کر دیا

"عبدی" کہنے سے ممانعت

حضورؐ نے ہزاروں سال سے انسانی معاشرے میں جاری غلامی کی رسم کو بعض مصالح کی بنا پر سرے سے ختم تو نہیں فرمایا۔ تاہم اس میں اتنی ترمیمیں اتنی

Marfat.com

اصلاحات اتنے قوانین اتنی ہدایات اور اتنا اجر و ثواب بیان فرمایا کہ یہ رسم قریب قریب ختم ہو گئی۔ اب غلامی غلامی ہی نہ رہی بلکہ حقیقی بھائی چارہ میں تبدیل ہو گئی۔ لفظ "عبد" بمعنی غلام جس سے ایک انسان احساس کمتری اور احساس کمتری کا شکار ہو سکتا تھا اور جس سے ایک قسم کی ذلت اور تحقیر مترشح ہوتی تھی کے متعلق حضورؐ نے مستقل ہدایت فرما دی تھی کہ اپنے غلام یا باندی کو "یا عَبدِی" (اے میرے غلام) اور "یا اَمَتِی" (اے میری کنیز) کی بجائے متبادل پیار اور محبت کا لفظ "فتای" (اے میرے جوان) اور "فتاتی" (نوجوان خاتون) کہہ کر پکارا جائے۔ اس طرح غلام اور کنیز بھی اپنے آقا کو ربی یا ربتی کی جگہ "سیدی" اور "سیدتی" کہہ کر پکارا کریں (۱۱) غلام کی سطح بلند کرنے کے لئے یہ پہلا نفسیاتی قدم تھا جو آگے چل کر مساویانہ لفظ مولیٰ اور پھر واقعی مولیٰ (سردار) پر منتج ہوا۔

ایک موقع پر قرآن مجید (۱۲) نے اور خود حضورؐ نے اوپر والی روایت میں غلاموں کے لئے "مولیٰ" کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔ غلام اور لونڈی کو "عبدی" اور "امتی" کہہ کر بلانے کی ممانعت نبویؐ کے بعد اسلامی معاشرے میں اس طبقے کے لئے زیادہ تر جو لفظ رائج ہوا وہ "مولیٰ" ہے جس کے مختلف اور متضاد معانی ہیں یعنی مالک اور غلام۔ آزاد کرنے والا اور آزاد کیا جانے والا۔ انعام دینے والا اور انعام لینے والا محبت کرنے والا۔ ساتھی' پڑوسی' مہمان' شریک' بیٹا' عمزاد بھائی' بھانجا چچا داماد' رشتے دار' ولی اور تابع وغیرہ ایک لفظ بعض اوقات بڑے سے بڑا ذہنی انقلاب پیدا کر دیتا ہے۔ مولیٰ کا لفظ اتنا حسین اور انقلاب انگیز ہے جو نفسیاتی لحاظ سے ایک مملوک کے احساس کمتری کو بڑی لطافت کے ساتھ ختم کر سکتا ہے۔ مملوک یا زیردست اپنے مالک کو جس طرح "مولای" (میرے مولی) کہتا ہے اس طرح مالک بھی اپنے مملوک کے لئے یہی "مولای" کا لفظ استعمال کرتا ہے۔ "مولانا" کا لفظ ہم پیغمبر' صحابہ کرام' اہل بیت' ائمہ اطہار' مفسرین کرام' محدثین عظام' فقہاء و مجتہدین' بزرگان دین اور صوفیاء کبار کے ناموں کے ساتھ بولتے ہیں اور یہی اعزازی کلمات پیغمبر اکرمؐ اپنے غلام کے لئے بھی استعمال فرما رہے ہیں۔

ابو الاثر حفیظ جالندھری مرحوم نے خوب کہا ہے۔

Marfat.com

غلاموں کو سریر سلطنت پر جس نے بٹھلایا
یتیموں کے سروں پر کر دیا اقبال کا سایہ
گداؤں کو شہنشائی کے قابل کر دیا جس نے
غرور نسل کا افسوں باطل کر دیا جس نے

اُسامہ ابن زیدؓ سے پیار

بڑے لوگوں کے بچوں سے ہر کوئی پیار کرتا ہے۔ انہیں ہر کوئی "عیدی" دیتا ہے انہیں ہر کوئی "چیزی" لے کر دیتا ہے انہیں ہر کوئی ہنس کے بلاتا ہے انہیں ہر کوئی گودی میں لیتا اور کندھوں پر اٹھاتا ہے مگر کسی غریب "کمیں" اور بالخصوص اپنے غلام اور خادم کی اولاد کے ساتھ دل کی اتھاہ گہرائیوں سے پیار کرنے والا دنیا میں شاید ہی کوئی ملے۔ حضرت اسامہؓ حضور اکرم ﷺ کے آزاد کردہ غلام حضرت زید بن حارثہؓ کے صاحبزادے تھے۔ ان کی والدہ ام ایمنؓ تھیں جو حضور ﷺ کو اپنے باپ سے ورثہ میں ملی تھیں۔ گویا اسامہ "نجیب الطرفین" غلام تھے اور علماء نسب اور سوانح نگاروں کی وضاحت کے مطابق ظاہری اور جسمانی شکل و شباہت کے اعتبار سے بھی چنداں حسین و جمیل نہیں تھے۔ مگر پیغمبر اکرم ﷺ جو رنگ نسل اور آقا و غلام کی تمیز مٹانے کے لئے مبعوث ہوئے تھے۔ حضرت اسامہؓ سے اسی طرح اور اتنا ہی پیار فرماتے تھے جتنا اپنے نواسہ امام حسنؓ اور امام حسین رضی اللہ عنہما سے فرماتے تھے۔

خود حضرت اسامہؓ کا اپنا بیان ہے کہ حضور اکرمؐ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اٹھا کر ایک ران پر اور حضرت امام حسنؓ کو دوسری ران پر بٹھاتے۔ پھر ہم دونوں کو پیار کے ساتھ سینے سے لگاتے پھر بارگاہ الٰہی میں یوں دعا کرتے

اَللّٰهُمَّ ارْحَمْهُمَا فَاِنِّیْ اَرْحَمُهُمَا (۱۳)

(اے اللہ تو ان دونوں پر رحم فرما اور ان سے محبت فرما کیونکہ میں بھی ان دونوں سے محبت رکھتا ہوں)

ابن سعد کی روایت کے مطابق آپؐ یوں دعا فرماتے ہیں:

Marfat.com

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُحِبُّهُمَا فَاَحِبَّهُمَا (۱۴)

(اے اللہ! میں ان دونوں سے محبت رکھتا ہوں تو بھی ان سے محبت فرما)

بخاری میں ہی ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت اسامہؓ کے متعلق فرمایا

اِنَّهٗ اَحَبُّ النَّاسِ اِلَیَّ (۱۵)

(بیشک وہ (اسامہ) مجھے تمام لوگوں سے زیادہ محبوب ہے)

یہی وجہ ہے کہ تقسیم وظائف میں جب حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت اسامہؓ کا اپنے بیٹے عبداللہؓ پر ترجیح دیتے ہوئے زیادہ وظیفہ مقرر کیا اور اس پر حضرت عبداللہؓ نے اعتراض کیا اور بجا اعتراض کیا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا۔

اِنَّهٗ کَانَ اَحَبَّ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ مِنْکَ وَکَانَ اَبُوْهُ اَحَبَّ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ مِنْ اَبِیْکَ (۱۶)

(اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ (اسامہؓ) تم سے زیادہ حضور ﷺ کو محبوب تھے اور ان کے باپ (زید) سے بھی بنسبت تمہارے باپ (عمر) کے حضور ﷺ زیادہ محبت فرماتے تھے)

بسا اوقات جب آپ ﷺ سواری پر سوار ہوتے تو حضرت اسامہؓ کو اپنے ساتھ پیچھے بٹھا لیتے (۱۷) فتح مکہ اور حجۃ الوداع کے موقعہ پر بھی حضرت اسامہؓ حضور ﷺ کے ردیف تھے (۱۸)

اگر اُسامہؓ لڑکی ہوتی؟

صحیح ابن حبان کی ایک روایت نے تو حضرت اسامہؓ کے ساتھ حضور ﷺ کی وہ لاجواب اور کمال محبت دکھائی ہے جس کی نظیر پوری تاریخ انسانیت میں ملنا مشکل ہے۔ اب روایت پڑھئے اور حضور ﷺ کی بندہ نوازی پر سر دھنیے

"حضرت عائشہ صدیقہؓ کہتی ہیں ایک مرتبہ اسامہؓ دروازے کی چوکھٹ سے پھسل کر گر پڑے ان کا چہرہ زخمی ہو گیا حضور ﷺ نے مجھے (عائشہؓ کو) فرمایا اس کے چہرہ سے مٹی وغیرہ دور کر دو۔ میں نے تھوڑا سا گریز کیا تو حضور ﷺ خود اسامہؓ کے

Marfat.com

چہرے سے مٹی کو جھاڑنے لگے اور فرمانے لگے۔

"اگر اسامہ لڑکی ہوتی تو میں اسے زیور پہناتا اسے عمدہ کپڑے پہناتا حتی کہ اس کے کانوں میں (بالیوں کے لئے) سوراخ کرتا۔" (۱۹)

کسی غلام زادے کے ساتھ اس سے بڑھ کر محبت پیار اور انسیت کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ جس غلام زادے کو مالک کے صاحبزادے جتنا پیار مل رہا ہو وہ بھلا کیونکر اجنبیت یا کسی قسم کی غیریت محسوس کرے گا۔

اُسامہؓ بن زیدؓ کی انتظار

اپنے اس غلام زادے کے ساتھ نبی رحمتﷺ کو کتنا تعلق خاطر تھا اور ان کی کتنی رعایت فرماتے تھے اس کا اندازہ ابن سعد کی اس روایت سے لگایئے کہ حجتہ الوداع کے موقعہ پر نبی اکرمؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے محض حضرت اسامہ بن زید (جو اس سفر میں آپؐ کے ردیف بھی تھے) کی انتظار میں عرفات سے اضافہ (واپسی) کو کچھ متوخر فرمایا شاید کسی ضروری حاجت کے لئے ادھر ادھر ہو گئے ہوں گے ظاہر ہے ایک لاکھ چوبیس ہزار کے لگ بھگ حاضرین میں سارے لوگ حضرت اسامہؓ کو نہیں جانتے تھے اور نہ ہی انہیں اسامہؓ کے اس بلند مرتبہ کا علم تھا جو انہیں حضور کی بارگاہ میں حاصل تھا۔ اس لیے بعض ناپختہ طبائع کو یہ امر ناگوار گزرا تھوڑی دیر بعد مجمع نے دیکھا کہ ایک لڑکا آرہا ہے جس کی ناک چپٹی اور رنگ کالا ہے تو اہل یمن کی زبان سے از راہ استخفاف یہ گستاخانہ جملہ نکلا کہ

اِنَّمَا حُبِسْنَا مِنْ اَجلِ هٰذَا

(ہوں! ہم اس (کالے کلوٹے) کی وجہ سے (اب تک) روک رکھے گئے؟)

ان کی یہ گستاخانہ بات اور نسلی تفاخرانہ ذہنیت رب ذوالجلال کو پسند نہ آئی چنانچہ اس روایت کے راوی یزید بن ہارون کا کہنا ہے کہ چونکہ انہوں نے حضورؐ کے اس معاملے کو ہلکا سمجھا تھا اس لیے اس گستاخی کی وجہ سے دور صدیق

Marfat.com

میں مرتد ہو گئے (۲۰)

اُسامہؓ کو قیمتی حلہ پہنانا

حضرت اسامہؓ بن زیدؓ کے ساتھ حضورؐ کی بے مثال محبت و شفقت کا ایک اور ایمان افروز واقعہ بھی پڑھتے چلیے

عبیداللہ بن المغیرہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت حکیم بن حزامؓ نے یزن کا بنا ہوا ایک قیمتی حلّہ (جوڑا) بطور ہدیہ حضور اکرمؐ کی خدمت میں پیش کیا جو انہوں نے پچاس دینار (ایک روایت کے مطابق تین سو دینار) میں خریدا تھا۔ مگر حکیم بن حزام اس وقت مسلمان نہیں ہوئے تھے اس لیے حضورؐ نے فرمایا۔ ہم مشرک کا ہدیہ قبول نہیں کیا کرتے۔ اب چونکہ تم یہ حلہ لائے ہو تو ہم اس کو قیمتاً خریدیں گے۔ اسے کتنے میں خریدا؟ انہوں نے عرض کیا پچاس دینار میں۔ حضورؐ نے قیمت دے کر جوڑے کو لیا اور زیب تن فرما کر جمعہ کے خطبہ کے لئے ممبر پر جلوہ افروز ہوئے۔ خطبہ جمعہ کے بعد وہ قیمتی حلہ آپ نے حضرت اسامہؓ کو پہنا دیا (۲۱)

عین ممکن ہے حضرت اسامہؓ کے ذہن میں طبعی طور پر ایسا شاندار حلہ پہننے کی خواہش پیدا ہوئی ہو جو آپؐ نے پوری فرما دی اور غلاموں و خادموں کے بارے میں اپنے اس قول پر عمل کر کے دکھایا کہ "یہ تمہارے بھائی ہیں جنہیں اللہ نے تمہارے ماتحت کر دیا ہے۔ تو جس کا بھائی اس کے قبضے (غلامی' خدمت) میں ہو تو اسے چاہئے کہ وہ اپنے غلام کو وہی کھلائے جو خود کھاتا ہے اور وہی پہنائے جو خود پہنتا ہے۔" (۲۲)

ثوبانؓ نامی غلام کی بے قراری

فارسی مثل "دل را بدل را ہیست" (دل کو دل سے راہ ہوتی ہے) کے مصداق چونکہ نبی اکرمؐ اپنے تمام غلاموں اور خادموں کے ساتھ دکھاوے کی نہیں' ڈرامے کی نہیں' تصنع کی نہیں کسی مفاد کی خاطر نہیں بلکہ دل کی اتھاہ گہرائیوں سے بے لوث اور سچی محبت فرماتے تھے۔ اپنے غلاموں کو دل سے چاہتے تھے اپنے

Marfat.com

غلاموں کو اپنی آل اولاد کی طرح عزیز سمجھتے تھے اس لیے جواباً "غلام بھی آپؐ کے ساتھ قلبی تعلق اور دلی محبت رکھتے تھے۔ عام لوگوں کے غلاموں اور خادموں کی طرح نہ تھا کہ جب تک وہ اپنے آقا اور مالک کی ملک میں اور اس کے سامنے رہتے ہیں تو عقیدت و محبت کا اظہار کرتے ہیں مگر جب اس کی ملک سے نکل جاتے ہیں یا اس کی آنکھوں سے اوجھل ہو جاتے ہیں تو اپنے آقا و مالک کو صلواتیں سناتے ہیں۔

انسانی فطرت کو تبدیل نہیں کیا جا سکتا۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ آپؐ ایک آدمی سے محبت کے ساتھ پیش آئیں اور وہ عداوت کے ساتھ پیش آئے۔ فطرت ہی مسخ ہو چکی ہو یا ضد، عناد، تعصب اور ہٹ دھرمی کی پٹی آنکھوں پر باندھ رکھی ہو تو دوسری بات ہے۔ آپؐ کے آزاد کردہ غلاموں یعنی موالی میں ایک نام حضرت ثوبان کا بھی ملتا ہے یہ حضورﷺ کے ساتھ شدید محبت رکھتے تھے۔ کچھ دیر آپؐ کو نہ دیکھتے تو بے چین ہو جاتے تھے۔ موت کے بعد حضورؐ کا دیدار نہ کر سکنے کے خوف کی وجہ سے ان کا رنگ اڑ گیا تھا اور جسم لاغر ہو گیا تھا۔ ایک دن یہ عاشق زار بارگاہ نبویؐ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہﷺ آپؐ مجھے میری جان اور اولاد سے بھی زیادہ عزیز ہیں۔ جب کبھی میں اپنے غریب خانے میں ہوتا ہوں اور آپؐ کی یاد آتی ہے تو مجھے اس وقت تک چین نہیں آتا جب تک کہ آپؐ کا دیدار نہ کر لوں۔ اب مجھے رہ رہ کر یہ خیال ستا رہا ہے کہ مرنے کے بعد میں تو پتہ نہیں جنت کے کس گوشہ میں ہوں گا اور آپؐ یقیناً نبیوں کے ساتھ جنت کے اعلیٰ اور بلند مقامات پر فائز ہوں گے تو میں آپؐ کا دیدار کیسے کر سکوں گا۔ اگر روئے تاباں کی زیارت نہ ہوئی تو میرے لیے جنت کی ساری لذتیں ختم ہو جائیں گی۔ فراق و ہجر کا یہ جانکاہ صدمہ اس دل ناتواں سے برداشت نہ ہو سکے گا۔ مفسرین (۲۳) نے لکھا ہے کہ یہ سن کر حضورﷺ خاموش ہو گئے اتنے میں جبریل امینؑ حاضر ہوئے اور ثوبانؓ جیسے سچے عاشقوں اور اطاعت گزاروں کو من جانب الٰہی یہ مژدہ جانفزا سنایا کہ

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ
عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَ

Marfat.com

حَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیقًا

(سورۃ النساء: آیت ۶۹)

(اور جو اطاعت کرتے ہیں اللہ کی اور (اس کے) رسول کی تو وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا یعنی انبیاء صدیقین شہدا اور صالحین اور کیا ہی اچھے ہیں یہ ساتھی)

مالک کے لئے کسی غلام اور وہ بھی آزاد کردہ جس کی اب کوئی دنیوی مجبوری نہیں، کی اس طرح سے بے قراری اور اس طرح کی محبت بہت بڑی دلیل اور شہادت ہے اس امر پر کہ مالک اس غلام پر انتہائی شفقت اور اس کے ساتھ انتہائی محبت رکھتا ہے۔

کسی خادم کو کبھی نہ مارنا

غالباً" انسان کی یہ طبعی کمزوری ہے کہ اسے اپنے سے کمتر درجے کے آدمی، غریب آدمی، کمزور آدمی، اور بالخصوص اپنے ماتحت اور خادم و نوکر پر غصہ زیادہ آتا ہے۔ پانی کی طرح انسانی غصہ بھی بڑی سمجھدار چیز ہے کہ کبھی اوپر کے آدمی اور اپنے سے زیادہ طاقتور شخص پر نہیں آتا۔ اسے اور کہیں اپنی عزت نفس کا خیال آئے یا نہ آئے غریب ماتحت اور خادم کی طرف سے کوئی اونچ نیچ یا قول و عمل میں کمی بیشی ہو جائے تو اس کی عزت نفس کو ضرور دھچکا لگتا ہے۔ اور اس کی رگ حمیت ضرور بھڑک اٹھتی ہے۔ غریب اور نوکر آدمی کو جب تک ماں بہن کی چار گالیاں نہ سنا لے دو چار تھپڑ نہ رسید کر لے اس کا غصہ ٹھنڈا نہیں ہوتا۔ بسا اوقات تو بعض بڑے اور خود سر لوگوں کا غصہ اس وقت تک ٹھنڈا نہیں ہوتا جب تک کہ اس "گستاخ غریب" اور "بے ادب خادم" کو موت کی نیند نہ سلا دیں۔ کسی غریب "کمین" اور خادم کو جان سے مار دینا گویا کسی چیونٹی یا کیڑے پتنگے کا پاؤں کے نیچے آکر مر جانے کے مترادف ہے دور جاہلیت میں ایسا تھا اور آج بھی سرمایہ دارانہ اور جاگیردارانہ معاشروں میں غریب اور نوکروں چاکروں کے ساتھ

Marfat.com

بالعموم ایسا ہی ہوتا ہے۔ ان کا کوئی پرسان حال نہیں ہوتا ان کی داد رسی کرنے کوئی نہیں آتا۔ تھانوں اور قانون نافذ کرنیوالے اداروں میں ان کی کوئی شوائی نہیں ہوتی۔

خادم بھی آخر انسان ہوتا ہے۔ غلطی کا ارتکاب کر بیٹھنا اس کی جبلت اور فطرت میں داخل ہے۔ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے خادموں کی اس فطری کمزوری کو ہمیشہ مد نظر رکھا۔ دنیوی معاملات اور کام کاج کے سلسلے آپؐ نے کبھی کسی خادم پر سختی نہ فرمائی اور نہ کبھی اسے مارا حضرت عائشہ صدیقہؓ سے بڑھ کر گھریلو معاملات اور اپنے خدام کے ساتھ حضورﷺ کے برتاؤ کا واقف کون ہو سکتا ہے۔ ان کی شہادت ہے کہ

مَا ضَرَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَادِمًا وَلَا اِمْرَءَةً قَطُّ (۲۴)

(رسول اکرمﷺ نے کبھی بھی کسی خادم یا عورت کو نہ مارا)

مارنا تو بہت دور کی بات ہے آنجنابﷺ نے کسی خادم کو جیسا کہ آگے آرہا ہے کبھی اف تک نہ فرمایا۔

ایک آدمی بارگاہ نبویؐ میں حاضر ہوا اور پوچھا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آخر ہم لوگ اپنے خادم سے کتنی مرتبہ تک درگزر کریں۔ آپؐ خاموش رہے۔ اس نے دوبارہ پوچھا تو بھی آپؐ خاموش رہے۔ جب اس نے تیسری مرتبہ بھی یہی سوال دہرایا تو فرمایا!

اَعْفُوْا عَنْهُ فِىْ كُلِّ يَوْمٍ سَبْعِيْنَ مَرَّةً (۲۵)

(اس سے دن میں ستر مرتبہ بھی درگزر کرنا پڑے تو درگزر کرو)

خادم کے ساتھ نرمی کی عینی گواہی

اپنے خادموں کے ساتھ نبی رحمتﷺ کے حسن سلوک اور ان پر حد درجہ نرمی اور شفقت کے سلسلے میں سب سے معتبر گواہی حضرت انسؓ بن مالک کی ہے۔

Marfat.com

جنہیں مسلسل نو دس سال تک سفر و حضر میں حضور ﷺ کی خدمت کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ حضور ﷺ اپنے اس خادم کو از راہ محبت "یا بنی" (اے میرے پیارے بیٹے) کہہ کر پکارتے (۲۶) حضرت انسؓ خود بیان کرتے ہیں کہ آخر میں بچہ تھا بعض اوقات مجھ سے غلطی بھی ہو جاتی اور اس طرح کام نہ ہو پاتا جس طرح حضور ﷺ کی خواہش ہوتی تھی مگر اس کے باوجود جب کبھی کوئی کام آپؐ کی خواہش کے مطابق نہ ہوا تو آپؐ نے کبھی یہ نہ فرمایا کہ "لِمَ صَنَعْتَ هٰذَا هٰكَذَا" اس کام کو تو نے ایسا کیوں کیا۔ اور اگر کبھی کوئی کام نہ کر سکا۔ تو بھی یہ فرمایا کہ "الا صنعت هذا هكذا" کیوں نہ تو نے ایسا کیا؟ صرف یہیں تک نہیں بلکہ کبھی اف تک نہ فرمایا (۲۷) کنز العمال کی ایک روایت میں تو حضرت انسؓ کا بیان یوں ہے کہ کسی بھی دنیوی معاملے اور کام کے سلسلے میں حضور ﷺ نے کبھی میری ملامت نہ فرمائی۔ اور اگر میری غلطی پر کبھی گھر کے کسی دوسرے فرد نے ملامت کی تو فرماتے۔

دَعْهُ وَمَا قُدِّرَ فَهُوَ كَائِنٌ اَوْ مَا قُضِيَ فَهُوَ كَائِنٌ (۲۸)

(اسے کچھ نہ کہو جو کچھ ہونا ہوتا ہے وہ ہو کر رہتا ہے)

خادم انسؓ کی ناز برداری

نوکری کے معاملے میں عام طور پر کہا جاتا ہے کہ نوکری اور ناز نخرہ کا کوئی جوڑ نہیں۔ مگر اس خادم نبویؐ کا یہ حال ہے کہ نوکری اور خدمت بھی کرتا ہے اور ساتھ نخرے بھی کرتا ہے۔ اور حضور ﷺ بڑی خندہ پیشانی کے ساتھ اس کے ناز نخروں کو برداشت کرتے ہیں۔ حضرت انسؓ کا اپنا بیان ہے کہ

ایک دن حضور ﷺ نے مجھے فرمایا فلاں کام کر کے آؤ میں نے ناز میں زبانی تو کہہ دیا کہ ہرگز نہیں جاؤں گا مگر دل میں یہی تھا کہ جاؤں گا کیونکہ اللہ کے نبی کا فرمان ہے۔ بہرکیف میں گھر سے نکل کر باہر بازار میں ان بچوں کے پاس کھڑا ہو گیا جو کھیل رہے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد حضور ﷺ نے پیچھے سے آکر میری گدی سے پکڑ لیا۔ میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو آپؐ میرے اس ناز پر ہنس رہے تھے۔ پھر پیار سے فرمایا اے انیس! کیا تم وہاں گئے ہو جہاں میں نے تمہیں کہا تھا" حضرت انسؓ کہتے

Marfat.com

ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ابھی جاتا ہوں۔ پھر فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم میں نے نو سال حضور ﷺ کی خدمت کی۔ اس طویل عرصے میں مجھے نہیں یاد کہ آپ ؐ نے کبھی کسی کام پر مجھے ٹوکا ہو یا جھڑکا ہو (۲۹)

خادم انس رضؓ کے گھر جانا اور دعا کرنا

نبی رحمت ﷺ جس طرح صدیق اکبرؓ عثمان غنیؓ اور دوسرے سرکردہ صحابہؓ کے گھروں میں تشریف لے جاتے اس طرح غریب صحابہ اور اپنے خادموں کے گھروں میں بھی قدم رنجہ فرما کر ان کی حوصلہ فرماتے۔ بڑے گھرانوں میں جانا تو ہر کوئی پسند کرتا ہے مگر کسی غریب اور خادم کے گھر میں بطیب خاطر جانا خال خال لوگوں کا ہی کام ہے اس سلسلے میں حضور ﷺ کے ہاں ہمیں کوئی تفریق اور تمیز نظر نہیں آتی۔ آپ ؐ اپنے خادم خاص حضرت انسؓ کی حوصلہ افزائی اور عزت افزائی کی خاطر اکثر ان کے گھر تشریف لے جاتے۔ انسؓ کے والدین بھی بڑے عقید تمند تھے۔ ایک دن حضور ؐ تشریف لائے تو حضرت انسؓ کی والدہ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ اپنے اس چھوٹے سے خادم کے لئے دعا فرمایئے۔ حضور ﷺ نے دعا فرمائی۔ "اے اللہ! اس کے مال اور اولاد میں کثرت عطا فرما۔ اس کی زندگی دراز فرما اور (آخرت میں) اس کی مغفرت فرما" تین مرتبہ حضور ﷺ نے یہ دعا یہ کلمات کہے۔ پیغمبر اکرم ﷺ کی زبان حق ترجمان سے دل کی اتھاہ گہرائیوں سے اور خشوع و خضوع میں ڈوبی ہوئی دعا بھلا کیوں نہ قبول ہوتی۔ اور اس پر ثمرہ کیوں نہ مرتب ہوتا۔ حضرت انسؓ خود کہتے ہیں: میں اپنے ہاتھوں سے ایک سو تین اولادوں کو دفن کر چکا ہوں۔ میرے باغات میں برکت کا یہ عالم ہے کہ ہر سال دو مرتبہ پھل دیتے ہیں۔ میری زندگی اتنی لمبی ہو گئی ہے کہ اب مجھے لوگوں سے شرم آتی ہے اور مجھے قوی امید ہے کہ اللہ کریم میری مغفرت کے بارے میں بھی حضور ﷺ کی دعا کو ضرور قبول فرمائے گا۔ یعنی میری بخشش اور مغفرت فرمائے گا۔ (۳۰)

Marfat.com

اپنے درزی غلام کی دعوت قبول کرنا

آنجناب کی تواضع اور غریب پروری کا عالم یہ تھا کہ کسی بھی مملوک (غلام) کی پر خلوص دعوت کو رد نہ فرماتے (۳۱) آپ جانتے تھے کہ اگر آپ بھی ان بے سہارا اور غریب لوگوں کی حوصلہ افزائی نہیں فرمائیں گے تو دنیا میں ان کو کون پوچھے گا۔ اپنی طبعی رحمت اور تعلیم امت کے واسطے ہمیشہ چھوٹے لوگوں خصوصاً اپنے غلاموں کی دعوتیں بڑے شوق سے قبول فرماتے رہے۔

چنانہ ایک غریب درزی (۳۲) نے آپ کو کھانے کی دعوت دی۔ غریب آدمی تھا پر تکلف کھانا تو کیا ہونا تھا۔ مگر اس "دعوتِ شیراز" میں خلوص اور محبت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ حضور تشریف لائے تو اس نے جو کی رٹی اور کدو ملا شوربا آپ کے سامنے رکھا۔ حضرت انس حضور کے ساتھ تھے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ آپ کدو پیالہ میں سے ڈھونڈ ڈھونڈ کر تناول فرمانے لگے۔ جب میں نے دیکھا کہ کدو حضور کی پسندیدہ غذا ہے تو آج تک کدو کو پسند کرتا ہوں۔ اور جہاں ممکن ہوتا ہے سالن میں کدو ضرور ڈلواتا ہوں۔ (۳۳)

یہودی خادم کی عیادت

کوئی بڑا آدمی بیمار ہو تو عیادت کرنے والوں کا تانتا بندھ جاتا ہے اور اگر کوئی غریب آدمی ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر جائے تو بھی اسے کوئی پوچھنے والا نہیں ہوتا۔ نبی رحمت کے اسوہ حسنہ میں چھوٹے بڑے کی یہ تمیز ہمیں نظر نہیں آتی۔ آپ بلا امتیاز سب کی خیریت دریافت فرماتے اور اگر کوئی بیمار ہوتا تو اس کی عیادت کے لئے تشریف لے جاتے۔

چنانچہ ایک مرتبہ ایک یہودی لڑکا جو آپ کی خدمت کیا کرتا تھا بیمار ہو گیا۔ آپ اس کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ آپ اس کے سر کے قریب بیٹھے تو نور نبوت سے دیکھ لیا کہ یہ اس مرض سے نہیں بچ سکے گا۔ آپ کی تو بڑے سے بڑے مخالف اور دشمن کے بارے میں زبردست خواہش ہوتی تھی کہ وہ ایمان لے آئے اور یوں آخرت کے عذاب سے بچ جائے۔ اپنے اس خادم نے

Marfat.com

بارے میں یہ خواہش کیوں نہ ہوتی۔ آپؐ نے فرمایا بیٹا اب تو اسلام قبول کر لو! اس نے مشورہ کی نگاہوں سے اپنے باپ کی طرف دیکھا تو اس نے کہا تم ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی بات مان لو۔ چنانچہ وہ اسلام لے آیا کلمہ شہادت پڑھ چکا تو اس کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔ حضورﷺ کو اس کے کلمہ پڑھ لینے سے بہت خوشی ہوئی۔ باہر نکلے تو آپؐ کی زبان پر اللہ کی حمد و ثناء جاری تھی اور فرما رہے تھے "سب تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے میری وجہ سے اس لڑکے کو دوزخ کی آگ سے نجات عطا فرمائی (۳۴)

ہم مسلمانوں اور عاشقانِ رسولﷺ کے لئے غور کا مقام ہے کہ ہمارے پیغمبرﷺ ایک یہودی اور غیر مسلم لڑکے سے اپنی ذاتی خدمت لیتے رہے۔ وہ بیمار ہوا تو اس کی خیریت معلوم کرنے اور عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ اور یوں بلند ظرفی اور وسعتِ قلبی کا مظاہرہ فرمایا۔ ایک ہم ہیں کہ ایک طرف تو محبت نبویؐ کا دعویٰ کرتے ہیں دوسری طرف ہماری تنگ ظرفی کا عالم یہ ہے کہ غیر مسلم تو بعد کی بات ہے اس کے ساتھ انسانی محبت یا اس کی عیادت تو بہت دور کی چیز ہے ہم اپنے سے مختلف نقطہ نظر رکھنے والے یا دوسرے مکتبہ فکر کے مسلمان کو بھی برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں۔

سچ کہا ہے ایک تجزیہ نگار نے

لَوْ كُنْتَ صَادِقًا فِیْ حُبِّهٖ لَاَطَعْتَهٗ
اِنَّ الْمُحِبَّ لِمَنْ یُّحِبُّ مُطِیْعٌ

(اے محبت نبویؐ کے دعویدار! اگر تو آپؐ کی محبت میں سچا ہوتا تو ضرور آپؐ کی فرمانبرداری اور اطاعت کرتا کیونکہ محبت کا خاصہ ہے کہ محب اپنے محبوب کا فرمانبردار ہوا کرتا ہے)

ایک خادم کی قبر پر نمازِ جنازہ

ایک حبشی خاتون یا حبشی جوان (راوی کو شک ہے) مسجدِ نبویؐ کی صفائی کیا کرتا تھا کچھ دن وہ نظر نہ آیا تو حضورﷺ نے اس کے بارے میں صحابہؓ سے دریافت

Marfat.com

فرمایا (۳۵) صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اس کا انتقال ہو چکا ہے۔ فرمایا تم نے مجھے اس کی وفات کی اطلاع کیوں نہ دی۔ گویا صحابہ نے غریب آدمی سمجھ کر حضور ﷺ کو اطلاع دینا چنداں ضروری نہ سمجھا تھا۔ فرمایا مجھے بتاؤ اس کی قبر کہاں ہے؟ چنانچہ اس کی قبر پر تشریف لے گئے اور اس پر نماز جنازہ پڑھی (۳۶) پھر فرمایا بے شک یہ قبریں اپنے اہل کے لئے ظلمت و تاریکی سے بھری ہوتی ہیں۔ اہل قبور پر میری نماز کی برکت سے اللہ تعالیٰ ان قبروں کو منور فرما دیتا ہے (۳۷)

خادم عقبہ بن عامرؓ کو اپنی سواری پر سوار کرنا

حضور ﷺ کو اپنے خادموں کا کس قدر احساس تھا اس کا اندازہ قسطلانی کی اس روایت سے لگائیے کہ

"حضرت عقبہ بن عامر سفروں میں آپؐ کی سواری اور خچر کی باگ پکڑ کر آگے آگے چلنے کی خدمت پر مامور تھے۔ ایک مرتبہ ایک دشوار گزار اور پہاڑی رستے سے حضور ﷺ گزرے تو عقبہ کو فرمایا عقبہ اب تم سوار ہو جاؤ۔ عقبہ کہتے ہیں میں نے اس امر کو اپنی شان اور وقعت سے زیادہ بڑا سمجھا کہ میں حضور ﷺ کی سواری پر سوار ہوں۔ ادھر اس بات کا بھی ڈر تھا کہ حضور ﷺ کی نافرمانی نہ ہو جائے کیونکہ "الامر فوق الادب" کے مصداق حکم کا ماننا ادب پر فوقیت رکھتا تھا۔ چنانچہ تعمیل حکم کے واسطے میں تھوڑی دیر کے لئے سوار ہو گیا مگر پھر نیچے اتر آیا۔ اور یوں براق کا شہسوار ﷺ دوبارہ سوار ہو گیا اور میں حسب سابق باگ پکڑ کر سواری کے آگے آگے چلنے لگا۔ اسی موقعہ پر حضور ﷺ نے مجھے فرمایا اے عقبہ! کیا میں تمہیں دو بہترین سورتوں کی تعلیم نہ دوں! میں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں کیوں نہیں؟ ضرور تعلیم دیجئے فرمایا دو بہترین سورتیں "قل اعوذ برب الفلق" اور "قل اعوذ برب الناس" ہیں (۳۸)

خادم ربیعہ بن کعبؓ کی شادی کا انتظام کرنا

حضور اکرم ﷺ کے خادموں میں ایک نام حضرت ربیعہ بن کعب الاسلمیؓ کا

Marfat.com

بھی ہے۔ یہ رات کو آپؐ کے استنجا اور وضو کے لئے پانی وغیرہ لانے کی خدمت سر انجام دیتے۔ باقی غلاموں اور خادموں کی طرح حضورؐ کی خدمت کو سب سے بڑی سعادت اور سب سے بڑی آرزو سمجھتے تھے۔ ایک رات ان کی پر خلوص خدمت دیکھ کر حضورؐ کا دریائے رحمت جوش میں آگیا تو فرمایا ربیعہ! مانگو جو کچھ مانگنا چاہتے ہو عرض کیا حضور بس یہی تمنا ہے کہ جس طرح یہاں آپؐ کی خدمت اور رفاقت حاصل ہے جنت میں بھی آپؐ کی رفاقت نصیب ہو جائے۔ فرمایا ''اوغیر ذالک''؟' علاوہ ازیں کوئی سوال؟ عرض کیا بس یہی۔ حضورؐ نے تیسری مرتبہ پوچھا تو بھی اسی تمنا کا ذکر کیا۔ (۳۹)

یہ خود بیان کرتے ہیں کہ ایک دن حضورؐ نے مجھ سے پوچھا ربیعہ! کیا تو شادی نہیں کرے گا؟ کہتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ میں نہیں چاہتا کہ کوئی چیز مجھے آپؐ کی خدمت سے غافل کر دے۔ آپؐ خاموش ہو گئے۔ کچھ دن بعد پھر مجھ سے پوچھا ربیعہ! کیا تو شادی نہیں کرے گا؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ایک تو میں نہیں چاہتا کہ کوئی مشغولیت مجھے آپؐ کی خدمت سے غافل کر دے دوسرے میرے پاس اتنی رقم نہیں کہ بیوی کو مہر بھی دے سکوں۔ آپؐ خاموش ہو گئے۔ میں نے سوچا حضورؐ میرے پاس جو کچھ ہے اسے بخوبی جانتے ہیں اس کے باوجود مجھے شادی کی دعوت دے رہے ہیں لہٰذا مجھے انکار نہیں کرنا چاہیے اب کے پوچھیں گے تو ضرور ہاں کروں گا۔ چنانچہ ایک دن پھر پوچھا ربیعہ! کیا شادی نہیں کریگا؟ میں نے عرض کیا حضورؐ مجھے کون رشتہ دے گا۔ میرے پاس تو اتنا پیسہ نہیں کہ بیوی کو دے سکوں۔ آپؐ نے مجھے فرمایا فلاں قبیلے کے پاس جا اور ان سے کہو کہ ''رسول اللہؐ نے تمہیں حکم دیا ہے کہ تم مجھے اپنی لڑکی کا نکاح کر دو'' انہوں نے پیغام نکاح سن کر حضورؐ کو اور مجھے مرحبا کہا اور مجھے نکاح کرکے دے دیا۔ میں حضورؐ کے پاس آیا اور سارا ماجرا کہہ سنایا اور عرض کیا اب حق مہر کہاں سے دوں؟ حضورؐ نے بریدہ اسلمیؓ سے فرمایا کہ ربیعہؓ کے لئے ایک گٹھلی کے برابر سونے کا انتظام کرو۔ انہوں نے سونا جمع کرکے مجھے دیا اور میں نے لا کر اپنی بیوی کے گھر والوں کو دے دیا۔ میں پھر حاضر خدمت ہوا اور عرض کیا اب ولیمہ کہاں

Marfat.com

سے کروں؟ آپؐ نے پھر بریدہ سے فرمایا ربیعہ کے لئے ایک مینڈھے کی قیمت کا انتظام کرو انہوں نے فوراً" مینڈھے کا انتظام کر لیا۔ پھر آپؐ نے مجھے فرمایا عائشہؓ کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ ان کے پاس جو کچھ جو ہیں وہ تیرے حوالے کر دیں۔ میں گیا تو انہوں نے جو (یا آٹے کی ٹوکری) میرے حوالے کر دی حالانکہ کاشانہ نبویؐ میں اس کے سوا شام کے کھانے کو کچھ نہ تھا۔ جب مینڈھا اور جو آگئے تو میرے سسرال والوں نے کہا کہ جو تمہیں ہم تیار کر دیتے ہیں اور مینڈھے کے متعلق اپنے ساتھیوں سے کہیں وہ اسے ذبح کریں اور پکائیں اور یوں روٹی اور گوشت کا ولیمہ تیار ہو گیا۔ (۴۰)

خادمہ اُمِ ایمنؓ کی دلجوئی

حضرت اُمِ ایمنؓ کا اصل نام برکہ تھا اصلا حبشیہ اور حضورؐ کے والد گرامی حضرت عبداللہ کی باندی تھیں۔ حضورؐ کو باپ کے ورثے میں ملیں۔ بچپن میں حضورؐ کی نگہداشت یہی کیا کرتی تھیں۔ حضورؐ از راہ محبت اور شفقت انہیں "امی بعد امی" (میری ماں کے بعد دوسری ماں ہیں) فرمایا کرتے۔ حضورؐ نے ان کو آزاد کر کے ان کا نکاح اپنے آزاد کردہ غلام حضرت زیدؓ بن حارثہ سے کر دیا تھا۔ حضرت اسامہؓ انہی کے بطن سے تھے۔ حضورؐ ان کا بڑا خیال فرماتے۔ بعض اوقات ان کا سخت رویہ بھی برداشت کر لیتے (۴۱) ہمیشہ ان کی مالی خدمت فرماتے ان کو ملنے کے لئے ان کے گھر تشریف لے جاتے اور جب ان کو دیکھتے تو فرماتے "ھذہ بقیۃ اھل بیتی" (۴۲) میرے اہل بیت یا گھر والوں میں سے اب یہی باقی رہ گئی ہیں۔

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ جب مہاجرین مدینہ منورہ میں آئے تو ایسے حال میں پہنچے کہ ان کے ہاتھوں میں کوئی چیز نہ تھی۔ انصار زمیندار لوگ تھے انہوں نے اپنا مہاجر بھائیوں سے کچھ یوں تقسیم کی کہ وہ اپنی فصلوں اور پھلوں کی نصف پیداوار مہاجر بھائیوں کو دیں گے اور مہاجر کام میں ان کا ہاتھ بٹائیں گے۔

حضرت انسؓ بن مالک کی والدہ ام سلیم (جو عبداللہ بن ابی طلحہ کی بھی

Marfat.com

والدہ تھیں اور وہ عبداللہ ماں کی طرف سے حضرت انسؓ کے بھائی تھے)، نے اپنا کھجور کا باغ حضورﷺ کی خدمت میں پیش فرمایا تھا۔ حضورﷺ نے وہ باغ اُمِّ ایمن کو دے دیا۔ ۷ھ میں جب خیبر فتح ہو گیا اور مہاجرین کو بہت سا مال غنیمت مل گیا تو مہاجرین نے انصار کو وہ باغات واپس کر دیے جو انہیں فائدہ اٹھانے کے لئے انصار کی طرف سے ملے تھے۔ حضورﷺ نے بھی وہ باغ میری ماں کو واپس کر دیا جو اُمِّ ایمن کو دے چکے تھے مگر اس کی جگہ انہیں اپنا ایک ذاتی باغ عنایت فرمایا (۴۳)

مواہب اللدنیہ میں بخاری کے حوالے سے ہے کہ حضرت اُمِّ ایمن یہ باغ دینے پر رضامند نہ تھیں۔ حضورﷺ نے انہیں دس گنا دے کر رضامند کیا اور یہ سب کچھ ان کی دلجوئی اور اکرام کی خاطر تھا کیونکہ حضور پر ان کی حضانت اور تربیت کا بڑا حق تھا (۴۴)

اُمِّ ایمنؓ کی حضورﷺ کتنی قدر فرماتے تھے اس کا اندازہ ابن عساکر اور ابن کثیر کی اس روایت سے لگایئے کہ ایک مرتبہ حضرت اُمِّ ایمنؓ نے دیکھا کہ حضور اکرمﷺ پانی نوش فرما رہے ہیں۔ حضرت ام ایمنؓ نے کہا یا رسول اللہﷺ مجھے بھی پانی پلایئے گا۔ حضرت عائشہؓ جو پاس ہی بیٹھی تھیں، نے کہا اے ام ایمن! کیا تو حضورؐ سے پانی پلانے کو کہہ رہی ہے؟ وہ کہنے لگیں ہاں میں نے جو آپؐ کی خدمت کی ہے وہ اس سے کہیں زیادہ ہے۔ حضورﷺ نے فرمایا یہ صحیح کہتی ہیں اس کے بعد آپؐ خود پانی لائے اور ام ایمنؓ کو پلایا (۴۵)

دَمِ واپسیں زیر دستوں کی فکر

دنیا میں بہت سے ایسے لوگ گزرے ہیں کہ جب ان کا آخری وقت آیا اور ان پر نزع کا عالم طاری ہو تو انہیں سب سے زیادہ فکر اپنی آل اولاد اور اپنے مال و منال کی تھی۔ لیکن آسمان کی آنکھ نے محمد عربیﷺ جیسا غریب پرور نہیں دیکھا ہو گا جس پر نزع کا عالم طاری ہے مگر اس وقت بھی اسے اپنے اہل بیت کی فکر نہیں، اسے اپنی لخت جگر سیدہ فاطمۃ الزہراءؓ کی پرواہ نہیں اسے اپنے نواسوں کی یاد نہیں اس وقت جو چیز اسے سب سے زیادہ فکر مند کیے ہوئے ہے وہ اپنی امت کے غلام

Marfat.com

خادم اور ماتحت لوگوں کی غربت اور بیچارگی ہے۔ اس نے زندگی بھر عملاً ان سے محبت کی ہے اور آخری وقت میں بھی امت سے کوئی مطالبہ ہے تو انہی بیچاروں کی خبر گیری کا ہے۔

حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ حضور اکرمؐ کی آخری وصیت جب کہ آپؐ پر نزع کا عالم طاری تھا اور زبان ہلانا مشکل ہو رہا تھا' یہ تھی کہ

اَلصَّلٰوۃَ الصَّلٰوۃَ اِتَّقُوا اللّٰهَ فِيْمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ (۴۶)

((اے میری) امت!) نماز نماز یعنی نماز کا خیال رکھنا اور اپنے زیردستوں کے معاملے میں اللہ سے ڈرتے رہنا۔

علماء اگرچہ "مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ" سے غلام ہی مراد لیتے ہیں مگر یہ جملہ اپنے اندر وسیع مفہوم کو لیے ہوئے ہے۔ اگر صرف اصطلاحی غلام ہی مراد ہوتا تو اس کے لیے یہاں "عَبِيْدُكُمْ يَا مَوَالِيْكُمْ" کے الفاظ لانے میں کوئی نحوی امر مانع نہیں تھا۔ "ما ملکت ایمانکم" کا لفظی معنی ہے "وہ چیز جس کے مالک تمہارے داہنے ہاتھ ہوں" اردو میں اس کا بہترین ترجمہ "زیردست ہے" دفاتر میں ہر چھوٹا بڑے کا زیردست ہے' کارخانون میں مزدور مالک کا زیر دست ہے زمینوں میں مزارع زمیندار کا زیردست ہے۔ غریب "کمی" آدمی سرمایہ دار اور جاگیردار کا زیر دست ہے۔ بیوی شوہر کی زیردست ہے۔ گویا ہر مسلمان کے لئے وصیت نبویؐ ہے کہ وہ اپنے زیردست اور ماتحت کا خیال رکھے۔ ہم اپنے جسمانی باپ کی وصیت کو ہر قیمت پر پورا کرنا اپنا فرض اور ضروری خیال کرتے ہیں کاش اپنے عظیم روحانی اور ایمانی باپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس وصیت کو بھی پورا کر سکیں۔

Marfat.com

حوالہ جات اور حواشی فصل نمبر دوم

۱۔ ان تعلیمات کے نتیجے میں اسلامی معاشرے میں کیا انقلاب آیا۔ غلاموں اور خادموں کی کتنی پزیرائی ہوئی اور غلامی سے متعلق دیگر تمام مباحث پر اردو میں مولانا سعید احمد اکبر آبادی کی کتاب "اسلام میں غلامی کی حقیقت" بڑی جامع مانع اور لائق مطالعہ کتاب ہے۔

۲۔ (الف) بخاری: ۱: ۹ (کتاب الایمان) طبع دہلی۔ بخاری: ۲: ۸۹۴ (کتاب الادب) طبع دہلی

(ب) مسلم شریف: ۲: ۵۲ طبع قدیمی کتب خانہ کراچی

(ج) ابوداؤد: ۲: ۲۷ اصح المطابع کراچی

(د) ترمذی: ۲۸۸ (ابواب البر والصلۃ باب ماجاء فی الاحسان الی الخادم) طبع نور محمدؐ کراچی

۳۔ علامہ بدر الدین عینی م ۸۵۵ھ عمدۃ القاری شرح بخاری: ۱: ۲۰۶ طبع بیروت

۴۔ بخاری: ۱: ۶: طبع کرزن پریس دہلی

۵۔ قاضی عیاض: الشفاء بتعریف حقوق المصطفےٰ: ۱: ۱۳۳ طبع مصر

۶۔ مسلم: ۲: ۵۲ طبع قدیمی کتب خانہ کراچی

۷۔ حافظ نور الدین ہیثمی م ۸۰۷ھ: مجمع الزوائد و منبع الفوائد: ۱: ۱۹۵

۸۔ سبحان اللہ کیا شان ہے فیضان نبوت کی اور تربیت نبویؐ کی کہ وہی سنگ دل عرب جو آج سے چند برس قبل اپنی سگی بچیوں کو زندہ درگور کر دیتے تھے آج دوسروں کی یتیم بچیوں کی کفالت کرنے پر باہم جھگڑ رہے ہیں۔

خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کر دیا

Marfat.com

۹۔ (الف)الامام ابو یعلی الموصلی (م ۳۰۷ھ) : مسند : ۱ : ۲۷۱ حدیث نمبر ۵۲۲ طبع جدہ ۱۴۰۸ھ / ۱۹۸۸ء

(ب) امام ابوبکر احمد بن عمر البزار (م ۲۹۲ء) : البحرالزخار المعروف بمسند البزار : ۳ : ۱۰۶ حدیث نمبر ۸۹۱ بیروت ۱۹۸۸ء / ۱۴۰۹ھ

(ج) صحیح بخاری (کتاب المغازی باب عمرۃ القضاء) ۲ : ص ۶۱۰

(د) بخاری ج ۱ : کتاب المناقب

(ھ) مقریزی، تقی الدین احمد بن علی: امتاع الاسماع بما للرسول من الانباء والاحوال والحفدۃ والمتاع : ۱ : ۳۰۰ - ۳۳۹ طبع قاہرہ ۱۹۴۱ء

۱۰۔ جامع ترمذی (ابواب الادب) : ص ۳۹۰ طبع نور محمد کراچی

۱۱۔ امام بخاری : الادب المفرد : ۸۵ طبع بیروت لبنان

۱۲۔ سورۃ الاحزاب : آیت نمبر ۵ (فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْا اٰبَآءَهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ فِی الدِّیْنِ وَ مَوَالِیْكُمْ)

۱۳۔ (الف) بخاری : ۲ : ۸۸۸ (کتاب الادب) طبع کرزن پریس دہلی

(ب) طبقات ابن سعد : ۴ : ۶۲

۱۴۔ ابن سعد : الطبقات الکبریٰ : ۴ : ۶۲

۱۵۔ بخاری : ۲ : ۶۴۱

۱۶۔ طبقات ابن سعد : ۴ : ۷۰

۱۷۔ (الف) صحیح ابن حبان : ج ۹ : ص ۱۹۳ مطبوعہ سانگلہ ہل ضلع شیخوپورہ

(ب) طبقات ابن سعد ج ۴ : ص ۶۴

۱۸۔ طبقات ابن سعد : ۴ : ۶۴

۱۹۔ (الف) صحیح ابن حبان : ۱۰ : ۹۸ طبع سانگلہ ہل

(ب) طبقات ابن سعد : ۴ : ۶۲

(ج) حافظ ذہبی : سیر اعلام النبلاء : ۲ : ۳۵۸ مصر

۲۰۔ (الف) طبقات ابن سعد : ۴ : ۶۳

۲۱۔ طبقات ابن سعد : ج ۴، ۶۵

Marfat.com

(ب) حافظ ذہبی: سیر اعلام النبلاء: ۲: ۳۶۰

۲۲۔ (الف) بخاری: ۱: ۹ طبع دہلی

(ب) بخاری: ۲: ۸۹۴ (کتاب الادب

(ج) مسلم: ۲: ۵۲ طبع کراچی

(د) ابو داؤد: ۲: ۷۰۲ طبع کراچی

(ہ) ترمذی ص ۲۸۸ (ابواب البروالصلۃ) طبع کراچی

۲۳۔ (الف) علامہ محمود آلوسی بغدادی (م ۱۲۷۰ھ): روح المعانی: ۵: ۷۵ طبع بیروت لبنان

(ب) ابو عبداللہ قرطبی: الجامع لا حکام القرآن: ۵: ۱۷۲ طبع قاہرہ ۱۳۸۷ھ

۲۴۔ (الف) سنن ابی داؤد: ۲: ۲۶۰ (ج) الشفاء: ۲: ۲۰ مصر

(ب) ابن سعد: الطبقات: ۱: ۳۶۷

۲۵۔ سنن ابی داؤد: ۲: ۷۰۲ (باب فی حق المملوک)

۲۶۔ صحیح مسلم: ۲: ۲۱۰ (کتاب الادب)

۲۷۔ (الف) مسلم شریف: ۲: ۲۵۳

(ب) امام بخاری: الادب المفرد: ص ۲۷

(ج) سنن ابی داؤد: ۲: ۶۵۸

(د) قاضی عیاض: الشفا: ۱: ۱۲۱ طبع مصر

(ہ) جامع ترمذی (شمائل): ۵۹۵ طبع نور کراچی

(و) السیرۃ النبویہ لابن کثیر: ۴: ۶۵۳ طبع بیروت

۲۸۔ (الف) الشیخ علی متقی ہندی (م ۹۷۵ھ): کنز العمال: ۷: ۱۳۹ طبع حیدر آباد دکن

(ب) امام بغوی: الانوار فی شمائل النبی المختار: ۱: ۱۶۳ بیروت

(ج) امام احمد: مسند: ۳: ۲۳۱

۲۹۔ مسلم شریف: ۲: ۲۵۳

(ب) سنن ابی داؤد: ۲: ۶۵۸

Marfat.com

۳۰۔ امام بخاری: الادب المفرد ص ۹۶
(ب) صحیح ابن حبان: ۱۰: ۱۵۸
(ج) السیرۃ النبویہ لابن کثیر: ۴: ۶۵۳ طبع بیروت
۳۱۔ شمائل ترمذی مع جامع ترمذی: ۵۹۴ طبع کراچی
(ب) امام بغوی: شرح السنہ: ۱۳: ۲۴۱ بیروت ۱۴۰۳ھ
۳۲۔ صحیح ابن حبان کی روایت کے مطابق یہ درزی آپؐ کا آزاد کردہ غلام تھا (ج ۹ ص ۹۹ طبع سانگلہ ہل)
۳۳۔ (الف) امام مالک بن انس: الموطا: ص ۴۵۱ طبع بیروت ۱۹۸۱ء
(ب) امام ترمذی (الشمائل): ص ۵۹۵ طبع کراچی
۳۴۔ (الف) امام بخاری: الادب المفرد ص ۷۷ (باب عیادۃ المشرک) طبع بیروت لبنان — صحیح: ۱: ۱۸۱ کراچی
(ب) مسند ابی یعلی: ۳: ۳۵۴ حدیث نمبر ۳۳۲۷
(ج) کتانی: نظام الحکومۃ النبویۃ: ۱: ۳۰ بیروت
(د) ابن قیم: زاد المعاد: ۱: ۴۹۴ بیروت
۳۵۔ آپؐ کا عام معمول بھی یہی تھا کہ جب کوئی ساتھی نظر نہ آتا تو اس کے بارے میں دریافت فرماتے (الشفاء لقاضی عیاض: ۱: ۱۲۰)
۳۶۔ اور یوں اپنے عمل سے بتایا کہ غریب سے غریب آدمی کی بھی حضورﷺ کے ہاں کتنی قدر و منزلت ہے۔
۳۷۔ مسلم شریف: ۱: ۳۰۹۔ ۳۱۰ (کتاب الجنائز)
(ب) سنن ابی داؤد: ۲: ۴۵۷ (کتاب الجنائز) اصح المطابع کراچی
(ج) سنن دار قطنی: ۱: ۱۹۳ طبع دہلی
۳۸۔ قسطلانی: المواہب اللدنیہ: ۲: ۱۱۹
۳۹۔ (الف) مشکوۃ المصابیح ص ۸۴ / السیرۃ النبویہ لابن کثیر: ۴: ۶۵۹۔ ۶۶۰
(ب) شیخ کتانی: نظام الحکومۃ النبویۃ: ۱: ۲۹۔ ۳۰ بیروت
۴۰۔ (ا) ابن منظور: مختصر تاریخ دمشق لابن عساکر: ۲: ۳۶۸ طبع دار الفکر

Marfat.com

(ب) ابن کثیر: السیرۃ النبویہ: ۴: ۶۶۰ ـ ۶۶۱ طبع بیروت

(ج) مسند احمد بن حنبل: ۴: ۵۸ طبع مصر قدیم

۴۱ـ مسلم: ۲: ۲۹۱ طبع قدیمی کتب خانہ کراچی (باب من فضائل امّ ایمن)

(ب) محب طبری: ذخائر العقبیٰ فی مناقب ذوی القربیٰ ص ۲۶۰

۴۲ـ (الف) ابن کثیر: السیرۃ النبویہ: ۴: ۶۴۲ طبع بیروت لبنان

(ب) حافظ ذہبی: سیر اعلام النبلاء: ۲: ۱۵۹

۴۳ـ (الف) مسلم ۲: ۹۶

(ب) حافظ ذہبی: سیر اعلام النبلاء: ۲: ۱۶۱

۴۴ـ علامہ احمد بن محمدؐ قسطلانی (م ۹۲۳ھ): المواہب اللدنیہ: ۲: ۳۴۴

۴۵ـ (الف) امام محمدؐ بن مکرم المعروف بابن منظور (م ۷۱۱ھ): مختصر تاریخ دمشق لابن عساکر ص ۱۸ ـ ۳۱۷ طبع دارالفکر دمشق ۱۴۰۴ھ / ۱۹۸۴ء

(ب) ابوالفداء اسماعیل بن کثیر (م ۷۷۴ھ) السیرۃ النبویہ: ۴: ۶۴۳ طبع داراحیاء التراث العربی ـ بیروت لبنان

۴۶ـ (الف) صحیح ابن حبان ۹: ۲۰۵ طب سا نگلہ ہل

(ب) امام بخاری: الادب المفرد: ص ۲۶

(ج) ابن جوزی: المنتظم فی تاریخ الامم والملوک ۴: ۳۹ طبع بیروت ۱۹۹۲ء

(د) سنن ابی داؤد: ۲: ۷۰۱ (کتاب الادب)

(ھ) شیخ عبدالحق محدث دہلوی: ماثبت بالسنۃ (اردو) ص ۱۰۱ کراچی

Marfat.com

فصل سوم

غریب لوگوں کی عزت افزائی، دِلجوئی اور ہمدردی

دنیا میں جیسا کہ پہلے باب میں گزرا، مخلوق خدا جو اصلاً" ایک ہی باپ کی اولاد ہے بعثت نبوی سے قبل رنگ و نسل، حسب و نسب، ملک و وطن، دولت و وجاہت اور پیشوں کے اعتبار سے ادنیٰ اور اعلیٰ طبقوں میں بٹی ہوئی تھی۔ جو طبقہ جس دائرہ سے تعلق رکھتا تھا اس سے کبھی نہیں نکل سکتا تھا۔ ذاتی استعداد و قابلیت کی کوئی قدر و قیمت نہ تھی ادنیٰ طبقوں پر ترقی کے دروازے ہمیشہ کے لئے بند تھے ان کا مقصد زندگی اعلیٰ طبقوں کی خدمت اور بڑے لوگوں کے حُقّے بھرنے کے سوا کچھ نہ تھا۔ دنیا میں سب سے زیادہ ذلیل، خوار، بے وقعت، بے حیثیت، بے قدرے، بے سہارا، بے آسرا، بیچارے، مظلوم، مجبور اور مقہور یہی غریب مسکین اور چھوٹے درجہ کے لوگ تھے۔ اور آج بھی جاگیردارانہ اور سرمایہ دارانہ معاشروں اور ہمارے ملک عزیز کی دیہی آبادیوں میں ظلم کی چکی میں پسنے والا اور استحصال کا شکار ہونے والا یہی غرباء و مساکین کا طبقہ ہے۔

نبی رحمت ﷺ کو اللہ کریم نے سراسر رحمت بنا کر بھیجا تھا (ا) پھر آپؐ نے غربت و مسکینی کا زمانہ بھی دیکھا تھا اس لئے آپؐ نے اس غریب اور کمزور طبقہ کی معاشی اصلاح اور معاشرتی عزت و وقار پر قولاً" و عملاً بھرپور توجہ فرمائی۔ قرآن و سنت ان غرباء و مساکین اور چھوٹے لوگوں کی حالت زار کو بہتر بنانے، ان کی معاشی حالت کو سنوارنے اور معاشرے میں انہیں بلند مرتبہ و

Marfat.com

مقام دینے، ان میں متقی حضرات کی شرافت و بزرگی کو تسلیم کرنے' ان کے ساتھ ہمدردی اور غمخواری کی تعلیمات اور ہدایات سے بھرے پڑے ہیں۔ اسلام کے بنیادی رکن زکوۃ جسے قرآن نے جگہ جگہ حکم نماز کے ساتھ ذکر کیا ہے' اور جس سے انکار کرنے والوں سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اعلانِ جنگ کر دیا تھا' کا مقصد سوائے اس کے کیا ہے کہ غرباء و مساکین ضرورت مند اور محتاج لوگوں کے ساتھ عملی ہمدردی کی جائے فطرانہ جزیہ خراج' خمس قربانی صدقات' کفارات وغیرہ سب غرباء کو نوازنے کی صورتیں ہیں۔ خیر کہنے کا مقصد یہ تھا کہ ان ساری تعلیمات اور ہدایات اور پھر ان کے نتیجے میں اسلامی معاشرے میں خیر خواہی ہمدردی اور اخوت و بھائی چارے کی پیدا ہونے والی عدیم النظیر فضا کا احاطہ ممکن نہیں۔ مجھے تو یہاں صرف اتنا عرض کرنا ہے کہ خود نبیٔ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عمل اور کردار سے ان غریب اور پسے ہوئے لوگوں کے ساتھ کیا رویہ اختیار فرمایا۔ کس طرح انہیں عزت بخشی' کس طرح ان کا خیال رکھا۔ کس طرح ان کے ساتھ اٹھے بیٹھے۔ کس طرح ان کے ساتھ دوستانہ مراسم رکھے۔ اور کن کن طریقوں سے ان کی حوصلہ افزائی اور عزت افزائی فرمائی۔ کیسے کیسے ان دکھیاروں کے زخمی دلوں پر مرہم رکھی' اپنی ذات اور اپنے اہل و عیال پر انہیں ترجیح دی اور ان کے ساتھ شفقت و ملاطفت اور ہمدری کا معاملہ فرمایا وغیرہ وغیرہ

عام مساویانہ برتاؤ

حضورؐ کے نزدیک امیر غریب یا حسب و نسب کی بنا پر چھوٹے بڑے کی کوئی تمیز نہ تھی۔ سب لوگ حقوق میں آپؐ کے نزدیک برابر تھے "صاروا عندہ فی الحق سواء" (شمائل ترمذی) آپؐ نے حسب و نسب رنگ و نسل آقا و غلام مالک و مملوک ادنی و اعلی کے امتیازات اور درجہ بندیاں ختم کر کے تمام انسانوں کو ایک سطح پر کھڑا کر دیا۔ خود آپؐ کا اپنا ذاتی عمل اور نمونہ اس معاملے میں یہ تھا کہ کبھی اپنے آپؐ کو برتر نہ سمجھا۔ اپنے لیے کسی امتیازی بات کو پسند نہ کیا۔ کہیں بھی نمایاں

Marfat.com

ہونے کا انداز اختیار نہ فرمایا۔ نہ لباس پوشاک میں نہ خورد و نوش میں نہ رہن سہن میں نہ کام کاج میں نہ کسی اور بات میں حتیٰ کہ اجنبی آدمی کو صحابہ سے پوچھنا پڑتا کہ تم میں پیغمبر کون ہے۔ آپؐ جانتے تھے کہ ہر امتیازی کردار طبقہ آفرینی (Creation of Classes) کی بنیاد بن جاتا ہے اور پھر ہر طبقے کے حقوق دوسروں سے ممتاز ہونے لگتے ہیں اور یوں باہمی آویزش اور فساد شروع ہو جاتا ہے۔ اور آپؐ ان چیزوں کو مٹانے کے لئے تشریف لائے تھے۔

شاہ و گدا واسود و احمر ان کی نظر میں سب ہیں برابر
ان کا لقب ہے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت سلمان فارسیؓ، صہیب رومیؓ، بلال حبشیؓ جو مختلف قوموں اور نسلوں سے تعلق رکھتے تھے اور غلام تھے، شرفائے قریش اور روسائے عرب کے ہمسر بلکہ اپنے حسن عمل اور تقویٰ کی بنا پر بہتوں سے بہتر سمجھے جاتے تھے۔ آپؐ جس طرح بڑے لوگوں کے ہاں آتے جاتے اس سے کہیں زیادہ چھوٹے لوگوں کے ہاں جا کر ان کی عزت افزائی فرماتے۔

حضرت سہل بن حنیفؓ سے مروی ہے کہ

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْتِيْ ضُعَفَاءَ الْمُسْلِمِيْنَ وَيَزُوْرُهُمْ وَيَعُوْدُ مَرْضَاهُمْ وَيَشْهَدُ جَنَائِزَهُمْ(۲)

(رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کمزور (غریب و مسکین) مسلمانوں کے ہاں تشریف لاتے ان سے ملاقات کرتے ان غرباء کے مریضوں کی عیادت فرماتے اور ان کے جنازوں میں شمولیت فرماتے۔ (ظاہر ہے جس جنازے میں نبی کریم شامل ہوتے ہوں گے نماز جنازہ بھی خود ہی پڑھاتے ہوں گے پھر جس غریب آدمی پر پیغمبر نے نماز جنازہ پڑھ دی ہو گی وہ قبر اور حشر میں یقیناً "بہت "امیر" ہو گا)

معروف مؤرخ ابوالفداء نے لکھا ہے۔

Marfat.com

كَانَ عِنْدَهُ الْقَرِيْبُ وَالْبَعِيْدُ وَالْقَوِيُّ وَالضَّعِيْفُ فِى الْحَقِّ سَوَاءً وَ كَانَ يُحِبُّ الْمَسَاكِيْنَ وَلَا يُحَقِّرُ فَقِيْرًا لِفَقْرِهٖ(۳)

(آپؐ کے ہاں قریب اور بعید اور بڑا و چھوٹا ہر حق میں برابر سمجھے جاتے تھے۔ آنجناب مساکین سے محبت رکھتے تھے اور کسی غریب کو اس کے فقر اور تنگدستی کی وجہ سے حقارت کی نظر سے نہیں دیکھتے تھے)

مشکوٰۃ میں حضرت علی المرتضیٰؓ سے مروی ہے کہ حضورؐ نے فرمایا ہر نبی کے لئے سات عدد نجیب اور رقیب (منتخب اور محافظ لوگ) تھے مگر مجھے چودہ نجیب اور رقیب عنایت کیے گئے۔ ان میں چار نام بلالؓ سلمانؓ عمارؓ اور مقدادؓ جیسے غرباء اور فقراء صحابہ کے بھی شامل ہیں (مشکوٰۃ: ص ۵۸۰ طبع کراچی)

دربارِ نبوی میں بیٹھنے والا ہر امیر غریب اور ہر چھوٹا بڑا آدمی برابر کا مستفیض ہوتا۔ آپؐ ہر آدمی کی طرف پوری پوری توجہ فرماتے۔ کوئی کسی کے متعلق یہ نہیں گمان کرتا تھا کہ وہ حضورؐ کے ہاں اس سے زیادہ معزز ہے۔ (۴)

آپؐ ہر ملنے والے اور آنے والے کی طرف اتنا التفات فرماتے۔ اتنی محبت فرماتے کہ صحابہ میں سے ہر چھوٹا بڑا آدمی یہی گمان کرتا تھا کہ وہ حضورؐ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہے۔ (۵)

آسی لکھنوی نے خوب کہا ہے۔

شفیق سب کے ادیب سب کے
انیس سب کے خلیل سب کے
رفیق سب کے حبیب سب کے
رئیس سب کے کفیل سب کے
تحیت ان پر درود ان پر
صلوٰۃ ان پر سلام ان پر

آپؐ کی عام عادت کریمہ یہ تھی کہ

Marfat.com

یَعُوْدُ الْمَسَاکِیْنَ وَ یُجَالِسُ الْفُقَرَاءَ وَ یُجِیْبُ دَعْوَةَ الْعَبْدِ(۶)

مساکین کی عیادت فرماتے۔ فقیر لوگوں کے پاس اٹھتے بیٹھتے اور اگر کوئی غلام دعوت دیتا تو اس کی دعوت کو بھی قبول فرماتے۔

آنجنابؐ کو ان غرباء و مساکین کی دلجوئی کا اتنا خیال تھا کہ کسی بیوہ عورت اور مسکین کے ساتھ چل کر اس کا کام کر دینے میں کبھی کوئی عار محسوس نہ فرماتے (۷) کوئی غریب سے غریب آدمی بھی مصافحہ کرتا تو اپنا دست مبارک اس وقت نہ کھینچتے جب تک وہ خود نہ کھینچ لیتا اور اپنے چہرہ انور کو اس وقت تک نہ پھیرتے جب تک کہ وہ خود منہ نہ پھیر لیتا (۸)

اس دھرتی پر بلکہ پوری کائنات ارضی و سماوی میں حضورؐ سے بڑھ کر کوئی بڑا آدمی نہیں ہو سکتا۔ آج کسی آدمی کو معمولی منصب مل جائے، کوئی ممبر شپ مل جائے تو وہ اپنے آپ کو پتہ نہیں کیا کچھ سمجھتا ہے۔ جب کوئی غریب آدمی اس کے دروازے پر پہنچتا ہے تو گھنٹوں کی انتظار کے بعد جواب ملتا ہے کہ "صاحب" میٹنگ میں ہیں یا "صاحب" سو رہے ہیں۔ مگر اس سید الاولینؐ والآخرین کی غریب پروری اور چھوٹے لوگوں کی دلجوئی کا یہ عالم ہے کہ مدینہ منورہ کی عام باندیوں اور لونڈیوں میں سے کوئی لونڈی آپؐ کا ہاتھ پکڑ لیتی ہے تو آپؐ اپنا دست مبارک اس وقت نہیں چھڑاتے ہیں جب تک کہ وہ از خود نہیں چھوڑ دیتی پھر اس کا جہاں جی چاہتا ہے آپؐ کا ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھ لے جاتی ہے اور اپنا کام کرواتی ہے۔ (۹)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاشی دکھوں کے مارے ہوئے فقرا و مساکین کو ان کی دلجوئی کی خاطر ہمیشہ اغنیاء پر ترجیح دی۔ سید سلیمان ندوی نے "مجالس نبوی" کے عنوان سے شہنشاہ کونین کے دربار کا نقشہ کھینچا ہے۔ اس میں لکھتے ہیں کہ مجلس میں گفتگو کی اجازت میں ترتیب کا لحاظ رہتا تھا لیکن یہ امتیاز مراتب نسب و نام یا مال و دولت کی بنا پر نہیں بلکہ فضل و استحقاق کی بنا پر ہوتا تھا۔ سب سے پہلے آپؐ اہل حاجت کی طرف متوجہ ہوتے اور ان کے معروضات سن کر ان کی حاجت براری فرماتے ...... کوئی معزز شخص آ جاتا تو حسب مرتبہ اس کی تعظیم

Marfat.com

فرماتے اور فرماتے "اکْرِمُوا کَرِیْمَ کُلِّ قَوْمٍ" ہر قوم کے معزز شخص کی تعظیم کرو۔ مزاج پرسی کے ساتھ ہر شخص سے دریافت فرماتے کہ کوئی ضرورت اور حاجت تو نہیں ہے یہ بھی فرماتے کہ جو لوگ اپنے مطالب مجھ تک نہیں پہنچا سکتے مجھ کو ان کے حالات اور ضروریات کی خبر دو" (۱۰)

اللہ کریم نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق عالیہ کے حوالے سے اپنی خصوصی رحمت کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا۔

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَا نْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِى الْاَمْرِ

(سورۃ آل عمران: ۱۵۹)

(اللہ کریم کی رحمت ہی کے باعث آپؐ ان (غلاموں) کے لئے نرم ہو گئے اگر آپؐ (خدانخواستہ) تند خو اور سخت طبع ہوتے تو یہ (اکھڑ مزاج) لوگ آپؐ کے پاس سے منتشر ہو چکے ہوتے۔ سو آپؐ ان (کی غلطیوں) سے درگزر فرماتے رہیئے ان کے لئے استغفار کرتے رہیے اور تمام معاملات میں (ان کی دلجوئی کے لئے) ان سے مشورہ فرماتے رہیے)

اس خصوصی رحمت ایزدی کی وجہ سے آپؐ کی ذت گرامی انتہائی خلیق انتہائی ملنسار اور سراپا مٹھاس تھی۔ جو ایک مرتبہ قریب آگیا وہ ہمیشہ کے لئے محبت نبوی کا شکار ہو گیا۔ یہ محبت ہر خاص و عام کے لئے تھی۔ اس میں کسی چھوٹے بڑے کی تمیز نہ تھی۔ اللہ نے آپؐ کو قیامت تک کے لئے پوری انسانیت کے واسطے ایک نمونہ بنا کر بھیجا تھا اس لیے حکم ہوا۔

وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ ○ (سورۃ الحجر: ۸۸)

(اور (ان غریب) مومنین کے لئے اپنے بازو جھکائے رکھیے)

آپؐ کے خلق عظیم پر مہر ثبت کرتے ہوئے قرآن نے فرمایا:

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ○

Marfat.com

(سورۃ القلم: ۴)

(اور آپؐ بے شک اخلاق کے اعلیٰ مرتبہ پر ہیں)

اس خلق عظیم کے باعث آپؐ نے کبھی کسی غریب سے غریب اور چھوٹے سے چھوٹے آدمی کو یہ احساس نہ ہونے دیا کہ آپؐ (العیاذ باللہ) اس کی طرف کم التفات فرماتے ہیں۔ آپؐ نے ان غریبوں کی طرف باقی لوگوں کی **بنسبت** زیادہ نظر التفات فرمائی تاکہ ان کے معاشی اور معاشرتی دکھوں کا مداوا ہو سکے۔

غرباء و ضعفاء کی قدر و برکت

ایک دنیا دار آدمی چاہے وہ علماء و مشائخ میں سے ہی کیوں نہ ہو عموماً غریب اور کمزور آدمی کو اس نگاہ سے نہیں دیکھتا جس نگاہ سے بڑے اور سرمایہ دار آدمی کو دیکھتا ہے۔ مگر کسی دنیا دار کو کیا معلوم کہ انہیں دنیا میں جتنا مال و دولت اور جتنی نعمتیں مل رہی ہیں وہ انہی غرباء و مساکین اور کمزور لوگوں کی وجہ اور ان کی برکت سے ہیں۔ حضورﷺ ان غرباء کی منزلت کو سرمایہ داروں پر واضح کرنے کے لئے فرماتے تھے۔

اِبْغُوالِیْ ضُعَفَاءَ کُمْ فَاِنَّمَا تُرْزَقُوْنَ وَ تُنْصَرُوْنَ بِضُعَفَاءِ کُمْ (۱۱)

(میرے پاس اپنے غریب اور کمزور لوگ ڈھونڈ کر لاؤ (تاکہ میں ان سے برکت حاصل کروں اور پہلے انہیں دوں) کیونکہ تمہیں جو رزق دیا جاتا ہے اور دشمن کے مقابلے میں تمہاری جو مدد کی جاتی ہے وہ تمہارے انہی ضعیف لوگوں کے طفیل ہے۔

ترمذی شریف (۱۲) میں تو "ابغونی فی ضعفاء کم" کے الفاظ ہیں مشکوٰۃ باب فضل الفقراء میں بھی یہ روایت موجود ہے۔ اس کا ایک سیدھا سا مطلب تو یہ ہے کہ اگر تم مجھے ڈھونڈنا چاہو یا ملنا چاہو تو میں تمہیں غریب اور ضعیف لوگوں میں بیٹھا ہوا ملوں گا۔ دوسرا معنی جو لمعات کے حوالے سے مشکوٰۃ کے حاشیے میں لکھا ہوا ہے وہ یہ ہے کہ اگر تم میری رضا چاہتے ہو تو وہ فقراء اور ضعیف لوگوں کی

Marfat.com

دلجوئی کرنے میں ہے (۱۳)

اسی روایت کے ساتھ ایک دوسری روایت یوں ہے کہ حضور ﷺ دشمنان دین کے مقابلے فقراء مہاجرین کے طفیل اور ان کا وسیلہ دے کر اللہ سے فتح کی دعا مانگا کرتے تھے۔ (۱۴)

سبحان اللہ کیا شان ہے فقراء و ضعفاء کی۔ امیر اور غریب سب نئے نئے اسلام میں داخل ہو رہے تھے ابھی ان کی ذہنی و اخلاقی تربیت مکمل نہیں ہوئی تھی اس لیے بعض اوقات ان سے جاہلیت والی باتیں بھی تبقاضائے بشریت سرزد ہو جاتی تھیں مگر حضور ﷺ فوراً اصلاح فرما دیتے فاتح ایران حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اپنے آپ کو چھوٹے اور غریب لوگوں سے برتر سمجھتے تھے (اس کی وجہ شاید ان کی خاندانی شرافت و وجاہت اور امارت و سیادت ہو) حضور ﷺ کو جب ان کی اس خام خیالی کا اندازہ ہوا تو آپ ﷺ نے حضرت سعد اور ان جیسی سوچ رکھنے والے قیامت تک کے امراء و شرفاء کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

هَلْ تُنْصَرُوْنَ وَ تُرْزَقُوْنَ اِلَّا بِضُعَفَاءِ كُمْ"

(راوہ البخاری) (۱۵)

((لوگو!) اللہ کی طرف سے جو تمہاری مدد کی جاتی ہے اور جو تمہیں رزق دیا جاتا ہے وہ سب ضعفاء و غرباء کی بدولت ہے۔)

سنن نسائی کے الفاظ ہیں:

اِنَّمَا يَنْصُرُ اللّٰهُ هٰذِهِ الْاُمَّةَ بِضَعِيْفِهَا بِدَعْوَتِهِمْ وَ صَلَاتِهِمْ وَاِخْلَاصِهِمْ (۱۶)

(اللہ امت کے کمزور لوگوں کی دعاؤں نمازوں اور اخلاص کی برکت سے ہی اس امت کی مدد فرماتا ہے)

ان مختصر مگر موثر الفاظ میں حضور ﷺ نے اس حقیقت کو آشکارا اور ساری دنیا بالخصوص امراء پر واضح فرمایا ہے کہ ان کی تمام سرفرازیاں کامیابیاں کامرانیاں غائبانہ امدادیں مال و دولت اور ان کے آرام و آسائش کے سامان اور کھانے

Marfat.com

پینے کی چیزیں (رزق) ان کو غریب اور کمزور لوگوں کی وجہ سے ہی حاصل ہوتے ہیں۔ یعنی امیر لوگوں کو غرباء و ضعفاء پر کسی قسم کے احسان جتلانے یا اپنے آپ کو ان سے بہتر جاننے کی بجائے ان غریبوں کا مرھون منت ہونا چاہیے۔

ذرا غور کیجئے صاحب حکمت پیغمبرؐ کا یہ قول کتنا مبنی بر حقیقت ہے۔ روحانی برکت سے ہٹ کر بھی اگر دیکھا جائے تو معلوم ہو گا کہ ہر وہ شخص جس کو خدم و حشم حاصل ہوں اور وہ شخص جو کسی کارخانے کا مالک ہے وہ غرباء اور ضعفاء کا محتاج ہے اور جتنا جتنا کوئی شخص زیادہ اہل ثروت ہے اتنا ہی زیادہ وہ غرباء کیوجہ سے زیادہ آرام پاتا ہے۔ اگر اس کا باورچی نہ ہو مالی نہ ہو دھوبی نہ ہو ڈرائیور نہ ہو تو وہ ہر طرح کے آرام سے محروم ہو جائے۔ یہ دولت جو اس کے ہاتھ میں آتی ہے' غرباء ہی پیدا کرتے ہیں۔ کارخانوں کے مالکوں کی بے انداز دولت پیدا کرنے والے بھی مزدور ہیں جاگیرداروں اور زمینداروں کی زمینیں جو سونے اگل رہی ہیں وہ انہی غریبوں اور "کمیوں" کے خون پسینہ اور "جگ راتوں" کے نتیجے میں ہیں۔ ریلوے کی آمدنی اور ریلوے کے ذریعے سے جو آرام انسان کو میسر آتا ہے اور جو تجارت اس کے ذریعے سے چلتی ہے یہ سب کچھ غریب مزدوروں کی وجہ سے ہے۔ جہازوں کی گودیوں میں لاکھوں غریب کام کرتے ہیں انہی کی وجہ سے تجارت کو فروغ حاصل ہوتا ہے۔ انہی کی بدولت بڑے پیمانے پر زر مبادلہ ملتا ہے۔ کان کنی کا مشکل ترین کام سرانجام دینے والے غریب ہی ہوتے ہیں کوئلہ لوہا اور دیگر معدنیات انہی کی محنت و مشقت کی پیداوار ہیں پہاڑوں کی ڈھلانوں پر مشقت کرنے والے غریب مزدور ہی ہوتے ہیں جنگل وہی کاٹتے ہیں پتھر وہی توڑتے ہیں۔ سڑکیں کوٹنے والے اور مکان تعمیر کرنے والے مزدور ہی تو ہوتے ہیں۔ غرض دنیا کی زیادہ تر رونق غریب لوگوں کے دم قدم سے ہی ہے۔ اللہ نے بعض تکوینی و انتظامی مصالح کے تحت اگر انہیں دنیوی دولت تھوڑی عطا فرمائی ہے تو اس کے بدلے میں انہیں صحت و تندرستی اور جسمانی ہمت و قوت کا وافر حصہ عطا فرما رکھا ہے اپنی اس خدا داد صحت و تندرستی اور قوت و طاقت کو کام میں لا کر وہ وسائل معیشت پر قابض امراء کے لئے دولت پیدا کرتے ہیں۔ جب امراء کی ہر

Marfat.com

قسم کی پیداوار انہی غریب لوگوں کی محنت و مشقت کی بدولت مل رہی ہے تو امراء کو ان کا ممنون اور مشکور رہنا چاہیئے

امیر اور غریب میں اخوت و مساوات کا مثالی معاشرہ

یہی حضور ﷺ کی حسین تعلیمات تھیں جنہوں نے امراء و اغنیاء کے دل میں، غریب کی محبت' احساس ہمدردی خیر خواہی غمگساری ایثار و قربانی اور اخوت کے جذبات پیدا کئے

یُؤْثِرُوْنَ ذَالْحَاجَةِ وَيَحْفَظُوْنَ الْغَرِيْبَ

(شمائل ترمذی: باب ماجاء فی تواضع رسول اللہ ﷺ)

(وہ صحابہ حاجت مند کو اپنے اوپر ترجیح دیتے اور غریب (کے حقوق) کی حفاظت کرتے ہیں)

دوسری طرف غریبوں کے دلوں میں اپنے امیر بھائیوں کے لئے نفرت و عداوت کی جگہ محبت' عزت و تکریم اور مرتبہ شناسی کے لطیف جذبات پیدا ہوئے۔ اور یوں ایسا ماحول پیدا ہوا کہ امراء و غرباء کے درمیان نفرت کی ساری دیواریں ڈھے گئیں۔ امارت و غربت کے سارے فاصلے مٹ گئے۔ معاشرتی و سماجی تفاوت کی دوریاں ختم ہو گئیں۔ امیر و غریب کی بنیاد پر طبقاتی تفریق و تقسیم "**نَسْيًا مَنْسِيًّا**" ہو گئی دنیا کے خود ساختہ درجات اور مراتب کا خاتمہ ہو گیا۔ چھوٹے بڑے' امیر غریب' قریشی غیر قریشی' عربی عجمی' حبشی رومی' ایرانی گورے کالے اور آقا و غلام کے امتیازات ختم ہو گئے اور سب بھائی بھائی' ایک دوسرے کے ہمدرد' خیر خواہ' بہی خواہ' اور جاں نثار بن گئے۔ امراء اور غرباء میں تعاون و تکافل اور بھائی چارے کی ایسی پر سکون۔ پر لطف اور محبت بھری فضا پیدا ہو گئی کہ چشم فلک نے اس کا نظارہ نہ اس سے پہلے کیا تھا اور نہ آج تک کر سکی ہے (۱۷) (رضوانُ اللہ علیہم اجمعین)

مولانا نعیم صدیقی نے دور نبوت کے مثالی معاشرے کی جو خوبصورت الفاظ میں تصویر کھینچی ہے۔ وہ بھی بڑی ایمان افروز ہے۔ فرماتے ہیں:

Marfat.com

"...... کیا دنیا ان کا ایثار دیکھ دیکھ کر مبہوت نہ ہوتی ہو گی کہ انصار نے اپنے گھربار اور مال و منال آدھوں آدھ بانٹ کر مہاجرین کے سامنے رکھ دیے کیا عوام کے دل اس مساوات کا سماں دیکھ کر کھنچتے نہ ہوں گے کہ ادنیٰ ترین غلام خاندانی ہستیوں کے ساتھ اور غریب طبقوں کے افراد اہل ثروت کے ساتھ اور گھروں سے اجڑ کر آنے والے لوگ مدینہ منورہ کے مقامی باشندوں کے ساتھ صف واحد میں کھڑے ہیں۔ ہر ایک کو اہمیت حاصل ہے ہر ایک کی عزت ہوتی ہے ہر ایک کی رائے وزن رکھتی ہے اور ہر ایک کو ذمہ داریاں اٹھانے اور جوہر دکھانے کا موقع ملتا ہے۔ یہ ایک برادری ہے جس کے سارے افراد اچھے حالات میں بھی شریک رہتے ہیں اور تکلیف اور مصیبت میں بھی حصہ دار بنتے ہیں۔ ان کے غم مشترک، ان کی مسرتیں مشترک ان کا سوچنا مشترک اور ان کے اقدام مشترک! بھوک کا دور ہے تو اس میں سب سے بڑا حصہ دار سوسائٹی کا قائد ہے اور خوشحالی کا دور آتا ہے تو اس میں سب سے کم حصہ وہ اپنے لیے لیتا ہے۔ جاہلی تصورات کے مطابق اونچے اور نیچے خاندانوں کے درمیان شادی بیاہ کے تعلقات لوگوں کو حیرت میں ڈال دیتے ہوں گے۔ رسوم و رواج کی بوجھل بیڑیاں کاٹ کر سادہ معاشرت کا جو نہج نکالا گیا تھا اس کی طرف طبائع از خود کھنچتی ہوں گی۔ کتنی محبت بھری زندگی تھی کتنی ہلکی پھلکی، کتنی پُر امن اور کتنی اطمینان بخش۔ صحیح معنوں میں حیات طیبہ" (۱۸)

مولانا الطاف حسین حالی مرحوم نے اپنے مخصوص انداز میں مدینہ منورہ کے باہمی ہمدردی، باہمی خیر خواہی اور اخوت و مساوات پر مبنی معاشرے کا جو نقشہ کھینچا ہے۔ وہ بھی قابل ملاحظہ اور یقیناً" ذوق و شوق میں اضافے کا باعث ہو گا۔ فرماتے ہیں۔

سب اسلام کے حکم بردار بندے
سب اسلامیوں کے مدد گار بندے
خدا اور نبی کے وفادار بندے
یتیموں کے رانڈوں کے غمخوار بندے

Marfat.com

وہ کفر و باطل سے بیزار سارے
نشے میں مئے حق کے سرشار سارے

نہ کھانوں میں تھی واں تکلف کی کلفت
نہ پوشش سے مقصود تھی زیب و زینت
امیر اور لشکر کی تھی ایک صورت
فقیر اور غنی سب کی تھی ایک حالت

لگایا تھا مالی نے اک باغ ایسا
نہ تھا جس میں چھوٹا بڑا کوئی پودا

خلیفہ تھے امت کے ایسے نگہباں
ہو گلے کا جیسے نگہبان چوپاں
سمجھتے تھے ذمی و مسلم کو یکساں
نہ تھا عبد و حر میں تفاوت نمایاں

کنیز اور بانو تھیں آپس میں ایسی
زمانے میں مائی جائی بہنیں ہوں جیسی

فقراء کی رفعتِ شان

غریب کمزور اور فقیر لوگ جنہیں بڑے لوگ عموماً" حقارت کی نظروں سے دیکھتے ہیں اور بے قدر و قیمت سمجھتے ہیں اللہ کے ہاں کتنی قیمت اور کتنی شان رکھتے ہیں اس کا اندازہ مسلم کی درج ذیل حدیث سے لگایئے جس میں حضور اکرم ﷺ نے

Marfat.com

فرمایا

رُبَّ اَشْعَثَ مَدْفُوْعٍ بِالْاَبْوَابِ لَوْاَقْسَمَ عَلَی اللّٰہِ لَاَبَرَّہٗ(۱۹)

(بہت سے ایسے پراگندہ بال (فقیر) ہیں جنہیں لوگ حقیر سمجھ کر دروازوں سے دور کر دیتے ہیں مگر اللہ کے ہاں ان کا مرتبہ یہ ہوتا ہے کہ اگر وہ کسی کام کے لئے قسم اٹھالیں تو اللہ ان کی قسم ضرور پوری کرے۔ علامہ نے ٹھیک ہی تو کہا ہے)

خاکساران جہاں را بحقارت منگر
توچہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد

غالباً" اسی واسطے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

اِتَّخِذُوْا عِنْدَالْفُقَرَاءِ اَیَادِیْ فَاِنَّ لَھُمْ دَوْلَۃً یَوْمَ الْقِیَامَۃِ(۲۰)

(فقیر لوگوں کے ہاں پناہ پکڑو (یا فقیر لوگوں کے ساتھ نیکی کرو) کیونکہ یہ لوگ جو آج دنیا میں خالی ہاتھ اور نادار نظر آرہے ہیں) قیامت کے دن ان کے پاس (نیک اعمال اور شفاعت کی) بڑی دولت ہوگی)

فقراء و مساکین کے ساتھ محبت رکھنے کی اہمیت واضح کرتے ہوئے فرمایا!

لِکُلِّ شَئیٍ مِفْتَاحٌ وَ مِفْتَاحُ الْجَنَّۃِ حُبُّ الْمَسَاکِیْنِ وَالْفُقَرَاءِ(۲۱)

(ہر شے کی ایک چابی ہے اور جنت کی چابی مساکین و فقراء کی محبت ہے۔

اللہ کے ہاں ان غرباء و مساکین کا رتبہ اور قدر و منزلت کتنی ہے دوسرے خود حضور ﷺ کو اس عظیم الرتبت گروہ کے ساتھ کتنا تعلق خاطر تھا اس کا اندازہ ترمذی کی اس حدیث سے لگائیے کہ ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی کہ)

Marfat.com

اَللّٰھُمَّ اَحْیِنِیْ مِسْکِیْنًا وَّاَمِتْنِیْ مِسْکِیْنًا وَ احْشُرْنِیْ فِیْ زُمْرَۃِ الْمَسَاکِیْنِ

(اے اللہ مجھے مسکین بنا کر زندہ رکھنا مسکینی کی حالت میں وفات دنیا اور مساکین کی جماعت میں ہی میرا حشر فرمانا)

سیدہ عائشہ نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ آپؐ نے ایسی دعا کیوں فرمائی۔ فرمایا عائشہ! یہ مسکین حضرات غنی اور مالدار لوگوں سے چالیس سال قبل جنت میں داخل ہوں گے۔ اے عائشہ کسی مسکین کو خالی ہاتھ نہ لوٹایا کرو چاہے کھجور کا ایک ٹکڑا ہی کیوں نہ دینا پڑے۔

اے عائشہ! ان مساکین سے محبت رکھا کرو اور ان کو اپنے قریب رکھا کرو اگر ایسا کرو گی تو روز قیامت اللہ تعالیٰ تمہیں اپنا قرب عطا فرمائیں گے۔
(۲۲)

بارگاہ نبوی میں حضرت عمارؓ اور خالد بن ولیدؓ کا مقدمہ

صحابہ کرام میں حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ انتہائی غریب اور کمزور تھے۔ اللہ کسی کے مال و زر کو نہیں بلکہ اس کے ایمان، محبت الٰہی اور اخلاص کو دیکھتا ہے۔ حضرت عمارؓ مالی اعتبار سے اگرچہ کوئی حیثیت نہیں رکھتے تھے مگر ایمان و اخلاص کے معاملے میں اور محبت الٰہی جس کا مظاہرہؓ وہ مکہ مکرمہ میں بھی کر چکے تھے' کے معاملے میں اس بلند ترین درجے پر فائز تھے جہاں بڑے بڑے نام وروں کی پہنچ نہیں تھی' اس کا اندازہ اس واقعے سے لگائیے کہ ایک جنگ میں معروف جنرل اور نامی گرامی سپہ سالار حضرت خالد بن ولیدؓ اور حضرت عمارؓ کے درمیان ایک بات پر تلخ کلامی ہو گئی۔ غریب عمارؓ شکایت کرنے کے لئے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے۔ حضرت خالدؓ بھی پیچھے آگئے۔ وہاں بھی حضرت عمارؓ کو جھٹلائے جا رہے تھے۔ حضورؐ دونوں کی گفتگو سنتے رہے اور خاموش رہے۔ حضرت عمارؓ نے روتے ہوئے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپؐ دیکھتے نہیں خالد کیا کر رہے ہیں حضرت خالد کہتے ہیں: حضورؐ نے

Marfat.com

میری طرف دیکھتے ہوئے فرمایا: سن لو! عمارؓ کی دشمنی اللہ کی دشمنی ہے اور جس نے اسے ناراض کر دیا اس نے اللہ کے غضب کو دعوت دی۔ حضرت خالدؓ کا بیان ہے اس کے بعد عمارؓ کی خوشنودی سے بڑھ کر کوئی چیز میرے نزدیک محبوب نہ تھی۔ چنانچہ میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور منت سماجت کر کے انہیں راضی کیا (۲۳)

فقراء کی ناراضگی۔ رب کی ناراضگی

فقراء اور چھوٹے سمجھے جانے والے لوگوں کی اللہ کریم کے ہاں کیا شان ہے۔ اس کا اندازہ صحیح مسلم کی اس روایت سے لگائیے کہ صلح حدیبیہ کے بعد رئیس مکہ ابوسفیان بن حرب ایک مرتبہ مدینہ منورہ آیا اور چند لوگوں کی معیت میں فقراء صحابہ حضرت سلمان، حضرت صہیب اور حضرت بلال رضی اللہ عنہم کے پاس سے گزرا تو انہوں نے کہا: کیا اللہ کی تلواروں نے اب تک اس دشمن خدا کو مزہ نہیں چکھایا یہ سن کر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ان سے کہا: کیا تم لوگ ایسی بات قریش کے سردار کو کہتے ہو پھر حضرت ابوبکر حضورؐ کے پاس آئے اور مذکورہ ماجرا کہہ سنایا۔ آپؐ نے فرمایا: اے ابوبکر شاید تو نے ان فقراء کو ناراض کر دیا ہے۔

لَئِنْ كُنْتَ أَغْضَبْتَهُمْ لَقَدْ أَغْضَبْتَ رَبَّكَ

(اگر تو نے ان کو ناراض کر دیا ہے تو گویا اپنے رب کو ناراض کر دیا ہے)

رب کی ناراضگی صدیق اکبرؓ کے لئے کوئی معمولی بات نہیں تھی فوراً ان فقراء کے پاس آئے اور پوچھا بھائیو! میں تمہیں ناراض تو نہیں کر بیٹھا؟ وہ کہنے لگے نہیں اے بھائی۔ اللہ آپؓ کی مغفرت فرمائے (۲۴)

اللہ کے ہاں قدر و منزلت انسان کے ایمان اخلاص محبت اور حسن اعمال کی ہے نہ کہ دنیوی جاہ و مرتبہ اور رنگ و نسل کی۔ عنداللہ جو مرتبہ ان مخلصین سابقین فقراء کا تھا وہ بھلا کسی مکہ کے رئیس اور امیر کبیر کا کیسے ہو سکتا تھا۔

Marfat.com

حضرت بلالؓ اور کعبہ کی چھت پر اذان کا شرف

حضورؐ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ۸ھ میں جب مکہ فتح فرمایا تو اس وقت آپؐ کے ہمراہ دس ہزار قدوسیوں اور جاں نثاروں کا لشکر موجود تھا۔ جس میں مہاجرین و انصار اور قریش کے متعدد سرکردہ اور خاندانی لوگ موجود تھے۔ آپؐ نے بیت اللہ کو جس کی تعمیر ہی عبادت الٰہی کے لئے ہوئی تھی' بتوں سے پاک فرمایا۔ اور بیت اللہ کی چھت پر اذان دلوا کر اللہ کا نام نامی بلند کرایا۔ مکہ مکرمہ اور خانہ کعبہ پر کھڑے ہو کر اذان دینا اس وقت بہت بڑا اعزاز تھا۔ مگر یہ شرف و اعزاز کسی ہاشمی کسی قریشی کسی رئیس' کسی بڑے آدمی حتیٰ کہ شیخین' عشرہ مبشرہ اور اصحاب بیعت رضوان کے حصے میں بھی نہ آسکا۔

یہ شرف ملا تو اسی غریب اسی غلام اسی رنگت کے کالے مگر دل کے اجالے والے بلال حبشی کو ملا جس نے آج سے دس پندرہ برس قبل اپنے رب کا نام الاپنے کی پاداش میں مکہ کے رئیس اور وڈیرے امیہ بن خلف سے بڑی درد ناک اذیتیں اٹھائی تھیں۔

سیدنا بلالؓ نے جب کعبہ کی چھت پر کھڑے ہو کر اپنی پر اخلاص پر درد اور پر سوز آواز میں اللہ اکبر کہا ہو گا اور صدیوں بعد کعبتہ اللہ میں اللہ کا نام بلند ہوا ہو گا تو بڑا عجیب سماں ہو گا۔ عرشی و فرشی اور مکہ کی پوری وادی وجد میں آگئی ہو گی۔ رئیسان مکہ کے لئے یہ بڑا عجیب منظر تھا ایک غلام اور یہ عظیم اعزاز وہ ابھی تک اپنے نسلی اور خاندانی فخر و غرور میں مبتلا تھے۔ بیچاروں کو کیا معلوم تھا کہ محمد عربیؐ نے تو رنگ و نسل اور قبیلہ و برادری کی بنا پر تفاخر اور امتیازات کے سارے بت توڑ دیے تھے۔ جب بلالؓ اذان دے رہے تھے تو ابو سفیان عتاب بن اسید یا خالد بن سوید اور حارث بن ہشام ایک طرف بیٹھے یہ محیرا لعقول تبدیلی دیکھ رہے تھے۔ اپنے خاندان اور سیادت کے نشہ میں چور عتاب کہنے لگا: اسید اچھا رہ گیا اللہ نے اس کی عزت رکھ لی کہ اس آواز سننے سے قبل ہی قبر میں پہنچ گیا" حارث بولا (نقل کفر' کفر نہ باشد) کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم' کو اس کالے کوے کے

Marfat.com

رسوائی اور موذن نہ ملا تھا" ابو سفیان کہنے لگا میں تو کوئی بات نہیں کروں گا کہیں ایسا نہ ہو کہ حضورﷺ کو اطلاع ہو جائے۔ بالآخر وہی ہوا جس کا ابو سفیان کو اندیشہ تھا حضورﷺ کو ان کی غائبانہ گفتگو کی اطلاع ہو گئی۔ آپؐ ان روساء کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا تم نے یہ کہا ہے۔ ابو سفیان کے اطلاع کے خوف کی وجہ سے بات نہ کرنے پر تبسم بھی فرمایا۔ یہ بات بالکل علیحدگی اور تنہائی میں ہوئی تھی۔ ان تین کے علاوہ کوئی چوتھا کان سننے والا نہ تھا۔ جب یہ بات بھی حضورﷺ کو معلوم ہو گئی تو اب انہیں حضورﷺ کے رسول برحق ہونے کا یقین ہو گیا۔ چنانچہ وہ سب ایمان لے آئے (۲۵)

ابن ام مکتومؓ اور امامت نماز میں نبیﷺ کی نیابت

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مصلے پر کھڑا ہونا اور امامت نماز میں حضورﷺ کی نیابت کرنا کوئی معمولی اعزاز اور شرف نہ تھا۔ حضورﷺ نے مرض الوفات میں سیدنا ابوبکر الصدیقؓ کو نماز کا امام بنایا تو آپؐ کے وصال کے بعد صحابہ نے اس کو ریاست و حکومت کی امامت پر ایک دلیل سمجھا اور ابوبکر صدیقؓ کو اپنا امام اور خلیفہ منتخب کیا۔

سیدنا ابوبکر صدیقؓ کی نجابت شرافت سیادت اور بزرگی و برتری میں کس کو شبہ ہو سکتا ہے۔ حضورﷺ نے قریش اور مہاجرین کے اس رئیس اور سرکردہ آدمی کو اگر امامت نماز کی نیابت کا شرف بخشا تو یہی شرف و اعزاز متعدد بار ایک غریب نابینا صحابی کو بھی بخشا۔ عبداللہ بن ام مکتوم (یا عمرو ابن ام مکتوم' نام میں اختلاف ہے) جن کا ذکر پیچھے تیسرے باب میں گزر چکا ہے اور جن کی وجہ سے اللہ کریم نے حضورﷺ کی محبوبانہ سرزنش فرمائی تھی'، کو حضورﷺ نے مدینہ منورہ سے غیر حاضری کے دوران ایک آدھ مرتبہ نہیں بلکہ تیرہ مرتبہ اپنا نائب بنایا اور انہوں امامت نماز کے فرائض سرانجام دیے۔ (۲۶)

Marfat.com

غرباء کے لئے اُخروی بشارتیں اور نفسیاتی تسکین

تمام غرباء و مساکین اور چھوٹے لوگوں کو سرمایہ دار اور مالدار بنا دینا تو پیغمبر اکرم ﷺ کا کام نہیں تھا رزق اور مال و دولت کے اندر وسعت یا تنگی رب حکیم کا فیصلہ ہے۔ جس کی مصلحتوں اور حکمتوں کو وہی جانتا ہے اسلام اور پیغمبر اسلام کی تعلیم معاشی مساوات کی نہیں بلکہ معاشی مواسات کی ہے یعنی غرباء و مساکین اور معاشی دوڑ میں پیچھے رہ جانے والوں کے ساتھ عملی ہمدردی اور غمخواری۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اس سلسلے میں عدیم المثال نمونہ پیش فرمایا۔ دھن دولت کے سارے ممکنہ وسائل ہونے کے باوجود محض فقراء اور غرباء کی تسکین اور ڈھارس کے لئے فقیرانہ اور زاہدانہ زندگی اختیار کیے رکھی۔ پھر جو کچھ آیا غرباء و فقراء میں تقسیم کر دیا۔ حضور ﷺ کی زاہدانہ زندگی غرباء و مساکین کے لئے بہت بڑی ڈھارس تھی اس کے باوجود غرباء آخر انسان تھے کسی امیر کبیر کو دیکھ کر ان کے دل میں حسرت پیدا ہو سکتی تھی اور کہہ سکتے تھے۔

يٰلَيْتَ لَنَا مِثْلَ مَا اُوْتِيَ قَارُوْنُ اِنَّهٗ لَذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ○

(القصص: ۷۹)

(کاش ہمارے لیے بھی اسی طرح کا مال ہو جو قارون کو دیا گیا ہے بیشک وہ عظیم حصہ کا مالک ہے۔

حضور اکرم ﷺ نے غرباء کو دنیا کی معاشی پریشانیوں اور معاشی حسرتوں کے خون پر صبر و شکر کے صلے میں اخروی بشارت اور نفسیاتی طور پر تسکین دیتے ہوئے فرمایا)

اَبْشِرُوْا يَا مَعْشَرَ صَعَالِيْكِ الْمُهَاجِرِيْنَ بِالنُّوْرِ التَّامِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ تَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ قَبْلَ اَغْنِيَاءِ النَّاسِ بِنِصْفِ يَوْمٍ وَ ذَالِكَ خَمْسُمِاءَةِ سَنَةً (۲۷)

(اے مہاجرین کے فقیر گروہ! تمہیں بروز قیامت مکمل نور کی بشارت ہو تم لوگ اغنیاء سے نصف دن پہلے جنت میں داخل

Marfat.com

ہو گے اور آخرت کا نصف دن یہاں کے پانچ سو سال کے برابر ہے۔)

ترمذی کے الفاظ ہیں:

يَدْخُلُ فُقَرَاءُ الْمُسْلِمِيْنَ الْجَنَّةَ قَبْلَ الْاَغْنِيَاءِ بِنِصْفِ يَوْمٍ وَهُوَ خَمْسُمِائَةِ (۲۸)

(عام فقیر مسلمان غنی لوگوں سے نصف دن قبل جنت میں داخل ہوں گے اور نصف دن یہاں کے پانچ سو سال کے برابر ہے)

ایک حدیث میں حضور اکرم ﷺ نے اپنا عینی مشاہدہ یوں بیان فرمایا:

قُمْتُ عَلٰى بَابِ الْجَنَّةِ فَكَانَ عَامَّةُ مَنْ دَخَلَهَا الْمَسَاكِيْنُ وَ اَصْحَابُ الْجَدِّ مَحْبُوْسُوْنَ غَيْرَ اَنَّ اَصْحَابَ النَّارِ قَدْ اُمِرَ بِهِمْ اِلَى النَّارِ (۲۹)

(میں (معراج کی رات) جنت کے دروازے پر کھڑا ہوا تو میں نے دیکھا کہ اہل جنت میں اکثریت غریب مسکین لوگوں کی ہے اور غنی لوگ ابھی حساب کتاب میں گھرے ہوئے ہیں البتہ کافر لوگوں کا فیصلہ ہو چکا تھا اور وہ نار جہنم میں جھونک دیے گئے تھے۔)

عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ میں مسجد نبوی میں بیٹھا تھا اور غریب مہاجر لوگ حلقہ باندھے ایک طرف بیٹھے تھے۔ اسی اثناء میں حضور ﷺ تشریف لے آئے اور انہی غرباء کے ساتھ مل کر بیٹھ گئے یہ دیکھ کر میں بھی اپنی جگہ سے اٹھا اور ان کے قریب کھڑا ہو گیا۔ آپؐ نے فرمایا' فقراء مہاجرین کو بشارت ہو کہ وہ دولت مندوں سے چالیس برس پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔ عبداللہ بن عمرو کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ ان فقراء کے چہرے خوشی سے چمک اٹھے اور مجھے حسرت ہوئی کہ کاش میں بھی انہی میں سے ہوتا۔ (مشکوٰۃ ص: ۴۴۷' ۴۴۹)

یاد رہے حضور ﷺ کی یہ بشارتیں محض غرباء کا دل خوش کرنے کے لئے نہیں

Marfat.com

تھیں۔ بلکہ حقیقت پر مبنی تھیں اور آپؐ نور نبوت سے فقراء کے انجام کو دیکھ رہے تھے۔ یہ بات قرین قیاس نہیں لگتی کہ ایک آدمی کو اللہ کریم اپنی تکوینی و انتظامی مصلحتوں کی تحت فقیر و محتاج بنائے اور وہ اللہ کی اس تقسیم پر راضی اور صابر و شاکر بھی رہے پھر اللہ کریم آخرت میں اس پر کرم نہ فرمائے۔

ایک دوسری حدیث میں نبی اکرمﷺ نے رہتی دنیا تک کے غریب مسلمانوں کو یوں خراج عقیدت پیش فرمایا

بَدَءَ الْاِسْلَامُ غَرِیْبًا وَ سَیَعُوْدُ غَرِیْبًا فَطُوْبٰی لِلْغُرَبَاءِ (۳۰)

(اسلام غریبوں سے شروع ہوا اور (قرب قیامت) لوٹ کر غریبوں میں آجائے گا پس خوشخبری ہو غرباء کے واسطے

جواب شکوہ میں علامہ اقبالؒ نے کہا تھا

امراء نشہ دولت میں غافل ہم سے
زندہ ہے ملت بیضاء غرباء کے دم سے

حلیۃ الاولیاء میں ہے کہ ایک دن حضورﷺ نے صحابہ سے پوچھا جانتے ہو سب سے پہلے جنت میں کون لوگ داخل ہوں گے۔ صحابہ نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جانتے ہیں۔ فرمایا جنت میں داخلہ سب سے پہلے ان فقراء مہاجرین کا ہو گا جن کی برکت سے مشکلات و مصائب سے بچا جاتا ہے وہ اس حال میں انتقال کر جاتے ہیں کہ ان کی دل کی حسرتیں دل ہی میں رہ جاتی ہیں اور وہ زندگی بھر ان کو پورا کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے۔ ملائکہ کہیں گے مولا۔ ہم تیرے فرشتے اور آسمانوں کے باسی ہیں کم از کم ہم سے پہلے تو انہیں جنت میں داخل نہ فرما۔ اللہ فرمائیں گے یہ میرے وہ بندے ہیں جنہوں نے کبھی میرے ساتھ شرک نہ کیا صبر و شکر کے ساتھ زندگی گزارتے رہے اور دل کی حسرتیں لیے میرے پاس پہنچ گئے ہیں۔ چنانچہ وہ جنت میں داخل ہوں گے اور ملائکہ ہر دروازے سے داخل ہو کر انہیں سلام کہیں گے۔ اور کامیاب انجام پر مبارکیں دیں گے (۳۱)

کیونکہ بقول علامہ اقبالؒ

Marfat.com

جا کے ہوتے ہیں مساجد میں صف آراء تو غریب
زحمت روزہ جو کرتے ہیں گوارا' تو غریب

نام لیتا ہے اگر کوئی ہمارا' تو غریب
پردہ رکھتا ہے اگر کوئی تمہارا تو غریب

فقر و غنا کے متعلق ایک اصولی بات

یہاں یہ عرض کر دینا بھی ضروری ہے کہ اہل فقر و مسکنت کے فضائل جہاں بھی آئے ہیں ان سے صرف وہی فقراء و مساکین مراد ہیں جو اعلیٰ کردار رکھتے ہیں اور صابر و خود دار ہیں۔ فقر و غنا بذات خود کوئی ایسا پیمانہ نہیں جس سے انسان کو ناپا جائے۔ اصل پیمانہ کردار کی بلندی ہے۔ کردار بلند ہو تو فقر و غنا دونوں ہی خدا کے نعمتیں ہیں۔ مولانا جعفر شاہ پھلواری مرحوم نے فقر و غنا کا اختصار کے ساتھ جو تجزیہ کیا ہے۔ وہ دل کو لگتا ہے فرماتے ہیں:

صوفیاء و علماء میں یہ مسئلہ کہ "فقر افضل ہے یا غنا" ہمیشہ سے مختلف فیہ رہا ہے۔ دلائل دونوں طرف بڑے قوی ہیں لیکن واقعہ یہ ہے کہ کسی ایک کے حق میں فیصلہ دینا ہی غلط ہے۔ ہر شخص کے اپنے اپنے احوال و ظروف ہوتے ہیں اور اسی لحاظ سے اس کے لئے فقر و غنا افضل ہوتا ہے ہزاروں نیکیاں ہیں جو دولت ہی سے حاصل ہو سکتی ہیں اور ہزاروں برائیں ہیں جن سے فقر ہی بچاتا ہے۔ فتنہ و آزمائش دونوں میں شدید ہے کمال انسانی نہ صرف فقر میں ہے نہ محض غنا میں بلکہ دونوں کے صحیح امتزاج میں ہے اگر یہ امتزاج ہو تو فقر محض اور غنائے محض دونوں سے بہتر ہے۔ دونوں کے امتزاج کا مطلب یہ ہے کہ ہن برس رہا ہو لیکن دل فقیر ہو یعنی شکر کے تمام تقاضے پورے ہوتے ہوں۔ دولت کی محبت نہ ہو **جَمَعَ مَالاً وَّعَدَّدَهٗ** (اس نے مال جمع کیا اور گن گن کر رکھا) کا مصداق نہ بنے ہر قومی و انفرادی ضرورت پر ایثار ہو۔ اپنی معاشی زندگی غریبوں سے برتر نہ ہو جو کمائی ہو دوسروں کے لئے ہو وغیرہ وغیرہ .... ایسا امتزاج ہو تو آدمی فقیر ہوتا ہے مگر

Marfat.com

بادشاہت کرتا ہے اور بادشاہ ہوتا ہے تو فقیری کرتا ہے

آں مسلماناں کہ میری کردہ اند
در شہنشاہی فقیری کردہ اند

کافر ہے مسلماں تو فقیری ہے نہ شاہی
مومن ہے تو کرتا ہے فقیری میں بھی شاہی

خدام مدینہ کا پانی کو متبرک کرانا

(مدینہ منورہ کے غریب خادم لوگ کس طرح حضور ﷺ کے پاس بے دھڑک آتے جاتے تھے کتنی بے تکلفی تھی اور پھر یہ کہ تمام اہل مدینہ حضور ﷺ کے ساتھ کتنی عقیدت و محبت رکھتے تھے اور وہ حضور ﷺ سے کس طرح تبرک حاصل کرتے تھے اس کا اندازہ آپؐ کے خادم خاص حضرت انسؓ جن کی آنکھوں کے سامنے یہ سب کچھ ہوتا تھا' کی اس روایت سے لگائیے کہ)

"جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز سے فارغ ہو جاتے (اور یہ بات دیگر روایات میں موجود ہے کہ حضور ﷺ کے دور میں فجر کی نماز عموماً" اول وقت یعنی علی الصبح اندھیرے میں پڑھی جاتی تھی) تو مدینہ منورہ کہ خادم اپنے اپنے برتن اٹھائے ہوئے آجاتے جن میں پانی بھرا ہوتا۔ ان کا (ان کے مالکوں کا) مقصود یہ ہوتا تھا کہ آپؐ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا دست شفا اس پانی میں ڈال کر پانی کو متبرک بنا دیں۔ جو بھی برتن آپؐ کے سامنے آتا آپؐ اپنا دست شفا اس میں ڈال کر اس کو رشک آب کوثر بنا دیتے۔ بسا اوقات یوں بھی ہوتا کہ سخت سردی کے دنوں میں پانی کے برتن آپؐ کے سامنے لائے جاتے مگر سردی کے باوجود آپؐ اس ٹھنڈے پانی میں ہاتھ ڈال دیتے اور یوں اپنے عقیدت مندوں اور خادموں کی دلجوئی فرماتے (۳۲)

ماضی یا حال میں ہے کوئی ایسا شہنشاہ اور سربراہ حکومت جو اپنے خادموں پر اتنی شفقت فرماتا ہو اور خادم اس کے ساتھ اس درجہ عقیدت رکھتے ہوں حضور ﷺ کے مزاج میں شروع سے لیکر آخر تک جب دس لاکھ مربع میل پر حکومت

Marfat.com

تھی اور لاکھوں عقید تمند تھے' کوئی تبدیلی نہ آئی وہی عاجزی وہی انکساری اور وہی غرباء و مساکین اور چھوٹے لوگوں سے محبت

ایک پگلی عورت کی حاجت براری

پاگل آدمی کی طرف کون توجہ دیتا ہے مگر نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے لوگوں کو بھی اپنی نظر کرم سے محروم نہیں فرمایا۔ متعدد محدثین مثلاً امام مسلم (۳۳) ابوداود (۳۴)' قاضی عیاض (۳۵)' قسطلانی (۳۶) ابو یعلی (۳۷) اور ذ ہبیؒ (۳۸) وغیرہ نے حضرت انسؓ کی زبانی ایک پگلی عورت کا واقعہ لکھا ہے۔ جو حضورؐ کے پاس کسی کام کے لئے حاضر ہوئی تھی اور حضورؐ نے اس کم عقل عورت کی حاجت کو اس کے حسب منشا پورا کیا تھا محدثین عموماً" ہر واقعے کو انتہائی اختصار اور سادگی کے ساتھ بیان کرتے ہیں حسب عادت زیر نظر واقعے کو بھی دو چار سطروں میں لکھ کر آگے چلے گئے ہیں۔ میرے ایک مہربان استاذ محترم مولانا سید محمد متین ہاشمی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی ایک نشری تقریر میں اس واقعے کو بیان کیا ہے (۳۹) موصوف نے "روایت بالمعنی" کا انداز اپناتے ہوئے اور "زبان حال" کو "زبان قال" میں تبدیل کرتے ہوئے اس میں خوب سوز و گداز اور ذوق و شوق پیدا کیا ہے۔ میں اس واقعے کو انہی کے روح پرور الفاظ میں یہاں نقل کرتا ہوں۔

"مسجد نبوی کے کنکریلے فرش پر سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں قبائل سے وفود بھی آئے ہوئے ہیں۔ اجلاء صحابہ بھی موجود ہیں نہایت اہم مسائل پر گفتگو ہو رہی ہے۔ خیر و شر کے درمیان امتیاز کرنے کے طریقے بتلائے جا رہے ہیں کتاب و حکمت کی تعلیم جاری ہے۔ لوگ سوال کر رہے ہیں اور انہیں تشفی بخش جواب دیا جا رہا ہے۔ لبہائے مبارک سے پھول جھڑ رہے ہیں۔ سورج نصف النہار پر آگیا ہے۔ گرمی بھی سخت ہے۔ مگر کلمات نبوت میں ایسی خنکی ایسی مٹھاس اور ایسی شگفتگی ہے کہ مردہ دلوں کو حیات۔ گم گشتہ افکار کو راہ مستقیم اور بے چین احساسات کو طمانیت و سکون میسر آرہا ہے۔ اتنے میں نبی اکرم صلی اللہ

Marfat.com

علیہ وسلم نے نظریں اٹھائیں تو دیکھا کہ پھٹے پرانے کپڑوں میں ملبوس ایک بڑھیا مجمع کے آخر میں کھڑی کچھ عرض کرنا چاہ رہی ہے۔ سرکار اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔ اس نے عرض کی سرکار! میں آپؐ کی خدمت میں اپنی چند حاجتیں پیش کرنا چاہتی ہوں۔ سب کے سامنے نہیں۔ تنہائی میں بیان کروں گی۔ صحابہ نے جو اس بڑھیا کو دیکھا تو کہنے لگے۔ حضورﷺ اس کے دماغ میں خلل ہے۔ اہل محلّہ کہتے ہیں کہ یہ پاگل ہے۔ اس کی طرف توجہ نہ فرمائیں۔ یہ خواہ مخواہ آپؐ کو پریشان کرے گی۔ اور آپؐ کا وقت ضائع ہو گا۔ چہرہ رسالت متغیر ہو گیا۔ جبین انور پر بل پڑ گئے۔ فرمایا۔ پاگل ہے تو کیا انسان نہیں کیا اس کے سینے میں دل نہیں ہے تم کیسی باتیں کہتے ہو۔ دکھ کی ماری میرے پاس آئی ہے۔ اس کی تو کوئی نہیں سنتا۔ اگر میں بھی نہ سنوں تو یہ کس کے پاس جائے گی۔ یہ ارشاد فرما کر آپؐ کھڑے ہو گئے۔ بڑھیا کے قریب تشریف لے گئے۔ اے ام فلاں! بتا تیری کیا حاجت ہے۔ بڑھیا نے کہا آپؐ میرے ساتھ تشریف لے چلیں۔ فرمایا۔ اے ام فلاں! تو جہاں جہاں مجھے لے چلے گی میں چلوں گا۔ اور تیری جو بھی حاجت ہو گی میں اسے پورا کروں گا آگے آگے بڑھیا تھی اور پیچھے پیچھے محبوب رب کائنات۔ دھوپ کی تمازت' لو کی لپٹ' کوئی چیز آپؐ کو روک نہ سکی۔ مدینے کی گلی کے ایک نکڑ پر جا کر پگلی بڑھیا نے کہا آپؐ زمین پر تشریف رکھیں۔ آپؐ بیٹھ گئے۔ بڑھیا نے اپنی ضرورت بیان کی آپؐ نے اسے پورا کر دیا۔ خوش ہو کر دعا دینے لگی۔ نبیﷺ بھی خوش خوش واپس تشریف لائے کہ دل تو کعبہ کی طرح محترم ہوتا ہے' عبادت نماز و روزہ ہی نہیں حج و زکواۃ ہی نہیں دکھے دلوں کو سکون پہنچانا۔ اور بے سہاروں کو سہارا دینا سب سے بڑی عبادت ہے۔

دل بدست آور کہ حج اکبر است
از ہزاراں کعبہ یک دل خوشتراست"

ایک عاشق نے کیا خوب بات کہی ہے۔

جس کو حقارت سے دنیا نے دیکھا اور منہ پھیر لیا

Marfat.com

اس کو بھی سینے سے لگایا میرے کملی والے نے

غریب لوہار کے ہاں صاحبزادہ ابراہیمؓ کی رضاعت

ہمارے معاشرے میں لوہار کا کام کرنے والے کو عموماً حقارت کی نظروں سے دیکھا جاتا اور ذلت آمیز لفظ "کمیں" سے یاد کیا جاتا ہے۔ حالانکہ یہ پیغمبرانہ پیشہ ہے اور خود رب کریم نے اپنے پیغمبر داؤد علیہ السلام کو اس کی تعلیم دی تھی۔ بعثت نبوی سے قبل بھی یہی حال تھا کہ بڑے لوگ پیشہ ور لوگوں اور ہاتھ سے کما کر کھانے والوں کو قدر کی نگاہوں سے نہیں دیکھتے تھے۔ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر پیشہ ور اور حلال کی روزی کمانے والے کو عزت اور قدر کی نگاہ سے دیکھا۔ انہیں کبھی اپنا "کمیں" تصور نہ فرمایا۔ ایک خوش قسمت غریب لوہار کو تو آپؑ نے وہ اعزاز بخشا جو کسی بڑے آدمی کے حصے میں نہ آیا وہ یہ کہ آپؑ نے اپنے صاحبزادہ گرامی حضرت ابراہیم جو ام المومنین حضرت ماریہ قبطیہؓ کے بطن مبارک سے تھے، کی رضاعت و حضانت کی ذمہ داری کسی "آکسفورڈ" اور "کیمبرج" کی یونیورسٹی کی پروفیسر یا یورپ کے کسی صحت افزاء مقام پر کسی امیر کبیر خاتون کے ذمہ نہیں فرمائی بلکہ یہ شرف عوالی مدینہ میں ابو سیف نامی ایک لوہار کی بیوی کو حاصل ہوا۔ حضرت انس کہتے ہیں حضورﷺ اپنے لخت جگر کو ملنے کے لئے اکثر اس لوہار کے چھوٹے سے گھر میں تشریف لے جاتے اور ہم آپؑ کے ہمراہ ہوتے۔ چونکہ صاحبزادہ ابرہیمؓ کے رضاعی باپ لوہار تھے اس لیے بسا اوقات یوں ہوتا کہ حضورﷺ جب اس (کوٹھڑی نما) تنگ سے گھر میں تشریف رکھتے تو وہ بھٹی کے دھوئیں سے بھرا ہوتا تھا مگر اس کے باوجود آپؑ وہاں بیٹھتے بچے کو گود میں لے کر پیار فرماتے پھر واپس لوٹتے جس دن صاحبزادہ ابراہیمؓ (۴۰) کا انتقال ہوا اور حضورﷺ تشریف لے گئے تو اس وقت بھی سارا گھر دھوئیں سے بھرا ہوا تھا۔ حضورﷺ نے دھوئیں سے بھرے ہوئے کمرے میں ہی اپنے لخت جگر کو سینے سے لگایا اور آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑی جا رہی ہو گئی۔ فرمایا

تَدْمَعُ الْعَيْنُ وَ يَحْزَنُ الْقَلْبُ وَلَا نَقُوْلُ اِلَّا مَا يَرْضٰى

Marfat.com

الرَّبَّ وَاَنَابِکَ یَا اِبْرَاہِیْمُ لَمَحْزُوْنُوْنَ (۴۱)

(آنکھیں آنسو بہا رہی ہیں اور دل غمگین ہے مگر ہم زبان سے
کوئی ایسا کلمہ نہیں نکالیں گے جس سے رب راضی نہ ہو۔
اے میری جان ابراہیم! ہم تیری جدائی میں بڑے غمگین ہیں)

غریب مزدور کا ہاتھ چومنا

بہت مشکل ہیں دنیا میں بندہ مزدور کے اوقات' مزدور بیچارہ ایک تو معاشی اعتبار سے پریشان ہوتا ہے۔ بال بچوں کی پرورش کی فکر ہی اس کے لئے بہت بڑا غم ہوتا ہے۔ بچوں کی تعلیم' خوراک' رہائش اور علاج معالجے کی سوچ ہی اس کا پیچھا نہیں چھوڑتی۔ اس پر طرفہ تماشہ یہ کہ غریب کی معاشرے میں بھی کوئی عزت نہیں ہوتی۔ اس کا سب سے بڑا جرم یہی ہے کہ وہ بے زمین بے مایہ اور ہاتھ سے مزدوری کرکے کھانے والا ہے۔ نبی رحمت ﷺ نے خود محنت مزدوری کرکے اور کسب حلال کی اہمیت اور فضائل و برکات بیان کرکے محنت کی حوصلہ افزائی فرمائی۔ اور مزدوروں کو قدر کی نگاہ سے دیکھ کر اور عملاً ان سے محبت کرکے معاشرے مین انہیں بلند اور باعزت مقام عنایت فرمایا اس سے بڑھ کر کسی مزدور کی عزت افزائی اور کیا ہو سکتی ہے کہ وہ پیغمبر ﷺ جس کے نعلین کو بوسہ دینا حور و غلمان' عرش و کرسی اور لوح و قلم اپنی سعادت سمجھتے ہیں' ایک مزدور کے آبلہ دار ہاتھوں کو اپنے مبارک ہونٹوں سے بوسہ دیتا ہے۔

(حضرت سعد الانصاریؓ نامی) ایک صحابی سے نبی رحمت ﷺ نے مصافحہ فرمایا تو آپؐ کیا دیکھتے ہیں کہ اس کے دونوں ہاتھ پھٹے ہوئے تھے حضور ﷺ نے وجہ پوچھی تو اس نے عرض کیا میں سارا دن "پھاوڑے" سے محنت مزدوری کرکے اپنے اہل و عیال کا پیٹ پالتا ہوں اس لیے ہاتھ پھٹ گئے ہیں تو آپؐ نے اس کے ہاتھ کو بوسہ دیتے ہوئے فرمایا یہ وہ ہتھیلیاں ہیں جنہیں اللہ محبوب رکھتا ہے (۴۲)

ایک روایت میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا

ہٰذِہٖ یَدٌ لَا تَمَسُّہَا النَّارُ

Marfat.com

(یہ وہ ہاتھ ہے جسے آگ نہیں چھوئے گی) (۴۳)

جس مزدور کے ساتھ اس کا معصوم پیغمبرؐ اتنی محبت رکھتا ہو اور وہ اپنے لب ہائے مبارک سے اس کے گناہگار ہاتھ کو چوم رہا ہو اس مزدور کو کسی دنیادار مل مالک اور وڈیرے کے سامنے اپنے آپ کو ہیچ سمجھنے کی کیا ضرورت ہے۔ کاش مزدور کی عزت و تکریم کا یہ اسوہ نبوی بڑے لوگوں کے لئے مشعل راہ بن سکے۔ اور یوں وہ کسی غریب کا دل جیت کر اپنی دنیا و آخرت سنوار لیں۔ مزدور کا دل راضی ہو گا تو دعاؤں کے ساتھ ساتھ کئی گنا زیادہ کام کرے گا۔ دین دعاقبت کا فائدہ بھی اور دنیا کا بھی۔ بڑے لوگوں کے لئے اس سے بڑھ کر کیا سستا اور سود مند سودا ہو سکتا ہے۔

مزدور کی خیر خواہی کی تعلیم

دنیا میں غریب مزدوروں کے ساتھ ہمیشہ ظلم اور انکا استیصال ہوتا آیا ہے یہ طبقہ دور جاہلیت میں بھی مظلوم تھا اور آج متمدن دنیا میں بھی مظلوم ہے۔ نبی رحمتؐ نے بڑے لوگوں اور آج کی اصطلاح میں مل مالکان کو غریب مزدور کے ساتھ ہمدردی اور خیر خواہی کی تعلیم دی۔ ساتھ ہی مزدور کو بھی اپنے مالک کی خیر خواہی اور اپنی تنخواہ حلال کرنے کے اتنی تلقین فرمائی کہ وہ خون پسینہ ایک کر دے فرمایا

اَعْطُواالْاَجِیْرَا جْرَہٗ قَبلَ اَنْ یَجُفَّ عِرْقُہٗ رواہ ابن ماجہ (۴۴)

(مزدور کو اس کی مزدوری اس کا پسینہ خشک ہونے سے قبل ادا کر دو۔)

مزدور کے ساتھ خیر خواہی کی نفسیاتی تعلیم دیتے ہوئے آپؐ نے ایک مرتبہ پچھلی امتوں کے تین آدمیوں جو ایک غار میں پھنس گئے تھے اور پھر اپنی اپنی دعا سے انہیں اس مصیبت سے نجات ملی' کا ذکر کرتے ہوئے ایک۔ کے متعلق بتایا کہ اس نے یوں دعا کی:

Marfat.com

اے اللہ! میں نے ایک آدمی کو چاولوں کی مقررہ اجرت پر مزدوری کے لئے رکھا۔ اس نے اپنا کام تو پورا کیا مگر مزدوری نہ لے سکا۔ اور یوں ہی چلا گیا۔ میں اس کی مزدوری کے چاولوں کو کاشت کرتا رہا حتی کہ میں نے ان کی آمدن سے کئی گائیں اور ایک چرواہا بھی خرید لیا۔ ایک دن وہ میرے پاس آیا اور اپنے حق کا مطالبہ کیا تو میں نے اسے کہا جاؤ وہ ساری گائیں بمعہ چرواہے کے تمہاری ہیں۔ وہ کہنے لگا اللہ سے ڈرو اور میرے ساتھ مذاق نہ کرو۔ میں نے کہا میں مذاق نہیں کر رہا۔ یہ سب تمہارا مال ہے اور تم اسے لے لو۔ چنانچہ وہ گائیں لے کر چلا گیا۔ اے اللہ یہ سب کچھ میں نے تیری رضا کے لئے کیا تھا۔ لہٰذا ہمیں اس مصیبت سے نجات عطا فرما۔ چنانچہ غار کے دروازے سے پوری چٹان ہٹ گئی اور یوں انہیں نجات ملی (۴۵)

خستہ حال جماعت کو دیکھ کر پریشان ہو جانا

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مؤمنین کی ایک شان یہ بتائی ہے کہ وہ باہم ایک دوسرے پر رحم کرنے محبت کرنے اور نرمی کرنے میں ایک جسم کی مانند ہوتے ہیں۔ جب جسم کا ایک حصہ تکلیف محسوس کرتا ہے تو اس درد اور تکلیف کو سارا جسم محسوس کرتا ہے۔ (مشکوٰۃ)

اس حدیث پر خود اول المومنین نبی اکرم ﷺ کا عمل کتنا تھا۔ آپؐ دوسروں کی تکلیف اور پریشانی کو کس طرح اپنی تکلیف محسوس کرتے تھے اور جب تک اس کی تکلیف و پریشانی کو رفع نہیں فرما لیتے تھے کس طرح آپؐ کو چین نہیں آتا تھا۔ اس کا اندازہ صحیح مسلم کی اس روایت سے لگایئے جس میں ایک صحابی نے اپنا چشم دید واقعہ بیان کیا ہے۔ اس حدیث کو پڑھئے اور محمد عربیؐ کی غریب پروری پر قربان جایئے۔

حضرت جریرؓ سے مروی ہے کہ ہم ایک مرتبہ شروع دن میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے تھے کہ کچھ لوگ ننگے پاؤں ننگے جسم دھاری دار چادریں پہنے اور تلواریں لٹکائے آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ یہ لوگ قبیلہ

Marfat.com

مضر سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کے اس فقر و فاقہ اور خستہ حالی کو دیکھ کر آپؐ کا چہرہ مبارک متغیر ہو گیا۔ پریشانی میں آپؐ کبھی اندر تشریف لے جاتے اور کبھی باہر تشریف لے آتے۔ پھر آپؐ نے حضرت بلالؓ کو اذان کا حکم دیا۔ نماز کے بعد آپؐ نے لوگوں کے سامنے خطبہ دیا۔ خطبے میں آپؐ نے سورۃ نساء کی ابتدائی آیت کریمہ اور سورۃ الحشر کی آیت

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَا قَدَّمَتْ لِغَدٍ

پڑھ کر لوگوں کو اپنے غریب مفلس اور حاجت مند بھائیوں پر صدقے کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا کہ ہر آدمی چاہے اس کے پاس ایک ہی دینار ہو ایک ہی درہم ہو ایک ہی کپڑا ہو ایک ہی صاع گندم کا یا ایک صاع کھجور کا ہو اس میں سے صدقہ کرے حتی کہ اگر اس کے پاس ایک کھجور ہے تو کھجور کے ٹکڑے سے بھی اپنے بھائیوں کی مدد کرے۔ آپؐ کا فرمانا تھا کہ لوگ گھروں کو دوڑ کھڑے ہوئے اور دھڑا دھڑ حسب توفیق چیزیں لانے لگے۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ تھوڑی دیر میں کپڑوں اور کھانے کے دو ڈھیر لگ گئے صحابہ کرامؓ کے اس جذبہ ہمدردی اور مؤاسات کو دیکھ کر دوسرے فقراء کی ضرورت کو اس طرح پورا ہوتے دیکھ کر

رَأَيْتُ وَجْهَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَهَلَّلُ كَأَنَّهُ مُذْهَبَةٌ (۴۶)

(میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور خوشی سے یوں کھل اٹھا گویا کہ وہ چمکتا ہوا سونے کا ایک ٹکڑا ہے۔)

اسی سے ملتا جلتا ایک واقعہ حضرت عدی بن حاتم سے بھی مذکور ہے کہ ایک خستہ حال جماعت حضورؐ کے پاس آئی تو ان کی خستہ حالی دیکھ کر آپ نے صحابہ کو جمع فرمایا ور ان غرباء کی مالی مدد کی پرزور ترغیب دلائی اور فرمایا ان پر مالی خرچ کرکے چاہے کھجور کا ایک ٹکڑا ہی کیوں نہ ہو' اپنے آپ کو جہنم کی آگ سے بچاؤ اور یہ مال اپنے آگے بھیجو کیونکہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تم سے پوچھے گا کہ تم

Marfat.com

نے اپنے لیے آگے کیا بھیجا افلاس سے مت ڈرو اللہ تمہارا حامی و مدد گار ہے۔ (۴۶ الف)

حضورؐ نے اس چیز کو ایمان کے ہی منافی قرار دیا ہے کہ ایک آدمی خود تو خوب سیر ہو کر کھالے اور اس کے پڑوس میں رہنے والا رات بھوکے ہی بسر کرے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا۔

لَيْسَ الْمُؤْمِنُ بِالَّذِىْ يَشْبَعُ وَجَارُهٗ جَائِعٌ اِلٰى جَنْبِهٖ
رواه البيهقى فى شعب الايمان (۴۷)

(وہ شخص کامل مومن نہیں جو خود تو سیر ہو اور اس کا پڑوسی اس کے پہلو میں بھوکا پڑا ہو۔)

اغنیاء کے اموال میں غرباء کا حق

یہاں ایک اور بات بھی نوٹ فرمالی جائے کہ جب کچھ لوگ محتاج اور ضرورت مند ہوں تو اس وقت اپنی ضرورت سے زائد مال دے دینے کی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ترغیب ہی نہیں دی بلکہ حکم فرمایا ہے۔ مسلم شریف میں حضرت ابو سعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ :

بَيْنَمَا نَحْنُ فِىْ سَفَرٍ مَعَ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذْ جَاءَ رَجُلٌ عَلٰى رَاحِلَةٍ لَهٗ قَالَ فَجَعَلَ تَصَرَّفَ بَصَرَهٗ يَمِيْنًا وَشِمَالًا" فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ مَعَهٗ فَضْلُ ظَهْرٍ فَلْيَعُدْ بِهٖ عَلٰى مَنْ لَا ظَهْرَ لَهٗ وَمَنْ كَانَ لَهٗ فَضْلٌ مِنْ زَادٍ فَلْيَعُدْ بِهٖ عَلٰى مَنْ لَا زَادَ لَهٗ قَالَ فَذَكَرَ مِنْ اَصْنَافِ الْمَالِ مَا ذَكَرَ حَتّٰى رَاَيْنَا اَنَّهٗ لَا حَقَّ لِاَحَدٍ مِنَّا فِىْ فَضْلٍ (۴۸)

(ایک دفعہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر مین تھے۔ ایک جگہ ایک آدمی اپنی سواری پر سوار آپؐ کے

Marfat.com

پاس آیا اور (سوالی بھری نگاہوں سے) دائیں بائیں دیکھنے لگا۔ نبی اکرمؐ نے اس کی اس احتیاجی کو دیکھا تو صحابہ کرام سے فرمایا جس آدمی کے پاس فاضل سواری ہو وہ سواری اس آدمی کو لوٹا دے جس کے پاس سواری نہیں اور جس کے پاس فاضل زاد راہ ہے وہ اس بھائی کو دے دے جس کے پاس زاد راہ نہیں۔ راوی کہتا ہے کہ آپؐ نے مختلف قسم کے اموال کا ذکر اسی طرح کیا یہاں تک کہ ہم نے خیال کیا کہ ہم میں سے کسی کو بھی اپنے فاضل مال میں کوئی حق نہیں۔)

یہ حدیث گویا تفسیری بیان ہے قرآن مجید کی اس آیت کا

وَفِیْٓ اَمْوَالِہِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ

(اور ان کے مالوں میں سائل اور محروم المعیشت لوگوں کا ایک حق ہے)

اگر زکوۃ اور دوسری مدات سے غرباء و مساکین اور ضرورت مند و محتاج لوگوں کی حاجتیں اور بنیادی ضرورتیں پوری نہ ہو رہی ہوں تو زکوۃ کے علاوہ بھی شریعت محمدیہ نے اغنیاء کے مالوں میں غرباء کا حق رکھا ہے۔ مندرجہ بالا حضرت ابو سعید خدویؓ سے مروی مسلم شریف کی روایت میں "فلیعدبہ" کے الفاظ قابل غور ہیں یہاں صاحب جوامع **الکلم** نے "فلیعط بہ" کے الفاظ ارشاد نہیں فرمائے کہ وہ زائد مال دوسرے کو عطا کر دے بلکہ فرمایا "وہ دوسرے کو لوٹا دے"۔ لوٹانے کا مطلب یہی ہے کہ یہ زائد مال اسی غریب اور ضرورت مند کا حق تھا جو کسی نہ کسی طرح ادھر آگیا ہے۔ لہٰذا اس کا اصل صاحب حق کی طرف لوٹانا لازمی ہے۔ معاشرے میں بعض لوگ اگر غربت افلاس اور تنگدستی کا شکار ہوتے ہیں تو اس کی بڑی وجہ یہی ہوتی ہے کہ ان کا معاشی حق ادا نہیں کیا جاتا۔ حضرت علی المرتضیٰؓ کا کہنا ہے:

اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی فَرَضَ عَلَی الْاَغْنِیَاءِ فِیْ اَمْوَالِہِمْ بِقَدْرِ مَا یَکْفِیْ فُقَرَائَھُمْ فَاِنْ جَاعُوْا اَوْعَرُوْا اَوْجَھَدُوْا

Marfat.com

فَبِمَنْعِ الْاَغْنِيَاءِ وَ حَقٌّ عَلَى اللّٰهِ تَعَالٰى اَنْ يُّحَاسِبَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَيُعَذِّبَهُمْ عَلَيْهِ (۴۹)

(اللہ تعالیٰ نے مالدار لوگوں پر ان کے مالوں میں معاشرے کے فقراء کی معاشی ضروریات کو بدرجہ کفایت پورا کرنا فرض کر دیا ہے۔ پس اگر فقیر لوگ ننگے بھوکے یا معاشی تنگی میں مبتلا ہوں گے تو اس لیے ہوں گے کہ مالدار لوگوں نے ان کے حق کو روک لیا ہے۔ اور اللہ پر لازم ہے کہ وہ روز قیامت ان اغنیاء کا محاسبہ کرے اور فقراء کی حق تلفی پر انہیں عذاب میں مبتلا فرمائے۔

قحط سالی میں مکہ کے غریبوں کی مالی امداد

ابھی مکہ مکرمہ فتح نہیں ہوا تھا کہ ایک مرتبہ وہاں سخت قحط پڑا۔ حضورؐ کی رحمتہ للعالمینؐ طبیعت پر اہل مکہ کی اس پریشانی کا شدید اثر ہوا۔ یہ وہی لوگ تھے جنہوں نے حضورؐ کو اور آپ کے ساتھیوں کو ستانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ حتی کہ اپنے شہر اپنے کاروبار اور اپنے گھروں سے نکلنے پر بلاوجہ مجبور کر دیا تھا۔ یہ وہی بدمعاش تھے جو حضورؐ کے پاک اور نورانی جسم اقدس پر اوجھری ڈال دیتے تھے۔ حضورؐ کے سر مبارک پر کوڑا پھینک دیتے تھے' آپؐ کے رستے میں کانٹے بچھاتے تھے۔ آوازے کستے تھے' مذاق اڑاتے تھے اور یہ وہی سنگدل تھے جنہوں حضورؐ کے ساتھ اور آپؐ کے خاندان کے ساتھ معاشی اور معاشرتی بائیکاٹ کیا تھا حتی کہ آپؐ اور بنو ہاشم کے معصوم بچے شعب ابی طالب میں تین سال تک درختوں کے پتے کھانے پر مجبور ہو گئے تھے بایں ہمہ کمال وسعت ظرفی اور ہمدردی کا مظاہرہ کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قائد مکہ ابوسفیان کے پاس پانچ سو اشرفیوں کی خطیر رقم بھیجی کہ مکہ کے غریبوں اور محتاجوں میں تقسیم کر دے۔ اس پر ابوسفیان نے بے بسی کے عالم میں جھنجلا کر کہا کہ "محمد چاہتا ہے کہ اب ملے کے غرباء اور نوجوانوں کو ورغلا کر بھٹکائے اور ہمارے خلاف کھڑا کر دے۔" (۵۰)

Marfat.com

ابو سفیان کا یہ کہنا حقیقت پر مبنی نظر نہیں آتا۔ حضورؐ کی یہ محض سیاسی چال اور غرباء کو ورغلانے کی بات نہیں تھی۔ بلکہ آپؐ کی طبیعت ثانیہ کا تقاضا یہ تھا کہ جہاں کہیں بھی کوئی کسی قسم کی پریشانی اور تکلیف میں مبتلا ہوتا وہ تکلیف آپؐ پر گراں گزرتی۔ اسی کی طرف قران نے یوں اشارہ کیا ہے۔

عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ

(سورۃ توبہ: ۱۲۸)

(اے لوگو!) تمہارا مشقت میں پڑنا میرے مہربان رسولؐ پر گراں گزرتا ہے اور وہ تمہاری ہر طرح کی بھلائی کا انتہائی حریص ہے۔

جب آپؐ کی عام لوگوں کے معاملے میں بھی طبیعت یہ تھی تو اہل مکہ کی پریشانی آپؐ کو کیوں بے چین نہ کرتی۔ اس پر ایک دلیل یہ بھی ہے کہ ثمامہ بن اثال (سردار **نجد**) نے ۵ھ میں قبول اسلام کے بعد جب اہل مکہ کی طرف آنے والا غلہ بند کر دیا تو اہل مکہ بلبلا اٹھے اور انہیں حضورؐ سے التجا کرنا پڑی آپؐ نے ثمامہ کو لکھ دیا کہ غلہ بدستور جانے دو (۵۱)

فاقہ کش چور کی رعایت

چوری کی سزا (بشرطیکہ اس پر فقہی اور اصطلاحی چوری کا اطلاق ہوتا ہو) قرآن مجید میں قطع ید یعنی ہاتھ کاٹ دینا ہے۔ اتنی بڑی سنگین سزا شریعت نے یوں ہی نہیں رکھ دی۔ شریعت اسلامیہ پہلے اس بات کا جائزہ لیتی ہے کہ چور نے کہیں بھوک اور افلاس سے مجبور ہو کر تو اس جرم کا ارتکاب نہیں کیا؟ جان بچانے کے لئے تو اللہ تعالیٰ نے مردار اور نجس چیزیں تک کھانے کی اجازت دی ہے۔ اگر آبادی کے بڑے اور کھاتے پیتے لوگوں نے کسی غریب آدمی کا خیال نہیں رکھا۔ اس کی بھوک پیاس کو دور کرنے کا انتظام نہیں کیا یا کسی ناگہانی آفت کی وجہ سے مجبور ہو کر اس نے چوری کا ارتکاب کیا ہے تو حضورؐ نے اس پر چوری کی حد لاگو نہیں فرمائی۔ یہ معافی محض اس کی غربت و افلاس کی وجہ سے تھی۔

Marfat.com

اب روایت سنئے۔ حضرت عباد بن شرحبیلؓ کہتے ہیں ایک مرتبہ قحط سالی نے مجھے آلیا۔ (بال بچے اور خود بھوک سے مرنے لگا) تو ایک روز میں مدینہ کے ایک باغ میں داخل ہو گیا۔ ایک خوشہ توڑ کر پہلے کھایا باقی اپنے کپڑے میں ڈال لیا۔ اتنے میں باغ کا مالک آگیا۔ اس نے ایک تو میری پٹائی کی دوسرے وہ پھل بھی قبضہ میں کر لیے جو میں نے کپڑے میں باندھ رکھے تھے پھر مجھے بارگاہ نبوی میں لے آیا اور سارا واقعہ سنایا۔ حضور اکرمﷺ نے مجھے کچھ کہنے کی بجائے اس سے فرمایا۔ جب یہ بیچارہ جاہل تھا تو تو نے اسے کیوں تعلیم نہ دی اور جب یہ بیچارہ بھوکا تھا تو کیوں نہ اسے کھانے کو دیا اور اسے حکم دیا کہ اس کا کپڑا واپس کر دو چنانچہ اس نے مجھے کپڑا واپس کر دیا علاوہ ازیں آپؐ کے حکم سے اس نے مجھے مزید ایک وسق (ایک اونٹ کا بوجھ) یا نصف وسق غلے کا بھی دیا (۵۲)

یاد رہے غریب چور کے ساتھ یہ رعایت وہی عظیم عادل اور انصاف پرور کر رہا ہے جس نے ایک امیر قریشی خاتون کی چوری کی سزا میں معافی کی سفارش پر فرمایا تھا کہ ایسا نہیں ہو سکتا!؟ میری بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو اس کے ہاتھ کاٹ دیتا (۵۳) قانون محمدی بقول صاحبزادہ خورشید احمد گیلانی زید مجدہ "ایسا قانون نہیں کہ کسی کا چہرہ کسی کا شجرہ نسب کسی کا اشارہ آبرو، کسی کا سیاسی منصب کسی کا جاہ و جلال اور کسی کی ذات برادری دیکھے۔ قانون محمدی تو ایسی میزان ہے جس میں سب کی بالاتری اور کمتری ایک پاٹ میں تلتی ہے۔ یہاں ایسا نہیں کہ افسران کرام کروڑوں روپے ہضم کر جائیں، وڈیرے غریب دہقان کی عزت تار تار کر دیں بستیاں کی بستیاں اجاڑ دیں بھرے بازار اور مصروف چوک میں کلاشنکوف سے دسیوں انسانوں کو بھون ڈالیں تو قانون بیچارہ دانتوں میں انگلی دبائے شرم سے سر جھکائے اور بے بسی سے منہ لٹکائے سراپا استفسار ہو کہ بتا تیری رضا کیا ہے؟؟"

کفارہ صوم میں غریب آدمی کی رعایت

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے غریب لوگوں کا کتنا خیال رکھا ہے۔ ان کے ساتھ کتنی نرمی برتی ہے۔ اور انہیں کتنی رعایت دی ہے اس کا اندازہ درج

Marfat.com

نہیں روایت سے لگائے۔

صحاح ستہ بخاری' ترمذی' مسلم' ابن ماجہ اور ابو داؤد میں کتاب الصیام کے اندر تھوڑے بہت لفظی اختلاف کے ساتھ یہ روایت درج ہے سنن ابی داؤد میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی اس روایت کا ترجمہ کچھ یوں ہے کہ "ایک آدمی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ (یارسول اللہ ﷺ) میں ہلاک ہو گیا۔ حضور ﷺ نے پوچھا کیا بات ہوئی؟ اس نے عرض کی "میں رمضان المبارک کے روزے میں اپنی بیوی کے ساتھ جماع کر بیٹھا ہوں۔" آپؐ نے فرمایا "تیرے پاس اتنا مال ہے جس سے کفارہ میں ایک غلام آزاد کر سکے؟ اس نے کہا نہیں۔ آپؐ نے دریافت فرمایا: تو کیا دو مہینے مسلسل روزے رکھ سکتا ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ آپؐ نے سوال فرمایا: تو کیا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتا ہے؟ اس نے عرض کیا نہیں۔ فرمایا تو پھر بیٹھ جا۔ اتنے میں کھجوروں کا ایک ٹوکرا کسی نے لا کر خدمت نبویؐ میں پیش کر دیا۔ آپؐ نے اس آدمی سے فرمایا یہ ٹوکرا لے جا اور فقراء پر صدقہ کر دے۔ اس نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ اس وادی میں ہم سے بڑھ کر کوئی ضرورت مند گھر نہیں۔ اس کی یہ بات سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے حتی کہ آپؐ کے سامنے والے دندان مبارک بھی ظاہر ہو گئے (حالانکہ بہت کم آپؐ اس قسم کی ہنسی فرمایا کرتے تھے) پھر فرمایا جا اپنے اہل خانہ کو ہی یہ کھجوریں کھلا دے" (۵۴)

نہ کہیں جہاں میں اماں ملی جو اماں ملی تو کہاں ملی
مرے جرم خانہ خراب کو ترے عفو بندہ نواز میں

ایک غریب آدمی کے لئے حق مہر میں رعایت

شادی انسان کی ایک فطری خواہش اور طبعی ضرورت ہے۔ تاہم اس خواہش کی تکمیل کے لئے کچھ بنیادی اور شرعی تقاضے بھی ہیں۔ ان تقاضوں میں سے ایک لازمی تقاضا منکوحہ بیوی کو تھوڑی بہت رقم بطور حق مہر دینا بھی ہے۔ جو غریب لوگ حق مہر نہیں ادا کر سکتے تھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی

Marfat.com

ادائیگی میں ان کے ساتھ تعاون فرمایا اور بعض اوقات انہیں حق مہر میں مالی ادائیگی سے ہی مستثنیٰ قرار دے دیا۔ اس قسم کی غریب پروری کا ایک ایمان افروز واقعہ ملاحظہ فرمایئے جسے بخاری و مسلم نے کتاب النکاح میں متعدد طرق سے روایت کر کے کئی ایک مسائل کا استنباط کیا ہے۔ چنانچہ ایک چشم دید گواہ

"حضرت سہل بن سعد الساعدیؓ سے روایت ہے کہ ایک عورت نے بار گاہ نبوی میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں اپنی ذات کو آپؐ کے لئے ہبہ کرنے کے لئے حاضر ہوئی ہوں۔ حضور ﷺ نے ایک نظر اس کو دیکھا پھر سر مبارک جھکا لیا۔ جب اس خاتون نے دیکھا کہ آپؐ نے اس کے بارے میں کوئی فیصلہ نہیں فرمایا۔ تو وہ بیٹھ گئی۔ یہ دیکھ کر ایک صحابی کھڑا ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اگر آپؐ کو اس خاتون کے ساتھ نکاح کی ضرورت نہیں تو مجھے اس کا نکاح کر دیجئے۔ آپؐ نے پوچھا کیا تمہارے پاس مہر کے لئے کوئی چیز ہے؟ اس نے حلفاً" کہا نہیں۔ فرمایا اپنے گھر والوں کے پاس جا اور دیکھ شاید ان کے پاس سے کوئی چیز مل جائے۔ وہ گیا اور واپس آ کر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مجھے کوئی چیز نہیں ملی۔ فرمایا دوبارہ جاؤ اور دیکھو شاید کوئی لوہے کی انگوٹھی ہی مل جائے۔ وہ دوبارہ گیا اور آ کر بتایا کہ واللہ لوہے کی انگوٹھی بھی نہیں۔ البتہ یہ میری چادر ہے اس کا نصف حصہ میں اس عورت کو دے دوں گا۔ حضرت سہل کا کہنا ہے کہ اس آدمی کے پاس اس چادر کے سوا اور کوئی کپڑا نہ تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ وہ تمہاری نصف چادر کو کیا کرے گی؟ اگر آدھی چادر تو اوڑھے گا تو اس کے لئے کوئی چیز نہیں رہے گی اور اسی طرح اگر آدھی چادر وہ لے گی تو تیرے لیے کچھ نہیں بچے گا۔ یہ جواب سن کر وہ آدمی بیٹھ گیا۔ حضور ﷺ کی مجلس کچھ لمبی ہو گئی تو وہ اٹھ کر جانے لگا حضور ﷺ نے اسے بلایا اور پوچھا تمہیں کتنا قرآن مجید یاد ہے؟ اس نے چند سورتوں کے نام لیے۔ آپؐ نے پھر کیا ان سورتوں کو زبانی سنا سکتے ہو؟ اس نے عرض کیا۔ ہاں فرمایا۔ جا جتنا قرآن تمہیں یاد ہے اسی کے بدلے میں نے اس عورت کا تمہارے ساتھ نکاح کر دیا (۵۵)

یہاں اس امر کی وضاحت کر دینا بھی ضروری ہے کہ حق مہر میں اس قسم

Marfat.com

کی ترمیم یا نرمی کا اختیار صرف صاحب شریعت پیغمبر کو ہی حاصل تھا۔ اب کسی کو یہ اختیار نہیں کہ وہ حفظ قرآن مجید کو حق مہر کے طور پر مقرر کرے۔

غریب مقروض کی سفارش میں اپنے منصب کا خیال نہ رکھنا

جس شخص کی تعظیم و تکریم اس حد تک کی جاتی ہو کہ اس کا تھوک ہاتھوں ہاتھ لیا جاتا ہو اس کے وضو کا پانی بھی زمین پر نہ گرنے پاتا ہو اس کی آواز کے بلند ہوتے ہی تمام دوسری آوازیں خاموش ہو جاتی ہوں اس کے اشارہ ابرو پر بڑے بڑے شریف و نجیب اور غیور و عالی مرتبت عقیدت مند نوکروں کی طرح دوڑتے ہوئے آتے ہوں (۵۶) علاوہ ازیں لاکھوں مربع میل کا حکمران بھی ہو تو ایسے شخص کے دل میں اگر اپنے وقار منصبی کا خیال پیدا ہو جائے تو کچھ عجب نہیں مگر یہاں یہ حال ہے کہ ایک غریب صحابی حضرت جابرؓ کے والد عبداللہ بن عمرو بن حزمؓ غزوہ احد میں شہید ہو گئے انہوں نے مدینہ منورہ کے ایک سرمایہ دار یہودی (ابو شحم) سے تیس وسق قرض لے رکھا تھا اتفاقاً" حضرت جابرؓ کی کھجوریں کم پھل لائیں جس سے یہودی کا قرض پورا نہ ہوتا تھا۔ یہودی نے تقاضا کیا حضرت جابرؓ نے مزید مہلت طلب کی تو اس نے انکار کر دیا۔ حضرت جابرؓ نے سارا قصہ حضورﷺ کو کہہ سنایا کہ آپؐ ان کی سفارش فرمائیں آپؐ نے اس غریب آدمی کی سفارش میں کوئی عار محسوس نہ کی اپنے عظیم منصب کا کوئی خیال نہ فرمایا اور بڑے لوگوں کو یہ بتانے کے لئے کہ آدمی اگر کسی غریب کی سفارش کرتا ہے اور اس کے کام کے لئے اس کے ساتھ چلتا ہے تو چھوٹا نہیں بن جاتا اور قائدین انقلاب اور علماء و مشائخ کو یہ واضح کرنے کے لئے کہ صرف زبانی تقریر اور ذکر و محفل ہی نیکی نہیں کسی غریب کے کام آنا بھی نیکی ہے' یہودی کے گھر تشریف لے گئے۔ اس سے جابرؓ کے لئے بات کی اور اس سے فرمایا کہ تو اپنے قرض کے بدلے جابرؓ کے باغ کی ساری کھجوریں لے لے اور اسی پر اکتفا کر لے مگر یہودی جس کا دین ایمان ہی پیسہ ہوتا ہے' کہاں ماننے والا تھا۔ اس نے حضورﷺ کی بات نہ مانی اور انکار کر دیا۔ آپؐ کے اپنے پاس بھی کوئی چیز نہ تھی اب سوائے اس کے کوئی

Marfat.com

ضرورت نہ تھی کہ نبوت کے کمال اور جلال کا تھوڑا سا اظہار کیا جائے اور یوں بیچارے جابرؓ کو قرض کی مصیبت سے چھٹکارا دلایا جائے۔ آپؐ جابرؓ کے باغ میں داخل ہوئے اور درختوں کے درمیان چلے پھرے۔ نبی کے قدموں میں اللہ کریم نے زبردست تاثیر اور برکت رکھی تھی۔ باغ میں **نعلین** نبوی لگنے کی دیر تھی کہ تمام درختوں کے خوشے کھجوروں سے لبریز ہو گئے۔ آپؐ نے جابرؓ سے فرمایا۔ اب کھجور اتارو اور اس یہودی کا قرض (۳۰ وسق) پورا کرو۔ (۵۷) حضورؐ کی واپسی کے بعد حضرت جابرؓ نے کھجوریں کاٹیں تو یہودی قرض خواہ کی تیس وسق کھجوریں دینے کے بعد بھی سترہ وسق کھجور بچ رہی۔ حضرت جابرؓ رپورٹ دینے کے لئے بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے۔ آپؐ اس وقت نماز عصر پڑھا رہے تھے۔ فارغ ہوئے تو جابرؓ نے سارے واقعے کی خبر دی آپؐ نے فرمایا یہ واقعہ حضرت عمرؓ کو بھی بتا دو (تاکہ اس عاشق زار کے کلیجے کو بھی ٹھنڈک پہنچے اور ان کی روح اور ایمان کو تازگی ملے) جابرؓ گئے اور حضرت عمرؓ کو بھی خبر دی۔ حضرت عمرؓ نے کہا۔

لَقَدْ عَلِمْتُ حِيْنَ مَشٰى فِيْهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيُبَارَكَنَّ فِيْهَا (۵۸)

(مجھے اسی وقت یقین ہو گیا تھا جب آپؐ باغ میں چلے تھے، کہ کھجوروں میں ضرور بہ ضرور برکت ہو گی۔)

ناداروں کا، دکھیاروں کا مامن و ماوی محسن اعظم
زخمی دلوں پہ مرہم مرہم صلی اللہ علیہ وسلم

ایک روایت میں ہے کہ حضورؐ نے حضرت جابرؓ سے فرمایا جتنی کھجوریں اتریں ہر قسم کی الگ الگ ڈھیری بنا دو۔ پھر مجھے اطلاع کرو۔ چنانچہ حضرت جابرؓ نے ایسا ہی کیا۔ حضورؐ تشریف لے گئے۔ کھجوروں میں برکت کی دعا فرمائی پھر عجوہ کھجور کی ڈھیری پر ہاتھ پھیر کر درمیان میں جلوہ افروز ہوئے اور فرمایا اپنے قرض خواہ کو بلاؤ۔ ابو شحم آیا۔ آپؐ نے فرمایا اپنا قرض پورا کر کے لے لو۔ ایک ہی ڈھیری سے اس کی تیس وسق پورے ہو گئے۔ باقی سب قسمیں جوں کی توں پڑی رہیں۔ آپؐ نے پوچھا جابر! تمہارے باپ کا کوئی اور قرض بھی باقی ہے؟ جابر کہتے

Marfat.com

ہیں میں نے عرض کیا نہیں۔ حضرت جابرؓ کہتے ہیں بقیہ کھجوروں میں سے ہم نے فروخت بھی کیں اور سال بھر کھائیں بھی۔ حالانکہ میں کہا کرتا تھا کہ اگر اصل باغ بھی بیچ دوں تو بھی وہ قرض پورا نہیں ہوگا جو میرے باپ کے ذمہ ہے۔ مگر اللہ نے اس طرح اداکرنیکا انتظام فرما دیا۔ (۵۸ الف)

غریب مقروض کے قرض اتارنے کا انتظام

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کو غریب مصیبت زدہ اور پریشان حال لوگوں کی پریشانیاں اور مصائب دور کرنے اور مشکلات سے انہیں نکالنے کی کتنی فکر تھی کتنا خیال تھا کتنا احساس تھا اور کتنا اہتمام تھا اس کا اندازہ درج ذیل واقعے سے لگائیے جس کے راوی حضرت ابو سعید خدریؓ ہیں اور جن کے سامنے یہ سبق آموز واقعہ پیش آیا۔ فرماتے ہیں

"عہد نبوی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام میں ایک آدمی کو پھلوں کی تجارت میں کسی وجہ سے گھاٹا اور خسارہ پڑ گیا۔ تجارت میں خسارے کی وجہ سے بہت زیادہ مقروض ہو گیا۔ قرض خواہ آخر کب تک انتظار کرتے۔ سب مطالبہ اور تقاضا کرنے لگے تو بہت پریشان ہوا۔ حضورؐ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس غریب کی پریشانی دیکھی نہ گئی۔ کاشانہ نبوی میں تو حسب معمول "خیر" تھی اس لیے صحابہ سے فرمایا بھائی! صدقہ خیرات کر کے اس بیچارے کو قرض کی مصیبت سے نکالو صحابہ ویسے بھی نیکی کے کاموں میں ایک دوسرے سے بڑھ کر حصہ لیتے تھے کسی غریب اور ضرورت مند کی حاجت روائی ان کے نزدیک بہت بڑی نیکی اور بہت بڑی سعادت تھی۔ وہ ایسے مواقع کو ہاتھ سے نہیں جانے دیتے تھے چنانچہ حکم ملنے کی دیر تھی سب اٹھ کھڑے ہوئے اور سب نے حسب گنجائش اس کی امداد کی۔ مگر سب رقم ملا کر بھی اس کے قرض کی رقم کے برابر نہ ہو سکی (شاید یہ فتوحات سے پہلے اور عام غربت کے زمانے کا واقعہ ہو) اب حضورﷺ نے قرض خواہوں سے فرمایا بھائی! کچھ قربانی اور ایثار کا مظاہرہ تم بھی کرو۔ جو کچھ اس کے پاس موجود ہے وہ لے لو اور باقی چھوڑ دو۔ اس کے سوا تمہیں کچھ نہیں ملے گا۔ (۵۹)

Marfat.com

یہ واقعہ عام فتوحات اور خوشحالی سے پہلے کا ہے۔ جب فتوحات عام ہونے لگیں ہر طرف سے مال غنیمت مال فیٔ' جزیہ خراج زکوۃ و صدقات اور دیگر مدات سے بیت المال میں پیسہ آنے لگا تو عام اعلان فرما دیا کہ

مَنْ مَاتَ وَ عَلَيْهِ دَيْنٌ وَلَمْ يَتْرُكْ وَفَاءً فَعَلَيْنَا قَضَاءُهٗ (۶۰)

جو آدمی اپنے اوپر قرض چھوڑ کر مر جائے اور اسے اتارنے کے لئے کوئی چیز نہ چھوڑے تو اس قرض کا ادا کرنا ہمارے ذمہ ہے۔

مقروض کے ساتھ نرمی کی ترغیب

انسان عام طور پر قرض کسی مجبوری کی وجہ سے اٹھاتا ہے۔ اور جب قرض ادا نہیں کر پاتا تو اسے قرض خواہ کے سامنے کتنی خفت اٹھانا پڑتی ہے۔ کتنا شرمسار ہونا پڑتا ہے' کس طرح اس کی آنکھ نیچی ہوتی ہے اور کتنی پریشانی ہوتی ہے اس کا کچھ اندازہ وہی آدمی کر سکتا ہے جسے کبھی اس مرحلے سے گزرنا پڑا ہو۔ ایسے موقعہ پر غریب مقروض کے ساتھ نرمی کے عظیم صلہ کی ترغیب دیتے ہوئے آپؐ نے پچھلی امتوں کے ایک آدمی کا واقعہ سنایا اور اس طرح نفسیاتی طور پر قرض خواہوں کو مقروض کے ساتھ نرمی پر ابھارا۔ فرمایا

ایک (مالدار) آدمی لوگوں کو قرض دیا کرتا تھا۔ ساتھ ہی اس نے اپنے (منشی) غلام کو کہہ رکھا تھا کہ جب کسی تنگدست کے پاس جاؤ تو اس سے نرمی کا برتاؤ کرتے ہوئے درگزر کرو یعنی بالکل معاف ہی کر دو۔ تاکہ قیامت کے دن اللہ بھی ہم سے درگزر فرمائے۔ چنانچہ جب وہ مرا اور اللہ کے سامنے اس کی پیشی ہوئی تو تنگدست اور غریب مقروضوں کے ساتھ محض اس نرمی اور درگزر کی وجہ سے اللہ کریم نے اسے معاف فرما دیا (۶۱)

ایک دوسری حدیث میں حضورؐ نے غریب مقروض کو مہلت دینے یا درگزر کرنے کی یوں ترغیب دی:

Marfat.com

''جس آدمی نے کسی تنگدست مقروض کو مزید مہلت، دی یا بالکل قرض معاف ہی کر دیا تو اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن کی مصیبتوں سے نجات عطا فرمائے گا۔ (۶۲)

ایک روایت میں اپنی امت اور اپنے غلاموں کو غریب مقروض کے ساتھ بھلائی کا یوں شوق دلایا:

''جس آدمی نے کسی تنگدست مقروض کو مہلت دی یا اس کا قرض معاف کر دیا تو اللہ کریم اسے (محشر کی گرمی سے بچانے کے لئے) اپنے سایہ خاص میں جگہ عنایت فرمائے گا۔'' (۶۳)

ضرورت مندوں کی خاطر قرض اٹھاتے رہنا

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کو غریب ضرورت مند لوگوں کو کتنا احساس تھا اور کس طرح ان کی ضرورتوں پر آپ خرچ کرتے تھے' اس کی تفصیل خوش نصیب سیدنا بلالؓ کی درج ذیل خود بیتی میں دیکھیے جنہیں مؤذن رسول ہونے کے علاوہ بعثت سے لیکر حضورؐ کے وصال تک آپ کا خزانچی ہونے کا شرف بھی حاصل رہا۔ چنانچہ حضرت بلالؓ فرماتے ہیں کہ ''جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی مسلمان آدمی آتا اور اسے ننگا (یا بھوکا) دیکھتے تو مجھے اس کے لیے کپڑے مہیا کرنے کا حکم فرماتے۔ میں جا کر قرض لیتا اس کے لیے کپڑے اور متعلقہ چیزیں خریدتا۔ اسے کپڑے پہناتا اور کھانا کھلاتا۔ حضورؐ اکرم کے اخراجات کا سلسلہ اس طرح چلتا رہتا۔ ایک دن مجھے ایک مشرک آدمی ملا اور کہنے لگا بلال! ''میرے پاس بڑی وسعت ہے۔ میرے علاوہ کسی سے قرض نہ لیا کرو'' چنانچہ میں اس سے قرض لینے لگا۔ پھر یوں ہوا کہ ایک دن میں وضو کرکے اذان کے لئے کھڑا ہوا تو وہ مشرک تاجروں کی ایک جماعت کے ساتھ آدھمکا اور مجھے دیکھ کر کہنے لگا ''یا حبشی'' (اے حبشی) میں نے کہا حاضر ہوں۔ وہ (بدتمیزی سے) مجھ پر جھپٹا اور ایک سخت بات کہی (یقیناً گالی دی ہوگی) پھر کہنے لگا ''جانتے ہو مہینہ گزرنے میں کتنے دن باقی ہیں'' میں نے کہا مہینہ ختم ہونے کے قریب ہے۔ کہنے لگا ''مہینہ ختم ہونے میں صرف چار دن

Marfat.com

باقی ہیں اگر تو ادائیگی نہیں کرتا تو تجھے اپنی اس رقم کے عوض گرفتار کرلوں گا جو تیرے ذمہ ہے۔ میں نے تمہیں جو کچھ دیا تھا وہ تیری یا تیرے صاحب (پیغمبرؐ) کی بزرگی کیوجہ سے نہیں دیا تھا بلکہ اس لیے دیا تھا کہ اس بہانے تجھے اپنا غلام بنا لوں اور تجھ سے اسی طرح بکریاں چراواؤں جس طرح اس سے پہلے بکریاں چرایا کرتا تھا" میرے دل میں اس (دولت کے نشے میں مخمور مشرک) کی اس بات سے وہی چیز بیٹھ گئی جو ایسے مواقع پر لوگوں کے دلوں میں بیٹھ جایا کرتی ہے۔ بہرکیف میں گیا اور اذان پڑھی۔ جب عشاء کی نماز پڑھ چکا اور حضورؐ نماز پڑھا کر گھر تشریف لے گئے۔ تو اجازت لیکر آپؐ کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا "یا رسول اللہؐ (فداک ابی وامی) جس مشرک کے متعلق میں نے عرض کیا تھا کہ میں اس سے قرض لیا کرتا ہوں اس نے مجھے یوں یوں کہا ہے۔ ادھر نہ آپؐ کے پاس اور نہ میرے پاس کوئی چیز ہے جس سے اس کی ادائیگی ہو سکے اور وہ مجھے خواہ مخواہ ذلیل کرے گا۔ لہٰذا آپؐ مجھے اجازت فرمائیں کہ میں (مدینہ منورہ سے باہر) بعض مسلمان قبائل کے پاس چلا جاؤں حتی کہ اللہ کریم اپنے رسولؐ کو اتنا رزق عطا فرما دے جس سے اس کی ادائیگی ہو سکے" یہ کہہ کر میں کاشانہ نبوی سے نکلا اور گھر آیا۔ اپنی تلوار، نیزہ اور جوتے سر کے پاس رکھے اور صبح کی انتظار میں لیٹ گیا۔ جب بھی سونے کی کوشش کرتا فکر سے پھر آنکھ کھل جاتی۔ اس طرح کرتے کرتے رات گزر گئی۔ اور صبح صادق طلوع ہوئی۔ میں گھر سے نکلنے ہی لگا تھا کہ ایک آدمی دوڑتا ہوا آیا اور پکارا کہ "اے بلال تمہیں حضورؐ بلا رہے ہیں میں حضورؐ کی طرف چل پڑا۔ میں نے دیکھا کہ کاشانہ نبوی کے باہر چار اونٹ بیٹھے ہیں اور ان پر سامان لدا ہوا ہے۔ میں بارگاہ نبوی میں حاضر ہوا تو آپؐ نے فرمایا "تمہیں خوشخبری ہو۔ اللہ کریم نے تمہارے قرض کی ادائیگی کا انتظام فرما دیا ہے" میں نے الحمد للہ پڑھا۔ پھر آپؐ نے پوچھا "کیا تم نے باہر بیٹھے ہوئے چار اونٹ نہیں دیکھے" میں نے عرض کیا کیوں نہیں۔ ضرور دیکھے ہیں۔ فرمایا "یہ اونٹ اور جتنا سامان ان پر لدا ہوا ہے وہ سب تیرا ہے۔" ان اونٹوں پر کپڑے اور کھانے پینے کا سامان تھا جسے فدک کے رئیس نے حضورؐ کے لئے بطور ہدیہ بھیجا تھا۔ فرمایا "یہ اونٹ اور

Marfat.com

سامان لے لو اور اپنا قرض اتارو" حضرت بلالؓ فرماتے ہیں میں نے اونٹوں سے سامان اتارا اور انہیں رسی سے باندھ دیا۔ پھر میں نے صبح کی اذان پڑھی۔ جب حضورؐ نماز پڑھا چکے تو میں بقیع کی طرف نکلا اور کانوں میں انگلیاں ڈال کر زور زور سے اعلان کرنے لگا "جس کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرض لینا ہ وہ آجائے" پس میں سامان بیچ بیچ کر قرض اتارنے لگا حتی کہ حضورؐ پر کوئی قرض باقی نہ رہا۔ سارا قرض اتارنے کے بعد بھی میرے پاس ڈیڑھ دو اوقیہ بچ رہے اب میں مسجد میں آیا تو شام ہو چکی تھی۔ حضورؐ مسجد میں اکیلے بیٹھے تھے میں نے سلام عرض کیا تو دریافت فرمایا "تمہارے معاملے کا کیا ہوا میں نے عرض کیا " اللہ کریم نے وہ سب کچھ ادا فرما دیا ہے جو حضورؐ کے ذمہ تھا اور اب کوئی قرض باقی نہیں رہا" پوچھا "کیا کوئی چیز باقی بچی ہے "میں نے عرض کیا ہاں۔ دو دینار بچے ہیں۔ فرمایا "دیکھو! انہیں خرچ کرکے مجھے راحت پہنچاؤ۔ میں اس وقت تک گھر میں داخل نہیں ہوں گا جب تک کہ تو انہیں خرچ کرکے مجھے راحت نہیں پہنچاتا" حضرت بلالؓ فرماتے ہیں کہ اتفاق سے اس دن رات گئے تک کوئی آدمی نہ آیا تو حضورؐ نے رات مسجد میں ہی گزاری۔ دوسرا دن بھی مسجد میں ہی تشریف فرما رہے۔ حتی کہ شام کو دو (مسافر) سوار آگئے۔ میں نے ان دو دینار کے کپڑے اور کھانا خرید کر انہیں پہنا دیا اور کھلا دیا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کی نماز پڑھ چکے تو پھر مجھے بلایا اور پوچھا " تیرے معاملے کا کیا ہوا" میں نے عرض کیا "اللہ نے آنجنابؐ کو اس سے راحت پہنچا دی ہے" آپ نے اللہ اکبر کہا اور دو دیناروں کے خرچ ہونے پر اللہ کا شکر ادا کیا اس بات سے ڈرتے ہوئے کہ آپؐ کو اچانک اللہ کی طرف سے بلاوا آجائے اور یہ دینار آپ کے پاس موجود ہوں۔ اب آپؐ اٹھے اور ازواج مطہرات کے حجروں کی طرف چلے۔ حضرت بلالؓ کہتے ہیں میں بھی آپ کے پیچھے پیچھے تھا آپؐ ایک ایک زوجہ محترمہ کے پاس تسریف لے گئے ہر ایک کو سلام کیا پھر آخر میں اس حرم کے پاس پہنچے جن کے پاس رات گزارنے کی باری تھی (۶۴)

آپؐ کا عام معمول بھی یہی تھا کہ اگر کوئی پیسہ آیا اور رات تک خرچ

Marfat.com

نہیں ہوا اور نہ ہی کسی مستحق کو دیا جا سکا تو رات کو دولت کدے میں تشریف نہ لے جاتے۔ ایک رات ایک اوقیہ چاندی صدقے کی بچ رہی تو ساری رات نیند نہ آئی (۶۴ الف)

حضرت عمر بن الخطابؓ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ ایک ضرورت مند آدمی حضورﷺ کے پاس آیا۔ اور درخواست کی کہ آپؐ اسے کچھ عنایت فرمائیں۔ حضورﷺ نے فرمایا اس وقت تو میری پاس کوئی چیز نہیں البتہ جو کچھ لینا چاہتے ہو میرے نام پر خرید لو جب میرے پاس کوئی چیز آجائے گی تو میں ادائیگی کردوں گا۔ حضرت عمرؓ جو پاس ہی بیٹھے تھے' نے عرض کیا یا رسول اللہﷺ آپؐ جس چیز پر قدرت نہیں رکھتے یا جو چیز آپؐ کے پاس نہیں ہے' اللہ نے جب اس کا آپؐ کو **مکلف** نہیں کیا تو آپؐ خواہ مخواہ کیوں تکلیف فرماتے ہیں؟ حضورﷺ نے حضرت عمر کی اس بات یا مشورے کو پسند نہ فرمایا۔ ایک انصاری نے حضورﷺ کی اس ناگواری کو دیکھا تو عرض کیا: یارسول اللہﷺ آپؐ بے دھڑک خرچ کرتے رہیے اور عرش والے مالک سے کسی قسم کی کمی کا خوف نہ کیجئے۔ انصاری کی یہ بات چونکہ آپؐ کے دل کی آواز تھی اس لیے سن کر تبسم فرمایا اور خوشی سے چہرہ کھل اٹھا پھر فرمایا ہاں مجھے اسی چیز کا حکم دیا گیا ہے (۶۵)

حضورﷺ کی یہی ضروریات اور یہی اخراجات تھے جن کی وجہ سے ہمیشہ قرض اٹھانا پڑتا حتی کہ وفات کے وقت بھی آپؐ کی زرہ ایک یہودی کے ہاں بطور رہن رکھی ہوئی تھی۔

دکھیوں کا سہارا تیری گلی
بے یاروں کا یارا تیری گلی
بے چاروں کا چارہ تیری گلی
منگتوں کا گزارا تیری گلی

فاقہ کشوں کی مہمان نوازی

فاقہ کشوں کی فاقہ کشی کا علاج آپؐ کس طرح کرتے اور کس طرح ایثار

Marfat.com

سے کام لیتے تھے۔ اس سلسلے میں مسند امام احمد کا ایک روح پرور اور ایمان افروز واقعہ ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت مقداد بن الاسود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ فقرو فاقہ اور سخت بھوک نے میرے دو ساتھیوں کو اور مجھے آلیا حتی کہ بھوک کی شدت کی وجہ سے ہماری آنکھوں میں اندھیرا ہونے لگا۔ جب کوئی اور چارۂ کار نظر نہ آیا تو ہم نے سوچا کہ اصحاب رسولؐ کے پاس چلتے ہیں شاید کسی کی طرف سے کھانے کی دعوت مل جائے۔ چنانچہ ہم لوگ سب صحابہ کے پاس باری باری گئے۔ مگر ان سب کے ہاں بھی تو افلاس نے ڈیرے ڈال رکھے تھے نتیجہ یہ ہوا کہ کسی ایک نے بھی ہم سے "صلح" نہ ماری اور کوئی ہمیں ٹھہرانے کے لئے تیار نہ ہوا۔ اب در رسولؐ پر جانے کے علاوہ بچنے کی کوئی شکل دکھائی نہ دیتی تھی۔ اس لیے ہم حضورؐ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ حضورؐ ہمیں اپنے گھر لے گئے اور فرمایا یہ چار بکریاں ہیں خود بھی دودھ پیو اور ہمیں بھی پلاتے رہو۔

ہم کئی دن تک حضورؐ کے گھر میں رہے۔ ہمارا معمول یہ تھا کہ بکریوں کا دودھ دوہ کر اس کے چار حصے کرتے۔ ایک حصہ حضورؐ کے واسطے چھوڑ دیتے اور باقی اپنے اپنے حصے کا پی کر سو جاتے۔ حضورؐ عموماً" رات کو دیر سے گھر تشریف لے آتے اور اتنی آواز سے سلام کہتے کہ جاگنے والا تو سن لیتا اور سوئے ہوئے کی نیند میں خلل واقع نہ ہوتا۔ بعد ازاں تھوڑی دیر نوافل پڑھتے اور پھر دودھ کے برتن کے پاس آکر دودھ نوش فرمالیتے۔ ایک دن شیطان نے میرے دل میں وسوسہ ڈالا کہ "حضورؐ انصار کے ہاں گئے ہیں آپؐ وہاں سے کھا پی لیں گے اس گھونٹ دودھ کو آپؐ کیا کریں گے۔ لہٰذا تجھے خود یہ دودھ پی لینا چاہیے۔" اس وسوسے کو وہ میرے دل میں القاء کرتا رہا۔ یہاں تک کہ میں اٹھا اور حضورؐ کے حصے کا دودھ ہڑپ کر گیا۔ پینے کو تو پی لیا مگر اب انتہائی ندامت محسوس ہوئی۔ میں اپنے آپؐ سے کہنے لگا "افسوس تو نے کیا کر دیا؟ تو نے حضورؐ کا دودھ پی لیا جب آپؐ تشریف لائیں گے اور دودھ نہیں دیکھیں گے تو تیرے لیے بددعا فرما دیں گے اور یوں تیری دنیا و آخرت خراب ہو جائے گی۔" میں نے ادھر ادھر بہت پانسے بدلے مگر

Marfat.com

اس پریشانی کی وجہ سے مجھے نیند نہ آئی میرے دوسرے دونوں ساتھی سو چکے تھے۔ اتنے میں حضورؐ بھی تشریف لے آئے آپؐ نے حسب معمول آہستہ سے سلام کہا پھر مسجد میں نماز پڑھی اور دودھ کے برتن کے پاس تشریف لائے۔ ڈھکنا ہٹایا تو اس میں کوئی چیز نہ تھی۔ آپؐ نے آسمان کی طرف سر اٹھایا میں نے سمجھا۔ اب شامت آئی حضورؐ بد دعا فرمائیں گے۔ مگر آپؐ نے یوں دعا کی

"اَللّٰهُمَّ اَطْعِمْ مَنْ اَطْعَمَنِیْ وَاسْقِ مَنْ سَقَانِیْ"

(اے اللہ! تو اس شخص کو کھانا کھلا جو مجھے کھلائے اور اس شخص کو پلا جو مجھے پلائے)

یہ سن کر میں نے چادر اوڑھی، چھری پکڑی اور بکریوں کی طرف گیا کہ ایک کو آپؐ کے واسطے ذبح کرتا ہوں۔ بکریوں کے پاس جا کر دیکھا کہ سب کے تھن دودھ سے بھرے ہوئے تھے۔ جلدی جلدی ایک برتن میں دودھ دوہا اور حضورؐ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپؐ نے پوچھا کیا تم لوگوں نے دودھ پی لیا ہے؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپؐ پئیں۔ چنانچہ آپؐ نے پی لیا اور باقی مجھے دے دیا میں نے عرض کیا حضورؐ اور پیجئے آپؐ نے تھوڑا سا مزید پی کر باقی مجھے عنایت فرما دیا اور میں نے پی لیا۔ جب میں نے یقین کر لیا کہ آپؐ سیر ہو گئے ہیں اور آپ کی مذکورہ دعا کا بھی میں مستحق ہو گیا ہوں تو مجھے خوب ہنسی آئی۔ حضورؐ نے پوچھا مقداد کیا بات ہے؟ مین نے سارا قصہ کہہ سنایا تو فرمایا یہ دودھ اللہ کی طرف سے خصوصی رحمت تھی مگر اس بات کا دکھ ہے کہ تو نے اپنے ساتھیوں کو نہیں جگایا وہ بھی پیتے تو بہت اچھا ہوتا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ جب آپؐ نے نوش فرما لیا تو باقی لوگوں کی کوئی پروا نہیں (٦٦)

حضرت ابو ہریرہؓ اور چند دوسرے بھوکوں کو کھانا کھلانا

حضرت ابو ہریرہؓ اپنا واقعہ خود بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ایک دن بھوک نے ستایا تو مجبوراً گھر سے مسجد نبوی کی طرف نکل کھڑا ہوا۔ رستے میں چند اور صحابہ سے ملاقات ہوئی تو وہ تعجب سے پوچھنے لگے اے ابو ہریرہ! اس وقت

Marfat.com

کہاں؟ (غالباً" وہ وقت عام لوگوں کے سونے کا ہو گا) میں نے دل کی بات بتاتے ہوئے کہا کہ مجھے اس وقت گھر سے نکلنے پر بھوک نے مجبور کیا ہے۔ وہ کہنے لگے قسم بخدا۔ ہمارا بھی یہی معاملہ ہے ہمیں بھی بھوک ہی نے اس وقت گھروں سے نکالا ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ ہم سب مل کر حضور اکرم کی بارگاہ بے کس پناہ میں حاضر ہوئے۔ حضورؐ نے پوچھا بھائی اس وقت تم سب کیسے؟ ہم نے صاف عرض کیا یارسول اللہؐ اس وقت بھوک ہمیں آپؐ کے پاس لائی ہے۔ نبی رحمتؐ کے نورانی مکھڑے پر ان فقیروں کے بے وقت آدھمکنے اور آرام میں مخل ہونے کے کوئی ناگوار اثرات ظاہر نہیں ہوئے بلکہ فوراً" کھجوروں کا ایک طبق منگایا اور ہر آدمی کو دو دو کھجوریں عنایت فرماتے ہوئے فرمایا۔ یہ کھالو اور اوپر سے پانی پی لو یہ آج کے دن تمہارے لیے کافی ہو رہیں گی۔ حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ میں نے ایک کھجور کھالی اور دوسری کو بچا کے گود میں رکھ لیا۔ حضور نے پوچھا۔ ابو ہریرہ تم نے یہ کھجور کیوں بچا رکھی ہے؟ میں نے عرض کیا اپنی امی کے لئے۔ حضورؐ نے فرمایا یہ تم کھاؤ۔ تمہاری ماں کے لئے ہم مزید دو کھجوریں دے دیں گے۔ چنانچہ میں نے وہ کھجور نوش کر لی اور میری والدہ کے لئے حضورؐ نے مزید دو کھجوریں عنایت فرما دیں (۶۷)

ابو ہریرہؓ کو سوار کراتے ہوئے گر پڑنا

حضرت ابو ہریرہؓ انتہائی مفلس صحابی تھے۔ وہ خود فرماتے ہیں میں کاروبار دنیا کی پروا کئے بغیر ہمہ وقت حضور کے ساتھ رہتا تھا۔ اس غریب صحابی کے ساتھ حضورؐ کو کتنی بے تکلفی تھی۔ اس کا اندازہ اس روایت سے لگائیے۔

محب طبری نے نقل کیا ہے کہ ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بغیر پالان کے گدھے پر سوار ہو کر قباء کی طرف جا رہے تھے اور ابو ہریرہؓ پا پیادہ ساتھ جا رہے تھے آپؐ نے ابو ہریرہؓ سے فرمایا کہ تجھے سوار نہ کر لوں عرض کیا جو آنحضورؐ کی مرضی ہے آپؐ نے فرمایا سوار ہو جاؤ پس ابو ہریرہ اچھلے لیکن سوار نہ ہو سکے اور حضورؑ علیہ السلام سے چمٹنے کی کوشش کی پس دونوں ہی زمین پر آرہے

Marfat.com

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہوئے اور فرمایا ابو ہریرہؓ کیا تجھے سوار کر لوں؟ عرض کیا جیسے حضورؐ کی مرضی فرمایا سوار ہو جاؤ۔ ابو ہریرہ سوار نہ ہو سکے آنحضورؐ کے ساتھ چمٹ گئے پھر دونوں زمین پر آ رہے پھر فرمایا کیا تمہیں سوار کر لوں عرض کیا اس خدا کی قسم جس نے آپؐ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میں نہیں چاہتا کہ تیسری دفعہ آپؐ کو نیچے گراؤں۔

(الف) ملا علی قاری: جمع الوسائل فی شرح الشمائل: ۲: ۱۲۹ طبع مصر

(ب) شیخ عبدالحق محدث دہلوی: مدارج النبوہ (مترجم): ج ا ص ۱۷ طبع مکتبہ اسلامیہ اردو بازار لاہور

(ج) شیخ یوسف نبھانی: جواہر البحار: ۲: ۹۶ طبع مصر

حضرت سلمان فارسیؓ کو قید غلامی سے آزاد کرانا

حضرت سلمان فارسیؓ اصلاً" اصبہان کے باشندے تھے۔ ایک مرتبہ عیسائیوں کے ایک گرجے میں گئے تو ان کا مذہب پسند آگیا۔ عیسائیت کا مزید علم حاصل کرنے کے لئے گھر سے بھاگ کر شام آگئے۔ کئی پادریوں کے پاس رہے۔ عموریا کا آخری پادری جس کے پاس زیر تربیت تھے' انتقال کرنے لگا تو اس سے پوچھا تیرے بعد میں کس عالم کے پاس جاؤں؟ اس نے کہا اب ہمارے مذہب کا کوئی عالم نہیں رہا البتہ آخر الزماں نبی کے پیدا ہونے کا زمانہ قریب ہے۔ جو عرب میں پیدا ہوں گے۔ اگر ہو سکے تو وہاں پہنچ جا۔ اس نے حضورؐ کی جائے ہجرت کی نشانیاں بھی بتائیں۔ حضرت سلمان قبیلہ بنو کلب کے چند لوگوں کے ہمراہ مکہ مکرمہ پہنچے تو انہوں نے آپؐ کو غلام بنا کر بنو قریظہ کے ایک یہودی کے ہاتھ بیچ دیا جو آپؐ کو مدینہ منورہ لے آیا۔ طالب صادق کو اللہ نے اصل مقام پر پہنچانے کا انتظام فرما دیا تھا۔ فوراً" پہچان لیا کہ یہ وہی مبارک سرزمین لگتی ہے جس کی علامتیں عموریا کے پادری نے بتائی تھیں۔ حضرت سلمان بطور غلام وہاں رہنے لگے کہ اتنے میں حضورؐ بھی مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے۔ سلمانؓ نے پہلی آسمانی کتابوں میں آخری نبیؐ کی یہ علامتیں پڑھی تھیں کہ وہ صدقہ نہیں لے

Marfat.com

گا۔ البتہ ہدیہ قبول کر لے گا۔ اور اس کے دونوں شانوں کے درمیان مہر ہو گی حضرت سلیمان نے صدقہ اور ہدیہ دے کر جب اطمینان کر لیا اور مہر نبوت دیکھ لی تو فورا" ایمان لے آئے۔

حضور اپنے اس عاشق صادق کے اخلاص اور وفور جذبات کو جانتے تھے۔ چنانچہ ایک دن فرمایا تم اپنے آقا سے مکاتبت کیوں نہیں کر لیتے؟ (٦٨) حضرت سلمان نے مکاتبت کر لی۔ مالک نے دو چیزیں بدل کتابت قرار دیں۔ ایک یہ کہ چالیس اوقیہ (٦٨ الف) نقد سونا دوسری یہ کہ تین سو درخت کھجور کے لگاؤ اور ان کی پرورش کرو۔ یہاں تک کہ وہ پھل لے آئیں۔ سلمان کے لئے یہ بڑی سخت اور تکلیف دہ شرائط تھیں۔ کھجور کا درخت تیار ہونے پر کئی سال لگ جاتے ہیں۔ حضورؐ کو سارے معاملے کا علم تھا۔ شمائل ترمذی میں ہے کہ آپؐ نے اپنے دست مبارک سے حضرت سلمانؓ کو یہ سارے درخت لگا دیے البتہ ایک حضرت عمرؓ نے لگایا۔ اللہ کی شان دیکھیے اور پیغمبر کا معجزہ کہ دست نبوی کی برکت سے کھجور کا باغ سوائے ایک درخت کے اسی ایک سال میں پھل لایا۔ حضور نے ایک درخت کے پھل نہ لانے کی وجہ پوچھی تو حضرت عمرؓ نے کہا یا رسول اللہ یہ میں نے لگایا تھا شائد اس لیے پھل نہیں لایا۔ حضور نے اس کو اکھیڑ کر دوبارہ خود اپنے ہاتھوں سے لگایا تو وہ بھی اسی سال پھل لے آیا۔ یہ سب کچھ حضورؐ کی برکت سے تھا ورنہ حضرت سلمانؓ برسوں تک باغ میں محنت کرتے رہتے۔

اب بدل کتابت کی ایک شرط پوری ہو چکی تھی۔ دوسری کو پورا کرنے کا اللہ نے یوں انتظام فرمایا کہ تھوڑا سا سونا کسی جگہ سے حضور کے پاس آگیا۔ حضورؐ نے وہ حضرت سلمانؓ کو مرحمت فرماتے ہوئے کہا کہ اس کو اپنے بدل کتابت میں دیدو۔ سلمان نے اس سونے کے ناکافی ہونے کا خدشہ ظاہر کیا تو فرمایا تم لے جاؤ عجب نہیں کہ اللہ تعالیٰ اسی کو پورا فرمادیں چنانچہ حضرت سلمانؓ نے اس تھوڑی سی مقدار سے چالیس اوقیہ سونا تول کر پورا کر دیا۔

شمائل ترمذی میں حضورؐ کا سلمانؓ کو خریدنا انہی معنوں میں کہا گیا ہے کہ ان کا بدل کتابت حضور نے ہی ادا فرمایا تھا اپنے دست مبارک سے درخت لگائے

Marfat.com

اور اپنے پاس سے ہی سونا ادا کیا (۶۹)

حضور ﷺ نے حضرت سلمانؓ کو نہ صرف آزاد کرایا بلکہ ایمان اور تلاشِ حق کی خاطر انہوں نے جو مشقتیں اٹھائی تھیں ان کے صلے میں سلمانؓ کو وہ اعزاز اور قرب بخشا جو بڑوں بڑوں کے حصے میں نہ آسکا۔ فرمایا۔

سَلْمَانُ مِنَّا اَهْلَ الْبَيْتِ (۷۰)

(سلمان ہمارے اہل بیت کا ایک فرد ہے)

جس غلام اور غریب الوطن کو پیغمبر اکرم ﷺ اپنے گھر کا ایک فرد قرار دے رہے ہوں اس غلام اور غریب کو بھلا کوئی غم اور ملال ہو سکتا ہے؟

شرف مہمان نوازی کیلئے ایک مفلس کا انتخاب

نبی محترم ﷺ مکہ مکرمہ سے ہجرت فرما کر جس دن مدینہ منورہ پہنچے اس دن اہل مدینہ نے حضورؐ کا جس انداز ییں شاندار استقبال کیا۔ جس مسرت و انبساط اور عقیدت و محبت کا اظہار کیا اور جس طرح ہر آدمی اپنا سر اور آنکھیں فرش راہ کیے ہوئے تھا وہ اپنی مثال آپؐ ہے۔ حضرت براء بن عازبؓ کا بیان ہے کہ جتنا خوش اہل مدینہ کو میں نے اس دن دیکھا پھر کبھی نہ دیکھا (۷۱) حضرت انس کہتے ہیں اس دن جیسا منظر ہم نے کبھی نہ دیکھا تھا خواتین بچوں اور بچیؤں کی زبان پر محبت بھرا گیت تھا۔

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا
مِنْ ثَنِيَّاتِ الْوَدَاعِ
وَجَبَ الشُّكْرُ عَلَيْنَا
مَا دَعَا لِلّٰهِ دَاعِ

(۷۲)

صحیح مسلم میں حضرت ابوبکر صدیقؓ ہجرت نبوی کا واقعہ اور ورود مدینہ کی کیفیتؐ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

Marfat.com

فَصَعِدَ الرِّجَالُ وَالنِّسَاءُ فَوْقَ الْبُيُوْتِ وَتَفَرَّقَ الْغِلْمَانُ وَالْخَدَمُ فِي الطُّرُقِ يُنَادُوْنَ يَامُحَمَّدُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ يَا مُحَمَّدُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ(۷۳)

حضورﷺ کے چہرہ انور کا دیدار اور ایک جھلک دیکھنے کے لئے سارے مرد اور عورتیں گھروں کی چھتوں پر کھڑے تھے تمام غلام اور خادم سارے رستے میں دو طرفہ کھڑے یا محمد یارسول اللہ یا محمد یا رسول اللہ ﷺ کا ایمان افروز نعرہ لگا رہے تھے۔ ایک دوسری روایت کے مطابق خادم اور بچے کہہ رہے تھے:

اَللّٰهُ اَكْبَرُ جَاءَ نَا رَسُوْلُ اللّٰهِ جَاءَ نَا مُحَمَّدٌ (۷۴)

اس فقید المثال جوش و خروش اور ذوق و شوق کی تھوڑی سی تفصیل بتانے سے مقصود یہ تھا کہ مدینہ کے ہر چھوٹے بڑے گھرانے کی یہ زبردست خواہش تھی کہ حضورﷺ ان کے گھر میں قدم رنجہ فرمائیں اور انہیں اولین مہمان نوازی کا شرف بخشیں۔ حضورﷺ اونٹنی پر سوار تھے بنو سالم بن عوف کے سرکردہ لوگ سامنے کھڑے ہو گئے۔ اور مہمان نوازی قبول کرنے کی پر خلوص درخواست پیش کی مگر آپؐ کسی کی دل شکنی فرمانا نہیں چاہتے تھے فرمایا

خَلُّوْا سَبِيْلَهَا فَاِنَّهَا مَامُوْرَةٌ .... بَارَكَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ

اس اونٹنی کا رستہ چھوڑ دو۔ یہ اللہ کی طرف سے مامور ہے اللہ تمہیں برکت دے جہاں اللہ کا حکم ہو گا وہاں خود بخود بیٹھ جائے گی۔ آگے چلے تو نبی بیاضہ نے اسی طرح مہمان نوازی کی مخلصانہ پیشکش کی مگر آپؐ نے انہیں بھی وہی جواب دیا جو نبو سالم کو دیا تھا۔ بنو ساعدہ نبوعدی بن النجار اور نبو مالک بن النجار سب نے باری باری اپنے ہاں ٹھہرانے کی خواہش کا اظہار کیا مگر آپؐ نے سب کو ایک ہی جواب دیا کہ یہ اونٹنی من جانب اللہ مامور ہے۔ اونٹنی جب اس مبارک مقام پر پہنچی جہاں آج مسجد نبوی ہے تو از خود بیٹھ گئی۔ سامنے ایک غریب صحابی حضرت ابو ایوب خالد بن زید انصاری کا غریب خانہ تھا۔ انہوں نے کجاوے سے سامان اٹھایا اور گھر لے گئے اب آپﷺ نے سب سے فرمایا۔ "المرء مع رحلہ" انسان اپنے سامان اور کجاوے کے ساتھ جاتا ہے۔ اور یوں مہمانداری کا شرف ایک غریب

Marfat.com

انصاری کے حصے میں آیا (۷۵) حضور نے ملنے والوں کی سہولت کے لئے مکان کی نچلی منزل میں ٹھہرنا پسند فرمایا تھا ابو ایوب اور ان کی اہلیہ بالائی مکان پر تھے۔ انہوں نے اس کو بے ادبی تصور کیا۔ حضور ﷺ سے اوپر قیام فرمانے کی درخواست بھی کی مگر آپؐ نے فرمایا ہمیں یہیں زیادہ سہولت ہے۔ ان کی غربت اور افلاس کا یہ عالم تھا کہ میاں بیوی کے پاس ایک ہی لحاف تھا ایک رات پانی کا گھڑا ٹوٹ گیا اور پانی فرش پر گر گیا۔ خدشہ یہ تھا کہ پانی کہیں نیچے حضور ﷺ کے کمرے میں نہ ٹپکنے لگ جائے۔ اب پانی کو خشک کرنے کے لئے اور تو کوئی کپڑا تولیہ وغیرہ نہیں تھا اس لیے اپنے لحاف سے ہی پانی کو جذب کر لیا اور نیچے نہ جانے دیا۔ (۷۶)

حضور ﷺ نے مسجد اور اپنے حجرے تعمیر ہونے تک چھ سات مہینے حضرت ابو ایوبؓ کو مہمان نوازی کا شرف عنایت فرمائے رکھا۔ یوں تو سارے انصار ایک دوسرے سے بڑھ کر حضور ﷺ کے عقیدت مند تھے سب تحفے تحائف اور کھانا بھیجتے تھے مگر ام ایوب بھی روزانہ شوق سے کھانا تیار کرتیں اور بارگاہ نبوی میں لے آتیں اور جو کھانا بچ رہتا اسے بطور تبرک بڑے شوق سے کھاتے۔ اور برتن کی اسی جگہ سے کھاتے جہاں حضور ﷺ کے ہاتھ لگے ہوتے تھے (۷۷)

ایک سائل کے لئے عطائے کثیر

غرباء مساکین سائلین اور محتاجوں کے لیے آپؐ کے دروازے کس طرح کھلے تھے آپؐ کس طرح ان کی امداد فرماتے اور معاشی پریشانیاں دور فرماتے تھے اس سلسلے میں ایک اور ایمان افروز واقعہ ملاحظہ فرمائیے۔

ایک شخص خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ (حدیث کے الفاظ اور سیاق سباق سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی دیہات کا رہنے والا تھا) اور اپنی معاشی بدحالی کا دکھڑا رونے کے بعد سوال کیا۔ اتفاق سے اس وقت آپؐ کے پاس بکریوں کا ایک ریوڑ موجود تھا اور پہاڑوں کے درمیان چر رہا ہے۔ سائل کی غربت مسکنت اور محتاجی کو دیکھ کر دریائے رحمت جوش میں آگیا (آپؐ تو ویسے بھی کبھی کسی کا سوال رد نہ فرماتے تھے بھلا اس غریب کو کیسے خالی ہاتھ لوٹا دیتے۔

Marfat.com

آپ کے نزدیک تو انسان کی تخلیق ہی درد دل کے واسطے ہوئی تھی۔ جس انسان میں درد دل نہیں وہ انسان کیا ہوا

دکھائے دل جو کسی کا وہ آدمی کیا ہے
کسی کے کام نہ آئے وہ زندگی کیا ہے

آپ نے جو ساری انسانیت کے لئے ہدایت اور نمونہ بن کر تشریف لائے تھے اور جن کے اندر درد دل کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا) سائل سے فرمایا یہ سارا ریوڑ ہی لے جا۔ اسے اس قدر بخشش کی امید نہ تھی۔ عطائے کثیر پا کر پھولا نہ سماتا تھا۔ اپنے قبیلے میں بکریوں کا ریوڑ لیکر واپس پہنچا تو انہیں کہنے لگا لوگو! اسلام قبول کر لو۔ کیونکہ اسلام کا پیغمبر اتنا جواد اتنا فیاض اور اتنا سخی ہے کہ جب دینے پر آتا ہے تو کسی قسم کے فقر اور تنگ دستی سے نہیں ڈرتا۔ (۷۸)

حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی نے حضور کی اس عمومی رحمت اور وصف عطا کو بڑا خوب صورت شعری جامہ پہنایا ہے۔

جب آگئی ہیں جوش رحمت پہ ان کی آنکھیں
جلتے بجھا دیے ہیں، روتے ہنسا دیے ہیں
میرے کریم سے گر قطرہ کسی نے مانگا
دریا بہا دیے ہیں، در بے بہا دیے ہیں

قیمت اور اونٹ دونوں تیرے

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک عیالدار اور جاں نثار صحابی حضرت جابر بن عبداللہ (جن کے قرض کی ادائیگی میں مزید مہلت کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک یہودی کے پاس تشریف لے گئے تھے اور اس کے انکار پر آپ جابر کے باغ میں تشریف لے گئے تو نبی رحمت کے نعلین کی برکت سے اتنی کھجوریں اتریں کہ یہودی کا سارا قرض اتر گیا۔ جس کی تفصیل پیچھے گزر چکی ہے) کا اپنا بیان ہے کہ ایک غزوہ سے واپسی پر میرا اونٹ تھک کر بیمار ہو گیا اور چل نہیں رہا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے قریب تشریف لائے اور پوچھا "

Marfat.com

تمہارے اونٹ کو کیا ہے" میں نے عرض کیا بیمار ہو گیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ کے پیچھے ہو کر اسے اکسانے کے لئے چھڑی چبھائی اور تھوڑی سی ڈانٹ پلائی۔ پیغمبرانہ ڈانٹ کا سننا تھا کہ بیمار اور نہ چل سکنے والے اونٹ میں اتنی ہمت اور سرعت عود کر آئی کہ اب حضرت جابرؓ سے قابو نہیں ہو رہا تھا۔ حضرت جابرؓ اونٹ کی نکیل کو کھینچ رہے تھے مگر وہ آہستہ ہونے کا نام ہی نہیں لیتا تھا۔ حضورؐ نے پھر قریب ہو کر فرمایا: جابرؓ! یہ اونٹ مجھے فروخت کر دو۔ جاں نثار جابرؓ نے عرض کیا۔ فروخت نہیں کرتا البتہ ویسے ہی آپؐ کی خدمت میں بطور نظرانہ پیش کرتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا نہیں بلکہ مجھے بیچو۔ آپؐ کے بار بار اصرار پر حضرت جابرؓ نے فروخت کرنے کی حامی بھرلی اور عرض کیا مدینہ پہنچ کر آپؐ کی خدمت میں پیش کر دوں گا۔

حضرت جابرؓ کا کہنا ہے کہ میں مدینہ منورہ پہنچا تو اونٹ لیکر بارگاہ نبوی میں حاضر ہوا۔ آپؐ نے حضرت بلالؓ سے فرمایا کہ جابرؓ کو اونٹ کی مقررہ قیمت کے ساتھ ساتھ کچھ مزید رقم بھی بطور بخشش دو۔ چنانچہ بلالؓ نے مقررہ رقم کے علاوہ ایک قیراط سونا بھی مجھے دیا۔ جب میں اونٹ کی قیمت وصول کر چکا تو آپؐ نے دو دفعہ فرمایا

لَکَ الثَّمَنُ وَلَکَ الْجَمَلُ (۷۹)

(قیمت بھی تیری اور اونٹ بھی تیرا)

یہاں ایک اور ایمان افروز چیز بتا دینا بھی فائدے سے خالی نہیں ہو گا وہ یہ کہ حضرت جابرؓ کو حضور اکرمؐ کی طرف سے اونٹ کی قیمت پر بطور بخشش جو اضافی قیراط ملا تھا وہ انہوں نے کبھی خرچ نہیں کیا بلکہ بطور تبرک ہمیشہ اسے اپنے ساتھ ایک تھیلی میں رکھتے۔ ۶۳ھ تک اسے بڑی عقیدت و محبت اور حفاظت سے رکھے رہے۔ واقعہ حرہ میں ظالم اور بدبخت یزیدی افواج نے مدینہ منورہ میں لوٹ مار مچائی تو حضورؐ کا یہ تبرک بھی حضرت جابرؓ سے چھین لیا گیا (۸۰)

Marfat.com

ایک انصاری کو اپنا قمیص دینا اور ایک لونڈی کی سفارش فرمانا

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کو ضرورت مند لوگوں کا کتنا احساس تھا' آپ کس طرح ان کی ضروریات پوری فرماتے اور کس طرح آپ بے آسروں کی مدد اور ہمدردی فرماتے تھے اس کا اندازہ حافظ ابن کثیر کے حوالے سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے اس مشاہدے سے لگائیے کہ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کپڑے کے ایک تاجر کو دیکھا تو اس سے چار دراھم میں ایک قمیص خریدی۔ اسے زیب تن فرما کر باہر نکلے تو اچانک ایک انصاری آدمی سامنے آیا اور عرض کرنے لگا۔ یا رسول اللہ ﷺ مجھے ایک عدد قمیص پہنائیے (شاید وہ ننگے جسم تھا) اللہ کریم آپ کو جنت کے کپڑوں میں سے قمیص پہنائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اور تو کوئی قمیص تھی نہیں وہی قمیص اتاری اور اس انصاری کو پہنا دی۔ پھر دوبارہ دکان پر تشریف لے گئے اور وہاں سے اپنے لیے مزید ایک قمیص چار دراھم میں خریدی۔ تاہم ابھی آپ کے پاس دو درھم باقی تھے۔ دکان سے نکل کر چلے تو راستے میں ایک باندی (لونڈی) کو روتے دیکھا۔ فرمایا کیوں رو رہی ہو اس نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میرے گھر والوں نے آٹا خریدنے کے لئے مجھے دو درھم دیے تھے وہ درھم مجھ سے ضائع ہو گئے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پاس بقیہ دو درھم اسے عنایت فرما دیے۔ (فرمایا ان سے آٹا خرید لو) حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے چلے تو وہ لونڈی بدستور رو رہی تھی۔ فرمایا اب کیوں روتی ہو جبکہ تمہیں دو درھم مل گئے ہیں اس نے عرض کیا اس خوف سے کہ گھر والے شاید مجھے ماریں گے۔)فرمایا چلو میں تمہارے ساتھ چلتا ہوں چنانچہ) آپؐ اس کے ساتھ اس کے گھر والوں کے پاس تشریف لائے۔ دروازے پر پہنچ کر اجازت لینے کے لئے آپ نے السلام علیکم کہا تو گھر والوں نے آپ کی آواز مبارک کو پہچان لیا (مگر جواب نہ دیا یا بالکل آہستہ دیا کہ سنائی نہ دیا) آپ نے دوبارہ سلام فرمایا (تو دوسری دفعہ بھی انہوں نے جواب نہ دیا یا بالکل آہستہ دیا کہ سنائی نہ دیا) پھر آپؐ تیسری مرتبہ سلام فرما کر لوٹنے لگے

Marfat.com

تو انہوں نے سلام کا جواب عرض کیا اور حاضر خدمت ہوئے۔ فرمایا تم نے پہلی مرتبہ میرا سلام نہیں سنا تھا وہ عرض کرنے لگے کیوں نہیں۔ یقیناً" سنا تھا مگر ہم نے چاہا کہ اس بہانے آپ اپنی زبان مبارک سے مزید ہم پر سلام فرمائیں گے اور یوں ہمارا مدعا پورا ہو گیا۔ اب ارشاد فرمایئے کہ آنجنابﷺ نے کس طرح قدم رنجہ فرمایا ہمارے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ فرمایا۔ تمہاری اس لونڈی کو ڈر تھا کہ کہیں تم اسے (دیر ہونے پر) سزا نہ دو۔ (اس لیے اسے کچھ نہ کہنے کی سفارش کرنے کے لئے آیا ہوں۔ اس لونڈی کے مالک نے عرض کیا۔ یا رسول اللہﷺ مارنا تو بعد کی بات ہے یہ آج سے ہمیشہ کے واسطے اللہ کی رضا کے لئے آزاد ہے کیونکہ آپؐ اس کے ساتھ چل کر تشریف لائے ہیں۔ تو آپؐ نے ان گھر والوں کو اس احسان پر نیکی اور جنت کی بشارت دی۔ (۸۱)

Marfat.com

حوالہ جات اور حواشی فصل سوم

۱۔ فرمایا "انا رحمۃ مہداۃ" میں اللہ کی بھیجی ہوئی رحمت ہوں
(الف) (طبقات ابن سعد: ۱: ۱۹۲ طبع بیروت)
(ب) مستدرک حاکم: ج ۱ ص ۳۵ طبع حیدر آباد دکن)

۲۔ الشیخ علی متقی ہندی: کنز العمال: ۷: ۱۳۸ حدیث ۹۶۴ طبع حیدر آباد

۳۔ عماد الدین اسماعیل ابی الفداء (م ۷۳۲ھ): کتاب المختصر فی اخبار البشر
المعروف تاریخ ابو الفداء ج ۱ ص ۱۵۳ مطبوعہ مطبعہ حسینیہ مصر

۴۔ ملا علی قاری: شرح الشفاء: ۱: ۲۶۷ مطبوعہ مکتبہ عثمانیہ

۵۔ (الف) قسطلانی: المواہب اللدنیہ: ۲: ۳۵۵
(ب) شیخ شبلنجی: نور الابصار فی مناقب آل بیت النبی المختار ص ۲۴ طبع قدیم

۶۔ ملا علی قاری: شرح الشفاء: ۱: ۲۸۹

۷۔ (الف) سنن داری: ۱: ۳۵ طبع دمشق ۱۳۴۹ھ
(ب) قسطلانی: المواہب اللدنیہ: ۲: ۳۴۵
(ج) ابن قیم: زاد المعاد: ۱: ۱۶۳

۸۔ (الف) شرح السنہ للبغوی ج ۱۳ ص ۲۴۵، ۲۴۶
(ب) حافظ ہیثمی: مجمع البحرین: ۶: ۱۹۱ - ۱۹۴

۹۔ (الف) بخاری: ۲: ۸۹۷ طبع دہلی
(ب) ابن جوزی: کتاب الحدائق: ۱: ۲۷۷ بیروت

۱۰۔ سید سلیمان ندوی: سیرۃ النبی ج ۲ ص ۲۰۸، ۲۰۹ لاہور ۱۹۷۵ء

۱۱۔ سنن ابی داؤد: ۲: ۳۴۹ (کتاب الجہاد)

۱۲۔ جامع ترمذی: ص ۲۶۱ طبع کراچی

۱۳۔ مشکوٰۃ المصابیح: ۴۴۷ طبع کراچی۔

Marfat.com

۱۴۔ امام بغوی : شرح السنہ : ۱۴: ۲۶۴ طبع بیروت ۱۴۰۳ھ

۱۵۔ امام یحییٰ بن شرف نووی : ریاض الصالحین : ۱۳۷ طبع لاہور

(ب) ولی الدین : مشکوۃ المصابیح : ص ۴۴۶ طبع ایچ سعید کمپنی کراچی

۱۶۔ احمد بن شعیب : سنن نسائی : ۲: ۵۳ طبع کراچی

۱۷۔ عام طور ہجرت نبوی کے بعد صرف انصار و مہاجرین کے درمیان "مواخات" کا ذکر کیا جاتا ہے حالانکہ سیرت نگاروں نے مکی دور میں بھی مسلمانوں کے درمیان حضورؐ کی قائم کردہ "مواخات" کا ذکر کیا ہے۔ ابن حبیب کے بیان کے مطابق حضورؐ نے یہ مواخات ایک دوسرے کی مواسات (غمخواری) کرنے اور حق کے رستے میں باہمی تعاون کرنے کی بنیاد پر قائم فرمائی تھی۔ اس مواخات میں غریب مسلمان زید بن حارثہ' بلال حبشی اور سالم مولی ابی خدیفہ بالترتیب اشراف قریش حضرت حمزہ بن عبدالمطلب' عبیدہ بن الحارث اور ابو عبیدہ ابن الجراح رضی اللہ عنہم کے بھائی قرار دیے گیے۔ (ابو جعفر محمد بن حبیب بغدادی متوفی ۲۴۵ھ : کتاب المحبر : ۷۰' ۷۱ طبع دارالافاق الجدیدہ' بیروت' لبنان)

۱۸۔ مولانا نعیم صدیقی۔ محسن انسانیت : ج ۲ : ص ۱۹۲' ۱۹۳ مکتبہ رحمانیہ سرگودھا ۱۹۶۰ء

۱۹۔ مسلم : ۲: ۳۲۹ طبع کراچی / شرح السنہ للبغوی : ۱۴: ۲۶۹

۲۰۔ جلال الدین سیوطی (م ۹۱۱ھ) الجامع الصغیر فی احادیث البشیر النذیر : ص ۷ طبع بیروت

۲۱۔ علی متقی ہندی : کنزالعمال : ۶: ۲۶۲

۲۲۔ جامع ترمذی ص ۳۴۰ طبع نور محمد کراچی

۲۳۔ صحیح ابن حبان : ۱: ۱۰۶

(ب) مشکوٰۃ المصابیح ص : ۵۸۰ طبع کراچی

(ج) امام حاکم نیشا پوری نے متعدد طرق سے اس واقعہ کو نقل کیا ہے۔ المستدرک للحاکم : ۳: ۳۹۰' ۳۹۱ طبع حیدر آباد دکن

۲۴۔ (الف) امام مسلم : صحیح مسلم : ۲: ۳۰۴ (کتاب الفضائل)

Marfat.com

(ب) ذہبی : سیر اعلام النبلاء : ۱ : ۳۹۳
۲۵- سیرت حلبیہ : ۳ : ۵۴ طبع مصر
۲۶- حافظ ابن حجر عسقلانی : الاصابہ فی تمیز الصحابہ : ۴ ۲۸۴' ۲۸۵ مصر
(ب) ابن عبدالبر : الاستیعاب : ۳ : ۱۱۹۸ طبع مصر
۲۷- علی متقی ہندی کنز العمال : ۶ : ۲۶۱
۲۸- جامع ترمذی : ۳۴۰ کراچی
۲۹- مشکوٰۃ المصابیح : ص ۴۴۶ طبع سعید کمپنی کراچی
۳۰- الامام ابی عوانہ یعقوب بن اسحاق الاسفرائنی (م ۳۱۶ھ) : مسند ابی عوانہ : ۱ : ۱۰۲ طبع بیروت توزیع مکہ مکرمہ
(ب) امام ابو یعلی احمد بن علی الموصلی (م ۳۰۷ھ) : مسند ابی یعلی : ۱ : ۳۵۵ حدیث ۷۵۲ طبع جدہ ۱۴۰۸ھ
(ج) حافظ ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ (م ۲۳۵ھ) : مصنف : ۱۳ : ۲۳۷ طبع ادارۃ القرآن کراچی ۱۹۸۶ء
(د) جامع ترمذی : ص : ۳۷۷ طبع نور محمد کراچی
۳۱- ابو نعیم اصبہانی حلیتہ الاولیاء : ۱ : ۳۴۷
۳۲- صحیح مسلم : ۲ : ۲۵۶ طبع قدیمی کتب خانہ کراچی
(ب) قاضی عیاض : الشفاء تعریف حقوق المصطفیٰ : ۱ : ۱۲۲ طبع مصر
(ج) ابوبکر احمد بن الحسین البیہقی (م ۴۵۸ھ) : دلائل النبوۃ : ج ۱ ص ۳۳۱ طبع مکتبہ اثریہ لاہور (عکس طبع بیروت)
۳۳- صحیح مسلم : ۲ : ۲۵۶
۳۴- سنن ابی داؤد : ۲ : ۳۶۶ اصح المطابع کراچی
۳۵- قاضی عیاض : الشفاء تعریف حقوق المصطفیٰ : ۱ : ۱۳۱
۳۶- المواہب اللدنیہ : ۲ : ۳۴۵
۳۷- مسند ابی یعلی : ۲ : ۳۹۷' ۳۹۸ حدیث ۳۴۵۹
۳۸- تاریخ الاسلام للذہبی ص : ۴۶۰ طبع بیروت

Marfat.com

۳۹۔ یہ نشری تقریریں "روشنی" کے نام سے ادارہ ثقافت اسلامیہ کلب روڈ لاہور کی طرف سے طبع ہو چکی ہیں۔

۴۰۔ احمد عبدالرحمن البناء: الفتح الربانی ترتیب مسند احمد: ۲۲: ۲۷ مصر

(ب) صحیح ابن حبان: ۱۰: ۵۱

۴۱۔ (الف) مسلم: ۲: ۲۵۴

(ب) ابن عبدالبر: الاستیعاب: ۱: ۵۴، ۵۵ طبع مکتبہ نہضہ مصر

۴۲۔ شمس الائمہ سرخسی: المبسوط: ۳۰: ۲۴۵ طبع مصر

۴۳۔ ابن اثیر الجزری: اسد الغابہ: ۲: ۲۶۹ طبع طہران

۴۴۔ مشکوۃ المصابیح: ص: ۲۵۸ طبع کراچی

۴۵۔ صحیح بخاری (کتاب الادب): ۲: ۸۸۴ طبع کرزن پریس دہلی

۴۶۔ مسلم شریف کتاب الزکوۃ باب الحث علی الصدقۃ ج ا ص ۳۲۷

۴۶الف (۴۶ الف) امام بغوی: الانوار فی شمائل النبی المختار: ۱: ۱۶۸

۴۷۔ مشکوۃ کتاب الادب باب الشفقۃ والرحمۃ علی الخلق ص ۴۲۴

۴۸۔ صحیح مسلم (کتاب اللقطہ) ج ۲ ص ۸۱ طبع قدیمی کتب خانہ کراچی۔

(ب) سنن ابی داؤد: ج ا ص ۲۳۴، ۲۳۵ (کتاب الزکوۃ) کراچی

۴۹۔ ابن حزم: المحلی: ۳: ۴۵۵ مسئلہ نمبر ۷۶۵ طبع مصر

۵۰۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ: عہد نبوی میں نظام حکمرانی: ص ۲۵۱ اور ۲۵۷ طبع کراچی (بحوالہ المبسوط للسرخسی ج ۱۰ ص ۹۱، ۹۲

(ب) امام محمد بن حسن شیبانی (السیر الکبیر: ۱: ۹۶ (باب ملۃ المشرک) طبع قاہرہ ۱۹۷۵ء

۵۱۔ بخاری (کتاب المغازی) ثمامہ بن اثال کے قبول اسلام کا واقعہ بھی حضورؐ کے حسن اخلاق کا ایک شاہکار ہے۔

۵۲۔ سلیمان بن اشعث ابی داؤد م ۲۷۵ھ: سنن ابی داؤد ا: ۳۵۲ (کتاب الجہاد) اصح المطابع کراچی

(ب) مسند امام احمد: ۴: ۱۴۷ طبع قدیم مصر

Marfat.com

(ج) سنن نسائی (کتاب القضاء) ۲۶۶ طبع نور محمد کراچی
(د) سنن ابن ماجہ کتاب التجارات
۵۳۔ صحیح بخاری: ۱: ۴۹۴ طبع دہلی
۵۴۔ سنن ابی داؤد: ج ۱ ص: ۳۲۵ طبع کراچی
۵۵۔ صحیح بخاری (کتاب النکاح): ج ۲: ۷۶۱، ۷۶۲ طبع کراچی
(ب) صحیح مسلم (کتاب النکاح) ج ۱: ۴۵۷ طبع کراچی
۵۶۔ صحیح بخاری: ۱: ۳۷۹ (کتاب الشروط)
۵۷۔ ایک وسق ۶۰ صاع کا ہوتا ہے اور ایک صاع تقریباً" چار سیر کا۔
۵۸۔ صحیح بخاری جلد اول کتاب فی الاستقراض باب اذا قاص اوجازفہ فی الدین تمرا" بتمرا وغیرہ ص ۳۲۲
۵۸۔ا (۵۸ الف) واقدی: کتاب المغازی: ۱: ۴۰۱۔ ۴۰۳ طبع آکسفورڈ
۵۹۔ مشکوٰۃ المصابیح (باب الافلاس والانظار) ص ۲۵۱ طبع کراچی
۶۰۔ صحیح بخاری: ۲: ۹۹۷ (کتاب الفرائض)
۶۱۔ مشکوٰۃ المصابیح (باب الافلاس والانظار) ص ۲۵۱ طبع کراچی
۶۲۔ ایضاً"
۶۳۔ ایضاً"
۶۴۔ صحیح ابن حبان: ۷: ۸۹
(ب) شیخ علی متقی: کنزالعمال: ۷: ۱۲۲ تا ۱۲۴
(ج) ابوبکر احمد بن الحسین البیہقی (م ۴۵۸ھ): دلائل النبوۃ: ج ۱ ص ۳۴۹ طبع مکتبہ اثریہ لاہور (عکس طبع بیروت)
۶۴ ا۔ (۶۴ الف) الماوردی: اعلام النبوۃ ص ۲۱۲ طبع ازہر
(ب) علامہ یوسف نبہانی: جواہر البحار: ۳: ۶
۶۵۔ جامع ترمذی (شمائل) ص ۹۷، ۵۹۶ طبع کراچی
۶۶۔ احمد عبدالرحمٰن البناء۔ الفتح الربانی ترتیب مسند احمد ج: ۲۲: ۳۲، ۳۳
(ب) ابن کثیر: السیرۃ النبویہ: ۴: ۶۶۷ طبع بیروت لبنان

Marfat.com

۶۷۔ طبقات ابن سعد : ۴ : ۳۲۹

۶۸۔ مکاتبت کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ غلام اپنی آزادی کے بدلے میں مالک کو کچھ معاوضہ دیتا ہے۔

(۶۸ الف) ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے اور ایک درہم تقریباً" ۳'۴ ماشہ کا

۶۹۔ (الف) شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا : خصائل نبوی اردو شرح شمائل ترمذی ص ۲۱ تا ۲۳ (ملخص) طبع مکتبہ الشیخ کراچی ۱۴۰۹ء

(ب) حافظ ذہبی : سیر اعلام النبلاء : ۱ : ۳۶۷

۷۰۔ (الف) عزالدین ابن اثیر الجزری (م ۶۳۰ھ) : اسد الغابہ : ۲ : ۳۳۱

(ب) مستدرک حاکم : ۳ : ۵۹۸ طبع حیدر آباد دکن

(ج) حافظ ذہبی : سیر اعلام النبلاء : ۱ : ۳۹۳

۷۱۔ علامہ حلبی : سیرت حلبیہ : ۲ : ۲۳۴ طبع مصر ۱۳۸۴ھ / ۱۹۶۴ء

۷۲۔ امام محمد بن یوسف الصالحی الشامی : سبل الہدی والرشاد فی سیرۃ خیر العباد : ۳ : ۳۸۶ طبع قاہرہ

۷۳۔ صحیح مسلم : ۲ : ۴۱۹ طبع قدیمی کتب خانہ کراچی

۷۴۔ (الف) امام محمد بن یوسف الصالحی الشامی (م ۹۴۲ھ) سبل الہدی والرشاد فی سیرۃ خیر العباد : ۳ : ۳۸۶ طبع قاہر ۱۳۹۵ھ / ۱۹۷۵ء

(ب) السیرۃ النبویہ لابن کثیر : ۲ : ۲۷۰ قاہرہ

۷۵۔ سیرت حلبیہ : ۲ : ۲۴۸ طبع مصر

(ب) سہیلی : روض الانف : ۲ : ۲۲۸ طبع مصر

(ج) اسد الغابہ : ۲ : ۸۰، ۸۱ طبع طہران

(د) محمد بن یوسف الصالحی الشامی : سبل الہدی والرشاد : ۳ : ۳۹۰ طبع قاہرہ

(ھ) السمہودی : وفاء الوفاء باخبار دار المصطفی : ۱ : ۲۵۶ طبع بیروت ۱۹۷۱ء

۷۶۔ ابوالقاسم عبدالرحمن بن عبداللہ السہیلی م ۵۸۱ھ : روض الانف : ۲ :

Marfat.com

(ب) نور الدین علی بن احمد السمودی م ۹۱۱ھ : وفاء الوفاء باخبار دار المصطفیٰ : ۱:
۲۶۴ طبع بیروت لبنان ۱۳۹۳ھ / ۱۹۷۱ء
(ج) السیرۃ النبویہ لابن کثیر : ۲ : ۲۷۷ قاہرہ

۷۷۔ ابن اثیر الجزری : اسد الغابہ : ۲ : ۸۱ طبع طہران

۷۸۔ قاضی عیاض : الشفاء تبعریف حقوق المصطفےٰ : ۱ : ۱۱۲
(ب) مسلم : ۲ : ۲۵۳

۷۹۔ (الف) مسلم شریف : ۲ : ۲۸' ۲۹ (باب بیع البعیر واستثناء رکوبہ)
(ب) واقدی : کتاب المغازی : ۱ : ۳۹۹ طبع آکسفورڈ

۸۰۔ ایضاً

۸۱۔ البدایہ والنہایہ : ۶ : ۴۱ : ۴۲ :
بیروت)

Marfat.com

فصل چہارم

اصحابِ صُفہ کا خیال اور خبر گیری

اصحاب صُفہ ان فقراء و مساکین صحابہ کو کہا جاتا تھا جن کا مدینہ منورہ میں کوئی گھربار نہ تھا۔ نہ ہی انہیں گھربار اور مال و متاع کی چنداں خواہش تھی دنیا کے نہ ہونے پر انہیں کسی قسم کا غم نہ تھا۔ وہ اپنے فقر اور عقبیٰ کی ان عظیم نعمتوں پر راضی تھے جن کی حضورؐ نے انہیں خبر دی تھی۔ ہمہ وقت بارگاہ نبوی میں رہ کر تعلیم حاصل کرنا ان کا سب سے بڑا مشن تھا۔ ان ''اضیاف الاسلام'' کے لئے حضورﷺ نے مسجد نبوی کے ایک کونے میں ایک سایہ دار چبوترہ بنوا دیا تھا وہ اسی میں سوتے اور دن رات رہتے تھے ان کے فقر و فاقہ اور افلاس کا یہ عالم تھا کہ بعض اوقات کھڑے ہونے کی سکت نہیں رکھتے تھے اور دوران نماز ہی گر پڑتے تھے۔ (۱)

حضرت ابو ہریرہؓ جو خود بھی اصحابِ صُفہ میں داخل تھے' اصحاب صفہ کی تنگ دستی کا حال بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میں نے اصحاب صفہ میں سے ایسے ستر آدمیوں کو دیکھا ہے جن میں سے کسی ایک کے پاس بھی پوری چادر نہ تھی۔ ان کے پاس یا تو صرف تہہ بند ہوتا تھا یا کمبل جسے انہوں نے گردنوں کے ساتھ باندھ رکھا ہوتا تھا۔ وہ کمبل بعض حضرات کی نصف پنڈلیوں اور بعض کے ٹخنوں تک پہنچتا تھا وہ کمبل کو اس خوف سے پکڑے رہتے تھے کہ کہیں ستر نہ کھل جائے (۲)

جب تک فتوحات کا دروازہ نہیں کھلا تھا اور عام خوشحالی کا آغاز نہیں ہوا تھا حضورﷺ نے ان کی معاش کا یہ انتظام کر رکھا تھا کہ رات کو بعض صاحب

Marfat.com

حیثیت صحابہ پر انہیں تقسیم فرما دیتے۔ وہ ایک ایک دو دو چار چار اور لیکن حضرات اس سے بھی زیادہ کو اپنے ساتھ لے جاتے اور انہیں کھانا کھلاتے (۳) حضرت ابو ہریرہؓ کا بیان ہے کہ پھر بھی دس کے لگ بھگ جو آدمی بچ جاتے حضور ان کو اپنے کھانے میں شامل فرما لیتے (وفاء الوفاء للسمهودی ج ۲ ص ۲۵٦)

در نبوی پر پڑے ہوئے ان شیدایان اسلام اور فدایان رسول کے متعلق حضورؐ کا اپنا عمومی رویہ یہ تھا کہ جب آپؐ کے پاس صدقہ کی قسم سے کوئی چیز آتی تو سب کی سب ان کی طرف بھیج دیتے اور خود اسے ہاتھ تک نہ لگاتے اور جب کوئی ہدیہ آجاتا تو اس سے خود بھی تناول فرماتے اور اصحاب صفہ کو بھی شریک کرتے (۴)

علاوہ ازیں انصاری حضرات اصحاب صفہ کے لئے کھجوروں کے خوشے بھی مسجد میں لٹکا دیتے جن سے وہ حسب خواہش کھا لیتے (۴ الف)

اہلِ صُفہ کو ترجیح

علاوہ ازیں بھی عموماً" یہی ہوتا کہ پہلے اصحاب صفہ کو کھلاتے بعد میں خود نوش فرماتے۔ حضورؐ کو اصحاب صفہ کا کتنا خیال تھا اور انہیں کس طرح اپنی ذات پر اور اپنے اہل و عیال پر ترجیح دیتے تھے اس کا اندازہ ابن سعد کی اس روایت سے لگایئے جو حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے۔ ابو ہریرہ کا بیان ہے کہ ایک رات حضورؐ اپنے گھر سے نکل کر ہماری طرف تشریف لائے۔ مجھے فرمایا کہ سب اصحاب صفہ کو بلا لاؤ (۵) اس وقت سب سو چکے تھے۔ بہر کیف میں نے ایک ایک کرکے سب کو جگایا اور ہم سب حضورؐ کے دروازے پر آگئے اجازت لے کر اندر گئے تو آپؐ نے ہمارے سامنے ایک بڑا پیالہ رکھ دیا جس میں جو سے تیار کردہ ایک کھانا تھا۔ فرمایا بسم اللہ پڑھو ہم نے اس میں سے حسب منشا کھایا پھر ہم نے ہاتھ کھینچ لیے۔ پیالہ ہمارے سامنے رکھتے ہوئے حضورؐ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے آل محمدؐ کے

Marfat.com

گھر میں اس کھانا کے سوا جسے تم دیکھ رہے ہو' کوئی چیز نہیں۔ دست نبوی لگنے سے کھانے میں اللہ نے اتنی برکت ڈال دی تھی کہ سب نے سیر ہو کر کھایا اور پیالہ ابھی جوں کا توں تھا۔ (٦)

اصحاب صفہ کا بچا کھچا دودھ پینا

حضورؐ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اصحاب کا کتنا خیال تھا اس کا اندازہ درج ذیل ایمان افروز واقعہ سے لگائیے۔

حضرت ابو ہریرہؓ قسمیہ بیان کرتے ہیں کہ میں بھوک کی وجہ سے اپنے جگر کو تھامے زمین پر گرا پڑا رہتا۔ مجھے شدت بھوک کی وجہ سے پیٹ پر پتھر باندھنا پڑتا۔ چنانچہ ایک دن میں اس رستے پر بیٹھ گیا جہاں سے صحابہ گزرتے تھے (تاکہ کوئی دعوت دے دے اور کھانے کی "صلح" مارے مگر کسی نے بھی میرا مقصد نہ سمجھا) بالآخر میرے پاس سے حضورﷺ گزرے تو آپؐ نے مجھے یوں بیٹھا دیکھ کر تبسم فرمایا اور جو کچھ میرے چہرے پر اور میرے دل میں تھا اسے پہچان لیا۔ فرمایا ابو ہریرہؓ میرے ساتھ آجاؤ۔ میں آپؐ کے پیچھے پیچھے ہو لیا۔ آپؐ اپنے دولت خانہ میں داخل ہوئے پھر مجھے اندر آنے کی اجازت دی میں داخل ہوا تو آپؐ نے ایک پیالہ میں دودھ پایا۔ آپ نے گھر والوں سے دریافت فرمایا کہ یہ دودھ کہاں سے آیا ہے انہوں نے بتایا کہ فلاں صاحب نے آپ کے لئے ہدیہ بھیجا ہے۔ آپؐ نے مجھے فرمایا ابو ہریرہؓ اصحاب صفہ کے پاس جاؤ اور سب کو میرے پاس بلا لاؤ۔ حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ یہ اہل صفہ اسلام کے مہمان تھے یہ لوگ اپنے اہل و عیال اور کسی قسم کا مال نہیں رکھتے تھے۔ نہ ہی کسی دوسرے آدمی کے پاس ٹھہرتے تھے بلکہ مستقل مسجد میں ہی رہتے تھے۔ حضورؐ کے پاس جب کوئی صدقہ آتا تو سیدھا ان کے پاس بھیج دیتے اس میں سے خود کوئی چیز تناول نہ فرماتے اور جب کوئی ہدیہ آتا تو ان لوگوں کو بلاتے اس میں سے خود بھی کھاتے اور انہیں بھی شریک فرماتے۔ اصحاب صفہ کو بلا لانے والی بات مجھے اچھی نہ لگی۔ میں نے دل میں کہا یہ

Marfat.com

تھوڑا سا دودھ تمام اہلِ صُفہ کو کیا کرے گا۔ اس کے پینے کا تو میں زیادہ حقدار تھا۔ جب وہ سب آجائیں گے تو امید نہیں ہے کہ میرے واسطے بھی کوئی چیز بچے۔ بہر کیف اللہ و رسولﷺ کی اطاعت کے سوا کوئی چارہ کار نہ تھا۔ میں اصحاب صفہ کے پاس آیا اور سب کو بلا لایا۔ سب لوگ اجازت لیکر اندر داخل ہوئے اور اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ گئے۔ آپ نے فرمایا ابو ہریرہؓ یہ پیالہ پکڑو اور سب کو پلاؤ۔ ابو ہریرہؓ کہتے ہیں میں نے پیالہ پکڑا اور سب کو باری باری پلانے لگا۔ جب ایک آدمی سیر ہو جاتا تو میں پیالہ دوسرے آدمی کے ہاتھ میں تھما دیتا۔ میں پلاتے پلاتے آخر میں حضورﷺ کے پاس پہنچا۔ دودھ میں اللہ نے اتنی برکت ڈالی کہ میرے اور آپؐ کے سوا سب نے سیر ہو کر پی لیا تھا۔ اب آپؐ نے پیالہ پکڑا اور اپنے ہاتھ پر رکھتے ہوئے میری طرف دیکھا اور تبسم فرمایا۔ پھر فرمایا ابو ہریرہؓ! میں نے عرض کیا لبیک یا رسول اللہﷺ فرمایا اب صرف میں اور تو باقی رہ گئے ہیں۔ میں نے عرض کیا آپؐ نے صحیح فرمایا ہے۔ فرمایا تو پھر بیٹھ جاؤ اور پیو۔ میں بیٹھ گیا۔ اور ایک مرتبہ دودھ پیا۔ فرمایا دوبارہ پیو میں نے پھر پیا آپؐ برابر مجھے فرماتے رہے کہ پیو پیو حتی کہ میں نے کہا: نہیں اس ذات کی قسم جس نے آپؐ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے اب کوئی گنجائش نہیں۔ فرمایا تو پھر مجھے دو میں نے پیالہ آپؐ کے حوالے کیا آپؐ نے بسم اللہ پڑھی اور بچا کھچا دودھ نوش فرمایا (۷)

اصحابِ صُفہ سیدہ فاطمہؓ الزہراء سے مقدم

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی لخت جگر سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے جتنا تعلق خاطر تھا جتنی ان کی خاطرداری فرماتے تھے جتنی ان سے محبت رکھتے تھے اور تعلیم امت کے لئے جتنا ان کا احترام فرماتے تھے وہ اہل علم سے مخفی نہیں۔ صرف ایک روایت امام بخاری کی پڑھ لیجئے۔ امام فرماتے ہیں۔

سیدہ فاطمہؓ جب بھی حضورﷺ کے ہاں تشریف لاتیں تو آپؐ احتراماً

Marfat.com

۔۔رے ہو جاتے بیٹی کو خوش آمدید کہتے۔ ان کی پیشانی پر بوسہ دیتے پھر انہیں اپنی نشست پر بٹھاتے اور جب کبھی حضورؐ ان کے ہاں تشریف لے جاتے تو وہ بھی بڑھ کر استقبال کرتیں۔ مرحبا کہتیں ہاتھ پکڑ کر بوسہ دیتیں اور اس کے بعد اپنی نشست پر بٹھاتیں سیدہ فاطمہ حضورؐ کی مرض الوفات میں آئیں تو آپ نے انتہائی علالت اور کمزوری کے باوجود انہیں مرحبا کہا اور بوسہ لیا (۸)

اس روایت سے آپؐ نے اس گہرے اور محبت بھرے تعلق کا کچھ اندازہ کر لیا ہو گا جو حضورؐ کو اپنی اس نیک بخت بیٹی سے تھا۔ اس کے باوجود سیدہ کے گھر میں افلاس کا یہ عالم تھا کہ گھر کا سارا کام کاج خاتون جنت کو خود کرنا پڑتا تھا۔ چکی خود پیستیں۔ پانی خود بھرتیں' کھانا خود پکاتیں کپڑے خود دھوتیں۔ چھوٹے بچوں کے نہلانے دھلانے کا کام اس کے علاوہ تھا (۹) مالی اعتبار سے سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ہاں اتنی گنجائش نہیں تھی کہ سیدہ کو کم از کم ایک خادم ہی رکھ دیں۔ ایک مرتبہ مال غنیمت میں بہت سے غلام اور کنیزیں آئیں تو حضرت علی المرتضیٰؓ نے سیدہ سے کہا کہ حضورؐ سب لوگوں کو غلام اور کنیزیں عنایت فرما رہے ہیں تم بھی ایک خادم کا مطالبہ کرو۔ سیدہ فاطمہؓ نے درخواست پیش کی تو فرمایا

لَا اُعْطِيكِ وَاَدَعَ اَهْلَ الصُّفَّةِ تَطْوِىْ بُطُوْنُهُمْ مِنَ الْجُوْعِ (۱۰)

(ایسا نہیں ہو سکتا کہ میں آپؐ کو دوں اور اہل صفہ کو اس حال میں چھوڑ دوں کہ بھوک سے ان کے پیٹ اکٹھے ہوئے جا رہے ہیں)

زرقانی کی صراحت کے مطابق آپؐ نے ساتھ یہ بھی فرمایا کہ بیٹی! میرے پاس تو ان اہل صفہ پر خرچ کرنے کو کوئی چیز نہیں۔ میں ان غلاموں کو فروخت کر کے یہ پیسہ ان فقراء پر خرچ کروں گا (۱۱)

بیٹی واپس چلی گئیں تو حضورؐ رات گئے دلجوئی کے لئے تشریف لائے اور فرمایا بیٹی ہر نماز کے بعد ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ' ۳۳ مرتبہ الحمد للہ اور ۳۴ مرتبہ اللہ

Marfat.com

اکبر کی تسبیح کر لیا کرو یہ خادم سے کہیں بہتر ہے (۱۲)

اَصحابِ صُفہ کی دلداری

اصحابِ صفہ جیسا کہ بیان ہوا' دنیوی اعتبار سے بے زر و مال اور فقیر و درویش لوگ تھے مگر ان کے باطن نور معرفت اور انوار الٰہی سے معمور تھے۔ وہ اس طرح فنافی اللہ ہو چکے تھے کہ ذکر الٰہی اور تعلیم و تعلم قرآن کے علاوہ کسی چیز میں انہیں سکون ہی نہیں ملتا تھا۔ حضورؐ کا ان کے ساتھ قلبی تعلق تھا۔ صرف یہی نہیں تھا کہ ان کے کھانے پینے کا کسی طرح انتظام کر دیا اور بس۔ بلکہ آپؐ ان کی دلداری اور دلجوئی کے لئے خود چل کر ان کے ہاں تشریف لے جاتے۔ ان کے حلقے میں بیٹھتے اور فرماتے مجھے تمہارے ساتھ بیٹھنے کا حکم دیا گیا ہے۔

مَعَکُمُ الْمَحْیَا وَالْمَمَاتَ (۱۳)

(میرا جینا اور مرنا تمہارے ساتھ ہے)

ابوالاثر حفیظ جالندھری مرحوم نے شاہنامہ اسلام میں اصحاب صفہ کے مرتبہ اور ان کے ساتھ حضورؐ کے تعلق کو یوں قلمبند کیا ہے۔

بلند ان کی نگاہیں فقر تھا ان کے شمائل میں
رسول اللہؐ اکثر بیٹھتے تھے ان کی محفل میں
روا رکھا نہ جاتا تھا کوئی بھی امتیاز ان سے
یہ بندے خاص تھے مسرور تھا بندہ نواز ان سے
جب ان کی صف میں شامل آپؐ خود بھی کملی والا ہو
جہاں میں رتبہ اصحاب صفہ کیوں نہ بالا ہو

معروف صوفی حضرت داتا گنج بخشؒ نے کشف المحجوب میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی یہ روایت لکھی ہے کہ

ایک دن حضورؐ اصحابِ صفہ کے پاس کھڑے ہو گئے ان کے فقر اور مالی تنگی کا ملاحظہ فرمایا تو ان کی ان وقتی اور عارضی پریشانیوں کا غم ہلکا کرتے ہوئے فرمایا اے اصحاب صفہ! تمہیں خوشخبری ہو صرف تمہیں نہیں بلکہ میری امت کا جو

Marfat.com

آدمی بھی اس طرح زندگی گزارے گا جس طرح تم گزار رہے ہو اور پھر اس پر راضی بھی ہو گا تو وہ جنت میں میرے رفیقوں (دوستوں) میں شامل ہو گا (۱۴)

حضرت ابو سعید خدریؓ کا بیان ہے کہ ایک دن حضور ﷺ ہم اہل صفہ کے پاس تشریف لائے اس وقت ہمارا ایک ساتھی ہمارے سامنے تلاوت کر رہا تھا اور دعا مانگ رہا تھا۔ ہم پھٹے پرانے اور جسموں پر ایک آدھ کپڑا ہونے کی وجہ سے ایک دوسرے کے پیچھے چھپ رہے تھے کہ کہیں ستر نہ کھل جائے۔ حضور ﷺ نے ہاتھ سے اشارہ فرمایا کہ حلقے کی شکل میں بیٹھ جاؤ ہم بیٹھ گئے تو پوچھا تم کیا کر رہے تھے ہم نے عرض کیا ہمارے یہ ساتھی ہمیں قرآن سنا رہے تھے اور دعا کر رہے تھے۔ فرمایا تم حسب سابق تلاوت و دعا میں مشغول رہو اور خود بھی انہی کے ساتھ بیٹھ گئے پھر بطور تحدیث نعمت فرمایا کہ اس اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے جس نے میری امت میں ایسے عظیم المرتبہ لوگ بھی پیدا فرما دیے ہیں۔ جن کے ساتھ مجھے بھی بیٹھنے کا حکم ہوا ہے۔ پھر فرمایا۔

فقراء مہاجرین کو قیامت کے دن اغنیاء سے پانچ سو سال قبل جنت میں داخلے کی بشارت ہو۔ یہ فقراء جنت کے مزے لے رہے ہوں گے اور اغنیاء ابھی تک حساب کتاب میں پھنسے ہوئے ہوں گے۔ (۱۵)

Marfat.com

حوالہ جات فصل چہارم

۱۔ (الف) حافظ ابو نعیم احمد بن عبداللہ اصبہانی (م ۴۳۰ھ) : حلیتہ الاولیاء : ۱ : ۳۳۹ طبع مصر ۱۳۵۱ھ / ۱۹۳۲ء

(ب) السمہودی م ۹۱۱ء : وفاء الوفاء : ۲ : ۴۵۳ طبع بیروت ۱۹۷۱ء

۲۔ (الف) صحیح بخاری : ۱ : ۶۳ (کتاب الصلوۃ باب نوم الرجال فی المسجد) طبع دہلی

(ب) حافظ ابو نعیم اصبہانی' حلیتہ الاولیاء : ۱ : ۳۴۱

۳۔ (الف) طبقات ابن سعد : ۱ : ۲۵۵

(ب) حلیتہ الاولیاء لابی نعیم : ۱ : ۳۴۱ ' ۳۳۸

(ج) المحلی لابن حزم : ج ۳ : ۴۵۴ طبع مصر

(د) کتانی : نظام الحکومتہ النبویہ : ۱ : ۴۷۵ بیروت

۴۔ حلیتہ الاولیاء لابی نعیم اصبہانی : ۱ : ۳۳۹

۴/۱۔ (۴ الف) کتانی نظام الحکومتہ النبویہ : ۱ : ۴۷۹

۵۔ اصحاب صفہ کی تعداد میں اختلاف ہے۔ تعداد میں کمی بیشی ہوتی رہتی تھی۔ شیخ کتانی کے مطابق تیس سے لیکر چار سو تک اور ایک روایت میں نو سو تک بھی رہی۔ (نظام الحکومتہ النبویتہ : ۱ : ۴۸۰)

۶۔ طبقات ابن سعد : ۱ : ۲۵۶

۷۔ (الف) محی الدین ابوزکریا یحیی بن شرف نووی : ریاض الصالحین : ۲۲۷ ' ۲۲۸ مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور ۱۴۰۰ھ / ۱۹۸۱ء

(ب) مستدرک حاکم : ۳ : ۱۵ ' ۱۶ طبع حیدر آباد دکن

(ج) السمہودی : وفاء الوفاء باخبار دار المصطفی : ۲ : ۴۵۴ طبع بیروت ۱۹۷۱ء

(د) حافظ ذہبی سیر اعلام النبلاء : ۲ : ۲۲۷

Marfat.com

۸۔ امام بخاری: الادب المفرد: ۱۴۳ طبع بیروت، لبنان
(ب) جامع ترمذی: ص ۵۵۰ (ابواب المناقب)

۹۔ کاش ہماری خواتین بھی سیدۃ نساء اھل الجنۃ (جنتی عورتوں کی سردار) کے اس اسوہ کو اپنائیں۔

۱۰۔ قسطلانی: المواہب اللدنیہ: ۲: ۳۷۳ / بخاری: ۱: ۴۳۹

۱۱۔ محمد بن عبدالباقی الزرقانی: شرح المواہب اللدنیہ: ۴: ۳۰۲ طبع مصر، ۱۳۲۷ھ

۱۲۔ ایضاً

۱۳۔ ابونعیم اصبہانی: حلیۃ الاولیاء: ۱: ۳۴۵ طبع مصر
(ب) السمہودی م ۹۱۱ھ: وفاء الوفاء: ۲: ۲۵۴ طبع بیروت

۱۴۔ علی بن عثمان ہجویری المعروف بہ داتا گنج بخش: کشف المحجوب (فارسی): ص ۶۷ طبع اسلامک بک فاؤنڈیشن سمن آباد لاہور۔

۱۵۔ حلیۃ الاولیاء: ۱: ۳۴۲

Marfat.com

فصل پنجم

یتیموں پر شفقت

ہر انسانی معاشرے میں ایک انتہائی کمزور اور بے یار و مدد گار طبقہ یتیم بچوں کا بھی ہوتا ہے جن کے آباء کا سایہ سر سے اٹھ چکا ہوتا ہے۔ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل یہ طبقہ انتہائی مظلوم تھا۔ یتیم بچے چونکہ بچے ہوتے تھے اپنے نفع و نقصان کو نہیں سمجھ پاتے تھے اس لیے باپ کے انتقال کے بعد جو لوگ ان کے سرپرست یا ولی بنتے وہ یتیم بچوں کا مال کھا جاتے۔ اپنے ناقص مال کو یتیم بچوں کے عمدہ مال سے تبدیل کر لیتے۔ یتیم کے مال کے نظم و نسق کے صلے میں بہت زیادہ مال رکھ لیتے یتیم بچیوں سے نکاح کرتے مگر ان کے حقوق ادا نہ کرتے اور نہ ان سے انصاف کرتے۔ یتیم بچوں کو نہ خود کھلاتے اور نہ کسی دوسرے کو اس کی ترغیب دلاتے یتیم پر شفقت و ترحم اور اس کی تکریم کی بجائے اس کی توہین کرتے نبی رحمت ؐ جس دین رحمت اور کتاب رحمت کو لائے تھے اس میں یتیموں کے ساتھ ہمدردی ان کی خیر خواہی اور ان کے ساتھ حسن سلوک کی تفصیلی ہدایات دی گئیں۔ ان ساری ہدایات کی یہاں گنجائش نہیں مختصر یہ کہ یتیم کے مال ہڑپ کرنے کو قرآن نے بہت بڑا گناہ اور پیٹ میں آگ بھرنے کے مترادف قرار دیا۔ (۱) نیز جگہ جگہ ان کی مالی خدمت اور حقوق پورے کرنے پر زور دیا۔ قرآن نے صرف یتیم کی مالی اور مادی امداد پر ہی نہ ابھارا بلکہ ذہنی طور پر اور دل کی اتھاہ گہرائیوں سے ان کے احترام و اکرام کا حکم دیا تاکہ ان میں کسی قسم کا احساس کمتری نہ پیدا ہونے پائے۔ اس سے بڑھ کر یتیم کو کیا درجہ دیا جا سکتا ہے کہ اس کی توہین

Marfat.com

کرنے اور از راہِ حقارت اسے دھکے دینے کو قرآن نے "دین کی تکذیب" قرار دیا (۲)

اللہ کریم نے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کو چونکہ ساری دنیا کے یتیموں کا والی اور فریاد رس بنانا تھا شاید اسی لیے آپؐ کو یتیم پیدا کیا گیا اور سب سے پہلے آپ کو یتیمی کی خاردار وادی سے گزارا گیا۔ ایک تو آپؐ جبلی و طبعی طور پر سراسر رحمت ورافت تھے دوسرے یتیمی کی راہ سے عملاً "گزرنے پر اس مظلوم اور بے یارومددگار طبقہ کی تکالیف اور مصائب کا مزید احساس ہو گیا تھا۔ اللہ کریم نے آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کو آپؐ کی یتیمی بے سروسامانی اور غربت وافلاس کا زمانہ یاد دلاتے ہوئے ان غریب یتیموں اور ضرورت مند سائلوں کے ساتھ حسن سلوک اور مدارات کا حکم دیا۔

اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيماً فَاٰوٰى ○ ..... وَوَجَدَكَ عَائِلاً فَاَغْنٰى ○ فَاَمَّا الْيَتِيمَ فَلَا تَقْهَرْ ○ وَاَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ ○

(سورۃ والضحیٰ)

(کیا اللہ نے آپؐ کو یتیم نہیں پایا پھر اس نے آپؐ کو ٹھکانا دیا۔ اور اس نے آپ کو نادار پایا تو مالدار بنا دیا۔ تو آپؐ بھی یتیم پر سختی نہ کیجئے۔ اور سائل کو نہ جھڑکیے)

اس لیے آپؐ نے اللہ کی اس نعمت کا شکر ادا کرتے ہوئے ہمیشہ یتیم بچوں کے سر پر دست شفقت رکھا۔ باپ سے بڑھ کر انہیں پیار دیا اور کبھی انہیں محرومی کا احساس نہ ہونے دیا۔ آپؐ تو سارے مومنین کے واسطے بمنزلہ باپ کے تھے بھلا یتیم اور لاوارث بچوں کے لئے کیوں نہ ایک رحیم اور شفیق باپ کا کردار ادا فرماتے۔

سورۃ الاحزاب کی آیت نمبر ۶ "اَلنَّبِیُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ" الخ کے تحت علامہ آلوسی اور قرطبی وغیرہ نے بخاری کے حوالے سے یہ لکھا ہے کہ جب فتوحات ہونے لگیں اور بیت المال میں مالِ غنیمت آنے لگا تو آپ نے مذکورہ آیت

Marfat.com

کا حوالہ دیتے ہوئے اعلان عام فرمایا

مَنْ مَاتَ وَ تَرَکَ مَالاً فَلْیَرِثْہُ عَصَبَتُہُ مَنْ کَانُوْا فَاِنْ تَرَکَ دَیْنًا اَوْضِیَاعًا فَلْیَاْتِنِی فَاَنَا مَوْلَاہُ (۳)

(جو مومن بھی مال چھوڑ کر مرے گا اس کے وارث اس کے عصبہ (قریبی رشتہ دار) ہوں گے جو کوئی بھی ہونگے اور اگر وہ اپنے ذمہ دین (قرض) چھوڑ کر مرا یا بچے چھوڑ کر مرا تو وہ دین اور یتیم بچے میرے ذمہ۔ میں ہی ان کا والی ہوں گا)

صحیفہ ھمام بن منبہ کے الفاظ ہیں

فَاَیُّکُمْ تَرَکَ دَیْنًا اَوْضَیْعَۃً فَادْعُوْنِی فَاِنِّیْ وَلِیُّہُ الخ (۴)

(تم میں سے جو آدمی دین یا چھوٹے بچے چھوڑ کر مر جائے تو مجھے بلاؤ (اطلاع کرو) بیشک دین اور بچوں کے معاملے میں میں اس کا ولی ہوں۔ اور اگر مال چھوڑ کر مرا ہے تو وہ اس کے قریبی رشتہ داروں کا ہے)

حضورﷺ کا یہ اعلان آج کے کسی مطلب پرست خود غرض ابن الوقت اور مصنوعی خیر خواہ سیاستدان کا نہ تھا۔ جو ووٹ کی خاطر دوران الیکشن طرح طرح کے سبز باغ دکھاتا اور پر کشش وعدے اور اعلان کرتا ہے۔ جب غریب کے ووٹ سے اسمبلی میں پہنچ جاتا ہے تو اس کے بعد اس منافق اور مفاد پرست کی حالت کچھ یوں ہوتی ہے کہ تو کون اور میں کون۔ مندرجہ بالا اعلان یا بیان اس لجپال غریب نواز اور یتیم پرور رسولﷺ کا تھا جو زبانی دعوؤں کا نہیں بلکہ عمل اور صرف عمل کا قائل تھا۔ وہ ایک فیصد کہتا تھا اور سو فیصد بلکہ اس سے بھی زیادہ اس پر عمل کرتا تھا۔ آپؐ کی یتیموں پر یہ بے مثال شفقت کوئی مدنی زندگی کے ساتھ خاص نہیں۔ بلکہ یتیموں بے واؤں بے سہارا اور بے آسرا لوگوں کی ہمدردی و غمخواری شروع سے آپؐ کی پہچان تھی۔ پہچان ہی نہیں آپؐ کی طبیعت ثانیہ تھی۔ سیدہ خدیجہ نے ابتدائی وحی میں یہی بات کہہ کر آپ کو تسلی دی تھی کہ اللہ آپؐ کو ضائع نہیں

Marfat.com

فرمائے گا۔ کیونکہ تَحمِلُ الکَلَّ وَتَکسِبُ المَعدُومَ ... الخ
(بخاری ۱:۱: ۳: باب بدء الوحی)

(آپؐ بے یارو مدد گار اور بے سہاروں کا بوجھ اٹھاتے اور ناداروں کو کما کر عنایت فرماتے ہیں۔)

اور پھر آپؐ کی اس یتیم پروری اور بے یارو مدد گار لوگوں کی داد رسی کی عام اور پرانی عادت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے آپ کے چچا خواجہ ابو طالب نے ایک طویل قصیدہ میں آپؐ کو یوں خراج عقیدت پیش کیا تھا۔

وَاَبیَضُ یُستَسقَی الغَمَامُ بِوَجهِهٖ
ثِمَالُ الیَتَامٰی عِصمَۃٌ لِلاَرَامِلِ

وہ گورے مکھڑے والا جس کے روئے زیبا کے واسطے سے ابر رحمت کی دعائیں مانگی جاتی ہیں۔ وہ یتیموں کا ماوی و ملجا اور فریاد رس وہ بیواؤں اور مساکین کا سرپرست اور حامی و محافظ

یتیم پروری کی نفسیاتی ترغیب

آنجناب نے خود بھی یتیموں کی تربیت فرمائی اور ان کا باپ بن کر دکھایا (جس کی چند مثالیں آگے آرہی ہیں) ساتھ ہی اپنے ماننے والوں کو بھی بڑے مؤثر اور دلکش پیرائے میں یتیم پروری کی تعلیم و تلقین فرمائی اور ترغیب دی۔ اس سلسلے کی ساری پیغمبرانہ تعلیمات کا ذکر تو یہاں باعث طوالت ہو گا البتہ چند ایک احادیث کا ذکر نامناسب نہیں ہو گا۔

آپ نے یتیم پروری کا شوق دلاتے ہوئے فرمایا

خَیرُ بَیتٍ فِی المُسلِمِینَ بَیتٌ فِیهِ یَتِیمٌ یُحسَنُ اِلَیهِ
وَ شَرُّ بَیتٍ المُسلِمِینَ بَیتٌ فِیهِ یَتِیمٌ یُسَاءُ اِلَیهِ (۵)

(مسلمانوں میں بہترین گھر وہ ہے جس میں کوئی یتیم (زیر کفالت) ہو جس کے ساتھ اچھا سلوک کیا جاتا ہو اور

Marfat.com

مسلمانوں کا بد ترین گھرانہ وہ ہے جس میں کوئی یتیم (زیر کفالت) ہو مگر اس کے ساتھ بد سلوکی کی جاتی ہو۔

کفالت پر معیتِ نبوی کی بشارت اور اس کی توجیہ

ایک اور حدیث میں حضورؐ نے یتیم کی کفالت کا وہ درجہ اور وہ اجر و ثواب بیان فرمایا ہے جو نہ نماز میں ہے نہ روزے میں' نہ زکوۃ میں نہ حج میں نہ جہاد میں اور نہ کسی دوسرے عمل میں۔ فرمایا

اَنَا وَ كَافِلَ الْيَتِيْمِ كَهَاتَيْنِ فِى الْجَنَّةِ(۶)

(میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں اس طرح اکٹھے اور برابر ہوں گے جس طرح یہ دو انگلیاں ہیں۔ (اور پھر دو انگلیوں کو ملا کر دکھایا)

ایک یتیم بچے کی کفالت پر ایک تو جنت کی ضمانت دوسرے جنت میں سید الاولین والآخرین خاتم النبین رحمتہ للعالمین شفیع المذنبین علیہ التحیتہ والتسلیم کی معیت کی بشارت اور معیت بھی برابر کی معیت بظاہر بڑی مشکل سی بات لگتی ہے۔ نماز روزے حج زکوۃ' وظائف و تسبیحات اور نوافل وغیرہ پر اتنی بڑی ضمانت اوربشارت کم از کم مجھے کہیں نظر نہیں آئی۔ ادھر نبوت کی زبان حق ترجمان سے نکلی ہوئی یہ بات العیاذ باللہ غلط بھی نہیں ہو سکتی تو اس کی توجیہہ کیا ہے حکیم ترمذیؒ نے نوادر الاصول میں جو اس کی توجیہ کی ہے وہ دل کو لگتی ہے۔ فرماتے ہیں اجر و ثواب میں سارے اعمال سے کفالت یتیم کے بڑھ جانے کی وجہ یہ ہے کہ یتیم اپنے باپ کے انتقال کے بعد اس کی طبعی محبت' لطف و عنایت اور اس کی حفاظت و نگرانی سے محروم ہو گیا ہے اور اب اللہ تعالیٰ اس کے سارے امور کا ولی ہے جو اسباب کی دنیا میں اسباب کے ذریعے ہی اس کے جملہ امور سرانجام دیتا ہے چنانچہ وہ یتیم کے ذریعے اپنے بندوں کا امتحان لیتا اور دیکھتا ہے کہ کون اس کا ولی و سرپرست بنتا ہے۔

ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں سوال کیا اے

Marfat.com

پروردگار عالم! تو بچے کے والدین کو وفات دے دیتا ہے جبکہ بچے کا کوئی پرسان حال نہیں ہوتا اور بیچارے کو یوں ہی بے یار و مددگار چھوڑ دیتا ہے۔ تیری یہ بے نیازی عقل و قیاس سے بالاتر ہے۔ باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے موسیٰ کیا تو اس بات پر راضی نہیں کہ میں خود اس کا کفیل ہوں۔ اس طرح یتیم کا کفیل خود خالق کائنات ہوا کیونکہ اسی نے اس کے دنیاوی اسباب کو منقطع کیا ہے۔ تو اب جو آدمی یتیم کی کفالت کی طرف ہاتھ بڑھاتا ہے تو گویا وہ اللہ کی طرف سے کفالت کا یہ کام کر رہا ہے نہ کہ اپنی طرف سے جیسا کہ انبیاء علیہم السلام اللہ کی طرف سے کام کرتے ہیں یعنی اس کی مخلوق تک اس کا پیغام ہدایت پہنچاتے ہیں اور جو آدمی یتیم کی کفالت کرتا ہے تو وہ اللہ کی طرف سے اس کام کو سرانجام دیتا ہے جس کی ذمہ داری خود اللہ کریم پر تھی۔ تو اس اعتبار سے وہ بھی اسی درجے میں آگیا جس میں انبیاء علیہم السلام ہیں اور ان کے قریب ہو گیا۔ پھر ظاہر ہے جنت میں کوئی ایسا مقام نہیں جو اس مقام سے زیادہ پر امن پر انوار پاکیزہ ترین اور پر مسرت ہو جس میں انبیاء علیہم السلام ہوں گے۔ جب یتیم کے کفیل کو مقام انبیاء کا قرب مل گیا تو معلوم ہوا کہ یتیم کی کفالت سے بڑی سعادت کون ہو سکتی ہے (۷)

سبحان اللہ! کسی یتیم کی کفالت کتنی بڑی چیز اور کتنی بری سعادت ہے۔ صاحب ثروت لوگ جہاں اپنے بچوں پر لاکھوں روپیہ خرچ کرتے ہیں۔ وہاں اگر کسی ایک یتیم بچے کی بھی صحیح تعلیم و تربیت کرکے اسے اپنے پاؤں پر کھڑا کر دیں تو جنت میں ان کے لئے معیت نبوی کی کتنی بڑی خوشخبری ہے

یتیم اور غریب پروری پر امام غزالیؒ کی تنبیہ

ہمارے معاشرے کا "ٹرینڈ" کچھ اس طرح کا ہو گیا ہے کہ مساجد مدارس اور درباروں پر تو بڑے کھلے دل سے پیسہ خرچ کرتے ہیں حالانکہ ان چیزوں کی زائد از ضرورت تعمیر اور نقش و نگار کی بجائے اگر کسی غریب مسکین اور یتیم کی "تعمیر" کر دی جائے تو یہ چیز عنداللہ زیادہ درجہ رکھتی ہے۔ امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ نے اسی چیز کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ بعض لوگ اپنے

Marfat.com

پڑوس میں ضرورت مندوں کو چھوڑ کر مساجد تعمیر کرانا بڑی نیکی تصور کرتے ہیں حالانکہ

صَرْفُ الْمَالِ اِلَیْھِمْ اَھَمُّ وَاَفْضَلُ وَ اَوْلٰی مِنَ الصَّرْفِ اِلٰی بِنَاءِ الْمَسَاجِدِ وَ زِیْنَتِھَا (۸)

(ضرورت مندوں اور فقراء پر پیسہ خرچ کرنا زیادہ ضروری' افضل اور اولیٰ ہے مساجد اور ان کی زینت پر پیسہ خرچ کرنے سے)

ہمارے سرمایہ دار اور صاحب حیثیت لوگ ہر سال حج اور عمرہ پر عمرہ کرنے کو بہت بڑی نیکی تصور کرتے ہیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ حج اور عمرہ بہت بڑی سعادت اور نیکی ہے مگر یہ اسی وقت ہے جب آپؐ کی برادری میں آپ کے پڑوس میں اور آپ کے شہر میں کوئی حاجت مند اور ضرورت مند نہ ہو ورنہ حج کا پیسہ اخلاص نیت سے کسی غریب مسکین اور یتیم پر خرچ کرنا حج سے کہیں زیادہ ثواب رکھتا ہے۔ اور یہ ایسا ثواب ہے جو یقینی ہے جبکہ حج یا دیگر عبادات کی قبولیت یقین کے درجے میں نہیں۔

امام غزالیؒ نے لکھا ہے کہ ایک آدمی حضرت بشر بن حارث (معروف صوفی) کو الوداعی سلام کہنے آیا اور کہا حضرت! میں حج پر جا رہا ہوں مجھے کوئی وصیت یا نصیحت فرمائیے۔ انہوں نے پوچھا تو نے حج پر خرچ کے لئے کتنا پیسہ اکٹھا کیا ہے اس نے کہا دو ہزار درھم۔ پھر آپؐ نے پوچھا تیرا حج سے مقصود کیا ہے اس نے کہا اللہ کی خوشنودی۔ آپؐ نے فرمایا اگر اللہ کی خوشنودی تجھے گھر بیٹھے بٹھائے مل جائے سفر کی مشقتوں سے بھی بچ جائے اور پھر اللہ کی یہ خوشنودی ہو بھی یقینی تو کیا تو ایسا کرے گا۔ اس نے کہا ہاں۔ فرمایا اچھا جا اور یہ پیسہ کسی مقروض' کسی فقیر' کسی عیالدار آدمی' یا کسی یتیم پر خرچ کرکے اس کے دل کو خوش کر دے۔

فَاِنَّ اِدْخَالَکَ السُّرُوْرَ عَلٰی قَلْبِ الْمُسْلِمِ وَ اِغَاثَۃَ اللَّھْفَانِ وَ کَشْفَ الضُّرِّ وَ اِعَانَۃَ الضَّعِیْفِ اَفْضَلُ مِنْ

Marfat.com

ماة حجة الاسلام (۹)

(کیونکہ تیرا کسی مسلمان آدمی کے دل کو خوش کرنا کسی غم زدہ کی امداد کرنا کسی کی تکلیف رفع کر دینا یا کسی کمزور آدمی کی اعانت کرنا سو نفل حجوں سے افضل ہے)

ٹھیک کہا ہے ایک صوفی نے

دل بدست آور کہ حج اکبر است
از ہزاراں کعبہ یک دل بہتر است

خیر بات تھوڑی سی دور نکل گئی۔ بات ہو رہی تھی یتیم پروری کے سلسلے میں تعلیمات نبوی کی۔ آپؐ کی مخلصانہ تعلیمات ہدایات اور نمونہ عمل سے یتیموں کے دن پھر گئے ان کے لئے زندگی کا موسم بہار آگیا۔

حضورؐ کی ان تعلیمات اور یتیموں کے ساتھ حضورؐ کے مشفقانہ ذاتی برتاؤ نے عربوں کی کایا پلٹ کر رکھ دی۔

وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوت ہادی
عرب کی زمیں جس نے ساری ہلا دی

وہی دل جو اب تک بیکس یتیموں کے لئے پتھر سے بھی زیادہ سخت تھے، موم سے زیادہ نرم ہو گئے۔ ہر صحابی کا گھر ایک مستقل یتیم خانہ بن گیا۔ ایک ایک یتیم کی پرورش کے لئے کئی کئی ہاتھ بڑھنے لگے اور ہر ایک اس کی کفالت اور پرورش کے لیے اپنی آغوش محبت پیش کرنے لگا۔

بشیر بن عقبہؓ کی یتیمی اور حضورؐ کا باپ بننا

اب ذرا آیئے یتیم پروری کے سلسلے میں حضورؐ کے ذاتی عمل اور نمونہ کی طرف اور دیکھیے کہ کس محبت اور شفقت سے آپؐ نے یتیموں کی پرورش اور کفالت فرمائی۔ حافظ نور الدین ہیثمی کی مجمع الزوائد میں ہے:

بشیر بن عقبہ الجہنیؓ کہتے ہیں: میں غزوہ احد کے دن حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھا یا رسول اللہ ﷺ میرے باپؓ کا کیا ہوا آپؐ نے فرمایا "

Marfat.com

انہوں نے جامِ شہادت نوش کر لیا ہے اللہ ان پر اپنی رحمتیں اور برکتیں نازل فرمائے۔"

یہ سن کر میں رونے لگا تو حضورؐ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے پکڑا میرے سر پہ دست شفقت پھیرا اور مجھے اپنے ساتھ سوار کر لیا۔ پھر فرمایا:

اَمَا تَرْضٰی اَنْ اَکُوْنَ اَنَا اَبُوْکَ وَ تَکُوْنُ عَائِشَةُ اُمُّکَ

(رواہ البزار) (۱۰)

(اے بشیر!) کیا تو اس بات پر راضی نہیں کہ میں تیرا باپ اور سیدہ عائشہ تیری ماں ہوں

بشیر! تیرے مقدر پر قربان۔ تیرا باپ شہید کیا ہوا وہ تو تیرے بخت جگا گیا اور تیری قسمت کو چار چاند لگا گیا۔ تمہیں دنیا بھر کے یتیموں کے والی کی براہ راست نگرانی میں آنے کی سعادت مل گئی۔ اس کے بعد یتیم بشیر کے ساتھ حضورؐ کا کیا رویہ رہا اس سے حدیث خاموش ہے مگر عقل مانتی ہے کہ اس لجپال نبیؐ نے یقیناً" اسے لاڈ پیار سے پالا ہو گا اور اس کی جملہ ضروریات کو فراہم کرتے رہے ہوں گے کیونکہ یتیموں بے سہاروں اور لاوارثوں کے ساتھ ہمدردی اور غمخواری کے معاملے میں میرا محبوبؐ عمل کا قائل تھا نہ کہ صرف تقریر کا۔

عید کے دن ایک یتیم کی دلداری

اسی قسم کا ایک اور واقعہ جو مجھے اگرچہ کسی حدیث یا سیرت کی کتاب میں تو ابھی تک نظر نہیں آیا تاہم عربی ادب کی ایک معروف کتاب "القلیوبی" جو اکثر عربی مدارس میں داخل نصاب ہے۔ اور جس کو علماء عرصہ دراز سے پڑھتے پڑھاتے آ رہے ہیں۔ اس لیے غالب گمان یہی ہے کہ اس کی کوئی نہ کوئی اصل ضرور ہو گی اگرچہ میرے علم میں نہیں۔ چنانچہ اس میں ہے کہ ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز عید کے لئے نکلے تو آپؐ نے دیکھا کہ سب بچے کھیل رہے ہیں مگر ان میں ایک بچہ ایک طرف بیٹھا رو رہا ہے اور اس کے کپڑے بھی پھٹے پرانے ہیں۔ حضور ﷺ نے اس بچے سے فرمایا: بیٹا کیا بات ہے تو

Marfat.com

رو رہا ہے اور بچوں کے ساتھ کھیلتا نہیں غالبا" بچہ نہیں جانتا ہو گا کہ اس کے مخاطب نبی اکرمؐ ہیں۔ یا پریشانی کیوجہ سے نہیں پہچان سکا ہو گا اس لیے اس نے کہا: صاحب! مجھے میرے حال پر چھوڑ دیجئے دراصل میرا باپ فلاں غزوے میں نبی اکرمؐ کے ساتھ شہید ہو گیا تھا میری ماں نے دوسرا نکاح کر لیا۔ وہ میرا مال کھا گئے اور میرے سوتیلے باپ نے مجھے گھر سے نکال دیا ہے۔ اب میرے پاس نہ کھانا ہے نہ پینا نہ کپڑا نہ گھر۔ جب میں نے ان بچوں کو کھیلتے اور نئے کپڑے پہنے دیکھا تو میرا غم تازہ ہو گیا اس لیے رو پڑا۔ حضورﷺ نے اس کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا کیا تو اس بات پر راضی نہیں کہ میں تیرا باپ عائشہؓ تیری ماں فاطمہؓ تیری بہن، علیؓ تیرے چچا اور حسنؓ و حسینؓ تیرے بھائی ہوں۔ کہنے لگا یارسول اللہ اس پر میں کیسے راضی نہیں ہوں گا۔ حضورﷺ اسے گھر لے آئے اسے خوبصورت کپڑے پہنائے نہلایا دھلایا اور کھانا کھلایا۔ وہ خوش و خرم باہر نکلا تو لڑکوں نے پوچھا ابھی تو تو رو رہا تھا۔ اور اب بڑا خوش و خرم ہے بات کیا ہوئی وہ کہنے لگا میں بھوکا تھا اللہ نے میرے کھانے کا انتظام کر دیا میں ننگا تھا اللہ نے میرے کپڑے کا انتظام کر دیا میں یتیم تھا اور اب میرے باپ رسول اللہﷺ ماں سیدہ عائشہؓ بہن سیدہ فاطمہؓ چچا سیدنا علیؓ اور بھائی حسنؓ و حسینؓ بن چکے ہیں۔ یہ سن کر لڑکے کہنے لگے کاش آج ہمارے باپ بھی نہ ہوتے۔ یہ لڑکا ہمیشہ حضورﷺ کی زیر کفالت رہا۔ حتی کہ جس دن آپﷺ نے انتقال فرمایا تو یہ بچہ رو رہا تھا اور کہہ رہا تھا افسوس میں آج یتیم اور غریب ہو گیا اس کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے اس کو اپنے ساتھ ملا لیا (۱۱)

ایک یتیم بچے کا بارگاہ نبوی میں سوال

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی کہتے ہیں: ایک مرتبہ ہم لوگ حضورﷺ کے پاس بیٹھے تھے کہ ایک لڑکا آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا۔ یارسول اللہﷺ میرے ماں باپ آپؐ پر قربان۔ میں ایک یتیم لڑکا ہوں میری ایک بہن اور بیوہ ماں ہے۔ ہم مفلوک الحال اور کئی دن سے بھوکے ہیں لہٰذا اپنے

Marfat.com

ہاں سے ہمیں کھانا عنایت فرمایئے اس کھانے کے بدلے میں اللہ کریم آپؐ کو کھانا کھلائے۔ حضورﷺ اس بچے کی اس مؤدبانہ گفتگو سے بہت خوش ہوئے اور فرمایا : ہمارے گھر جاؤ وہاں سے کھانے کے لئے جو کچھ ملے میرے پاس لے آؤ۔ وہ لڑکا کاشانہ نبوی سے اکیس عدد خشک کھجوریں لے آیا اور لا کر آپ کی ہتھیلی پر رکھ دیں۔ حضورﷺ نے ان کھجوروں پر پھونک مارا اور برکت کی دعا کی۔ پھر فرمایا بیٹا! یہ سات کھجوریں تیرے لیے سات تیری ماں کے لئے اور سات تیری بہن کے لئے ہیں۔ صبح شام ایک ایک کھا لیا کرو۔

یہ لڑکا بارگاہ نبوی سے اٹھ کر باہر آیا تو حضرت معاذ بن جبلؓ اس کی طرف اٹھے اور اس کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرتے ہوئے دعا دی کہ اللہ کریم تمہارے حالات بہتر بنائے اور تمہیں اپنا باپ کا خلیفہ بنائے۔ حضورﷺ بھی یہ سب کچھ دیکھ رہے تھے۔ معاذؓ واپس آئے تو حضورﷺ نے پوچھا تم نے ایسا کیوں کیا (شاید باقی حاضرین کی تعلیم کے لئے پوچھا ہو) معاذؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہﷺ بچے پر رحمت کے جذبے سے۔ اس وقت آپؐ نے فرمایا:

"اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں محمدﷺ کی جان ہے۔ جو مسلمان کسی یتیم بچے کے ساتھ پیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ یتیم کے ہر بال کے بدلے اس کا درجہ بلند کرتا ہے ہر بال کے بدلے میں اسے ایک نیکی عطا فرماتا اور ہر بال کے عوض اس کی ایک خطا معاف فرماتا ہے (۱۲)

طبرانی نے یہ روایت ایک دوسرے راوی سے اور ذرا مختلف الفاظ میں نقل کی ہے۔ طبرانی نے یتیم بچے کے سر پر دست شفقت پھیرنے والے صحابی کا نام سعد بن ابی وقاصؓ لکھا ہے۔ (۱۲ الف)

ایک یتیم کو باغ دلوانا

کسی یتیم کو روتے یا پریشانی میں دیکھ کر آپؐ کس طرح پریشان ہو جاتے اور جب تک یتیم کی پریشانی کو دور نہ کر لیتے آپؐ کو کس طرح چین نہ آتا۔ اس حقیقی ہمدردی غمخواری اور رنج والم نبویؐ کو درج ذیل واقعہ میں

Marfat.com

ملاحظہ فرمائیے۔

ایک مرتبہ ایک یتیم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عدالت میں ایک شخص پر ایک نخلستان کا دعوی کیا مگر اس کا ثبوت پیش نہ کر سکا۔ اس لیے آپؐ نے مدعا علیہ کے حق میں فیصلہ فرما دیا۔ وہ یتیم رونے لگا۔ آپؐ کو رحم آگیا آپؐ نے مدعا علیہ سے فرمایا کہ تم یہ نخلستان اس کو دے دو۔ خدا اس کے بدلے میں تم کو جنت دے گا مگر وہ اس کے لیے آمادہ نہ ہوا۔ ایک صحابی ابوالدحداحؓ موجود تھے انہوں نے اس شخص سے کہا کیا تم اس نخلستان کو میرے نخلستان سے بدل سکتے ہو وہ تیار ہو گیا ابوالدحداح نے اس کا نخلستان اپنے نخلستان سے بدل کر یتیم کے حوالے کر دیا۔ (۱۳)

Marfat.com

حوالہ جات فصل پنجم

۱۔ سورۃ النساء: آیت نمبر ۲ اور ۱۰

۲۔ سورۃ الماعون: ۱، ۲

۳۔ صحیح بخاری: ج اول کتاب فی الاستقراض باب الصلوٰۃ علی من ترک دینا / روح المعانی: ۱۵۱ طبع بیروت

۴۔ صحیفہ ھمام بن منبہ (متوفی ۱۳۲ھ) عن ابی ہریرۃ ص ۱۱۰ طبع قاہرہ ۱۴۰۶ھ

۵۔ مشکوٰۃ المصابیح: ص ۴۲۳

۶۔ (الف) صحیح مسلم: ۲: ۴۱۱

(ب) سنن ابی داؤد: ۲: ۷۰۱

۷۔ ابو عبداللہ محمد الحکیم الترمذی (من علماء القرآن الثالث الھجری) نوادر الاصول فی معرفۃ احادیث الرسول: ص ۱۴۵ طبع مکتبہ علمیہ، مدینہ منورہ

۸۔ امام محمد بن محمد غزالی (م ۵۰۵ھ): احیاء علوم الدین: ۳: ۵۰۶ طبع قاہرہ ۱۳۸۷ھ / ۱۹۶۷ء

۹۔ امام غزالی: احیاء علوم الدین: ۳: ۵۰۶، ۵۰۷ طبع قاہرہ

۱۰۔ حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی (م ۸۰۷ھ): مجمع الزوائد و منبع الفوائد: ۸: ۱۷۱ طبع بیروت

۱۱۔ علامہ شہاب الدین القلیوبی: کتاب القلیوبی: ص ۱۷ کراچی

۱۲۔ حافظ نور الدین ہیثمی: مجمع الزوائد و منبع الفوائد: ۸: ۱۶۱ بیروت

(۱۲-الف) امام طبرانی: مکارم الاخلاق (مطبوعہ علی آخر مکارم الاخلاق لابن ابی الدنیا) ص ۳۵۲ - ۳۵۳ طبع بیروت

۱۳۔ استیعاب: تذکرہ ابوالدحداح بحوالہ اسلام۔ دین رحمت از شاہ معین الدین احمد ندوی ص ۱۵۳ طبع اعظم گڑھ ۱۳۸۶ھ / ۱۹۶۷ء

Marfat.com

ششم فصل

غریب جانوروں پر رحم

غرباء و مساکین پر نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصی نظر کرم اور توجہ خاص کا موضوع شاید اس وقت تک مکمل نہ ہو جب تک کہ ایک اور انتہائی مظلوم مجبور اور مقہور طبقے پر آپ کی نظر عنایت اور خصوصی توجہ کا ذکر نہ کر دیا جائے۔ اس مظلوم طبقے سے میری مراد غریب بے زبان جانور ہیں۔ غریب سے غریب اور کمزور سے کمزور انسان اپنے اوپر ہونیوالی زیادتی اور ظلم کا دفاع نہ کر سکے تو کم از کم ظالم کی پیٹھ پیچھے دو چار صلواتیں سنا کر بھڑاس نکال سکتا یا اپنے جیسے کسی دوسرے آدمی کے سامنے داستان غم سنا کر کچھ تو اپنے غم کو ہلکا کر سکتا ہے یا اپنے حقوق کا مطالبہ کر سکتا ہے مگر بیچارے جانور تو یہ بھی نہیں کر سکتے۔ دور جاہلیت میں انسان کے نفع اور خدمت کے لئے پیدا کی گئی اس بے زبان مخلوق پر کس طرح ظلم ڈھائے جاتے تھے کتنی زیادتیاں کی جاتی تھیں۔ اس کی قدرے تفصیل آگے آ رہی ہے۔

نبی رحمت ﷺ جو تمام مخلوق خدا کے لیے سراپا رحمت تھے اور آپؐ سراسر رحمت بنا کر ہی بھیجے گئے تھے کیسے ممکن تھا کہ آپؐ اس بے زبان اور بے چاری مخلوق پر توجہ نہ فرماتے۔ آپؐ نے جانوروں کے ساتھ کی جانے والی ہر زیادتی اور ناروا سلوک سے منع فرمایا اور خود عملاً ان کے ساتھ پیار، نرمی اور حد درجہ ان کے آرام و خوراک کا خیال اور رعایت فرما کر دنیا میں ایک کامل نمونہ چھوڑا

رہے اس سے محروم آبی نہ خاکی

Marfat.com

ہری ہو گئی ساری کھیتی خدا کی

آج بھی دنیا کے تمام ادیان میں واحد آپؐ کے دین کو یہ شرف حاصل ہے، کہ اس میں بحیثیت مخلوق جانوروں کے حقوق کا تحفظ کیا گیا ہے اب جانوروں پر ہونے والے مظالم اور اس ظلم کو ختم کرنے میں نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو امتیازی کردار ادا کیا اسے اختصار کے ساتھ ملاحظہ فرمایئے

(۱)

دورِ جاہلیت میں جانوروں پر ظُلم

یوں تو جانوروں کے ساتھ ظلم و زیادتی کا رواج ہر قوم ہر خطے اور ہر زمانے میں رہا ہے تاہم دور جاہلیت میں قدیم عرب اس معاملے میں حد سے زیادہ بڑھے ہوئے تھے۔ بے زبانوں کو بے انتہا اذیتیں پہنچانا اور جان سے مار دینا معمولی بات اور کھیل تماشہ سمجھا جاتا تھا۔ جانوروں کو بے دریغ ہلاک کر دینے کے بارے میں ان کی ایک فخریہ عادت کا سید سلیمان ندوی نے یوں ذکر کیا ہے:

"اہل عرب وحشت اور قساوت کیوجہ سے حیوانات پر طرح طرح کے ظلم کرتے تھے وہ جانوروں کو اندھا دھند مار گراتے تھے اور لوگوں سے کہتے تھے کہ تم ان کو کھاؤ اور اس کو فیاضی سمجھتے تھے، دو آدمی شرط باندھ کر کھڑے ہو جاتے تھے اور باری باری سے اپنا اپنا ایک اونٹ ذبح کرتا چلا جاتا تھا، جو رک جاتا وہ ہار جاتا یہ سب جانور دوست و احباب کی دعوت میں نذر ہو جاتے تھے یہ بھی فیاضی سمجھی جاتی تھی، ان واقعات کا ذکر اشعار عرب میں موجود ہے، ایک دستور یہ بھی تھا کہ جب کوئی مرجاتا تو اس کی سواری کے جانور کو اس کی قبر پر باندھ دیتے تھے اور اس کو دانہ گھاس اور پانی نہیں دیتے تھے اور اسی حالت میں سوکھ کر مرجاتا۔ ایسے جانور کو بلیہ کہتے تھے اسلام آیا تو اس نے اس سنگدلی کو مٹا دیا (۲)

Marfat.com

بلا ضرورت مارنے سے ممانعت

بلا ضرورت کسی جانور کو مارنا خصوصاً" ان جانوروں کو جو حلال ہیں اور جن کا گوشت کھایا جاتا ہے مار دینے پر آخرت میں باز پرس ہو گی۔ اس لیے کوئی انسان یہ نہ سمجھے کہ کسی جانور کو اگر اس نے اپنے شوق کی تسکین کے لیے غلیل یا بندوق سے مار دیا تو کیا ہو جائے گا۔ ممکن ہے دنیا میں تو کچھ نہ ہو مگر اس دن اس ظلم پر گرفت ضرور ہو گی جس دن اللہ کے سوا آدمی کا کوئی حامی و مددگار نہ ہو گا۔ حضور صلی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

مَنْ قَتَلَ عُصْفُوْرًا فَمَا فَوْقَهَا بِغَيْرِ حَقِّهَا سَاَلَهُ اللّٰهُ عَنْ قَتْلِهٖ قِيْلَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَا حَقُّهَا قَالَ اَنْ يَذْبَحَهَا فَيَاْكُلَهَا وَلَا يَقْطَعُ رَاْسَهَا فَيَرْمِيَ بِهَا رواه احمد
(۳)

(جس شخص نے کنجشک یا اس سے چھوٹے جانور کو اس کے حق کے بغیر قتل کیا تو خدا اس کے متعلق اس سے باز پرس کرے گا۔ صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ اس کا حق کیا ہے فرمایا یہ کہ اس کو ذبح کرے اور کھائے یہ نہیں کہ اس کا سر کاٹ کے پھینک دے)

ایک دوسری روایت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلا ضرورت ماری جانے والی چڑیا بارگاہ الٰہی میں فریاد اور اپنے قاتل کی شکایت کرے گی۔ حدیث کے الفاظ ہیں:

يَارَبِّ اِنَّ فُلَانًا قَتَلَنِيْ عَبَثًا وَلَمْ يَقْتُلْنِيْ لِمَنْفَعَةٍ (۴)

(جس آدمی نے کسی چڑیا کو کھیل کود اور مذاق میں فضول مار دیا تو وہ قیامت کے دن اللہ کے حضور ﷺ استغاثہ کرے گی اور عرض کرے گی اے بار الہا! فلاں آدمی نے مجھے فضول مارا۔ میرے مارنے میں اس کی کوئی منفعت نہ تھی۔)

Marfat.com

حافظ ہیثمی نے بھی یہ روایت نقل کی ہے اس کے آخر میں ہے کہ چڑیا اللہ کی بارگہہ میں عرض کرے گی:

فَلاَ هُوَ انْتَفَعَ بِقَتْلِي وَلاَ هُوَ تَرَكَنِي فَاَعِشْ فِي اَرْضِكَ

(۵)

(اس نے میرے قتل سے نہ تو کوئی فائدہ اٹھایا اور نہ مجھے چھوڑ دیا کہ میں تیری زمین میں دانہ دنکا چگ کر گزارا کرتی)

ان احادیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی حلال اور ماکول جانور کو کھانے کے بغیر کسی اور مقصد کے لیے ذبح کرنا پسندیدہ نہیں۔ جب حلال جانوروں کا یہ حکم ہے تو جن جانوروں کا گوشت نہیں کھایا جاتا انہیں بالاوجہ مار دینا بدرجہ اولی جائز نہ ہو گا۔

چیونٹیاں جلانے پر ایک پیغمبرؑ کو تنبیہ

کسی بھی جانور کو بلا ضرورت اور بلاوجہ ہلاک کر دینا اللہ کریم کے نزدیک کتنا سنگین معاملہ ہے اور ساری مخلوق اللہ کریم کو کتنی عزیز ہے اس کا اندازہ صحاح ستہ کی ایک حدیث سے ہوتا ہے جس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"انبیائے کرام میں سے ایک نبی محترمؑ کسی درخت کے نیچے اترے تو ان کو ایک چیونٹی نے کاٹ لیا۔ انہوں نے اپنا سامان وہاں سے ہٹانے کا حکم دیا پھر تمام چیونٹیوں کو آگ سے جلا دیا۔ اس پر ربؒ تعالی نے ان کو وحی کے ذریعے تنبیہہ فرمائی کہ صرف ایک ہی چیونٹی کو کیوں نہ جلایا (۶)

مطلب یہ ہے کہ قصور تو صرف ایک چیونٹی کا تھا باقی چیونٹیاں تو قصور وار نہ تھیں۔ ان کو بلاوجہ جلا دینا مناسب نہ تھا۔ کسی جانور کو آگ میں ڈال دینے کی سزا اس پیغمبر کی شریعت میں جائز تھی اس لیے انہوں نے ایسا فرمایا۔ مگر ہماری شریعت محمدیہ میں کسی کو آگ میں جلانے کی سزا دینا جائز نہیں ہے۔ ایک روایت میں اس پیغمبر کو تنبیہ کے الفاظ یوں ہیں:

Marfat.com

ان قَرَصَتک نَمَلَةَ اَحرَقتَ اُمَّةَ مِنَ الاُمَمِ تُسَبِّحُ
(متفق علیه) (۷)
(کہ آپ کو ایک چیونٹی نے کاٹا اور آپ نے اللہ کی تسبیح
کرنے والی چیونٹیوں کی ساری جماعت کو جلا دیا)

باندھ کر نشانہ بازی کی ممانعت

عرب کے اوباش لوگوں نے اپنا نشانہ پختہ بنانے کا ایک عجیب اور ظالمانہ طریقہ اختیار کر رکھا تھا۔ وہ کسی بھیڑ بکری کے بچے، مرغی یا کسی اور جانور کو ایک جگہ باندھ کر اپنے نشانہ کا تختہ مشق بناتے۔ جس آدمی کا تیر بے چارے جانور کو لگ جاتا وہ خوشی سے پھولا نہ سماتا۔ ادھر جانور کی تڑپ ادھر کھلنڈرے لڑکوں کا رقص، عجیب تماشہ ہوتا تھا، جانور تیر پر تیر کھا کر مر جاتا تو اس کے گوشت سے دعوت اڑائی جاتی۔ اللہ رحمٰن و رحیم کے رؤف و رحیم نبی نے ایسے سفاکانہ فعل کے مرتکب پر لعنت فرمائی اور ایسے گوشت کو ناجائز قرار دیا۔ متفق علیہ روایت ہے کہ حضرت انسؓ بن مالک حکم بن ایوب کے گھر داخل ہوئے تو آپ نے دیکھا کہ کچھ لڑکوں نے ایک مرغی کو باندھ رکھا ہے اور اس پر تیروں سے نشانہ بازی کر رہے ہیں حضرت انس نے دیکھا تو فرمایا:

نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ اَنْ تُصْبَرَ الْبَهَائِمُ
(۸)
(نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چوپایوں کو باندھ کر مارنے
سے منع فرمایا ہے)

مسلم شریف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یوں روایت ہے کہ

اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَتَّخِذُوْا شَيْئاً
فِيهِ الرُّوحُ غَرَضاً" (۹)
(نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم کسی ایسی چیز کو نشانہ

Marfat.com

نہ بناؤ جس میں روح ہو)

پھر اس طرح باندھ کر تیروں سے مارے گئے جانور کے کھانے سے نہی فرمائی گئی۔ ترمذی شریف میں ہے:

نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ اَكْلِ الْمُجَثَّمَةِ وَهِيَ الَّتِيْ تُصْبَرُ بِالنَّبْلِ (۱۰)

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے "مجثمہ" کے کھانے سے منع فرمایا اور مجثمہ وہ جانور ہوتا ہے جسے باندھ کر تیروں سے مارا جائے)

- جانوروں کو باندھ کر ان پر نشانہ بازی کرنا اخلاقی' قانونی اور اخروی اعتبار سے اسلام میں کتنا بڑا جرم ہے اس کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ ایسا کرنے والے پر اس ذات نے لعنت فرمائی ہے یعنی بد دعا دی ہے جس نے اپنے دشمنوں کو بھی کبھی بد دعا نہیں دی۔ امام بخاری نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ ابن عمر یحییٰ ابن سعید کے پاس تشریف لائے۔ یحییٰ مذکور کا ایک لڑکا ایک مرغی کو باندھ کر تیر کا نشانہ بنا رہا تھا۔ ابن عمر مرغی کی طرف گئے اسے کھول دیا پھر مرغی اور لڑکے کو گھر والوں کے پاس پکڑ کر لائے اور فرمایا اس کو ایسا کرنے سی منع کرو کیونکہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات سے منع کرتے ہوئے سنا کہ کسی چوپائے یا کسی اور جانور کو باندھ کر مارا جائے۔ اسی طرح کا ایک اور واقعہ یوں ہے کہ کچھ لوگ مرغی کو باندھ کر نشانہ بنا رہے تھے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا گزر ہوا تو آپ کو دیکھ کر بھاگ گئے۔ آپ نے پوچھا ایسا کس نے کیا ہے جو لوگ ایسا کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر لعنت فرمائی ہے (۱۱)

زندہ جانور کا گوشت کاٹنے کی ممانعت

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ نے جانوروں کے ساتھ ایک بے رحمانہ سلوک یہ بھی دیکھا کہ لوگ زندہ اونٹ کے

Marfat.com

کوہان یا دنبہ کی دم کی چکی کاٹ کر کھا جاتے تھے۔ یوں جانور ناکارہ ہو جاتے کچھ کھاتے نہ پیتے اور اکثر اسی صدمہ سے جان دے دیتے تھے۔ آنجنابؐ نے جانوروں کو یوں اذیت دینے سے منع فرمایا اور ایسے گوشت کو مردار اور حرام قرار دیا۔ فرمایا

مَا يُقْطَعُ مِنَ الْبَهِيمَةِ وَهِيَ حَيَّةٌ فَهُوَ مَيْتَةٌ (۱۲)

(جو گوشت کسی زندہ چوپائے سے کاٹا جائے وہ مردار ہے)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جانوروں کا مثلہ کرنے یعنی ان کے زندہ ہونے کی حالت میں کسی عضو کے کاٹنے سے منع فرمایا اور ایسا کرنے والے کو ملعون (رحمت ایزدی سے دور) قرار دیا (۱۳)

ایک روایت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے "شریطۃ الشیطان" کے کھانے سے منع فرمایا۔ اس روایت کے ایک راوی ابن عیسیٰ نے شریطہ کی وضاحت یوں کی کہ اس سے مراد ایسا ذبیحہ ہے جس کی جلد تو کاٹ لی جائے مگر اس کی رگیں نہ کاٹی جائیں اور اسے یوں ہی چھوڑ دیا جائے یہاں تک کہ تڑپ تڑپ کر جان دے دے (۱۴)

گالی گلوچ سے ممانعت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حیوانات کے حقوق کی یہاں تک رعایت فرمائی کہ جانوروں کو گالی دینے سے بھی منع فرمایا۔ کیونکہ جس طرح انسانوں میں بعض لوگ بڑے مبارک ہوتے ہیں اسی طرح حیوانات میں بھی بعض حیوان بڑے باعث خیر و برکت ہوتے ہیں۔ مرغ کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا تَسُبُّوا الدِّيكَ فَإِنَّهُ يُوقِظُ لِلصَّلٰوةِ (۱۵)

(مرغ کو گالی نہ دو کیونکہ وہ نماز کے لیے لوگوں کو بیدار کرتا ہے)

Marfat.com

ایک روایت میں "فانہ یدعوالی الصلوۃ" (کیونکہ وہ نماز کے لیے بلاتا ہے) کے الفاظ بھی آئے ہیں اس حدیث کے ذیل میں الدمیری نے امام حلیمی کے حوالے سے ایک بڑی شاندار بات لکھی ہے فرماتے ہیں

قَالَ الاِمَامُ الحَلِیمی فِی قَولِہٖ صَلیَ اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ "فَاِنَّہٗ یَدعُوالیَ الصَّلٰوۃ" دَلِیلَ علیٰ اَنَّ کُلَّ مَن استُفِیدَ مِنہ خَیرَ لاَ یَنبَغِی اَن یُسبَّ وَ یُستھان بہ بَل حَقہ ان یُکرَمَ وَیُشکَرَ وَیتلَقیٰ بِالاِحسَان (۱۶)

(امام حلیمی نے کہا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد "فانہ یدعوالی الصلوۃ" (کہ وہ نماز کے لیے بلاتا ہے) اس امر کی دلیل ہے کہ ہر وہ شے جس سے کوئی بھلائی حاصل ہو' مناسب نہیں ہے کہ اسے گالی دی جائے یا اس کی توہین کی جائے بلکہ وہ شے اس بات کی مستحق ہے کہ اس کی عزت و احترام کیا جائے اس کا مشکور ہوا جائے اور اس کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے)

ایک حدیث میں اونٹ کے متعلق فرمایا:

لاَ تَسُبُّواالاِبِلَ فَاِنَّ فِیھَا رَقُوءَ الدَّمِ وَ مَھرَالکَرِیمَۃِ (۱۷)

(اونٹ کو گالی نہ دو کیونکہ اس میں خون کا منقطع ہونا اور انسانی جان کا بدلہ بننا ہے)

یعنی اونٹ کو خون بہا میں دے کر مزید خون بہانے سے روک دیا جاتا ہے اور اس کے ذریعے قاتل کا خون بہنے سے بچ جاتا ہے اور یوں یہ جانور دو مخالف گروہوں میں صلح کا باعث بنتا ہے۔

امام مسلم نے "باب النھی عن لعن الدواب وغیرھا" (چوپایوں وغیرہ کو لعنت سے نہی کے باب) میں ایک حدیث نقل کی ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ سفر فرما رہے تھے۔ اس سفر میں انصار کی ایک عورت بھی اونٹنی پر

Marfat.com

ار تھی کہ اس کی اونٹنی بے قرار اور زچ ہونے لگی تو اس عورت نے اونٹنی پر لعنت بھیجی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات سنی تو ساتھیوں سے فرمایا اس اونٹنی پر جو کچھ لدا ہے اتار لو اور اس کو خالی چھوڑ دو کیونکہ اس کو ملعون قرار دیا گیا ہے (۱۸)

اس حدیث کی شرح میں امام نوویؒ نے لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم بطور تنبیہ فرمایا تھا کیونکہ اس سے قبل آپ جانوروں پر لعنت بھیجنے سے منع فرما چکے تھے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی بھی جانور کو برا بھلا کہنا، گالی گلوچ کرنا، لعنت ملامت کرنا مسلمان کے شایان شان اور پسندیدہ بات نہیں۔

منہ پر مارنے اور داغنے سے ممانعت

جس طرح انسان کا چہرہ تمام اعضائے بدن میں سے محترم اور نازک ہے اسی طرح تمام حیوانات کے چہرے بھی اسلام کے نزدیک قابل احترام ہیں۔ کسی بھی حیوان کو بقدر حاجت مارنے کی اجازت ہے مگر اس کے چہرے پر مارنے یا اس کے منہ پر داغ دینے سے منع فرمایا گیا۔ حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ:

نَهَىٰ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الضَّرْبِ فِى الْوَجْهِ وَعَنِ الْوَسْمِ فِى الْوَجْه (۱۹)

(رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے چہرے پر مارنے اور چہرے پر داغ دینے سے منع فرمایا)

حضرت جابر سے دوسری روایت یوں ہے کہ ایک مرتبہ ایک گدھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب سے گزرا جس کے چہرے پر داغ دیا گیا تھا تو آپؐ نے فرمایا:

لَعَنَ اللّٰهُ الَّذِىْ وَسَمَهٗ (۲۰)

(اللہ اس شخص پر لعنت فرمائے جس نے اس کے چہرے کو داغ دیا)

Marfat.com

اس حدیث کی شرح میں امام نووی نے لکھا ہے کہ چہرے پہ مارنے سے ممانعت ہر حیوان کو شامل ہے مثلاً گدھا' گھوڑا' خچر' بیل اونٹ' بکری وغیرہ اور چہرے پر داغ دینے کے متعلق فرمایا:

اَمَّا الْوَسَمَ فِی الْوَجْهِ مَنْهِیٌّ عَنْهُ بِالْاِجْمَاعِ لِلْحَدِیْثِ

(اس حدیث کی رو سے چہرے پر داغ دینا بالا جماع منع ہے)

البتہ آدمی کے سوا دیگر حیوانات کے جسم کے دوسرے حصوں مثلاً کان ران وغیرہ پر بعض ضرورتوں مثلاً دوسرے جانوروں سے ممتاز کرنے یا اس پر کوئی علامت وغیرہ لگانے کے لیے داغ دیا جا سکتا ہے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ کے اونٹوں اور بکریوں کو ان مقاصد کے لیے داغا ہے۔

بے ضرر جانوروں کو مارنے سے ممانعت

انسان کے لیے ایذارساں اور نقصان دہ قسم کے جانوروں مثلاً کاٹ کھانے والے کتے' شیر' چیتے' بھیڑیے' سانپ' بچھو' چوہے چھپکلی یا فصلوں کے لیے نقصان دہ کیڑے مکوڑوں کو مار دینے کی اسلام نے اجازت دی ہے (۲۱) مگر ان تمام جانوروں کو مارنے کی شرعاً" اجازت نہیں ہے جو کسی بھی درجے میں انسان کو ضرر نہیں پہنچاتے اور اپنے خالق و رازق کی عطا کردہ روزی پر گزارہ کرتے ہیں یا ان سے انسان کو کوئی نہ کوئی فائدہ پہنچتا ہے۔ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ

نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ عَنْ قَتْلِ اَرْبَعَةٍ اَلْهُدْهُدِ وَالصُّرَدِ وَالنَّمْلِ وَالنَّحْلَةِ (۲۲)

(رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان چار جانوروں کے مارنے سے منع فرمایا ہدہد' صرد (ایک پرندے کا نام ہے) چیونٹی' اور شہد کی مکھی)

ایک حدیث میں ٹڈی کو مارنے سے منع فرمایا دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مینڈک کے مارنے سے منع فرمایا اور مزید یہ

Marfat.com

فرمایا کہ اس کا نرانا اللہ کی تسبیح کرنا ہے (۲۳)

بے جا استعمال کی ممانعت

حیوانات کے سلسلے میں نبی اکرم نے ایک اصول یہ دیا ہے کہ جو حیوان جس مقصد' جس غرض جس منفعت اور جس کام کے لیے پیدا کیا گیا ہے اس سے وہی کام لیا جائے۔ اس کی طبیعت فطرت اور جبلت سے ہٹ کر کوئی دوسرا کام نہ لیا جائے۔ جانور بے چارا تو بے زبان ہے انسان کو خود دیکھنا چاہیے کہ اسے اس کے صحیح مصرف پر لگایا جائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اصول کو ایک تمثیلی حکایت میں یوں واضح فرمایا کہ "ایک آدمی بیل پر سوار جا رہا تھا کہ دفعتہ" اس نے منہ پھیر کر سوار سے کہا کہ میں اس کام کے لیے پیدا نہیں کیا گیا' میں تو کھیتی باڑی کے لیے پیدا کیا گیا ہوں (۲۴)" جن جانوروں کو اللہ نے سواری بار برداری اور زینت کے لیے پیدا کیا ہے ان سے یہی کام لیا جائے نہ یہ کہ ان کو کھانا شروع کر دیا جائے غالباً" یہی وجہ ہے کہ شریعت نے گھوڑے گدھے خچر وغیرہ کا گوشت حرام قرار دیا ہے اور جن جانوروں کو قدرت نے غذا کے لیے پیدا کیا ہے ان کو غذا کے طور پر ہی استعمال کیا جائے۔ مذکورہ حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے معاشرے میں بیلوں اور بھینسوں کو جو گاڑیوں کے آگے جوتا جاتا ہے اور ان سے بار برداری کا کام لیا جاتا ہے وہ مناسب نہیں ہے۔ گائے بیل بھینس وغیرہ تو کھانے کے لیے یا ہل چلانے کے واسطے ہے نہ کہ بار برداری کے لیے۔

پریشان کرنے سے ممانعت

جس طرح انسان اپنے پہلو میں ایک حساس دل رکھتا ہے' خوشی و غمی کے واقعات سے متاثر ہوتا ہے اسی طرح یہ چرند پرند بھی اپنے اندر ایک دل کا ٹکڑا رکھتے ہیں ان کا دل بھی خوشی و راحت محسوس کرتا اور غمگین و پریشان ہوتا ہے۔ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام حیوانات اور ذی روح چیزوں

Marfat.com

کو تنگ کرنے پریشان کرنے ستانے' بے سکون کرنے اور انہیں کوئی بھی دکھ والم پہنچانے سے منع فرمایا۔ ایک صحابیہ حضرت ام کرز رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اَقِرُّو االطَّیْرَ عَلٰی مَکِنَاتِہَا (۲۵)

(میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ پرندوں کو ان کے گھونسلوں میں پریشان نہ کرو)

ایک حدیث میں فرمایا:

لَا تُطْرِقُوا الطَّیْرَ فِی اَوْکَارِھَا فَاِنَّ اللَّیْلَ اَمَانٌ لَّھَا۔ رواہ الطبرانی (۲۶)

(رات کے وقت پرندوں کو گھونسلوں میں کنکر نہ مارو کیونکہ رات ان کے لیے امان اور آرام کا وقت ہے)

غالباً" یہی وجہ ہے کہ بعض فقہاء نے رات کے وقت شکار کرنا مکروہ لکھا ہے۔

حیوانات اور پرندوں کو پریشان نہ کرے اور انہیں تکلیف نہ دینے کی اہمیت کا اندازہ اس امر سے لگائیے کہ ایک صحابی فرماتے ہیں۔

"ایک سفر میں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم قضائے حاجت کے لیے تشریف لے گئے ہم نے چڑیا کی قسم کا ایک پرندہ دیکھا اس کے ساتھ اس کے دو بچے بھی تھے ہم نے اس کے بچوں کو پکڑ لیا تو چڑیا فرط محبت میں ہمارے سروں پر منڈلانے لگی۔ اتنے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی تشریف لے آئے۔ آپ نے چڑیا کو پریشانی کے عالم میں منڈلاتے دیکھا تو فرمایا کس نے اس کو اس کے بچوں کی وجہ سے تکلیف دی اس کے بچوں کو اس کی طرف واپس لوٹا دو۔ پھر آپ نے چیونٹیوں کی ایک بستی (بل۔ سوراخ) کو دیکھا جسے ہم نے جلا دیا تھا تو پوچھا کس نے ان چیونٹیوں کو جلایا ہم نے عرض کیا: ہم نے۔ فرمایا آگ کی سزا دینا صرف آگ کے پروردگار ہی کے لیے سزاوار ہے

Marfat.com

(۲۷)

کسی پرندے کو پریشان و بے قرار دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رگ رحمت کے پھڑکنے کا ایک اور واقعہ حدیث کی کتابوں میں یوں لکھا ہے کہ ایک صحابی بیان کرتے ہیں:

ایک مرتبہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس اقدس میں بیٹھے تھے کہ ایک آدمی آیا جس نے اوپر چادر لے رکھی تھی۔ اور اس کے ہاتھ میں کوئی شے تھی جسے اس نے لپیٹ رکھا تھا۔ اس نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ میں آتے ہوئے درختوں کے ایک جھنڈ کے پاس سے گزرا تو اس جھنڈ میں میں نے ایک پرندے کے بچوں کی آواز سنی میں نے ان بچوں کو پکڑ کر اپنی چادر میں ڈال لیا اتنے میں ان کی ماں بھی آگئی اور وہ میرے سر پر منڈلانے لگی میں نے اس کے بچوں سے کپڑا ہٹایا تو وہ ان کے اوپر آکر بیٹھ گئی چنانچہ میں نے تمام بچوں اور ان کی ماں کو اپنی چادر سے لپیٹ لیا اور وہ سب یہ میرے پاس ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا ان کو نیچے رکھ دے۔ اس آدمی نے ان کو زمین پر رکھ دیا مگر ماں نے اڑنے کا نام تک نہ لیا۔ صحابہ ماں کی اس ماتا کو دیکھ کر تعجب کرنے لگے تو آپ ؐ نے فرمایا۔ کیا تم ان بچوں کی ماں کے اپنے بچوں پر یوں رحم کرنے پر تعجب کر رہے ہو اس ذات کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث فرمایا۔ جتنی محبت اس ماں کو اپنے بچوں کے ساتھ ہے اس سے کہیں زیادہ اللہ اپنے بندوں پر مہربان ہے۔ پھر اس آدمی سے فرمایا ان بچوں کو لے جا اور اسی جگہ رکھ دے جہاں سے ان کو تو نے اٹھایا تھا چنانچہ وہ آدمی ان کو واپس لے گیا (۲۸)

نبی رحمت ﷺ کی ان تعلیمات پر صحابہ کے عمل کا ایک واقعہ بھی یہاں ملاحظہ کرتے چلیں مولانا معین الدین ندوی نے معجم البلدان کے حوالے سے عہد فاروقی میں نئے بسائے گئے شہروں کا تذکرہ کرتے ہوئے فاتح مصر حضرت عمرو بن العاص ؓ کے ایک کبوتر کے ساتھ رحمدلانہ سلوک کا ایک ایمان افروز واقعہ لکھا ہی۔ فرماتے ہیں:

فسطاط' دریائے نیل اور جبل مقطم کے درمیان ایک کف دست میدان

Marfat.com

تھا۔ حضرت عمرو بن العاص رضی فاتح مصر نے اثنائے جنگ میں یہاں پڑاؤ کیا، اتفاق سے ایک کبوتر نے ان کے خیمہ میں گھونسلہ بنا لیا۔ عمرو بن العاص نے کوچ کے وقت قصداً اس خیمہ کو چھوڑ دیا کہ اس مہمان کو تکلیف نہ ہو۔ مصر کی تسخیر کے بعد انہوں نے حضرت عمرؓ کے حکم سے اسی میدان میں ایک شہر آباد کیا چونکہ خیمہ کو عربی مین فسطاط کہتے ہیں، اس لیے اس شہر کا نام فسطاط قرار پایا" (۲۹)

طاقت سے زیادہ کام نہ لینے کی ہدایت

اسلام میں جانوروں سے نفع اٹھانے اور ان سے خدمت حاصل کرنے میں اس امر کا لحاظ ضروری ہے کہ جانور کی طاقت سے زیادہ کام نہ لیا جائے۔ اتنا کام نہ لیا جائے کہ وہ مصیبت میں پڑ جائے اس پر اتنا ہی بوجھ لادا جائے جتنا وہ باسانی اٹھا سکتا ہے اسے اتنا ہی دور مسافت پر لے جایا جائے جتنی مسافت وہ طے کر سکتا ہے اور اتنا وقت ہی کام لیا جائے جتنے کا وہ متحمل ہو سکتا ہو۔ حتی کہ فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر کسی آدمی نے کوئی جانور کرایہ پر لیا پھر اس پر طے شدہ وزن سے زیادہ وزن ڈال دیا یا مقررہ سفر سے زیادہ سفر کیا جس کی وجہ سے وہ چوپایہ مرگیا تو کرایہ دار اس جانور کا تاوان ادا کرے گا (۳۰)

فتاوی عالمگیری مین ہے کہ جانور کو ایسی تکلیف دینا جس کی وہ طاقت نہیں رکھتا مثلاً بہت بوجھ لادنا اور برابر اسکو چلانا وغیرہ مکروہ ہے (۳۱)

جانور کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف دینے کو ہمارے اسلام اور صوفیاء نے بڑی شدت سے محسوس کیا ہے۔ اس چیز کو انہوں نے معمولی نہیں سمجھا بلکہ جانور کے "تکلیف مالا یُطاق" دینے کو اخروی باز پرس کی ایک وجہ قرار دیا ہے۔ امام غزالیؒ نے معروف صحابی حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کا اپنی موت کے قریب ایک بڑا ایمان افروز اور خدا خوفی کا جملہ لکھا ہے جو انہوں نے اپنے اونٹ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا تھا۔ فرمایا:

أَيُّهَا الْبَعِيْرُ لَا تُخَاصِمْنِيْ إِلَى رَبِّكَ فَإِنِّيْ لَمْ أَكُ أَحْمِلُكَ فَوْقَ طَاقَتِكَ (۳۲)

Marfat.com

(اے اونٹ اپنے پروردگار کے ہاں میرے ساتھ جھگڑا نہ کرنا
کیونکہ میں تجھ پر تیری طاقت سے زیادہ بار لادنے والا نہ تھا)

اسی طرح جانوروں کے معاملے میں حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کے انتہائی تقویٰ اور احتیاط کا ایک عجیب واقعہ یوں ہے کہ ایک دفعہ آپ کرایہ کے چوپائے پر سوار تھے۔ ایک آدمی نے عرض کیا میرا یہ رقعہ لیتے جائیں اور فلاں آدمی کو پہنچا دیں۔ فرمایا میں اس وقت تک یہ رقعہ نہیں اٹھا سکتا جب تک کہ سواری کے مالک سے اجازت نہ لے لوں کیونکہ اس سے چوپائے پر اس رقعہ کے اٹھانے کی بات نہیں ہوئی تھی۔ (۳۳)

امام غزالی نے جانور پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ لادنے کو اور اسے اذیت پہنچانے کو ایک ایسا گناہ قرار دیا ہے جس پر قیامت کے دن گرفت ہوگی۔ فرماتے ہیں:

مَنْ اٰذٰی بَهِيْمَةً بِضَرْبٍ اَوْحَمَّلَ مَالَا تُطِيْقُ طُوْلِبَ بِهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (۳۴)

(جس آدمی نے کسی چوپائے کو مار کر تکلیف پہنچائی یا اس پر
اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ لادا تو بروز قیامت اس سے
پوچھا جائے گا)

بارگاہ نبوی میں ایک اونٹ کی شکایت

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک بار رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم قضائے حاجت کے لیے ایک انصاری کے باغ میں داخل ہوئے۔ باغ میں موجود ایک اونٹ نے آپؐ کو دیکھا تو بلبلایا' پھوٹ پھوٹ کر رویا او اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ نبی رحمتﷺ اس کے پاس تشریف لائے اور اس کی کنپٹی پر شفقت کا ہاتھ پھیرا تو وہ چپ ہو گیا۔ پھر آپ نے پوچھا اس اونٹ کا مالک کون ہے یہ کس کا اونٹ ہے' ایک انصاری نوجوان حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہﷺ یہ میرا ہے۔ فرمایا کیا تو اس جانور

Marfat.com

کے بارہ میں اللہ سے نہیں ڈرتا جس کا اللہ کریم نے تجھے مالک بنایا ہے۔ اس اونٹ نے مجھ سے یہ شکایت کی ہے کہ تم اس کو بھوکا رکھتے ہو اور اس کو مشقت و تکلیف میں ڈالتے ہو۔ (۳۵)

بھوکا پیاسا نہ رکھنے کا حکم

یہ بات پیچھے گذر چکی ہے کہ حیوانات کو اللہ کریم نے انسان کی خدمت اور نفع رسانی کے لیے تخلیق فرمایا ہے۔ لہٰذا حیوانات کے نفع رساں ہونے کی وجہ سے نیز اس جہت سے بھی کہ وہ اللہ کی مخلوق اور انسان کے مملوک ہیں' اسلام نے ہمیشہ ان کے آرام و سکون کا خیال رکھنے اور ان کی مناسب حفاظت' دیکھ بھال اور خوراک مہیا کرتے رہنے کی تلقین کی ہے۔ حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ایک اونٹ کے پاس سے گزرے جس کی پیٹھ (بھوک اور پیاس کے سبب سے) پیٹ سے لگی ہوئی تھی رحمتِ عالم ﷺ نے (اسے اس کسمپرسی کی حالت میں دیکھ کر) فرمایا:

اِتَّقُوا اللّٰهَ فِیْ هٰذِهِ الْبَهَائِمِ الْمُعْجَمَةِ فَارْكَبُوْهَا صَالِحَةً وَكُلُوْهَا صَالِحَةً (۳۶)

(ان بے زبان چوپایوں کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہو تم ان پر سوار ہو درآنحالیکہ (سواری کے) لائق ہوں اور ان کو کھاؤ (ذبح کرو) درانحالیکہ (کھانے کے لائق ہوں)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نماز ظہر پڑھنے کے لیے تشریف لائے آپ نے دیکھا کہ مسجد کے باہر ایک اونٹنی بندھی ہوئی ہے آپ نے پوچھا اس اونٹنی کا مالک کہاں ہے مگر کوئی آدمی نہ بولا۔ آپ مسجد میں داخل ہوئے نماز سے فارغ ہو کر باہر تشریف لائے تو اونٹنی بدستور بندھی ہوئی تھی۔ آپ نے پھر پوچھا اس کا مالک کہاں ہے ایک صاحب نے عرض کیا میں ہوں۔ فرمایا کیا تو اس اونٹنی کے معاملے میں اللہ سے نہیں ڈرتا یا تو اس کو چارہ ڈال یا اس کو چھوڑ دے کہ یہ خود اپنے لیے کھانے کی کوئی چیز تلاش

Marfat.com

کرلے (۳۷)

جانوروں کے آرام و آسائش اور کھانے دانے کا نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہاں تک خیال فرمایا ہے اس کا اندازہ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی اس حدیث سے لگایئے کہ آپؐ نے فرمایا:

"جب تم لوگ سرسبزی اور شادابی کے زمانے میں سفر کرو تو اونٹوں کو زمین کی سرسبزی سے فائدہ پہنچاؤ اور جب قحط کے زمانے میں سفر کرو تو انکو تیزی کے ساتھ چلاؤ (۳۸)

تا کہ قحط کیوجہ سے اسکو گھاس یا چارے پانی کی جو تکلیف رستہ میں ہوتی ہے اس سے وہ جلد نجات پائے حضورﷺ کی انہی احادیث کو مد نظر رکھتے ہوئے۔ جانوروں کے چارہ پانی اور نفقہ کے بارے میں فقہاء نے یہ مسئلہ لکھا ہے کہ " جانوروں کے چارہ پانی کے بارے میں مالک کو مجبور تو نہیں کیا جاسکے گا مگر از راہ دیانت اس کو حکم دیا جائے گا کہ ان جانوروں کو نفقہ دے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اول تو حیوان کو تکلیف دینا حرام و ممنوع کیا جبکہ چارہ نہ دینے میں یہ بات موجود ہے اور دوم آپؐ نے مال برباد کرنے سے منع فرمایا اور چارہ نہ دینے میں مال کو برباد کرنا لازم آتا ہے اور امام ابو یوسفؒ سے یہ بھی روایت ہے کہ مالک کو مجبور کیا جائے گا کہ جانوروں کو نفقہ دے اور صحیح بات وہی ہے جو ہم اول بیان کرچکے۔" صاحب ہدایہ کی اس عبارت کے تحت "فائدہ" میں مترجم ہدایہ مولانا سید امیر علی نے ایک حدیث کے حوالے سے لکھا ہے کہ جانور کو چارہ دینے پر مالک کو مجبور کیا جائے گا جیسا کہ امام ابو یوسف سے روایت ہے اور یہی قول امام شافعیؒ امام مالکؒ اور امام احمدؒ کا ہے اور ابن الہمام نے کہا کہ یہی حق ہے۔ (۳۹) درمختار میں ہے:

دَابَّةٌ مُشْتَرِكَةٌ بَيْنَ اِثْنَيْنِ اِمْتَنَعَ اَحَدُهُمَا مِنَ الْاِنْفَاقِ اَجْبَرَهُ الْقَاضِيْ وَيُؤْمَرُ اَمَّا بِالْبَيْعِ وَاَمَّا بِالْاِنْفَاقِ عَلٰى بَهَائِمِهٖ دِيَانَةً "

(دو آدمیوں کے درمیان مشترک چوپائے کا ایک مالک اگر

Marfat.com

چوپائے پر خرچ کرنے سے رک جائے تو قاضی دیانتا" اسے مجبور کرے گا اور حکم دے گا کہ یا تو وہ اپنے حصے کو بیچ دے یا اپنے چوپائے پر خرچ کرے)

شہد کی مکھیوں کے بارے میں فتاوی عالمگیری میں جوہرہ نیرہ کے حوالے سے ہے:

"اگر کسی کی ملک میں شہد کی مکھیوں کا چھتہ ہو تو اس پر مستحب ہے کہ مکھیوں کے واسطے کچھ شہد ان کے چھتوں میں باقی چھوڑ دے اور مستحب ہے کہ جاڑوں میں بہ نسبت گرمیوں کے زیادہ چھوڑے۔" (۴۱)

بلی کو بھوکا رکھنے پر عذاب

کسی جانور کو عمدا" بھوکا پیاسا رکھنا' اسے کھانے کی کوئی چیز نہ ڈالنا اور نہ اسے چھوڑ دینا کہ وہ اپنی غذا کا خود بندوبست کرے' اللہ کریم کے نزدیک کتنا بڑا جرم ہے اس کا اندازہ اس حدیث سے لگایئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک عورت کو صرف اس لیے عذاب ہوا کہ اس نے ایک بلی کو باندھ دیا یہاں تک کہ وہ مرگئی وہ اس بلی کی وجہ سے دوزخ میں داخل ہوئی۔ نہ اس نے بلی کو کھانا پانی دیا اور نہ چھوڑ دیا کہ وہ زمین سے حشرات الارض وغیرہ کھالیتی (۴۲)

اس حدیث کی شرح میں امام نووی نے لکھا ہے کہ یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ بلی کو قتل کرنا یا اسے کھانا پانی دیے بغیر قید کر رکھنا حرام ہے اور یہ گناہ کبیرہ ہے نیز اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی حیوان کا نفقہ (کھانا پانی) اس کے مالک پر واجب ہے۔

سارا دودھ نہ دوہ لیا جائے

دودھیالے جانوروں کے ساتھ حسن سلوک میں سے ایک بات یہ بھی ہے کہ ان کا سارا دودھ تھنوں سے نچوڑ نہ لیا جائے کیونکہ یہ چیز ان کے لیے

Marfat.com

باعث تکلیف ہے۔ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے حیوانات کے معاملے میں اتنی معمولی سی چیز کو بھی ملحوظ رکھا۔ ایک صحابی بیان کرتے ہیں میں نے ایک دودھیالی اونٹنی خدمت نبوی میں پیش کی اور اس کا دودھ دوہا۔ جب میں اس کے تھنوں سے بھی دودھ نکالنے لگا تو فرمایا:

دع داعی اللبن اودواعی اللبن (۴۳)

(تھنوں میں دودھ چھوڑ دو)

حضرت عبداللہ بن عمروؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک آدمی کے پاس سے گزرے جو بکری دوہ رہا تھا۔ آپ نے فرمایا:

اے فلاں! جب تو بکری کا دودھ دوہے تو اس کے بچے کے لیے بھی کچھ دودھ چھوڑ دے کیوں کہ یہ چیز چوپایوں کے ساتھ نیکی میں سے ہے (۴۴)

دودھیالے جانوروں کو ادنیٰ سی ایذ دینے کو بھی اسلام نے روا نہیں رکھا۔ فتاوی عالمگیری میں ہے:

"دودھار جانور کا بالکل بمبالغہ دودھ دوہ لینا مکروہ ہے در صورتیکہ اس کے حق میں یہ امر بسبب قلت چارہ کے مضر ہو اور بالکل دوہنا چھوڑ دینا بھی مکروہ ہے اور مستحب ہے کہ دوہنے والا اپنے ناخن کٹوا دے کہ اس کو ایذا نہ ہو اور مستحب ہے کہ جب تک اس کا بچہ دودھ پیتا ہے اور کچھ نہیں کھاتا ہے تب تک اس کا دودھ نہ لے الا اسی قدر کہ بچہ سے بچ رہے (۴۵)

ذبح کرنے میں نرمی کی ہدایت

اسلام نے بعض حیوانات کے گوشت کو حلال اور جائز قرار دیا ہے۔ ان کا گوشت حاصل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ ان کو شرعی طریقہ کے مطابق ذبح کیا جائے ورنہ ان کا گوشت حلال نہ ہو گا۔ جانور ذبح کرنے کی اجازت کو اسلام نے جیسا کہ پیچھے گزر چکا' ایک تو واقعی ضرورت اور کسی فائدے کے ساتھ مشروط کیا ہے یعنی ان کو ذبح کرنا انسان کی ضرورت ہو نہ کہ بلا ضرورت ذبح کرے۔ دوسرے ذبح میں ان کے ساتھ نرمی' رعایت' احسان

Marfat.com

اور شفقت کا حکم دیا ہے کیونکہ انسان کی مانند ہر جاندار اور ذی روح چیز کو اپنی جان بڑی عزیز ہے۔ ایسا نہ ہو کہ انسان اسلام کی اس اجازت و رخصت سے ناجائز فائدہ اٹھائے اور بے زبان جانوروں کو تڑپا تڑپا کر مارے۔ نبی رحمت علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

”خدا نے ہر چیز پر احسان کرنا فرض کیا ہے۔ اس لیے جب تم لوگ کسی جانور کو قتل کرو تو اچھے طریقے سے قتل کرو اور جب ذبح کرو تو اچھے طریقے سے ذبح کرو۔ ضروری ہے کہ تم میں سے ذبح کرنے والا آدمی اپنی چھری کو تیز کرے اور (اس طرح) اپنے ذبیحہ کو راحت پہنچائے“ (۴۶)

اس حدیث کی شرح میں امام نوویؒ نے لکھا ہے: مستحب ہے کہ ذبیحہ کے سامنے چھری کو تیز نہ کیا جائے دوسرے ایک جانور کے سامنے دوسرے کو ذبح نہ کیا جائے اور تیسرے ذبیحہ کو مذبح (ذبح کرنے کی جگہ) کی طرف گھسیٹ کر نہ لے جایا جائے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مرویٌ ہے کہ رسول اللہ علیہ وسلم ایک آدمی کے پاس سے گزرے جو بکری کے پہلو پر پاؤں رکھے چھری کو تیز کر رہا تھا اور وہ بیچاری بھیگی بلی بنے اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔ فرمایا کیا تو اس کو دو موتیں مارنا چاہتا ہے۔ (۴۷)

المبسوط للسرخسی میں ہے کہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو دیکھا جو بکری کو کان سے پکڑ کر اسے ذبح کرنے کی جگہ کی طرف کھینچے لے جا رہا تھا۔ آپ نے فرمایا اسے نرمی سے کھینچ کر موت کی طرف لے جا کیونکہ اللہ بھی اپنے انہی بندوں پر رحم فرماتا ہے جو اس کی مخلوق کے ساتھ رحم کرنے والے ہوتے ہیں (۴۸)

ان ہدایات نبوی کا مقصد یہ ہے کہ ذبح ہونے والے جانور کے ساتھ جو کچھ کیا جانے والا ہے وہ اس کو جیسا کہ ایک روایت میں ہے ’سمجھتا ہے۔ جب وہ اس بات کو اچھی طرح سمجھتا ہے تو اس کے سامنے چھری کو تیز کرنا اس کے لیے جتنا تکلیف دہ اور الم ناک ہے‘ محتاج بیان نہیں۔

Marfat.com

ایک آدمی خدمت نبوی میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں بکری کو ذبح کرتا ہوں تو مجھے اس پر رحم آتا ہے یا یہ کہ مجھے اس بات پر رحم آتا ہے کہ بکری کو ذبح کروں آپ نے دو دفعہ یہ جملہ ارشاد فرمایا کہ اگر تم بکری پر رحم کرتے ہو تو اللہ کریم تم پر رحم فرمائے گا ایک روایت میں فرمایا: جس نے کسی ذبیحہ پر رحم کیا اللہ اس پر بروز قیامت رحم کرے گا (۴۹) یہی وجہ ہے کہ فقہاء نے لکھا ہے: کند چھری یا دانت کی ہڈی یا ناخن یا دھاری دار پتھر وغیرہ سے اگرچہ جانور ذبح تو ہو جائے گا مگر اس طرح ذبح کرنا مکروہ ہے کیونکہ اس میں جانور کو اذیت پہنچانا ہے (۵۰)

ایک شبہ کا ازالہ

امام سرخسی نے ذبیحہ کی بحث میں بعض مشائخ کے اس زعم اور شبہ کو باطل قرار دیا ہے کہ "جانوروں کا ذبح کرنا عقلی طور پر ممنوع اور ناجائز لگتا ہے کیونکہ اس میں جانور کو تکلیف پہنچانا ہے۔" سرخسی نے اس شبہ کے باطل ہونے کی یہ دلیل دی ہے کہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بعثت سے قبل بھی گوشت تناول فرمایا کرتے تھے اور یہ نہیں ہو سکتا کہ آپ مشرکین مکہ کے ذبیحوں کو کھائیں کیونکہ وہ جانوروں کو بتوں کے نام پر ذبح کرتے تھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم خود ذبح فرماتے اور خود شکار فرمایا کرتے تھے اور جو کام عقلی طور پر ناجائز ہو مثلاً جھوٹ بولنا۔ ظلم کرنا وغیرہ وہ آپ ﷺ نہیں کیا کرتے تھے۔ دوسرے یہ کہ جانوروں کو ذبح کرنے یا شکار کرنے میں اس ذات کی غذا کو حاصل کرنا ہے جو حیوانات کی تخلیق کا مقصود ہے یعنی انسان۔ لہٰذا خود انسان ہی ذبح و شکار کے جائز ٹھہرانے کا سبب ہو گا اور اسی چیز کی طرف اللہ نے اس آیت کریمہ میں اشارہ فرمایا ہے:

"هُوَ الَّذِىْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا"

(سورۃ البقرہ: ۲۹)

(وہ اللہ وہی ذات ہے جس نے تمہارے نفع کے لیے پیدا فرمایا جو کچھ

Marfat.com

زمین میں ہے سب کا سب)

اور اس نفع حاصل کرنے لیے کسی جانور کو تکلیف دینا عقلاً بھی ناجائز نہیں۔ جیسا کہ انسانی صحت اور جسم و اعضاء کی بہتری کے لیے رگ کھلوانا پچھنے لگوانا یا کڑوی دوائیاں لینا عقلی طور پر ناجائز نہیں۔

دوانِ سفر سواری کے جانور کی رعایت

خالق کائنات نے بعض جانوروں کو بار برداری' اور انسان کی سواری کے لیے تخلیق فرمایا۔ اس مقصد کے لیے جانور کو استعمال کرتے وقت اسلام نے حتی الامکان اس کے آرام و آسائش اور مناسب خوراک کے خیال رکھنے کا حکم دیا ہے۔ بعض لوگ دوران سفر کسی جگہ رکتے ہیں تو سواریوں کی پیٹھ پر ہی بلا ضرورت بیٹھے رہتے' کھاتے پیتے اور گپ شپ لگاتے رہتے ہیں۔ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کرنے سے منع فرمایا:

"اپنے چوپاؤں کی پیٹھوں کو منبر بنانے سے بچو۔ اللہ نے ان کو تمہارا تابع فرمان اس لیے بنایا ہے کہ وہ تم کو ایسے مقامات پر پہنچا دیں جہاں تم پہنچ بھی سکتے تو بڑی مشقت اٹھانے کے بعد پہنچتے۔ اللہ نے تمہارے لیے زمین کو بنایا ہے اپنی تمام ضرورتیں اسی پر پوری کرو۔" (۵۲)

اس معاملے میں صحابہ کرام کی رعایت کا حال سنئے۔ حضرت انس فرماتے ہیں کہ دوران سفر جب ہم کسی منزل پر اترتے تو اس وقت تک نماز (جیسا اہم فریضہ بھی) ادا نہ کرتے جب تک کہ اپنی سواریوں پر سے کجاوے نہ اتار لیتے (۵۳)

اس حدیث کے حاشیے میں التعلیق المحمود کے حوالے سے لکھا ہے کہ بعض علماء کے نزدیک یہ بات پسندیدہ نہیں کہ جب مسافر کسی منزل پر اترے تو اپنے چوپائے کو چارہ ڈالنے سے پہلے خود کھانا کھانے بیٹھ جائے اور اس ضمن میں ایک عمدہ شعر بھی لکھا ہے کہ

حَقُّ الْمَطِی اَنْ نَبْدَأُ بِحَاجَتِہا
لَا اُطْعِمُ الضَّیْفَ حَتّٰی اَعْلِفَ لِفَرَسَا

Marfat.com

سواری کا حق ہے کہ اس کی حاجت کو پہلے پورا کیا جائے' مہمان کو کھانا نہ دے یہاں تک کہ اس کے گھوڑے کو چارہ ڈال لے۔

حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ عرفہ کے دن وہ نبی اکرمؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیچھے اونٹوں کو مارنے اور جھڑکنے کی آواز سنی۔ آپ نے اپنے کوڑے سے ان لوگوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا لوگو! تمہارے اوپر آرام و سکون سے چلنا لازم ہے کیونکہ اونٹوں کو تیز ہانکنے میں کوئی نیکی نہیں رکھی۔ (۵۴)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ایک سفر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک اونٹ پر سوار تھیں جس میں تھوڑی سی سختی اور سرکشی تھی۔ حضرت عائشہؓ اسے رام کرنے کے لیے دائیں بائیں باگ کھینچ کر پھیرنے لگیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عائشہ تم پر (اس اونٹ کے حق میں) نرمی کرنا لازم ہے کیونکہ نرمی کا وصف جس شے (یا آدمی) میں داخل ہوتا ہے اسے زینت بخشتا اور جس شے (یا آدمی) سے اس وصف کو چھین لیا جاتا ہے اسے عیب دار بنا دیتا ہے (۵۵)

امام غزالیؒ نے سفرحج اور عام مسافر کے آداب میں سے ایک ادب یہ بھی لکھا ہے کہ مسافر اپنی سواری کے جانور پر سوار ہو تو اس کے ساتھ نرمی کرے۔ اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ اس پر نہ لادے' اس کے چہرے پر نہ مارے کیونکہ جانور کو چہرے پر مارنے سے شریعت میں منع کیا گیا ہے' اس پر سو نہ جائے اس لیے کہ اس سے چوپائے کو تکلیف ہوتی ہے' اہل ورع چوپاؤں پر نہیں سوتے الا یہ کہ ان کو اونگھ آجائے اس سلسلے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اپنے چوپاؤں کی پیٹھوں کو کرسیاں نہ بنالو۔ مستحب یہ ہے کہ دوران سفر صبح شام چوپائے سے اتر کر اسے راحت پہنچائے اور ایسا کرنا سنت ہے۔ بعض اسلاف سے مروی ہے کہ وہ جانور اس شرط پر کرایہ پر لیتے تھے کہ وہ چوپائے سے نہیں اتریں گے اور ایسا کرنے کی پوری پوری اجرت

Marfat.com

دیں گے مگر پھر رستے میں چوپائے سے اتر پڑتے تھے تاکہ اس طرح وہ چوپائے کے ساتھ نیکی اور ہمدردی کرنے والے ہوں اور یہ نیکی ان کی نیکیوں کے تولے جانے کے دن (روز قیامت) ان کے پلڑے میں رکھی جائے نہ کہ چوپائے کے مالک کے پلڑے میں..... اس طرح چوپائے سے اترنے میں بیک وقت دو نیکیاں ہیں ایک تو چوپائے کو راحت پہنچانا اور دوسری مالک چوپایہ کے دل کو خوش کرنا (۵۶)

باہم لڑانے سے ممانعت

بعض لوگ شوقیہ کتوں مرغوں مینڈھوں یا دوسرے جانوروں کو لڑاتے ہیں۔ انسانوں کے لیے تو یہ چیز کھیل تماشہ اور تفریح طبع کا باعث بن جاتی ہے مگر اس سے بے زبان جانوروں کا لڑلڑ کر برا حال ہو جاتا ہے۔ اس سے وہ بے فائدہ گھائل اور زخمی ہو کر تکلیف پاتے ہیں پھر بعض اوقات اس قسم کی لڑائیوں کا انجام بھی بڑا ہولناک ہوتا ہے۔ بسا اوقات باہمی عداوت' دشمنی' نفرت اور قتل و غارت کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ اس لیے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے جانوروں کو ایک دوسرے سے لڑانے سے منع فرمایا (۵۷) تاکہ اس طرح بلا فائدہ اور بلاوجہ جانوروں کو مصیبت و تکلیف میں نہ ڈالا جائے۔

جانوروں کے ساتھ نیکی کا صلہ

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نفسیاتی پہلو سے بھی حیوانات کے ساتھ نیکی اور ہمدردی کرنے کی ترغیب دلائی۔ آپؐ نے بتایا کہ جس طرح انسانوں کے ساتھ حسن سلوک' ایثار اور احسان کرنا ثواب کا کام ہے بعینہ چرندوں پرندوں اور جانوروں کے ساتھ احسان کرنا بھی موجب ثواب اور باعث رحمت و بخشش ہے اور یہ امید کسی عمل کے لیے بہت بڑا محرک اور مؤثر ترین داعیہ ہے۔ ایک صحابی حضرت سراقہ بن جعشمؓ کہتے ہیں میں نے

Marfat.com

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ میں نے خاص اپنے اونٹوں کے لیے پانی کے جو حوض بنائے ہیں ان پر بعض اوقات بھولے بھٹکے اونٹ بھی آجاتے ہیں تو کیا ان کے پلانے پر میرے لیے کوئی اجر و ثواب ہے آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں ہر پیاسے یا ہر ذی حیات کے ساتھ اچھا سلوک کرنے پر ثواب ہے (۵۸)

کتے کو پانی پلانے پر بخشش

جانوروں کے ساتھ نیکی کتنا بڑا ثواب کا کام ہے اس کا اندازہ اس حدیث سے لگایئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک شخص راستہ میں جا رہا تھا کہ اس کو سخت پیاس محسوس ہوئی وہ ایک کنویں میں اترا اور اس نے وہاں سے پانی پیا۔ کنویں سے نکلا تو اس نے دیکھا کہ ایک کتا پیاس سے زبان نکالے ہانپ رہا ہے اور شدت پیاس کی وجہ سے کیچڑ چاٹ رہا ہے اس نے اپنی پیاس کی شدت کو یاد کر کے اس پر ترس کھایا وہ کنویں میں اترا اپنے موزوں کو پانی سے بھر کر اور منہ میں پکڑ کر اوپر چڑھا اور اس طرح کتے کو پانی پلایا۔ اللہ کریم نے اس کی اس نیکی کو شرف قبولیت عطا فرمایا اور اس کی بخشش فرما دی۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا جانوروں کے ساتھ احسان کرنے میں بھی اجر ملتا ہے فرمایا ہر ذی حیات (جاندار) کے ساتھ احسان کرنے میں اجر ہے۔ (۵۹)

نبی رحمت ﷺ اور ایک ہرنی

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے حیوانات کے ساتھ احسان، مہربانی، ہمدردی اور حسن سلوک کی صرف زبانی کلامی ہی تعلیم نہیں دی بلکہ اپنے عمل سے بے زبان حیوانات پر رحمت و شفقت فرما کر امت کو تعلیم دی ہے۔ آپ ﷺ کا اس قسم کا ایک واقعہ سیرت نگاروں نے آپ ﷺ کے معجزات کی بحث میں لکھا ہے۔ اس واقعہ کا تعلق جہاں آپ ﷺ کے معجزہ سے ہے وہاں حیوانات پر رحمت و

Marfat.com

شفقت کرنے سے بھی ہے معروف صحابی حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا جبکہ آپ ایک مرتبہ مدینہ منورہ کی ایک گلی سے گزر رہے تھے۔ ہم ایک اعرابی کے خیمے کے پاس سے گزرے جہاں ایک ہرنی بندھی ہوئی تھی۔ اس ہرنی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ اس اعرابی نے مجھے شکار کیا ہے اور میرے دو بچے جنگل میں ہیں۔ اب میرے تھنوں میں دودھ گاڑھا ہو رہا ہے یہ اعرابی نہ تو مجھے ذبح کرتا ہے کہ میں اس تکلیف سے راحت پا جاؤں اور نہ مجھے چھوڑتا ہے کہ میں اپنے بچوں کو دودھ پلا آؤں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا اگر میں تمہیں چھوڑ دوں تو کیا تو واپس آجائے گی اس نے عرض کیا ہاں اگر میں نہ واپس آؤں تو اللہ تعالیٰ مجھے دسواں حصہ (ناجائز) ٹیکس وصول کرنے والے کا سا عذاب دے۔ حضور ﷺ نے اسے چھوڑ دیا تھوڑی دیر گزری تھی کہ وہ اپنا منہ چاٹتی واپس آگئی آپ نے اسے خیمے کے ساتھ باندھ دیا۔ اتنے میں اعرابی بھی پانی کا مشکیزہ پکڑے آگیا (ایک روایت میں ہے جاگ اٹھا) حضور ﷺ نے اعرابی سے فرمایا کیا تو اس ہرنی کو بیچے گا اس نے عرض کیا : یہ بطور ہدیہ پیش خدمت ہے۔ آپ نے اسے آزاد فرما دیا۔ زید بن ارقمؓ کہتے ہیں کہ واللہ میں نے اسے دیکھا کہ وہ جنگل میں تسبیح اور کلمہ **لَآاِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ** پڑھ رہی ہے (۶۰)

ایک اونٹ کا بارگاہ نبوی میں استغاثہ

الدمیری نے طبرانی کے حوالے سے بارگاہ نبوی میں ایک اونٹ کے استغاثے اور آپ ﷺ کی فریاد رسی کا ایک عجیب واقعہ لکھا ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں غزوہ ذات الرقاع میں ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے۔ ایک میدان میں ہم رکے تو ہم نے دیکھا کہ ایک اونٹ بڑے ناز سے چلتا ہوا آرہا ہے۔ اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب آکر آپ کے سر پر کھڑے ہو کر بلبلانا اور رونا شروع کر

Marfat.com

دیا۔ حضورﷺ نے فرمایا: یہ اونٹ اپنے مالک کے خلاف مجھ سے مدد طلب کر رہا ہے۔ یہ کہتا ہے کہ اس کے مالک نے اتنے سال اس سے ہل چلائے حتی کہ اس کو عاجز اور کمزور کر دیا ہے اور اب اس کی عمر بھی بڑی ہو گئی ہے تو اس کو ذبح کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ پھر فرمایا جابرؓ جاؤ اور اس کے مالک کو بلا لاؤ حضرت جابرؓ نے عرض کیا میں تو اس کو نہیں پہچانتا۔ فرمایا تجھے پتہ چل جائے گا۔ حضرت جابرؓ کہتے ہیں اونٹ میرے آگے آگے چلا یہاں تک کہ مجھے بنی خطمہ کی ایک مجلس کے پاس لا کھڑا کیا۔ میں نے مجلس میں موجود لوگوں سے پوچھا اس اونٹ کا مالک کہاں ہے انہوں نے کہا یہ فلاں ابن فلاں کا ہے۔ میں اس کے پاس آیا اور اس سے کہا تجھے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم یاد فرما رہے ہیں۔ وہ میرے ساتھ خدمت نبوی میں حاضر ہوا۔ آپؐ نے اس سے فرمایا تیرا یہ اونٹ کہتا ہے کہ تو نے اتنے سال اس سے ہل چلائے حتی کہ جب تو نے اس کو کمزور اور عاجز کر دیا اور یہ بوڑھا ہو گیا تو اب کو اس کو ذبح کرنا چاہتا ہے۔ اس نے عرض کیا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا بات واقعی اسی طرح ہے۔ آپﷺ نے فرمایا نیک مملوک کا صلہ یہ نہیں ہے۔ پھر فرمایا کیا تو اس کو بیچے گا اس نے عرض کیا ہاں آپﷺ نے اونٹ کو اس سے خرید لیا پھر اس کو درختوں میں چرنے کے لیے چھوڑ دیا یہاں تک کہ اس کی کوہان کھڑی ہو گئی (موٹا تازہ ہو گیا) جب کسی مہاجر یا انصاری کا اونٹ بیمار ہو جاتا تو حضورﷺ اس کو یہ اونٹ استعمال کے لیے دے دیتے۔ ایک عرصہ وہ اونٹ اسی طرح رہا (٦١)

ایک محدث کا عجیب قصہ

امام احمد بن حنبلؒ کو معلوم ہوا کہ وراء النہر کے علاقے میں ایک محدث کے پاس حضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی کچھ ثلاثی احادیث ہیں۔ امام احمدؒ دور دراز کا سفر کر کے اس محدث کے پاس پہنچے۔ دیکھا کہ وہ شیخ ایک کتے کو کچھ کھلا رہے ہیں۔ امام احمدؒ نے سلام کیا شیخ سلام کا جواب دے کر پھر کتے کو

Marfat.com

کھلانے کی طرف مشغول ہو گئے۔ شیخ نے جب امام احمدؒ کی طرف توجہ نہ دی تو "امام نے اس چیز کو برا محسوس کیا۔ کتے کو کھلانے سے جب شیخ فارغ ہوئے تو امام احمدؒ کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔ جب میں آپ کی بجائے کتے کی طرف متوجہ ہوا تو شاید آپ نے اس چیز کو محسوس کیا ہو امام احمدؒ نے کہا ہاں۔ شیخ نے حضرت ابو ہریرہؓ کی یہ روایت سنائی کہ "حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
جس آدمی کے پاس کوئی کسی قسم کی امید لے کر آئے اور وہ اس کی امید کو توڑ دے تو قیامت کے دن اللہ اس کی امیدوں پر پانی پھیر دے گا اور وہ جنت میں داخل نہ ہو گا" ہمارا یہ علاقہ کتوں کی سرزمین نہیں ہے۔ یہ کتا یقیناً" میرے پاس کھانے پینے کی امید لے کر آیا ہے میں اس بات سے ڈرا کہ میں نے اس کی امید توڑ دی تو کہیں بروز قیامت اللہ میری امید کو بھی نہ توڑ دے۔ امام احمدؒ نے کہا میرے لیے یہی حدیث کافی ہے اور پھر واپس آ گئے (۶۲)

ایک وہم کا ازالہ

مذکورہ احادیث اور واقعات سے یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ شاید کتوں کو رکھنا اور پالنا بھی کار ثواب اور جائز ہو۔ کیوں کہ کتوں کو شوقیہ اور فخریہ رکھنا اور چیز ہے اور کسی راہ گیر کتے پر اللہ کی مخلوق سمجھتے ہوئے ترس کھانا اور چیز ہے۔ اسلام نے صرف کسی واقعی ضرورت مثلاً شکار یا فصل یا مویشیوں کی حفاظت و نگرانی وغیرہ کے لیے کتا رکھنے کی اجازت دی ہے مگر شوقیہ کتے پالنے کو آدمی کے اجر و ثواب میں کمی کا باعث قرار دیا ہے (۶۳) کیونکہ کتا گھر میں ہونے سے ایک تو رحمت کے فرشتے گھر میں داخل نہیں ہوتے دوسرے کتے کے بھونکنے سے راہ گیر لوگ پریشان ہوتے اور بعض اوقات اس کے کاٹنے سے زخمی بھی ہو سکتے ہیں جس گھر میں کتا یا تصویر ہو اس میں رحمت کے فرشتوں کے داخل نہ ہونے کے بہت سے اسباب علماء نے لکھے ہیں (۶۴) شوقیہ کتے رکھنا ایک نجس و ناپاک جانور کے ساتھ کھیلنا کودنا' اس کا ہر وقت گھر میں رہنا پھر اس پر مستزاد یہ کہ اللہ کے مفلوک الحال بندوں کی بجائے ان کتوں پر بے

Marfat.com

تحاشا خرچ کرنا، ان کو دیسی گھی اور گوشت کھلانا، دودھ پلانا، بادام روغن کی مالش کرنا، ریشمی رضائیوں میں سلانا وغیرہ اسلام کی روح اور مزاج کے خلاف ہے اور سوائے اس کے کچھ نہیں کہ ناجائز ذرائع سے اکٹھی کی ہوئی دولت کا ایک ناجائز مصرف ہے۔

Marfat.com

حوالہ جات فصل ششم

۱۔ اس موضوع پر راقم کا ۴۷ صفحات پر مشتمل ایک تفصیلی مضمون "بے رحمی حیوانات اور اسلامی احکام" کے عنوان سے سہ ماہی منہاج لاہور کے شمارہ جنوری ۱۹۹۰ء میں چھپ چکا ہے۔ اب اس پر نظر ثانی کر کے یہاں دے رہا ہوں (مؤلف)

۲۔ سیرۃ النبی: ۶ : ۳۰۲ طبع لاہور ۱۹۷۵ء

۳۔ مشکوۃ المصابیح: ۳۵۸، ۳۵۹ طبع سعید کمپنی کراچی۔

۴۔ احمد ابن شعیب النسائی: سنن نسائی: ۲: ۱۸۶ طبع نور محمد کراچی

۵۔ نور الدین ہیثمی: مجمع الزوائد و منبع الفوائد ج ۴ ص ۳۰ طبع بیروت

۶۔ بخاری شریف: ۱: ۶۶۷ طبع کرزن پریس دہلی۔

(ب) ابو داؤد شریف: ۲: ۱۴ طبع کانپور

۷۔ مشکوۃ المصابیح: ۳۶۱ طبع کراچی

۸۔ بخاری شریف: ۲: ۸۲۸ طبع کرزن پریس دہلی۔

(ب) مسلم شریف: ۲: ۱۵۳ طبع قدیمی کتب خانہ کراچی

(ج) ابوداؤد: ۲: ۳۸۹ طبع کانپور

۹۔ مسلم بن الحجاج قشیری: صحیح مسلم: ۲: ۱۵۳ طبع قدیمی کتب خانہ کراچی

۱۰۔ ابو عیسی ترمذی: جامع ترمذی: ۲۳۲ طبع نور محمد کراچی

۱۱۔ بخاری شریف کتاب الصید والذبائح: ۲: ۸۲۸، ۸۲۹ طبع کرزن پریس دہلی۔

Marfat.com

۱۲۔ جامع ترمذی ابواب الصید: ۲۲۳ طبع نور محمد کراچی
۱۳۔ بخاری شریف ابواب الصید: ۲: ۸۲۹ طبع کرزن پریس دہلی
۱۴۔ مشکوۃ المصابیح: ۳۵۸ طبع سعید کمپنی کراچی
۱۵۔ ابو داؤد شریف: ۲: ۶۹۶ طبع کانپور
۱۶۔ کمال الدین الدمیری: حیوۃ الحیوان: ۱: ۴۹۱ طبع مصر
۱۷۔ کمال الدین الدمیری: حیوۃ الحیوان: ۱: ۲۳ طبع مصر
۱۸۔ مسلم شریف: ۲: ۳۲۳ طبع قدیمی کتب خانہ کراچی۔
۱۹۔ مسلم بن الحجاج: صحیح مسلم: ۲: ۲۰۲
۲۰۔ ایضاً''
۲۱۔ الفتح الربانی ترتیب مسند احمد: ۱۶: ۱۳، ۱۹ طبع قاہرہ
(ب☆) الدمیری: حیوۃ الحیوان: ۲: ۲۷۵، ۳۶۷ طبع مصر
(ج) شمس الدین المقدسی: الآداب الشرعیہ: ۳: ۳۶۲، ۳۶۳ طبع ریاض
۲۲۔ صحیح ابن حبان: ۶: ۴۶۳ طبع شیخوپورہ پاکستان
(ب) ابوداؤد: ۲: ۱۴۷ طبع کانپور
۲۳۔ ہیثمی: مجمع الزوائد و منبع الفوائد ج ۴: ۳۰: طبع بیروت
۲۴۔ بخاری شریف: ۱: ۳۱۲ طبع کرزن پریس دہلی
۲۵۔ سنن ابی داؤد: ۲: ۳۹۲ طبع کانپور
۲۶۔ نور الدین ہیثمی مجمع الزوائد: ۴: ۳۰ طبع بیروت
۲۷۔ سنن ابی داؤد: ۲: ۳۷۳ طبع کانپور
۲۸۔ مشکوۃ المصابیح: ۲۰۸ طبع سعید کمپنی کراچی۔
۲۹۔ خلفائے راشدین ص ۱۳۳ طبع دار المصنفین اعظم گڑھ
۳۰۔ عامہ کتب فقہ: کتاب الاجارہ
۳۱۔ فتاویٰ عالمگیری (مترجم): ۲: ۷۶۷ طبع شیخ غلام علی لاہور
۳۲۔ امام غزالی: احیاء علوم الدین: ۲: ۲۵۴ طبع مصر ۱۳۵۸ھ
۳۳۔ ایضاً''

Marfat.com

۳۴۔ ایضاً"
۳۵۔ سنن ابی داؤد: ۱: ۳۴۵ طبع کانپور
۳۶۔ ایضاً"
۳۷۔ مسلم شریف: ۲: ۱۴۴ طبع کراچی
۳۸۔ نور الدین ہیثمی: مجمع الزوائد و منبع الفوائد: ۸: ۱۹۶، ۱۹۷ طبع بیروت
۳۹۔ مرغینانی۔ ہدایہ (مترجم): ۲: ۳۵۲، ۳۵۳ طبع لاہور
۴۰۔ علاؤ الدین الحصکفی: الدر المختار شرح تنویر الابصار: ۱: ۴۵۳ طبع مصر
۴۱۔ فتاوی عالمگیری (مترجم) ۲: ۷۶۸ طبع شیخ غلام علی لاہور
۴۲۔ بخاری شریف: ۱: ۴۹۵، مسلم شریف: ۲: ۲۳۶
۴۳۔ نور الدین ہیثمی: مجمع الزوائد: ۸: ۱۹۶
۴۴۔ ایضاً"
۴۵۔ فتاوی عالمگیری (مترجم): ۲: ۷۶۷ طبع شیخ غلام علی لاہور
۴۶۔ مسلم شریف: ۲: ۱۵۲، سنن ابی داؤد: ۲: ۳۸۹
۴۷۔ ہیثمی: مجمع الزوائد و منبع الفوائد: ۴: ۳۳ طبع بیروت
۴۸۔ شمس الدین السرخسی: المبسوط: ۱۱: ۲۲۷ مطبعۃ السعادۃ مصر
۴۹۔ نور الدین ہیثمی: مجمع الزوائد: ۴: ۳۲، ۳۳
۵۰۔ الحصکفی: الدر المختار شرح تنویر الابصار: ۲: ۵۹۶ طبع مصر
۵۱۔ السرخسی: المبسوط: ۱۱: ۲۲۱ طبع مصر
۵۲۔ سنن ابی داؤد: ۱: ۳۴۷ (کتاب الجہاد)
۵۳۔ سنن ابی داؤد: ۱: ۳۴۵ (کتاب الجہاد)
۵۴۔ مشکوٰۃ المصابیح: ۲۲۹ طبع کراچی
۵۵۔ امام غزالی: احیاء علوم الدین: ۲: ۲۵۴ طبع مصر
۵۶۔ امام غزالی: احیاء علوم الدین: ۲: ۲۵۴ طبع مصر
۵۷۔ جامع ترمذی: ص ۲۶۲ طبع نور محمد کراچی
۵۸۔ سنن ابن ماجہ: ص: ۲۷۰ طبع مجتبائی دہلی۔

Marfat.com

۵۹۔ بخاری شریف : ۱: ۳۱۸، مسلم شریف : ۲: ۲۳۷

۶۰۔ جلال الدین سیوطی : الخصائص الکبری : ۲: ۲۹۷ طبع مصر
(ب) زرقانی : شرح مواہب اللدنیہ : ۵: ۱۵۰ طبع مصر

۶۱۔ الدمیری : حیوٰۃ الحیوان : ۱: ۲۸۴، ۲۸۵ طبع مصر

۶۲۔ الدمیری : حیوٰۃ الحیوان : ۱: ۲۸۴، ۲۸۵ طبع مصر

۶۳۔ مسلم شریف : ۲: ۲۰، ۲۱

۶۴۔ الدمیری : حیوٰۃ الحیون : ۲: ۲۹۰

Marfat.com

ماخذ و مراجع

تفسیر

۱۔ قرآن مجید و فرقان حمید

۲۔ تفسیر البحر المحیط ---- ابو حیان الاندلسی (م ۷۵۴ھ) ریاض ۔ سعودی عرب
۳۔ تفسیر الجامع لاحکام القرآن ---- ابو عبداللہ القرطبی (م ۶۷۱ھ)
قاہرہ ۱۳۸۷ھ / ۱۹۶۷ء
۴۔ تفسیر روح البیان ---- شیخ اسماعیل حقی (م ۱۱۳۷ھ)
مکتب عثمانیہ ۱۳۳۱ھ / استنبول ۱۹۲۸ء
۵۔ تفسیر روح المعانی ---- علامہ محمود آلوسی بغدادی (م ۱۲۷۰ھ) بیروت
۶۔ تفسیر القرآن العظیم ----ابن کثیر، ابوالفداء اسماعیل متوفی ۷۷۴ھ
سہیل اکیڈمی لاہور
۷۔ تفسیر کبیر ---- امام فخر الدین رازی (م ۶۰۶)ھ
مطبع بہیہ مصر ۱۳۵۷ھ / ۱۹۳۸ء
۸۔ تفسیر الکشاف ---- امام جار اللہ محمد بن عمر زمخشری (م ۵۲۸ھ) بیروت۔ لبنان
۹۔ تفسیر نسفی المعروف بمدارک ---- امام عبداللہ نسفی (م ۷۰۱ھ)
قدیمی کتب خانہ کراچی

حدیث

۱۰۔ الاحسان بترتیب صحیح بن حبان ---- علاؤ الدین علی بن بلبان الفاسی (م ۷۳۹ھ)
سانگلہ ہل، شیخوپورہ
۱۱۔ البحر الذخار المعروف بمسند البزار ---- امام ابوبکر احمد بن عمر البزار (م ۲۹۲ھ)
بیروت ۱۴۰۹ھ / ۱۹۸۸ء
۱۲۔ الجامع الصحیح (للبخاری) ---- امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری (م ۲۵۶ھ)
کرزن پریس دہلی / نور محمد کراچی
۱۳۔ الجامع الصحیح لمسلم (مع شرح نووی) ---- امام مسلم بن حجاج قشیری (م ۲۶۱ھ)
قدیمی کتب خانہ کراچی
۱۴۔ الجامع الصغیر فی احادیث البشیر النذیر ---- علامہ جلال الدین سیوطی (م ۹۱۱ھ)
بیروت
۱۵۔ الادب المفرد ---- امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری (م ۲۵۶ء)
بیروت ۔ لبنان
۱۶۔ جامع ترمذی ---- امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی (م ۲۷۹ھ) نور محمد کراچی
۱۷۔ ریاض الصالحین ---- امام یحییٰ بن شرف نووی (م ۶۷۶ھ)
مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور ۱۹۸۱ء / ۱۴۰۰ھ

Marfat.com

۱۸۔ سنن ابی داؤد ---- سلیمان بن ابی اشعث' ابی داؤد (م ۲۷۵ھ)
نور محمد کراچی
۱۹۔ سنن ابن ماجہ ---- ابو عبداللہ محمد بن یزید ماجہ (م ۲۷۵ھ) دہلی / کراچی
۲۰۔ سنن نسائی ---- احمد بن شعیب نسائی (م ۳۰۲ھ) کراچی
۲۱۔ سنن دارمی ---- امام ابو محمد عبداللہ الدارمی (م ۳۵۵ھ) دمشق ۱۳۵۹ھ
۲۲۔ السنن الکبری ---- ابوبکر احمد بن الحسین البیہقی (م ۴۵۸ھ)
طبع حیدر آباد دکن ۱۳۵۶ھ
۲۳۔ سنن دار قطنی ---- علی بن عمر الدار قطنی
دہلی
۲۴۔ شرح السنہ ---- امام بغوی' محی السنہ ابی محمد الحسین بن مسعود الفراء المتوفی ۵۱۶ھ
بیروت ۱۹۸۳ء / ۱۴۰۳
۲۵۔ صحیفہ ھمام بن منبہ (متوفی ۱۳۲ھ) ---- (تحقیق رفعت فوزی عبد المطلب)
قاہرہ ۱۴۰۶ھ / ۱۹۸۵ء
۲۶۔ عمدۃ القاری شرح بخاری ---- علامہ بدر الدین عینی (م ۸۵۵ھ) بیروت
۲۷۔ فتح الباری شرح بخاری ---- حافظ ابن حجر عسقلانی (م ۸۵۲ھ) لاہور ۱۹۸۱ء
۲۸۔ الفتح الربانی لترتیب مسند احمد ---- احمد عبدالرحمٰن البناء
قاہرہ
۲۹۔ کتاب الزہد ---- امام احمد بن حنبل (م ۲۴۱ھ) دارالاشاعت کراچی ۱۹۶۶ء
۳۰۔ کشف المحجوب ---- شیخ علی بن عثمان ہجویری (داتا گنج بخش) متوفی ۴۸۰ھ)
اسلامک بک فاؤنڈیشن لاہور
۳۱۔ کتاب الحدائق فی علم الحدیث والزہدیات ---- ابوالفرج ابن جوزی (م ۵۹۷ھ)
بیروت ۔ لبنان ۱۴۰۸ھ / ۱۹۸۸ء
۳۲۔ مصنف ---- ابن ابی شیبہ' ابوبکر عبداللہ بن محمد (م ۲۳۵)
کراچی' ادارۃ القرآن ۱۹۸۶ء
۳۳۔ المستدرک (مع التلخیص)
امام ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ المعروف بحاکم نیشاپوری (م ۴۰۵ھ)
حیدر آباد دکن ۱۱۳۴
۳۴۔ مسند احمد ---- امام ابو عبداللہ احمد بن حنبل (م ۲۴۱ھ) مصر (قدیم)
۳۵۔ مسند ابی عوانہ ---- ابو عوانہ یعقوب بن اسحاق الاسفرائنی (م ۳۱۶ھ)
بیروت ۔ توزیع مکہ مکرمہ
۳۶۔ مجمع الزوائد و منبع الفوائد ---- حافظ نور الدین ہیثمی (م ۸۰۷ھ)
مکتبہ قدسی قاہرہ ۱۳۵۳ھ / بیروت
۳۷۔ مسند ابی یعلی ---- لابی یعلی الموصلی' احمد بن علی (م ۳۰۷ھ) جدہ / بیروت
۳۸۔ مجمع البحرین فی زوائد المعجمین
"المعجم الاوسط والمعجم الصغیر للطبرانی" ---- حافظ نور الدین ہیثمی (م ۸۰۷ھ)

Marfat.com

۳۹۔ مشکوۃ المصابیح ---- ولی الدین الخطیب الطبریزی (م ۷۳۷ھ) سعید کمپنی کراچی
ریاض ۱۴۱۳ھ / ۱۹۹۲ء
۴۰۔ نوادار الاصول فی معرفۃ احادیث الرسول
ابو عبداللہ محمد الحکیم الترمذی (من علماء القران الثالث الھجری)
مکتبہ علمیہ' مدینہ منورہ

سیرت

۴۱۔ اعلام النبوۃ ---- ابو الحسن علی بن محمد الماوردی (م ۴۵۰ھ) ازھر ۱۳۹۱ھ / ۱۹۸۱ء
۴۲۔ امتاع الاسماع بما للرسول
من الانباء والا موال وا لحفدۃ وا لمتاع ---- مقریزی' تقی الدین احمد بن علی
قاہرہ ۱۹۴۱ء
۴۳۔ الانوار فی شمائل النبی المختار ---- محی السنہ الحسین بن مسعود البغوی (م ۵۱۶ھ)
دارا لضیاء بیروت ۱۴۰۹ھ / ۱۹۸۹ء
۴۴۔ تاریخ الخمیس فی احوال انفس نفیس ---- شیخ حسین بن محمد الدیار بکری بیروت
۴۵۔ تاریخ الاسلام (السیرۃ النبویہ)
حافظ شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان الذھبی (م ۷۴۸ھ)
بیروت ۱۹۸۹ء
۴۶۔ جوامع السیرۃ ---- ابن حزم اندلسی (م ۴۵۶ھ) احیاء السنہ گوجرانوالہ' پاکستان
۴۷۔ جواہر البحار فی فضائل النبی المختار ---- شیخ یوسف بن اسماعیل نبہانی
مصر ۱۹۶۰ء / ۱۳۷۹ھ
۴۸۔ جمع الوسائل فی شرح الشمائل للترمذی مع شرح مناوی ---- ملا علی قاری
مصطفیٰ البابی مصر
۴۹۔ حیاۃ سید العرب ---- حسین عبداللہ باسلام جدہ / بیروت ۱۴۱۲ھ / ۱۹۹۲ء
۵۰۔ خاتم النبیین ---- محمد ابو زہرہ دارا لفکر العربی
۵۱۔ الخصائص الکبریٰ ---- علامہ جلال الدین سیوطی (م ۹۱۱ھ) مصر
۵۲۔ خصائل نبوی اردو شرح شمائل ترمذی ---- شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا
مکتبہ الشیخ کراچی ۱۴۰۹ھ
۵۳۔ خطبات مدراس ---- سید سلیمان ندوی لاہور اکیڈمی لاہور
۵۴۔ دلائل النبوہ ---- ابوبکر احمد بن الحسین البیہقی (م ۴۵۸ھ)
مکتبہ اثریہ لاہور / بیروت لبنان
۵۵۔ دلائل النبوۃ ---- ابو نعیم اصفہانی (م ۴۳۰ھ) حیدر آباد دکن ۱۳۲۰ھ
۵۶۔ دریتیم ---- ماہر القادری
گوشہ ادب لاہور ۱۹۵۹ء
۵۷۔ ذخائر العقبیٰ فی مناقب ذوی القربیٰ
حافظ محب الدین احمد بن عبداللہ الطبری (م ۶۹۴ھ)

Marfat.com

۵۸۔ الروض الانف ---- ابی القاسم عبدالرحمٰن بن عبداللہ السہیلی (م ۵۸۱ھ) بیروت ۱۹۷۴ء

۵۹۔ رسول عربی اور عصر جدید ---- سید محمد اسماعیل جامعہ ازہر

۶۰۔ رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی ---- ڈاکٹر محمد حمید اللہ مدظلہ (پیرس) مکتبہ طلوع سحر کمرشل ایریا کراچی ۱۹۶۹ء

۶۱۔ رسول رحمت ﷺ ---- مولانا غلام رسول مہر دارالاشاعت کراچی

۶۲۔ زاد المعاد ---- ابن قیم الجوزیہ (م ۷۵۱ھ) شیخ غلام علی لاہور

۶۳۔ سیرۃ النبی ---- ابو محمد عبدالملک بن ہشام (م ۲۱۳ھ) قاہرہ مصر ۱۳۵۲ھ / ۱۹۳۷ء طبع بیروت ۱۴۰۵ھ / ۱۹۸۵ء

۶۴۔ السیرۃ النبویہ واخبار الخلفاء ---- حافظ ابی حاتم محمد ابن حبان تمیمی (م ۳۵۴ھ) دار الفکر

۶۵۔ السیرۃ النبویہ ---- ابو الفداء اسماعیل ابن کثیر (م ۷۷۴ھ) داراحیاء التراث العربی۔ بیروت

۶۶۔ سیرت حلبیہ ---- علی بن برہان الدین حلبی (م ۱۰۴۴ھ) مصر ۱۳۸۴ھ / ۱۹۶۴ء

۶۷۔ السیر الکبیر ---- امام محمد بن حسن شیبانی (م ۱۸۹ھ)

۶۸۔ کتاب السیر والمغازی المعروف بسیرۃ ابن اسحاق ---- محمد ابن اسحاق (م ۱۵۱ھ) مصر

۶۹۔ سبل الہدی والرشاد فی سیرۃ خیر العباد ---- محمد بن یوسف الصالحی الشامی (م ۹۴۲ھ) دار الفکر ۱۳۹۸ھ / ۱۹۸۷ء

۷۰۔ السیرۃ النبی العربی ---- احمد التاجی قاہرہ ۱۳۹۵ھ / ۱۹۷۵ء

۷۱۔ سیرۃ النبی ---- سید سلیمان ندوی مصر ۱۳۹۸ھ / ۱۹۷۸ء

۷۲۔ الشمائل ---- امام محمد بن عیسیٰ ترمذی (م ۲۷۹ھ) دینی کتب خانہ لاہور ۱۹۷۵ء

۷۳۔ الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ ---- قاضی عیاض، ابوالفضل (م ۵۴۴ھ) مصر نور محمد کراچی

۷۴۔ شرح الشفا لقاضی عیاض ---- ملا علی قاری (م ۱۰۱۴ھ) طبع مکتب عثمانیہ ۱۳۱۶ھ

۷۵۔ شرح مواہب اللدنیہ ---- محمد بن عبدالباقی الزرقانی (م ۱۱۲۲ھ) مصر ۱۳۲۷ھ

۷۶۔ ضیاء النبی ﷺ ---- پیر محمد کرم شاہ الازہری مدظلہ ضیاء القرآن پبلیکیشنز لاہور ۱۹۹۳ء

۷۷۔ طیب الوردہ شرح قصیدۃ البردہ ---- علامہ ابوالحسنات محمد احمد قادری مکتبہ نعمانیہ سیالکوٹ ۱۳۹۳ھ / ۱۹۷۱ء

۷۸۔ عہد نبوی میں نظام حکمرانی ---- ڈاکٹر محمد حمید اللہ (پیرس) اردو اکیڈمی سندھ کراچی ۱۹۸۱ء

Marfat.com

۷۹۔ عیون الاثر فی فنون المغازی والشمائل والسیر ---- ابن سید الناس (م ۷۳۴ھ)
بیروت ۱۹۷۴ء
۸۰۔ نقش سیرت نمبر ---- کونسٹن ویرژیل ادارہ سیارہ ڈائجسٹ لاہور فروری ۱۹۹۳ء
۸۱۔ فقہ السیرۃ ---- امام محمد بن محمد غزالی قاہرہ ۱۹۶۴ء
۸۲۔ کتاب المغازی للواقدی ---- محمد بن عمر بن واقد (م ۲۰۷ھ)
طبع آکسفورڈ یونیورسٹی ۱۹۶۶ء
۸۳۔ کتاب المحبر ---- ابو جعفر محمد بن حبیب بغدادی (م ۲۴۵ھ) بیروت، لبنان
۸۴۔ محسن انسانیت ---- مولانا نعیم صدیقی مکتبہ رحمانیہ سرگودھا ۱۹۶۰ء
۸۵۔ المواہب اللدنیہ ---- قسطلانی، احمد بن محمد (م ۹۲۳ھ) بیروت ۱۹۹۱ء
۸۶۔ مدارج النبوۃ (اردو) ---- شیخ عبدالحق محدث دہلوی (م ۱۰۵۲ھ)
مکتبہ اسلامیہ اردو بازار لاہور
۸۷۔ محمد سرور دو عالم ---- رشید اختر ندوی
ادارہ معارف ملی لاہور ۱۹۶۵ء
۸۸۔ نور الابصار فی مناقب آل بیت النبی المختار ---- شیخ شبلنجی شافعی طبع قدیم
۸۹۔ نظام الحکومۃ النبویۃ ---- شیخ عبدالحی کتانی (م ۷۸۹ھ) طبع بیروت
۹۰۔ النبی الخاتم ---- مولانا مناظر احسن گیلانی مکتبہ رشیدیہ لاہور
۹۱۔ نظم الدرر والمرجان فی تلخیص سید الانس والجان ---- اوحدالدین میرزا خان البرکی
مخطوطہ دیال سنگھ لائبریری لاہور
۹۲۔ نسیم الریاض شرح شفاء القاضی عیاض ---- شہاب الدین خفاجی (م ۱۰۵۸ھ)
مصر ۱۳۲۵ھ
۹۳۔ وفاء الوفاء باخبار دار المصطفیٰ ---- نور الدین علی بن احمد السمہودی (م ۹۱۱ھ)
طبع بیروت لبنان ۱۳۹۳ھ / ۱۹۷۱ء

تاریخ و رجال

۹۴۔ اسد الغابہ ---- عزالدین ابن اثیر الجزری (م ۶۳۰ھ) مکتبہ اسلامیہ طہران
۹۵۔ الاستیعاب ---- ابن عبدالبر اندلسی (م ۴۶۳ھ) مکتب نہضہ مصر
۹۶۔ الاصابہ فی تمیز الصحابہ ---- حافظ ابن حجر عسقلانی (م ۸۵۲ھ)
مصر ۱۳۲۵ھ / ۱۹۰۷ء
۹۷۔ انساب الاشراف ---- احمد بن یحییٰ بلاذری (م ۲۷۹ھ) بیروت
۹۸۔ ایران بعہد ساسانیاں ---- پروفیسر آرتھر کرسٹن ترجمہ پروفیسر محمد اقبال
انجمن ترقی اردو ہند ۱۹۴۱ء
۹۹۔ البدایہ والنہایہ ---- الحافظ ابن کثیر (م ۷۷۴ھ) طبع مصر ۱۳۵۱ھ / ۱۹۳۲ء
۱۰۰۔ بزم صوفیہ ---- سید صباح الدین عبدالرحمٰن
نفیس اکیڈمی کراچی
۱۰۱۔ تاریخ طبری (تاریخ الرسل والملوک) ---- ابن جریر طبری (م ۳۱۰ھ)

Marfat.com

مصر ۱۹۶۱ء
۱۰۲۔ حلیتہ الاولیاء ---- ابو نعیم اصبہانی، احمد بن عبداللہ (م ۴۳۰ھ)

مصر ۱۳۵۱ھ / ۱۰۳۲ء
۱۰۳۔ خلفائے راشدین ---- شاہ معین الدین احمد ندوی دار المصنفین اعظم گڑھ
۱۰۴۔ سیر اعلام النبلاء ---- حافظ شمس الدین ذھبی (م ۷۴۸ھ) دارالمعارف مصر
۱۰۵۔ الطبقات الکبریٰ ---- محمد بن سعد (م ۲۳۰ھ) طبع بیروت ۱۳۸۰ھ / ۱۹۶۰ء
۱۰۶۔ الکامل فی التاریخ ---- ابن اثیر، عز الدین الجزری (م ۶۳۰ھ)

بیروت ۱۳۸۵ھ / ۱۹۶۲ء
۱۰۷۔ المنتظم فی تاریخ الامم والملوک ---- ابو الفرج عبدالرحمٰن ابن الجوزی (م ۵۹۷ھ)

بیروت ۱۴۱۲ھ / ۱۹۹۲ء
۱۰۸۔ المفصل فی تاریخ العرب قبل الاسلام ---- الدکتور جواد علی بیروت ۱۹۷۰ء
۱۰۹۔ کتاب المختصر فی اخبار البشر
المعروف تاریخ ابوالفداء ---- عماد الدین اسماعیل ابی الفداء (م ۷۳۲ھ) مصر
۱۱۰۔ مختصر تاریخ دمشق لابن عساکر ---- ابن منظور، امام محمد بن مکرم (م ۷۱۱ھ)
دار الفکر دمشق ۱۴۰۴ھ / ۱۹۸۴ء

فقہ

۱۱۱۔ الدر المختار شرح تنویر الابصار ---- علاؤ الدین الحصکفی (م ۱۰۸۸ھ) مصر
۱۱۲۔ فقہ الزکوٰۃ (اردو ترجمہ) ---- ڈاکٹر یوسف القرضاوی لاہور
۱۱۳۔ فتاویٰ عالمگیری (مترجم) ---- فقہاء عصر اورنگ زیب عالمگیر، شیخ غلام علی لاہور
۱۱۴۔ المبسوط ---- شمس الائمہ سرخسی (م ۴۸۳ھ) مصر، مطبعۃ السعادۃ
۱۱۵۔ المحلیٰ ---- ابن حزم اندلسی (م ۴۵۶ھ) مصر
۱۱۶۔ ہدایہ (اردو ترجمہ) ---- علی بن ابی بکر مرغینانی (م ۵۹۳ھ) طبع لاہور

متفرقات

۱۱۷۔ احیاء علوم الدین ---- امام محمد بن محمد غزالی (م ۵۰۵ھ) قاہرہ ۱۳۸۷ھ / ۱۹۶۷ء
۱۱۸۔ اسلام میں غلامی کی حقیقت ---- مولانا سعید احمد اکبر آبادی مکہ بکس لاہور ۱۹۸۲ء
۱۱۹۔ اسلام ۔ دین آسان ---- مولانا محمد جعفر شاہ پھلواری
ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور ۱۹۵۵ء
۱۲۰۔ اسلام دین رحمت ---- شاہ معین الدین احمد ندوی اعظم گڑھ، انڈیا ۱۹۶۷ء
۱۲۱۔ اسلام کے معاشی نظریے ---- ڈاکٹر محمد یوسف الدین جامعہ کراچی ۱۹۸۴ء
۱۲۲۔ الآداب الشرعیہ ---- شمس الدین المقدسی ریاض
۱۲۳۔ حیوٰۃ الحیوان ---- کمال الدین الدمیری مصر
۱۲۴۔ حجتہ اللہ البالغہ (اردو) ---- شاہ ولی اللہ محدث دہلوی
قومی کتب خانہ لاہور ۱۹۶۳ء

Marfat.com

۱۲۵۔ خطبات حکیم الاسلام ---- قاری محمد طیب ملتان
۱۲۶۔ شاہنامہ اسلام ---- ابوالاثر حفیظ جالندھری مرحوم لاہور
۱۲۸۔ کتاب القلیوبی ---- علامہ شہاب الدین القلیوبی سعید کمپنی کراچی
۱۲۹۔ کتاب الاموال (اردو ترجمہ) ---- ابو عبید القاسم بن سلام (م ۲۲۴ھ)
ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد ۱۹۸۶ء
۱۳۰۔ مکارم الاخلاق فی آخر
مکارم الاخلاق لابن ابی الادنیا ---- امام الطبرانی (م ۳۶۰ھ)
بیروت ۱۴۰۹ھ / ۱۹۸۹ء
۱۳۱۔ مؤمن کے ماہ وسال (اردو ترجمہ ماثبت بالسنہ) ---- شیخ عبدالحق محدث دہلوی
(م ۱۰۵۲ھ) دارالاشاعت کراچی ۱۹۶۶ء

Marfat.com

طبع اول پر مختلف جرائد ورسائل کے تبصرے

سیارہ ڈائیجسٹ لاہور، بابت جولائی ۱۹۹۵ء

دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری کے مرکز تحقیق نے مولانا سید محمد متین ہاشمی مرحوم (خدا ان کی قبر کو نور سے بھر دے) کے دور میں تحقیقی مہمات کو سر کرنے کا آغاز کیا۔ اس عظیم کام کی جتنی بھی تحسین کی جائے کم ہے۔ خوشی اور مسرت کی بات یہ ہے کہ تحقیقی مقالات کے موضوعات اپنی نوعیت میں قطعی انفرادیت کے حامل ہوتے ہیں۔ دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری کا مرکز تحقیق اس ضمن میں اسلام کا قانون شہادت، اسلامی حدود اور ان کا فلسفہ، اسلام کا قانون محاصل، اسلام میں پولیس اور احتساب کا نظام، اسلام کا قانون اراضی ایسی تحقیقی تالیفات کو شائع کرنے کا اعزاز حاصل کر چکا ہے۔ انگریزی زبان میں بھی نصف درجن سے زائد اسلامی فقہ کے موضوعات پر مذکورہ ادارہ کتب شائع کر چکا ہے۔

اب اسی ادارہ نے معروف محقق جناب حافظ محمد سعد اللہ کی تالیف "غریبوں کا والی ﷺ" شائع کرنے کا منفرد اعزاز حاصل کیا ہے۔ یوں تو سیرت رسول ﷺ پر اب تک لاتعداد کتابیں لکھی جا چکی ہیں اور تا قیامت حضور ﷺ کی ذات طیبہ کے مختلف پہلوؤں اور گوشوں کو اجاگر کرنے کیلئے محققین اور مورخین تحقیق کے سمندر میں اتر کر یہ مقدس کام سرانجام دیتے رہیں گے کہ نبی آخرالزمان ﷺ کو خدا تعالیٰ نے بے مثال نعمتوں سے نواز رکھا ہے۔ نت نئے نئے موضوعات، اس ضمن میں منتخب ہوتے رہیں گے۔ مگر حافظ سعد اللہ صاحب نے جو موضوع منتخب کیا ہے وہ اپنی نوعیت کا دلکش اور انوکھا ہے۔ انہوں نے الطاف حسین حالی کی مشہور زمانہ مسدس، جسے وہ اپنی ایمانیت کا جزو ناگزیر خیال کرتے تھے: سے اپنی تحقیقی کام کا عنوان تلاش کیا ہے۔

"غریبوں کا والی ﷺ" میں مؤلف نے بڑے ذوق اور شوق کا ثبوت فراہم کیا ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کی ذات بابرکات سے وابستہ ہر وہ واقعہ قریباً قلمبند کر دیا ہے جس میں نبی کریم ﷺ اپنے دور کے نادار، تنگ دست اور فاقہ کش انسانوں پر محبت اور رأفت کا مینہ برساتے نظر آتے ہیں۔ عسرت کے مارے انسانوں کے لئے

Marfat.com

اللہ ۔ کے آخری نبی ﷺ سراپا محبت نظر آتے ہیں۔ کتاب میں مندرج لاتعداد ایمان افروز واقعات سے مترشح ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کو مزدوروں اور غربت زدہ انسانوں سے کس قدر پیار تھا۔ لطف اور مسرت کی بات یہ ہے کہ مؤلف جناب حافظ محمد سعد اللہ نے کوئی واقعہ حوالے کے بغیر نہیں لکھا ۔ یوں تحقیق اور تفتیش کا اعلیٰ معیار قائم کرنے کی حتی المقدور کوشش کی ہے اور تحقیق کے دوران "غریبوں کا والی ﷺ" کے مؤلف کو اگر کوئی ایسا واقعہ نظر آیا جس کی کوئی سند یا حوالہ انہیں کہیں دستیاب نہ ہوسکا تو اس واقعہ کو کتاب کا حصہ بناتے وقت انہوں نے بلا جھجک لکھ دیا ہے کہ اس واقعہ کی کوئی سند یا حوالہ انہیں نظر نہ آیا۔ مثلاً صفحہ ۱۱۱ پر حضور کی والدہ کا واقعہ لکھتے وقت رومانیہ کے مستشرق کونسٹن ویرژیل کا حوالہ:

"غریبوں کا والی ﷺ" کا اسلوب سادہ مگر رواں ہے۔ تحریر کو پرشکوہ بنانے کے شوق میں گمبھیر اور بھاری بھر کم الفاظ کی بھرمار سے احتراز کیا گیا ہے۔ گویا اس اعتبار سے مؤلف ہمیں سرسید اور ڈپٹی نذیر احمد کے ہم اسلوب نظر آتے ہیں۔ ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ حافظ سعد اللہ نے حضور ﷺ کا ذکر بڑے والہانہ انداز میں کیا ہے۔ ایک ایک لفظ سے محبت و عشق اور گہری وابستگی کا رنگ نمایاں نظر آتا ہے اور کسی بھی جگہ وہ ہمیں اس حال میں نظر نہیں آتے کہ انہوں نے محبت کا دامن چھوڑ دیا ہو۔ میرا ذاتی خیال ہے کہ وہ اس میدان میں پیر کرم شاہ صاحب (جو اب اللہ کریم کے جوار رحمت میں پہنچ چکے ہیں) کے ہم راستہ ہیں کہ پیر کرم شاہ صاحب نے ضیاء القرآن" ایسی معرکۃ الآراء تفسیر لکھتے وقت اسی دامن کو پکڑے رکھا۔ اگر یہ کہا جائے کہ "غریبوں کا والی ﷺ" کا اصل حسن اور کمال اس کی تحریر میں محبت، ادب اور عشق ہے تو شاید یہ کہنا بے جا نہ ہو۔ یہ کتاب چار طویل ابواب پر مشتمل ہے۔ ہر باب کو چھوٹے چھوٹے مزید ضمنی ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔ یہ متقدمین کا طریقہ ہے اور قابل ستائش ہے۔ قاری کا ذہن بوجھل پن سے محفوظ رہتا ہے اور ضمنی باب کی سرخی پڑھ کر مزید آگے پڑھنے کو تحریک ملتی ہے۔ ہر باب کے آخر میں حوالہ جات کی فہرست دی گئی ہے جسے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مؤلف نے زیادہ تر عربی ماخذات پر انحصار کیا ہے۔ حضور ﷺ سے وابستہ بعض واقعات کے حوالے قرآن و حدیث سے بھی لائے

Marfat.com

گئے ہیں۔ قرآن کریم کی بعض آیات مبارکہ کی شان نزول کو مؤلف نے اپنے موضوع کے ساتھ ایسی مہارت اور ژرف نگاہی کے ساتھ منسلک کیا ہے کہ واقعہ کی پیش کاری کا حسن دوبالا ہو گیا ہے۔ مثلاً حضرت زیدؓ کا حضور ﷺ سے عشق اور قرآن میں ان صاحب مرتبت صحابیؓ کا ذکر۔

زیر تبصرہ کتاب میں جا بجا عربی، فارسی، اردو اور پنجابی کے اشعار بھی ملتے ہیں جنہیں بڑے احسن انداز اور موزوں جگہوں پر استعمال کیا گیا ہے۔ بعض جگہ عربی اردو فارسی اشعار لکھ تو دیئے گئے ہیں مگر ان کا اردو ترجمہ نہیں دیا گیا۔ اگر اس طرف توجہ دی جاتی تو عربی اور فارسی سے نا آشنا قاری بھی ان اشعار سے لطف اندوز ہو سکتے تھے۔ پروف ریڈنگ کی غلطیاں بھی موجود ہیں۔ امید ہے کہ کتاب کے دوسرے ایڈیشن میں ان خامیوں کو دور کر دیا جائے گا۔ یہ خوبصورت، دلکشا اور ایمان کو جلا بخشنے والی کتاب ۲۴۷ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کا انتساب جھنگ کے معروف عالم دین اور بلند پایہ مبلغ دین مولانا محمد ذاکر رحمہ اللہ کے نام ہے۔ ایسی شاندار کتاب کا انتساب ایسے شاندار انسان کے نام ہونا چاہیے تھا۔ مجھے امید ہے کہ اس خدمت کے صلے میں شافع محشر ﷺ مؤلف کو اپنے سایۂ عاطفت میں جگہ عنایت فرمائیں گے کہ مؤلف کی بھی یہی شدید تمنا ہے۔ (تبصرہ: تنویر قیصر شاہد)

ماہنامہ "انوار مدینہ" (جامعہ مدنیہ، کریم پارک، لاہور)

شمارہ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۶ھ / اکتوبر ۱۹۹۵ء

سرور کائنات فخر موجودات حضرت محمد ﷺ کو جہاں دیگر خصوصیات و امتیازات حاصل ہیں وہیں یہ خصوصیت و امتیاز بھی حاصل ہے کہ آپ کی سیرت کے مختلف گوشوں پر جتنا لکھا گیا ہے اور تاحال لکھا جا رہا ہے اتنا کسی بھی فرد بشر کی سیرت پر نہیں لکھا گیا، خواہ وہ نبی ہو یا ولی، ریفارمر ہو یا مصلح۔

اور یہ خصوصیت و امتیاز بھی صرف اور صرف آپ ﷺ ہی کی ذات بابرکات کو حاصل ہے کہ آپ کی حیات طیبہ کے تمام پہلو خانگی زندگی سے متعلق ہوں یا خارجی

Marfat.com

زندگی سے امت کے سامنے سورج کی روشنی کی طرح واضح ہیں۔ آج مسلمان اپنے نبی حضرت محمد ﷺ کی زندگی کے ہر پہلو کو علی وجہ البصیرت بیان کرسکتے ہیں، جبکہ دیگر انبیاء کرام کی اتباع کے دعویداروں کے پاس اپنے نبی کی سیرت وسوانح کے کسی ایک گوشہ کے متعلق بھی صحیح معلومات نہیں ہیں اور وہ تاریخ اسلام سے ہٹ کر اپنے نبی کے بارے میں صحیح معلومات فراہم کرنے سے قاصر ہیں۔

آنحضرت ﷺ کی سیرت مبارکہ کے تابناک پہلوؤں میں سے ایک پہلو یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ نے دولت و ثروت کے مقابلے میں ہمیشہ فقر و غربت کو پسند کیا۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے "الفقر فخری" فقر میرے لئے باعث فخر ہے۔ آپ نے ہمیشہ غریبوں، بیکسوں، مظلوموں اور بے سہارا لوگوں کا ساتھ دیا اور اپنا اوڑھنا بچھونا اسی کو بنایا۔ آپ دعا فرمایا کرتے تھے۔

"اللهم احيني مسكينا وامتني مسكينا واحشرني في زمرة المساكين"

اے اللہ مجھے مسکینی کے ساتھ زندہ رکھ اور مسکینی کی حالت میں موت دے اور قیامت کے دن مسکینوں کی جماعت میں مجھے محشور فرما۔

الطاف حسین حالی خوب فرماتے ہیں:

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا مرادیں غریبوں کی بر لانے والا
مصیبت میں غیروں کے کام آنے والا وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا
یتیموں کا والی غلاموں کا مولیٰ خطا کار سے درگزر کرنے والا

زیر نظر کتاب "غریبوں کا والی ﷺ" میں سرور دوعالم ﷺ کی سیرت مبارکہ کے اسی مقدس و مبارک پہلو کو بڑی تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ اس کتب کے مؤلف حافظ محمد سعد اللہ صاحب جو حضرت مولانا سید محمد متین ہاشمی رحمہ اللہ کے خصوصی شاگرد اور دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری میں ریسرچ آفیسر ہیں، بجا طور پر مبارک باد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے انتہائی عرق ریزی کے ساتھ کتاب وسنت، تاریخ و تذکرہ اور سیرۃ وسوانح میں بکھرے ہوئے قیمتی موتیوں کو یکجا کردیا ہے۔ بچپن سے اس موضوع سے متعلق تقریریں سنتے اور تحریریں پڑھتے چلے آتے تھے، لیکن سیرۃ کے اس پہلو سے متعلق مواد یکجا صورت میں نظر سے نہیں گزرا تھا۔

Marfat.com

راقم کے ذہن میں اس موضوع سے متعلق بہت سی باتیں اور واقعات تھے جنہیں کئی بار بیان کرنے کا موقع بھی ملا، لیکن یہ چیزیں کسی ایک کتاب میں یکجا نہیں ملتی تھیں۔ حافظ صاحب کی کتاب کے مطالعہ سے مسرت ہوئی کہ جتنی باتیں راقم کے ذہن میں تھیں وہ سب اس کتاب میں راقم نے موجود پائیں۔

حافظ صاحب نے اپنی اس کتاب کو چار ابواب میں تقسیم کیا ہے۔ پہلے باب میں حضور نبی اکرم ﷺ کے دنیا میں تشریف لانے سے قبل غرباء و مساکین کی جو حالت تھی اس کو بیان کیا ہے۔ دوسرے باب میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت باسعادت سے لے کر اعلان نبوت تک کے زمانے کے حالات اور اس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی غریب پروری کو بیان کیا ہے۔ تیسرے باب میں مکی دور یعنی بعثت سے لے کر ہجرت تک کے زمانے میں ضعیف مسلمانوں کے ساتھ جو حالات پیش آنے اور آپ ﷺ نے جس طرح ان کی دلداری کی اس کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ چوتھے باب میں مدنی دور یعنی مدینہ طیبہ تشریف لانے کے بعد سے لے کر وصال تک کے زمانے میں آپ کے غریبوں کے ساتھ مثالی کردار کو اجاگر کیا ہے۔

کتاب کا انداز اس قدر دلکش ہے کہ شروع کرنے کے بعد چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا۔ ہماری رائے ہے کہ عوام کے ساتھ ساتھ امراء و حکام اور مارکزم اور سوشلزم سے متاثر افراد جو رات دن غریبوں کے حقوق کی جدوجہد کے راگ الاپتے پھرتے ہیں وہ اس کتاب کو بنظر انصاف پڑھیں اور فیصلہ کریں کہ غریبوں کو ان کے حقوق کس نے دیئے ہیں؟ اور معاشرہ میں سچی مساوات کس نے قائم کی ہے؟ کارل مارکس اور لینن نے یا حضرت محمد ﷺ نے؟ اس کتاب کے مطالعہ کے بعد یقیناً وہ یہ کہنے پر مجبور ہوں گے کہ غریبوں کے سچے والی اور ان کے حقوق دینے والے حضرت محمد ﷺ ہیں۔

ان معروضات کے ساتھ حافظ صاحب موصوف سے گذارش ہے کہ وہ ایک تو آئندہ اشاعت میں کتاب میں رہ جانے والی بعض کتابت کی غلطیوں کی اصلاح کروائیں دوسرے آیات کریمہ اور احادیث مبارکہ کسی اچھے خوشنویس سے کتابت کروائیں۔ تیسرے ان پر اعراب ضرور لگائیں، کیونکہ بغیر اعراب کے عوام آیات و احادیث کو صحیح نہیں پڑھ سکتے۔ چوتھے بعض مقامات پر حضور نبی کریم ﷺ کے اسمائے گرامی

Marfat.com

کے ساتھ پورے درود شریف کے بجائے "ؐ" لکھا ہوا ہے اس کی جگہ پورا درود شریف لکھا جائے۔ پانچویں بہت سے مقامات پر صحابہ کرام کے اسمائے گرامی کے ساتھ تعظیمی کلمات (حضرۃ وغیرہ) اور دعائیہ کلمات (رضی) نہیں لکھا گیا۔ اس کے لکھنے کا بھی اہتمام کیا جائے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حافظ صاحب کی اس کاوش کو مقبول و منظور فرما کر اس کتاب کو عوام کیلئے نافع بنائے۔

مذکورہ کتاب اپنی معنوی خوبیوں کے ساتھ ظاہری خوبی سے آراستہ، نہایت ارزاں قیمت پر مارکیٹ میں دستیاب ہے۔ قارئین اس سے ضرور استفادہ فرمائیں۔

(تبصرہ: مولانا نعیم الدین)

روزنامہ "نوائے وقت لاہور" مورخہ ۳۔ اگست ۱۹۹۵ء (ملی ایڈیشن)

نبی رحمت ﷺ کی سیرت طیبہ بلا شبہ ایک بحر بیکنار ہے۔ شمع رسالت ﷺ کے پروانے سیرت نگار مؤرخین اور محققین چودہ سو سال سے اس بحر سیرت میں غوطہ زن ہو کر اپنے اپنے ذوق جستجو اور طلب کے مطابق جواہر تلاش کرنے کی کوشش کرتے آرہے ہیں۔ اور قیامت تک اس ذات طیبہ کے اسوہ حسنہ کے مختلف پہلوؤں اور گوشوں کو اجاگر کرنے کیلئے تحقیق کے سمندر میں اتر کر یہ کام سرانجام دیتے رہیں گے اور نت نئے موضوعات اس ضمن میں منتخب ہوتے رہیں گے۔

"غریبوں کا والی ﷺ" معروف ادارہ مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری لاہور نے اہتمام کے ساتھ شائع کی ہے جو اس ادارہ کے ایک فاضل رکن حافظ محمد سعد اللہ کی تالیف ہے۔ یہ کتاب کے ٹائیٹل ہی سے ظاہر ہے کہ یہ کوئی مستقل سیرت اور سوانح نبوی ﷺ کی کتاب نہیں ہے بلکہ سیرت نبوی ﷺ کے ایک خاص پہلو سے متعلق ہے۔ مؤلف نے جو موضوع منتخب کیا ہے وہ اپنی نوعیت کے لحاظ سے انوکھا اور دلکش ہے۔ مؤلف نے حضور رحمۃ للعالمین ﷺ کی ذات گرامی سے وابستہ ان تعلیمات اور اسوہ رسول ﷺ کے ان واقعات کو قلم بند کیا ہے جن میں نبی رحمت ﷺ اپنے دور

Marfat.com

لئے مظلوم مقہور مجبور بے سہارا بے آسرا تنگدست ، نادار ، ماتحت غریب اور مسکین لوگوں پر لطف و کرم کا مینہ برساتے نظر آتے اور قعر مذلت میں گرے ہوئے اور پسے ہوئے لوگوں کو معاشرے میں بلند و باعزت مقام عنایت فرماتے ہیں اور پھر عملی طور پر ضرورت مند اور غرباء و مساکین کی ضرورت و حاجت کو جب تک پورا نہیں کر لیتے اس وقت تک آپ ﷺ کو چین نہیں آتا۔

کتاب کو چار ابواب اور چھوٹی چھوٹی ضمنی فصلوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلے باب کا عنوان " بعثت نبوی ﷺ سے قبل غریبوں کی حالت " ہے۔ اس باب میں مختلف تاریخی حوالوں سے سابقہ امتوں، ایران، روم ، یورپ، ہندوستان اور عرب میں غرباء و مساکین غلام اور ماتحت لوگوں کی حالت زار اور ان پر ہونے والے ہوشربا مظالم کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔

اگلے تین ابواب کو حضور ﷺ کی زندگی کے تین ادوار میں تقسیم کیا گیا ہے۔ ولادت سے بعثت تک --- بعثت تا ہجرت (مکی دور) اور ہجرت مدینہ تا وصال (مدنی دور) اور ان ابواب میں یہ بات بڑی تفصیل اور مستند حوالوں سے ثابت کی گئی ہے کہ حضور رحمت دوعالم ﷺ نے دم واپسیں تک کس طرح غرباء و مساکین کی عملاً ہمدردی و غمخواری کی ۔ کس طرح ان کی عزت افزائی کی اور کس قدر ان پر لطف و کرم فرمایا ۔ اس چیز کی وضاحت اور ثبوت کیلئے مؤلف نے بڑی خوبصورتی سے ضمنی فصلیں قائم کی ہیں۔ مثلاً اعلان نبوت سے قبل " غریبوں کا درد اور فکر " اعلان نبوت کے بعد " غرباء کو کھانا کھلانے اور ان کے ساتھ ہمدردی کی تعلیمات " غرباء و مساکین کے ساتھ حضور ﷺ کا عملی رویہ --- پھر مدنی دور میں " غرباء کی تسکین کیلئے فقیرانہ زندگی۔ ذاتی غلاموں اور خدام کے ساتھ حسن سلوک " اصحاب صفہ کا خیال اور خبر گیری " اور " یتیموں پر شفقت " کے عنوان سے فصلیں قائم کی گئیں ہیں۔ آخر میں ایک فصل "غریب جانوروں پر رحم" کے عنوان سے بھی ہے۔ بقول مفتی غلام سرور قادری " اس موضوع پر عربی اور اردو میں یکجا اتنا مواد اب تک منظر عام پر نہیں آیا۔"

فاضل مؤلف کی کتاب " غریبوں کا والی ﷺ " سے چند اقتباسات ملاحظہ ہوں:

------ مخلوق خدا کی یہ آرزو پوری ہوئی اور ملاء اعلیٰ کی وادیوں اور فاران کی چوٹیوں سے ان مظلوموں کیلئے امید کی ایک کرن نمودار ہوئی، کرن ہی نہیں بلکہ افق عالم پر

Marfat.com

آفتاب عالمتاب اور سراج منیر طلوع ہوا جس کی آمد سے دنیا کے ظلمت کدوں میں لرزہ اور غریب مجبور اور مظلوم لوگوں کے تاریک گھروں میں پہلی مرتبہ زندگی کی شمع روشن ہوئی جس کے نور سے دنیا کا ذرہ ذرہ جگمگا اٹھا۔

حضرت عبداللہ کا در یتیم رحمۃ للعلمین کا منفرد تمغہ لئے اور رؤف و رحیم کے حسین القاب لئے یتیموں کا والی، غلاموں کا مولی، غرباء و مساکین کا ملجاء، کمزوروں کا ماویٰ، بیوگان کا سہارا، مظلوموں مجبوروں مقہوروں اور بے آسروں کا حقیقی غم خوار اور خیرہ خواہ بن کر جلوہ گر ہوا۔ (صفحہ نمبر ۷۰)

۔۔۔۔۔۔۔ "سیدہ آمنہؓ کے اس لعل کا خمیر ہی رحمت سے اٹھایا گیا تھا۔ غریب و کمزور اور مظلوم طبقوں کی نصرت وحمایت کرنا اور ان کی ہمدردی و خیر خواہی کرنے کا سچا جذبہ آپ ﷺ کی جبلت و فطرت میں رکھ دیا گیا تھا۔ وہ ساری زندگی غریبوں اور کمزوروں کیلئے ہی جیتا رہا۔ اس نے زندگی بھر کوئی مال جمع نہ کیا۔ جو آیا غرباء پر ہی تقسیم کردیا۔ اس نے کمال شفقت سے دنیا کے ٹھکرائے ہوئے روندے ہوئے، پسے ہوئے اور قعر مذلت میں گرے ہوئے لوگوں کو معاشرے میں سربلند کیا، ان کا بول بالا کیا۔ غریب انسان کو عزت نفس بخشی۔ انہیں انسانیت کا درجہ دیا۔ ان کے حقوق متعین کیے۔ ان کے حق میں آواز بلند کی۔ انہیں آزادی بخشی۔ ان پر ہونے والے مظالم کو ختم کیا۔ ان کی معاشرتی حیثیت کو بلند کیا۔ ان کی ضروریات و حاجات کا اہتمام کیا۔ ان کی ہر طرح عزت افزائی کی حتی کہ بڑے اور امیر کبیر لوگوں کی صف میں لاکھڑا کیا۔ (صفحہ نمبر ۷۱)

۔۔۔۔۔۔۔ "نبی رحمت ﷺ پر غریب کمزور اور نچلے درجے کے تصور کیے گئے لوگوں کے پہلے پہل ایمان لانے کی دوسری بڑی وجہ آپ ﷺ کا ان لوگوں کے ساتھ ذاتی اور عملی رویہ تھا۔ حضور ﷺ انسانی عظمت و مساوات، احترام آدمیت اور غریب و کمزور لوگوں کے ساتھ ہمدردی خیر خواہی اور غمخواری کا محض زبانی کلامی لیکچر نہیں دے رہے تھے۔ خالی خولی جلسے کرنا جلوس نکالنا اور جذباتی و جوشیلی تقریریں کرنا آپ ﷺ کا معمول نہیں تھا۔ آپ ﷺ سمجھتے تھے کہ خالی تقریر اور شعلہ بیانی سے بھوکے آدمی کا پیٹ نہیں بھر سکتا۔ اس کی غربت کا علاج نہیں ہوسکتا۔ اور نہ ہی اس کے معاشی دکھوں کا

Marfat.com

مداوا ہوسکتا ہے۔ آنجناب ﷺ کا کام آفت زدوں کے نام پر چندے کرنا یا مظلوموں کے نام پر جلسے کرنا نہیں بلکہ مظلوموں کی عملی داد رسی تھا۔ حضور ﷺ اس بات کو بخوبی جانتے تھے کہ مظلوموں کے نام پر جلسے کرنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی شخص زخمی ہوجائے اور آپ اس کو ہسپتال یا ڈاکٹر کے پاس لے جانے کی بجائے ایک شاندار "زخمی کانفرنس" منعقد کرنے کیلئے دوڑ پڑیں۔ حضور ﷺ کی مجلس میں شاہان روم و فارس اور رؤساء مکہ کی مجلسوں کی مانند کوئی درجہ بندی نہیں تھی۔ حضور ﷺ جس نگاہ سے ابوبکرؓ، عثمان بن عفانؓ، عبدالرحمن بن عوفؓ اور سعد بن ابی وقاصؓ جیسے شرفاء کو دیکھ رہے تھے اس سے کہیں زیادہ پیار و محبت رافت و رحمت اور شفقت کی نگاہ سے غریب مسلمانوں بلال حبشیؓ صہیب رومیؓ، خباب بن الارتؓ، یاسرؓ اور ان کے بیٹے عمارؓ کو دیکھ رہے تھے۔ نبی رحمت ﷺ اتنی بڑی خاندانی اور روحانی جلالت شان کے باوجود ان غریبوں کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے ان کے ساتھ کھانے پینے اور ان کے ساتھ چلنے پھرنے میں کوئی عار محسوس نہیں فرماتے تھے۔ ان کے دکھ درد اور خوشی و غمی میں برابر کے شریک تھے۔(صفحہ نمبر ۱۷۳)

-------"آپ کا یہ سارا فقر و فاقہ انتہائی سادگی انتہائی قناعت اور ناداری محض تعلیم امت اور غرباء و مساکین اور تنگ حال لوگوں کی دلی تسکین کے لئے تھے۔ آپ ﷺ جس دین رحمت اور شریعت مطہرہ کے نفاذ کے لئے تشریف لائے تھے اس کا بنیادی تقاضا تھا کہ جب تک سارے کے سارے مسلمان اور تمام رعیت روٹی کپڑے سے بے نیاز نہ ہوجائے۔ جب تک اسلامی معاشرہ کے ایک ایک فرد کو پورا پورا لباس اور خوراک مہیا نہ ہوجائے، نہ خود عمدہ لباس پہنیں نہ عمدہ خوراک کھائیں اور نہ یہ سہولتیں اپنے اہل وعیال ہی کو پہنچائیں۔

غریب اور معاشی طور پر کمزور لوگوں کے ساتھ ہمدردی خیر خواہی اور غمخواری کی ایک شکل یہ بھی ہے کہ انسان اپنے معیار زندگی کو ان سے بلند نہ ہونے دے۔ کھانے پینے کپڑے لتے اور بود و باش میں گنجائش کے باوجود ان سے بلند ہونے کی کوشش نہ کرے ورنہ ان کے دلوں میں مالی پریشانیوں پر مزید رنج والم اور دکھ و تاسف کے جذبات پیدا ہوں گے۔ اور اگر ان کا سردار رئیس یا بڑا آدمی بھی انہی کی طرح کے مکانوں میں رہتا ہے انہی کی طرح پھٹے پرانے کپڑے پہنتا ہے انہی کی طرح روکھا سوکھا کھاتا ہے۔

Marfat.com

انہی کی طرح فاقے برداشت کرتا ہے تو فطری اور نفسیاتی طور پر انہیں حوصلہ ملتا ہے۔ ان میں احساس کمتری پیدا نہیں ہوتا۔ غالباً اسی انسانی نفسیات کو مد نظر رکھتے ہوئے اور اپنی ذات اور اپنے اہل وعیال پر غرباء اور ضرورت مندوں کو ترجیح دیتے ہوئے آپ ﷺ نے فقر وفاقہ کی صبر آزما روش اختیار فرمائے رکھی۔ اس سے بڑھ کر فقراء ومساکین کے ساتھ اور کیا ہمدردی اور موافقت ہوسکتی ہے کہ اس سرور دو عالم ﷺ نے بارگاہ ایزدی میں یوں دعا کی۔

(اے اللہ مجھے مسکینی کی حالت مین زندہ رکھنا، مسکینی کی حلت میں وفات دینا اور مساکین کے گروہ میں ہی میرا حشر فرمانا) (صفحہ نمبر ۱۵۸)

"غریبوں کا والی ﷺ" کا ہر باب ہر فصل اور ذیلی عنوان اپنے اندر ایک کشش رکھتا ہے۔ "مشتے از خروارے" کے طور پر چند اقتباسات پیش کئے گئے ہیں ورنہ ساری کتاب انتہائی ایمان افروز اور قابل مطالعہ ہے۔ کتاب میں متعدد مقامات پر پروف ریڈنگ کی غلطیاں رہ گئی ہیں۔ عربی عبارات پر اعراب بھی نہیں لگائے گئے۔ کم از کم قرآنی آیات پر تو اعراب ضرور ہونے چاہیں تھے۔ امید ہے کہ آئندہ اشاعت میں یہ غلطیاں دور کرلی جائیں گی۔ (تبصرہ: عین الحسنین نون)

ماہنامہ "الجامعہ" جامعہ محمدی شریف، جھنگ)

بابت ماہ ذی الحجہ ۱۴۱۵ھ/مئی ۱۹۹۵ء

سید الاولین والآخرین امام الانبیاء والمرسلین شفیع المذنبین، محب الفقراء والمساکین رحمۃ للعالمین ﷺ کی سیرت طیبہ ایک بحر ذخار اور بحر بے کنار ہے۔ یہ ایسا موضوع ہے جس پر چودہ صدیوں سے جاں نثاران مصطفی ﷺ اپنے اپنے ظرف کے مطابق اور اپنے اپنے انداز میں آپ ﷺ کی عقیدت سے سرشار ہو کر لکھتے چلے آئے ہیں۔ اور قیامت تک انشاء اللہ تعالی یہ سلسلہ چلتا رہے گا۔ اقوام سابقہ اور بالخصوص حضور نبی اکرم ﷺ کی بعثت سے قبل معاشرے کے غریب، نادار کمزور و بے بس و بے کس اور بے سہارا لوگ بڑے لوگوں کے ہاتھوں ظلم کی چکی میں پس رہے تھے۔

Marfat.com

معاشی اور معاشرتی ہر اعتبار سے ان کی حالت ناگفتہ بہ تھی۔ معاشی وسائل پر قابض بڑے لوگ؛ سرمایہ دار، جاگیر دار وڈیرے انہیں عام انسانی حقوق دینے کیلئے بھی تیار نہیں تھے۔

آج ہماری حالت بھی بالکل ایسی ہی نظر آرہی ہے۔ اللہ تعالی ہمارے حال پر رحم فرمائے۔ پاکستان میں انسانی حقوق کمیشن کے نام سے بہت سے ادارے کام کر رہے ہیں۔ لیکن کن لوگوں کے لئے؟ کیا غریبوں کیلئے؟ بے کس و بے سہارا لوگوں کیلئے؟ نہیں ان کا دائرہ کار بھی صرف ان مخصوص لوگوں تک محدود ہے۔ جو عالمی غنڈوں اور بدمعاشوں کے مفادات کو پورا کر رہے ہیں۔

انسانی حقوق کے سب سے بڑے علمبردار معلم انسانیت حضور نبی کریم ﷺ نے معاشرے کے کمزور و ناتواں غریب و مسکین، یتیم و بے سہارا لوگوں کے ساتھ کیا برتاؤ کیا۔ انہیں معاشرے میں کیا عزت و مقام عطا فرمایا۔ پیش نظر کتاب کا موضوع بس یہی ہے۔ یہ کوئی سیرت کی مکمل کتاب نہیں۔ لیکن اپنے موضوع کو بہت حد تک احاطہ کیے ہوئے اور غالباً اپنے موضوع کی یہ پہلی کتاب ہے۔

یہ کتاب چار ابواب پر مشتمل ہے۔ پہلا باب: بعثت نبوی ﷺ سے قبل غرباء ومساکین کی حالت۔ باب دوم: ولادت تا اعلان نبوت۔ باب سوم: بعثت تا ہجرت مدینہ باب چہارم: آمد مدینہ منورہ تا وصال۔

کتاب کے آخر میں ایک فصل جانوروں سے متعلق نبوی تعلیمات پر مشتمل ہے۔ اس طرح یہ کتاب اپنے موضوع پر جامع مانع حیثیت کی حامل ہے۔

مؤلف کتاب حافظ محمد سعد اللہ صاحب کا شمار جامعہ محمدی شریف کے لائق تر فضلاء میں سے ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اپنی کتاب کا انتساب بھی بڑے خوبصورت الفاظ میں جامعہ محمدی شریف کے بانی حضرت مولانا محمد ذاکر رحمہ اللہ کے نام کیا ہے (اللہ تعالی ان کے علم اور عمر میں برکت عطا فرمائے) اس لئے قارئین الجامعہ سے بالعموم اور جامعہ محمدی شریف کے محبین و مخلصین سے بالخصوص گذارش ہے کہ وہ ضرور اس کتاب سے استفادہ کریں (ادارہ)

Marfat.com